فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

[illegible]

المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

جلد سوم

از افادات

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم جامعہ دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک

تحریر و ترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دارالعلوم صدیقیہ زروبی

اہتمام و اشاعت

مولانا حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ
زروبی ضلع صوابی

فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

فتاویٰ دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

(جلد سوم)

افادات

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم
جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تخریج وترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دار العلوم صدیقیہ زروبی

اہتمام واشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

نام کتاب: ـــــــ فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد سوم)

افادات: ـــــــ محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتخریج: ـــــ مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ

معاون: ـــــــ مولانا مفتی عصمت اللہ حقانی

کمپوزنگ: ـــــــ حافظ ولی الرحمٰن صدیقی......(لوند خوڑ)

پروف ریڈنگ: ـــــ سلطان فریدی

ضخامت: ـــــــ ۵۹۲/صفحات

طبع بارسوم: ـــــــ مارچ ۲۰۰۹ء، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

تعداد بارسوم: ـــــ تیرہ سو...... (۱۳۰۰)

قیمت: ـــــــ

نگرانی: ـــــــ مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہتمام واشاعت: ـــــ مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی

مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی (پاکستان)

فون وفیکس دارالعلوم: 0938-480534 رہائش: 480156

موبائل: 0300-5681986

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین جلد سوم

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

فصل فی قصر الصلاۃ

باب صلاة الجمعة

صفحہ	عنوانات
۱۰۸	جمعہ کے دن وعظ وغیرہ سننے کیلئے اپنے محلے کے بجائے دوسرے محلے کی مسجد میں جانا
۱۰۹	ایک شخص کا ایک وقت میں تین مقامات پر خطبہ وجمعہ ممکن غیر واقع ہے
۱۱۰	تعدد جمعہ جائز اور توحد افضل ہے
۱۱۱	جمعہ کے بارے میں فقہ سے ناواقف غیر مقلد کے عجیب مسائل
۱۱۲	جمعہ بند کرنے کی صورت میں فتنہ وفساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہو تو جمعہ بند نہیں کیا جائے گا
۱۱۳	کسی مسجد میں نماز جمعہ ترک کرکے دوبارہ شروع کرنا مباح ہے
۱۱۴	جمعہ کی آخری دو رکعت سنت کی تاکید، عدم تاکید اور نیت کا مسئلہ
۱۱۵	جمعہ کے بعد چار رکعت سنن کافی اور چھ رکعت بہتر ہیں
۱۱۵	جمعہ کے سنن قبلیہ کی قضا کے بارے میں تفصیلی استفسار
۱۱۸	جمعہ کی چار رکعت سنت قبلیہ کی قضا کا حکم
۱۱۹	جمعہ سے قبل چار سنت رہ جائیں تو بعد میں پڑھنا احوط ہے
۱۲۰	قریہ کبیرہ اور قریہ صغیرہ میں احتیاط الظہر کا کوئی اصل نہیں ہے
۱۲۱	مشکوک مقام میں احتیاط الظہر پڑھنے کا جواز
۱۲۲	جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں وہ لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں
۱۲۳	شرائط جمعہ کے تحقق میں تردد کے وقت احتیاطی پڑھنا
۱۲۳	سنت جمعہ مسجد کے ساتھ مختص نہیں ہیں

عنوانات	صفحہ

فصل فی شروط صحة الجمعة

عنوانات	صفحہ

فصل فی الخطبة

باب صلاة العيدين

عنوانات	صفحہ
بنابر قول مفتی بہ تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک ہیں	۲۰۹
تکبیرات تشریق میں مفتی بہ قول صاحبین کا ہے ...	۲۱۰

کتاب احکام الجنائز

باب صلاۃ الجنازۃ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ
مردہ کیلئے صندوق بنا کر دفنانا	۲۶۶
میت کو دوبارہ غسل دینا اور سلی ہوئی قمیص وشلوار پہنانا تعامل امت سے مخالف ہے	۲۶۷
بعد الغسل اور جنازہ لے جاتے وقت میت کا سر اور پاؤں کس جانب ہو؟ اور لوگوں کا دفن سے پہلے چلے جانے وغیرہ مسئلہ	۲۶۸
دفنانے کے بعد وقت تعزیت شروع ہوجاتی ہے	۲۷۰
بیوی کیلئے شوہر کو اور شوہر کیلئے بیوی کو غسل ودفن وغیرہ کا حکم	۲۷۱
شوہر کیلئے مردہ بیوی کو غسل دینے میں حدیث تجرید البخاری سے استدلال صحیح نہیں	۲۷۱
میت کے کانوں میں اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں	۲۷۲
قبر پر اذان کا حکم	۲۷۳
مردہ پیدا شدہ بچے کو قبرستان میں دفنایا جائے گا	۲۷۴
قبر میں رضائی وغیرہ ساتھ رکھنا خلاف سنت ہے	۲۷۴
دفن کے وقت قبر گر کر دوبارہ مرمت کی جائے	۲۷۵
قبر کے سر اور پاؤں کی جانب سورۃ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا اور تلقین بعد الممات کا حکم	۲۷۵
دفن کے بعد میت کے سرہانے اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا	۲۷۶
دفن کے بعد مسئلہ میراث بیان کرنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع	۲۷۷
غسل دینے کے بعد میت پر ایک رات گزر جائے غسل کا اعادہ نہیں ہے	۲۷۸
میت کے ساتھ بطور تبرک حدیث ووظائف کی کتابوں کا دفن کرنا	۲۷۸
خنثیٰ مشکل کو غسل دینے کا مسئلہ	۲۷۹

عنوانات	صفحہ
کفن دفن سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں تعزیت جائز ہے	۲۹۲
غیر کی ملکیت میں دفن کرنا جائز نہیں	۲۹۳
عیدین میں تعزیت کیلئے دوبارہ جانا	۲۹۳
جنب میت کا حکم	۲۹۴
بنسبت مسجد کے حجرہ میں تعزیت کیلئے بیٹھنا بہتر ہے	۲۹۴
دوبارہ جنازہ اور غسل میت سے قبل تعزیتی دعا کا حکم	۲۹۵
کفن پر روشنائی یا مٹی سے مبارک کلمات لکھنا	۲۹۵
برزخی حیات تزوج زوجہ اور ارث وغیرہ کے منافی نہیں ہے	۲۹۶
منہدم شدہ قبر کا دوبارہ بنانا	۲۹۶
مرزائی اور رافضی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کئے جائیں گے	۲۹۷
نامعلوم قاتل کے مقتول کو غسل دیا جائے گا	۲۹۸
میت پر آیۃ الکرسی وغیرہ کلمات سے منقش چادر ڈالنے کا حکم	۲۹۸
میت کو دس دس قدم لے جا کر تین مرتبہ رکھ کر اٹھانا	۲۹۹
رسم چہلم کا حکم	۳۰۰
میت کے پیچھے قل خوانی کا حکم	۳۰۰
عالم کیلئے میت کو غسل دینا بطور پیشہ مکروہ ہے	۳۰۱
مکہ مکرمہ سے لائی گئی چادر میت پر بچھانا	۳۰۲

فصل فی احکام الشہید

کتاب الزکوٰۃ

باب وجوب الزکوٰۃ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

| **باب الزکوٰۃ فی الأموال** | |

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ
بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں معیت فی الرعی شرط نہیں ہے	۴۴۱
اجارہ پر دی گئی بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ	۴۴۲
زکوٰۃ میں جانور دینے کی بجائے قیمت دینا	۴۴۳

باب زکاۃ الزروع والثمار

(العشر)

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب صدقة الفطر

باب صدقة التطوع

باب مصارف الزکاۃ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

مسائل شتّٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد سوم)

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی أشرف المرسلین سیدنا محمد و آلہ واصحابہ أجمعین أمابعد!

اللہ کریم کی خصوصی عنایات اور مہربانیوں پر بندہ کا قلب ودماغ حمد وشکر اور مسرت سے لبریز اور جبین نیاز رب کریم کے آگے سربسجود ہے کہ نو مہینے کی قلیل مدت میں فتاویٰ فریدیہ کی جلد ثالث منظر عام پر آ رہی ہے اس جلد میں کتاب الصلوٰۃ کے آخری ابواب اور کتاب الزکاۃ مکمل شامل ہے اسی طرح کل دو ہزار دو سو پچاس مسائل تقریباً اٹھارہ سو ستر صفحات میں آپ کے ہاں پہنچ چکے فتاویٰ کی ترتیب وتخریج اور تہذیب وتزئین میں جس عرق ریزی اور محنت شاقہ سے واسطہ پڑتا ہے ارباب علم وفضل اس سے بے خبر نہیں ہیں لیکن یہ سب کچھ خداوند کریم کی رحمت خاص کی دستگیری اور توفیق نصیب ہونے پر موقوف ہے، دارالعلوم حقانیہ کے تیس سالہ غیر مرتب ریکارڈ جو سینکڑوں رجسٹروں پر مشتمل ہے میں سے ان بکھرے ہوئے مسائل کی تخریج وترتیب کی بیدار مغزی کے ساتھ ہر ایک مسئلہ کا مطالعہ کیا اور پھر ہر ایک مسئلہ کیلئے فقہی ذخائر سے استخراج جزئیات اور باحوالہ ذکر کرنا انتہائی مشکل اور کٹھن کام تھا لیکن توفیق ربی اور بزرگ ومہربان اساتذہ ومشائخ اور والدین کی دعاؤں سے یہ عظیم علمی خدمت کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہے ورنہ مجھ جیسے ناکارہ اور سیاہ کار کیلئے اس کا تصور بھی محال تھا، اور اللہ کریم کا یہ بھی خصوصی فضل وکرم اور مہربانی ہے کہ سیدی وشیخی وسندی ومولائی حضرت مفتی صاحب متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ وفیوضہ نے بیماری اور ضعف ونقاہت کے باوجود اس جلد کی بھی فصل فصل اور باب باب پر نظر ثانی فرما کر اسے مزید استناد اور استحکام سے نوازا اور جہاں تک بعض مسائل میں ضروری حواشی اور بحث وتحقیق کا تعلق ہے اس میں حتی الوسع کوئی کوتاہی نہیں کی گئی ہے پھر بھی انسان ٹھوکر کھانے سے محفوظ نہیں، برائے اصلاح مطلع فرمانے پر ہم مشکور ہوں گے، یہاں بندہ اپنے نگران اور مشفق استاذ حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی رئیس دارالافتاء جامعہ حقانیہ کی خدمت میں ہدیہ امتنان وتشکر پیش کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہے جنہوں نے اول سے اب تک قدم بقدم پر رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی ہے، حضرت الشیخ مفتی صاحب دامت برکاتہم کے تلامذہ، مریدین اور متعلقین کی خدمت میں بھی ہدیہ عقیدت ومحبت پیش کرتا ہوں جن کی دلی دعاؤں اور حوصلہ افزا کلمات سے یہ ساری جدوجہد جاری وساری ہے امید ہے حضرات علماء کرام اور طالبان علوم نبویہ استفادہ کے وقت اپنی دعاؤں میں بندہ حقیر پر تقصیر اور رفیقان کار حضرت مولانا حافظ حسین احمد صدیقی، مولانا مفتی عصمت اللہ حقانی، جناب سلطان فریدی اور حافظ ولی الرحمٰن صدیقی اور ان تمام حضرات کو جنہوں نے اس کام میں جس طور پر بھی کچھ حصہ لیا ہے یاد رکھیں گے۔ اللہ کریم اسے قبول فرمائے اور ہم سب کیلئے زاد آخرت اور فلاح دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

طالب دعا: محمد وہاب منگلوری عفی عنہ

خادم العلم والافتاء بدار العلوم صدیقیہ زروبی (صوابی)

۶/رجب ۱۴۲۶ھ

اللہ اللہ

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاوی فریدیہ جلد سوم

باب صلوۃ المسافر

قال اللّٰه تعالیٰ

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم
جناح ان تقصروا من الصلوٰة.

......(النساء)......

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

باب صلاۃ المسافر

(فصل فی السفر التی تتغیر به الاحکام)

قصر نماز کیلئے سفر میں مشقت کا ہونا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس زمانہ میں سفر تمام تر سہولیات کے ساتھ کیا جاتا ہے جس میں کسی قسم کی مشقت نہیں ہوتی مثلاً ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر میں کوئی مشقت نہیں ہوتی، تو پھر قصر کیوں کی جاتی ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالغنی شیوہ ضلع صوابی ۱۹۷۸ء/۱۰/۱۸

الجواب: واضح رہے کہ قصر کا دارمدار سفر پر ہے نہ کہ مشقت پر کیونکہ سفر قائم مقام مشقت ہے، ویدل علیه مافی شرح التنویرہ :حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر، فافهم هامش ردالمحتار ص ۵۳۷ جلد ۱ ﴿۱﴾. فافهم. وهو الموفق

دائمی سفر یا قیام، شریعت سے متصادم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ڈرائیور ہے جو ہمیشہ سفر پر ہوتا ہے یا کوئی اور شخص مثلاً ہمیشہ سفر پر ہوتا ہے تو کیا شریعت میں دائمی سفر کا کوئی تصور ہے؟ کہ ہمیشہ کیلئے یہ مسافر دو ہی رکعت پڑھے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشكر)

الجواب: تمام عمر مقیم ہونا یا مسافر ہونا نہ شریعت سے متصادم ہے اور نہ نفس الامر سے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بے قرار شخص کی اقامت اور سفر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم جی ٹی ایس یعنی گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کے ملازم ہیں ہماری سروس پشاور سے مختلف علاقوں کو ہوتی ہے لاہور، فیصل آباد، سوات وغیرہ ہم اب نوکری کی وجہ سے کرایہ کے کمروں میں رہائش پذیر ہیں ہمارے ساتھ بال بچے نہیں ہیں، تو ہم قصر کریں گے یا پوری نماز؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور علی شاہ جی ٹی ایس ڈرائیور گڑ منڈی پشاور......۱۷/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: آپ ہمیشہ مسافر ہوں گے ﴿۲﴾ اور قصر کریں گے ظہر، عشاء، عصر کی نمازوں کو دو دو رکعت پڑھیں گے البتہ اگر آپ مقیم امام کے پیچھے اقتداء کریں تو چار رکعت پڑھیں گے ﴿۳﴾ اور اگر آپ کو یہ حکم ہو کہ پندرہ دن تک آپ کی ڈیوٹی دن کو ہوگی اور رات کو پشاور میں ٹھہریں گے تو آپ پشاور میں اتمام کریں گے ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی: اولم یکن مستقلا برأیه او دخل بلدة ولم ینوها ای مدة الاقامة بل ترقب السفر غداً او بعده ولو بقی علی ذلک سنین.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۲ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ووطن الاقامة یبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی هکذا فی التبیین. (فتاوی عالمگیریة ص ۱۴۲ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة شرنبلالی: وان اقتدیٰ مسافر بمقیم یصلی رباعیة ولو فی التشهد الاخیر فی الوقت صح اقتداؤه واتمها اربعا. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ص ۴۷۱ مطلب فی اقتداء المسافر بالمقیم وعکسه)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن نجیم: کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر.

(البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

وطن اصلی پر مرور سے بھی سفر ختم ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ڈرائیور ہوں روزانہ پچاس ساٹھ میل سفر کرتا ہوں، میرا گھر کروڑہ (کالام) میں ہے جو کہ مینگورہ سے پچاس میل دور ہے جب گھر جاتا ہوں تو اتمام کرتا ہوں لیکن گھر سے باہر مینگورہ کے راستے میں یا مینگورہ میں نماز سفر ادا کرتا ہوں، اور مینگورہ میں رات کرایہ کی ایک بیٹھک میں گزار کر کھانا وغیرہ ہوٹل سے کھاتا ہوں، اب مطلوب یہ ہے کہ راستہ میں میری نماز سفرانہ ہوگی یا پوری؟ دوسری بات یہ ہے کہ کبھی کبھار میری روانگی مینگورہ سے ہو کر کوئی ستر میل کے فاصلے پر جاتا ہوں اور میرا گزر اپنے گاؤں پر ہوتا ہے یعنی گاؤں سے بیس میل آگے جاتا ہوں لیکن روانگی مینگورہ سے ہوتی ہے کیا اس مقام میں بھی قصر کروں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد افسر کروڑہ کالام سوات ۱۹۷۴ء/۱۱/۱۴

الجواب: محترم آپ گھر سے مینگورہ جانے کے وقت قصر کریں گے یعنی سفرانہ نماز پڑھیں گے اور مینگورہ سے اس مقام تک جو کہ ستر میل ہے اور آپ کے گھر سے بیس میل دور ہے جانے کے حکم میں تفصیل ہے وہ یہ کہ گھر تک قصر کریں گے اور باقی بیس میل اتمام کریں گے اسی طرح واپسی کے وقت گھر تک اتمام اور باقی پچاس میل قصر کریں گے اور مینگورہ میں آپ مسافر شمار ہوں گے، ماخوذ از شامی، عالمگیری ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ملازمت یا طلب علم کے سلسلے میں وطن اقامت کا مہم مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو طلباء و اساتذہ دارالاقامۃ میں تنہا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: والحاصل ان انشاء السفر یبطل وطن الاقامة اذا کان منه اما لو انشأ من غیره فان لم یکن فیه مرور علی وطن الاقامة او کان ولکن بعد سیر ثلاثة ایام فکذلک ولو قبله لم یبطل الوطن بل یبطل السفر لان قیام الوطن مانع من صحته.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی والاقامة)

علیحدہ مکان میں رہتے ہوں،اور پندرہ شب وروز سے کم قیام کریں،تو وہ مقیم شمار ہوں گے یا مسافر جبکہ طلباء تین سال تک زیر تعلیم رہے ہوں،اور اساتذہ ہوسکتا ہے کہ متعدد سال ایک جگہ پر ملازمت کریں؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۷ء/۱۰/۲۷

الجواب: اگر ان طلباء نے ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی ہے تو اس کے بعد مقیم شمار ہوں گے بشرطیکہ ان کا ضروری سامان بود و باش ان کے پاس ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

جائے ملازمت جب وطن اقامت بن جائے پھر جب تک چھوڑا نہ ہوا تمام کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کچھ عرصہ سے یہاں قیام پذیر ہے اور پانچ یوم کے بعد وطن اصلی کو لوٹ کر جاتا ہے،وطن اصلی میں ایک دو دن رہ کر واپس آتا ہے اور فاصلہ تقریباً چونسٹھ میل ہے،سوال یہ ہے کہ یہ شخص یہاں تمام نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل ہادی بغدادہ مردان

الجواب: اگر اس ملازم کا اس مقام ملازمت میں بود و باش کا ضروری سامان موجود ہو تو یہ شخص ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے دیگر دفعات میں یہ مقام،مقام اقامت شمار کرے گا،خواہ یہاں پندرہ دن رہے یا پانچ دن رہے،بہر حال وطن اقامت سفر سے اس وقت باطل ہوتا ہے جبکہ اس شخص کا

﴿۱﴾ قال ابن نجیم رحمه الله: کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر .
(البحر الرائق ص۱۳۶ جلد۲ باب المسافر)

وقال العلامة علاؤالدین الحصکفی رحمه الله: ویبطل بمثله اذالم یبق له بالاول اهل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیها. (الدرالمختار علی صدر ردالمحتار ص۵۸۲ جلد۱ باب المسافر)

وقال العلامة کاسانی: وینتقض بالسفر ایضا لان توطنه فی هذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجة فاذاسافر منه یستدل به علی قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضاً له دلالة. (بدائع الصنائع ص۲۸۰ جلد۱ الکلام فی الاوطان)

سامان اس وطن اقامت میں نہ ہو، یدل علیه مافی البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل و ان اقام بموضع آخر انتهیٰ ﴿۱﴾. ویدل علیه کلام البدائع ص ۱۰۴ جلد ۱ علی ان قصد عدم الترک کاف فی بقاء الوطن الاولیٰ وغیره بخلاف ما اذا قصد الترک کالمهاجرین رضی الله عنهم ﴿۲﴾. وهو الموفق

میلوں پر مقدار مسافت قصر کا اعتبار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقدار مسافت قصر کو علماء دیوبند نے میلوں کی مقدار سے معتبر کیا ہے جو اڑتالیس میل ہے، کیا مسافت قصر کو میلوں سے معتبر کیا جا سکتا ہے اگر اعتبار ہے تو میلوں پر مقدار مسافت قصر کتنی بنتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحی مردانی ۱۹۷۲ء/۹/۵

الجواب: اکابر دیوبند نے مسافت قصر کو اڑتالیس میل انگریزی ٹھہرایا ہے (کما فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۴۴ جلد ۴) وجہ یہ ہے کہ ظاہر الروایت میں اگرچہ مسافت اور میلوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے (کمافی الهدایة وشروحها وجمیع کتب الفتاویٰ) ﴿۳﴾ لیکن موجودہ زمانے

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة کاسانی: واصله ان رسول الله ﷺ والمهاجرین من الصحابة رضی الله عنهم کانوا من اهل مکة، وکان لهم بها او طان اصلیة، ثم لما هاجروا وتوطنوا بالمدینة وجعلوها دارا لانفسهم، انتقض وطنهم الاصلی بمکة حتی کانوا اذا اتوا مکة یصلون صلاة المسافرین حتی قال النبی ﷺ حین صلی بهم اتموا یا اهل مکة صلاتکم فانا قوم سفر لان توطنه فی هذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجة فاذا سافر منه یستدل به علی قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة. (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان)

﴿۳﴾ قال ابن الهمام: ولا معتبر بالفراسخ هو الصحیح. (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

میں بیدل سفر کے نادر اور کالعدم ہونے کی وجہ سے تین دن کی مسافت معلوم اور معین کرنا بہت مشکل ہے، لہٰذا علماء کرام نے آسانی کیلئے تحدید کیا ہے یعنی اڑتالیس میل مقرر کئے ہیں اور اس تحدید کی دلیل یہ ہے کہ درمختار اور ردالمحتار کے باب صلاۃ المسافر میں مسطور ہے کہ تین دن کی مسافت سے مراد ہے کہ سال کے چھوٹے دنوں میں فجر سے زوال تک (باستثناء استراحات معتادہ وغیرہ مثل قضاء حاجت، وضوء، نماز، خوراک وغیرہ معتدل رفتار سے تین دن کا ہو اور تین میل فی گھنٹہ کے حساب سے روزانہ سولہ میل قطع کرنے سے اڑتالیس میل بنتے ہیں، فی ردالمحتار: ومجموعه ثلثة ایام فی دمشق عشرون ساعة الاثلث ساعة تقریباً لان من الفجر الی الزوال فی اقصر الایام عندنا ست ساعات وثلثی ساعة الا درجة ونصفا۞۱۞انتھیٰ بقدر الحاجة قلت وهذا هو مقدار الیوم عندنا ایضا لاتحاد السمت فلیراجع الی الخریطة (النقشه) والمعتاد المجرب قطع ثلثة امیال فی ساعة واحدة فاذا استثنیٰ لقضاء الحاجة ،والطهارة والصلاة والاكل وغیره ساعة وثلث ساعة لانه اقل ما یکفی فبقیت خمس ساعات وثلث فافهم وجرب. فقط

ملکی سرحد ومحاذ پر کیمپ لگائے ہوئے فوجی سپاہی قصر واتمام میں افسران بالا کے تابع ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ فوج میں فرائض امامت سرانجام دیتا ہے ابھی ہم سرحد یعنی محاذ پر ہیں اور ایک جگہ کیمپ لگا دیا ہے جس کے تقریباً تین مہینے گزر گئے پہلے تو ہم قصر نماز پڑھتے تھے اب کیا ہم یہاں نیت اقامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر مجھے اپنا کمانڈر حکم دے کہ ہم

(بقیہ حاشیہ) احتراز عن قول عامة المشائخ فان عامة المشائخ قدروها بالفراسخ ایضا ثم اختلفوا فیما بنهم بعضهم قالوا احد وعشرون فرسخا وبعضهم قالوا ثمانية عشر وبعضهم قالوا خمسة عشر والفتوىٰ علی ثمانية عشر.

(فتح القدیر ص۵ جلد۲ باب صلاۃ المسافر)

۞۱۞ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۷۹ جلد ۱ باب صلاۃ المسافر)

یہاں پندرہ دن تک رہیں گے تو کیا ہم اقامت کی نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی کی ہے کہ فوج کا کمانڈر دوسرے جنرل کا ماتحت ہوتا ہے اور جنرل خود تیسرے جنرل کا ماتحت ہوتا ہے، اب ہمارے لئے اپنے کمانڈر کی بات کافی ہوگی یا اس دوسرے بالا کی، نیز میں نے ان کے حکم میں بغیر نیت اقامت کی ہے کیونکہ مجھے غالب گمان ہے کہ ہم یہاں تقریباً تین مہینے رہیں گے کیا میری یہ نیت صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سمیع اللہ بریگیڈ ہیڈکوارٹر ایس پی پی او

الجواب: اگر یہ کیمپ بیابان میں لگایا گیا ہو تو یہاں نیت اقامت درست نہیں ہے اگرچہ کمانڈر وغیرہ کا حکم اور اجازت موجود ہو، اور اگر آبادی میں ہو تو نیت اقامت کمانڈر کے حکم کے بعد درست ہے، فی **الدرالمختار ولو نوی غیرهم (اهل الاخبية) الاقامة معهم لم يصح في الاصح ﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ص ۷۳۹ جلد ۱). وفي الهندية ص ۱۴۸ جلد ۱ ونية الاقامة انما تؤثر بخمس شرائط (الى ان قالوا) وصلاحية الموضع حتى لو نوى الاقامة في بر او بحر او جزيرة لم يصح ﴿۲﴾ وفيها ايضا ص ۱۴۹ جلد ۱ وكل من كان تبعاً لغيره يلزمه طاعته يصير مقيما باقامته ومسافراً بنيته وخروجه الى السفر كذافي محيط السرخسي، وفيها ايضاً الاصل ان من يمكنه الاقامة باختياره يصير مقيما بنية نفسه ومن لا يمكنه الاقامة باختياره لا يصير مقيما بنية نفسه حتى ان المرأة اذا كانت مع زوجها في السفر ...... والجندي مع اميره فهٰولاء لا يصيرون مقيمين بنية انفسهم في ظاهر الرواية كذا في المحيط ﴿۳﴾. وهو الموفق**

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب سجدة الشكر باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

شہر یا فناشہر کے قیدی اتمام اور بیابان وصحرا کے قیدی قصر کریں گے

سوال: ہم جنگی قیدیوں کی حیثیت سے ہندوستان میں نظر بند ہیں، ہم حکومت ہند کے تمام مذہبی سہولتوں کے فراہمی کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ سے دوچار ہیں کہ ہمیں ہندوستانی کیمپوں میں کونسی نماز ادا کرنی چاہئے نماز قصر یا پوری نماز، آپ صاحبان نے جو فتویٰ ارسال فرمایا ہے یہ اس سے مختلف ہے جو جناب مفتی اعظم مفتی محمد شفیع (رحمہ اللہ) صاحب کراچی والے نے دیا ہے انہوں نے قصر کا لکھا ہے مولانا مودودی صاحب نے بھی قصر کی رائے دی ہے آپ نے جو رد المختار کے حوالے سے نقل کیا ہے کیا ہم اب اس کے مطابق عمل کریں یا ان اکابر علماء دین جن کی علمی حیثیت مسلم ہے اس پر عمل کریں، ہمارے کیمپ میں ہم دوسرے کیمپ میں نہیں جا سکتے اور نہ ہم کو معلوم ہے کہ ہم کب رہا ہوں گے؟ کب کہیں دوسری جگہ جائیں گے؟ انہیں حالت میں ہم جمعہ بھی ادا نہیں کر سکتے ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، جواب سے آگاہ کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن جنگی قیدی انڈیا

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ میں سے جو لوگ چھاؤنی شہر یا فنا شہر میں قید ہیں تو وہ اتمام کریں گے اور جمعہ وعیدین بھی باقاعدہ پڑھ سکتے ہیں اور رمضان میں افطار نہ کریں گے اور سنن بھی باقاعدہ پڑھیں گے، **كما في الهندية ص ۱۴۹ جلد ۱ فيصير الجندى مقيما فى الفيافى بنية اقامة الامير فى المصر كذافى الكافى انتهىٰ** ﴿۱﴾.

اور جو لوگ بیابان اور صحرا میں قید ہیں تو وہ قصر کریں گے اور سنن ادا کرنا بہتر ہوگا، اور جمعہ وعیدین نہیں پڑھیں گے اور رمضان میں افطار کر سکتے ہیں، **لان المفازه ليست من محل الاقامة فلا تصح فيها نية الاصل والمتبوع فكيف تصح نية التابع والاسير** ﴿۲﴾. **فافهم. وهو الموفق**

﴿۱﴾ (فتاوى عالمگيرية ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاسانى: واما المفازة والجزيرة (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

جنگی قیدیوں کی نیت اقامت وقصر معتبر نہیں بلکہ وہ افسران بالا کے تابع ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھارت میں پاکستان کے جنگی قیدی نماز قصر پڑھیں گے یا نماز اتمام؟ بعض حضرات قصر کے ثبوت میں قاضی خان کے ص ۸۱ جلد ۱ کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض جمہور اہل علم جواز کے قائل ہونے کا اجمالی حوالہ دیتے ہیں کہ وہ قصر کا حکم دیتے ہیں، جہاں تک بندہ کا علم ہے مذکورہ صورت میں حنفیہ کے نزدیک اتمام کا حکم صحیح ہے، کیونکہ تقریباً تمام فقہاء حنفیہ نے اسیر کو ان لوگوں کے زمرہ میں شمار کیا ہے جن کی اپنی رائے اور نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ قصر واتمام میں دوسروں کے تابع ہیں مثلاً عورت، غلام وغیرہ، اگر ان لوگوں پر قصر کا حکم اسیر ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ اتمام کا حکم صحیح ہے (فتح القدیر ص ۴۰۶ جلد ۱ مصری)، (در المنتقی شرح الملتقیٰ) اور مجمع الانہر میں اس طرح منقول ہے، **لیس مراد المصنف قصر التبع علی هولاء الثلاثة (المرأة والعبد والجندی) بل هو کل من کان تبعاًله وتلزمه طاعته** (ص ۱۶۰ جلد ۱) اسی طرح صلوۃ مسعودی میں بھی اس سے زیادہ تفصیل ہے ص ۲۲۴ جلد ۲ مطبع محمدی بمبئی ہند، اور **فتح الله المعین علی شرح الکنز ومن الاتباع الاجیر مع المستاجر والتلمیذ مع استاذه والمکره علی السفر والاسیر** آه (فتح الله المعین للعلامة محمد بن المسعود المصری الحنفی ص ۳۱۰ جلد ۱) اسی طرح اور بھی مختلف کتب شامی وغیرہ سے بھی ثابت ہے۔

مذکورہ تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قیدی کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے متبوع کے حکم کے تابع ہے، اسلئے قصر کا حکم ان تصریحات کی رو سے صحیح نہیں ہے، اور اس وقت

(بقیه حاشیه) والسفینة فلیست موضع الاقامة حتی لونوی الاقامة فی هذه المواضع خمسة عشر یوما لا یصیر مقیماً.

(بدائع الصنائع ص ۲۷۱ جلد ۱ بیان مکان الصالح للاقامة)

کے اسیر اور اس زمانہ کے اسیروں میں ما بہ الامتیاز اگر کوئی وجہ فرق ہے تو نشاندہی فرماویں، اگر یہ کہا جائے کہ مسلح افواج میں جن کا تعلق مغربی پاکستان سے ہیں وہ مشرقی حصہ میں لڑتے وقت مسافر تھے اور اس حکم کو بحالت اسیری کے قائم رکھا گیا ہے تو یہ بالکل ناقابل فہم ہے، شوافع کے نزدیک پیش آمدہ صورت میں قصر کا حکم صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ نهاية المحتاج ص ۲۵۰ جلد ۲ اور التجويد لنفع العبيد ص ۳۹۰ جلد ۱ سے معلوم ہوتا ہے، حنابلہ کے نزدیک بھی اسیر اور مکرہ کیلئے قصر کا حکم ہے كمافي الانصاف ص ۳۱۵ جلد ۱ البتہ مدونة الكبرىٰ سے امام مالک کا مذہب اتمام کا معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ ہو مدونة الكبرىٰ ص ۱۲۲ جلد ۱ قال مالك صلاة الاسير في دار الحرب اربع ركعات الخ. امید ہے مسئلہ مذکورہ پر کماحقہ روشنی ڈال کر مدلل ثابت کریں گے اور حوالہ جات بھی نقل فرمائیں گے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیع اللہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد......۲/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: واضح رہے کہ اسیر اور قیدی کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ نیت قید کنندہ افسر کی معتبر ہوگی، كمافي الدر المختار والمعتبر نية المتبوع لا التابع كامرأة وعبد وجندی واجير واسير وغريم وتلميذ الخ بحذف﴿۱﴾ هامش ردالمحتار ص ۷۴۴،۷۴۵ جلد ۱ وبمعناه في جميع كتب الفقه، نیز واضح رہے کہ بیابان اور سمندر میں نیت اقامت درست نہیں ہے، كمافي الهندية ص ۱۴۸ جلد ۱ ونية الاقامة انما توثر بخمس شرائط ترك السير حتى لو نوى الاقامة وهو يسير لم يصح وصلاحية الموضع حتى لو نوى الاقامة في بر او بحر او جزيرةٍ لم يصح انتهىٰ﴿۲﴾ وبمعناه في سائر كتب الفتاوىٰ، پس ان قواعد کی بنا پر ان

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۸۷ جلد ۱ مطلب في الوطن الاصلي ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

قیدیوں کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو لوگ کسی آبادی میں زیر حراست ہوں تو وہ اتمام کریں گے، لـزیادة مـدة اسـرهـم وحبسهـم عـلـى مـدة الـقـصـر كـمـا لا يخفى على من راجع الىٰ تاريخ الـمذاكرات (بين حكومة الهند والباكستان) اور جو لوگ بیابانی کیمپوں میں زیر حراست ہوں اور ان کا امیر یعنی وہ افسر جو کہ حکومت کی طرف سے قیدیوں کی نقل وتحویل کا مکمل مختار ہو، ان کے ساتھ بیابان میں ہو تو یہ لوگ قصر کریں گے، لعدم صحة نية المتبوع، اور اگر یہ امیر کسی آبادی میں مقیم ہو اور انتظام کیلئے باقاعدہ آتا ہو، تو اسی صورت میں بھی اتمام ضروری ہوگا، کـمـا فـي الهـنـدية ص ۱۴۹ جلد ۱ فيصير الجندي مقيما في الفيافي بنية اقامة الامير في المصر كذافي الكافي انتهى﴿۱﴾ قلت فكذا الاسير بنية الامير، خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ مقیم ہو تو یہ قیدی اتمام کریں گے۔ وهو الموفق

کسی شخص کا دو وطنوں میں جائیداد وغیرہ ہونے کی صورت میں سفر وقصر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے وطن اصلی یعنی اباء واجداد کے موروثہ جائیداد وغیرہ میں مع جمیع اہل وعیال کے مقیم ہے، جبکہ اس کا دوسرا بھائی یا چچا وغیرہ دوسرے وطن جدید میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مقیم ہے، اور دونوں اوطان میں حد مسافت اڑتالیس میل سے زیادہ ہے، اب وطن اصلی کے رہنے والے وطن جدید کو آتے ہیں تو اگر یہ شخص پندرہ دن سے کم رہتا ہے تو یہ مقیم ہوگا یا مسافر؟ جبکہ یہاں اس کا بھائی وغیرہ موجود ہے مکان اور جائیداد وغیرہ بھی شریک ہے اور وطن اصلی والی جائیداد بھی شریک ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: نور سلیم لال گڑھی کوہاٹ......۱۹۸۹ء/۵/۲۲

الجواب: جب یہ شخص اس وطن جدید کے زمین اور مکانات میں حصہ دار ہے تو قواعد کی رو سے

﴿۱﴾ (فتاوى عالمگيرية ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

یہ شخص اس وطن جدید میں بھی اتمام کرے گا، کما یدل علیہ مافی الھندیۃص ۱۴۲ جلد ۱ ولو انتقل باھلہ ومتاعہ الی بلد وبقی لہ دور وعقار فی الاول قیل بقی الاول وطناً لہ والیہ اشار محمد فی الکتاب کذا فی الزاھدی﴿۱﴾۔ فافھم قلت یؤیدہ ماوجہ بہ اتمام عثمان فی حجہ من اتخاذہ عقاراً بالطائف﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بیوی والدین کے گھر اور شوہر کے گھر کی مسافت کے راستے میں قصر کرے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی شادی اڑتالیس میل سے زائد فاصلہ پر ہوگئی ہے اب والدین کے گھر آنے کی صورت میں قصر کرے گی یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عظیم شاہ ایران منزل ٹانک ڈی آئی خان

الجواب: یہ بیوی راستے میں آتے جاتے وقت تو قصر کرے گی حتی کہ اگر راستے میں کوئی نماز قضاء ہوگئی تو گھر میں اس کی قضا قصر سے کرے گی، اور والدین کے گاؤں اور شہر میں پوری نماز ادا کرے گی، کمافی ردالمحتار ص ۷۴۲ جلد ۱ الوطن الاصلی ھو موطن الاصلی﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ص ۱۴۲ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر)

﴿۲﴾ وفی منھاج السنن ان النبی ﷺ قصر فی غزواتہ وفی فتح مکۃ وفی حجۃ الوداع عند الاقامۃ وعند عدم المشقۃ وقیل ان عثمان نوی الاقامۃ وقیل انہ تاھل بمکۃ وقیل انہ اتخذ الاموال بالطائف وفیہ انہ لو کان الاتمام بناء علی ھذہ الوجوہ لما انکر علی عثمان الصحابۃ رضی اللہ عنھم. (منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۷۹ جلد ۳ ابواب السفر)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: الوطن الاصلی ھو موطن ولادتہ او تاھلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذالم یبق لہ بالاول اھل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیھا، قال ابن عابدین: ولو کان لہ اھل ببلدتین فایتھما دخلھا صار مقیماً فان ماتت زوجتہ فی احداھما وبقی لہ فیھا دور وعقار قیل لا یبقی وطنا لہ اذالمعتبر الاھل دون الدار کما لو تاھل ببلدۃ واستقرت سکنالہ ولیس لہ فیھا دار وقیل تبقی. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۸۲ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی والاقامۃ باب المسافر)

قصر نماز کیلئے مسافت سفر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حد سفر تین روز کا ہے یا اس سے پیدل سفر مراد ہے یا گاڑی، جہاز وغیرہ کا بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملنگ غزنوی متعلم دارالعلوم حقانیہ.....۲۰/ رجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: اڑتالیس میل یا اٹھتر کلومیٹر مسافت معتبر ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ڈرائیور جو مسلسل سفر میں ہو، کی نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائیور جو اکثر سفر میں ہوتا ہے اور لاہور سے پشاور آتا ہے اس کی نماز کا کیا حکم ہے قصر یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود تیراوی کوہاٹ.....۱۳/۵/۱۹۷۶ء

الجواب: ایسا ڈرائیور قصر کرے گا جب تک وطن اقامت وغیرہ کو واپس نہ آیا ہو﴿۲﴾۔ وھو الموفق

وطن اقامت سے دوسرے مقامات پر جانے کی صورت میں سفر کہاں سے حساب کیا جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کوئٹہ کا رہنے

﴿۱﴾ وفی الهندية: اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذافی التبيين ... والمعتبر السير الوسط وهو سير الابل ومشى الاقدام فی اقصر ايام السنة الخ.
(فتاویٰ عالمگيرية ص ۱۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغينانی رحمه الله ولايزال علی حكم السفر حتی ينوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشريوما او اكثر وان نوی اقل من ذالک قصر
(الهداية علی صدر فتح القدير ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

والا ہے اور گڈانی (جو کراچی سے تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر ہے) میں مقیم ہے تین ماہ وہاں پر رہنے کا ارادہ کیا ہے اور وہ کراچی آتا جاتا ہے تو کراچی جانے کی صورت میں کوئٹہ یعنی وطن اصلی کا اعتبار ہوگا یا گڈانی یعنی وطن اقامت کا اعتبار ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد قاسم حقانی کوئٹہ شہر.....۴/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص کراچی نیز دیگران مقامات پر جو کہ اس مقام سے مقدار سفر (اڑتالیس میل یا اٹھتر کلومیٹر) سے کم دور ہو اتمام کرے گا (شامیة ص ۷۴۳ جلد ۱) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

بیوی کا والدین اور شوہر کا سسر کے گھروں کے درمیان مسافت سفر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایسی جگہ نکاح کرلیا ہے جو مسافت سفر پر ہے، اب جب یہ بیوی والدین کے گھر پانچ چھ دنوں کیلئے جاتی ہے تو پوری نماز ادا کرے گی یا قصر، نیز شوہر سسر کے گھر جا کر اتمام کرے گا یا قصر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالمالک نریاب ضلع ہنگو

الجواب: یہ شوہر سسر کے گاؤں میں قصر کرے گا کیونکہ بیوی شوہر کے پاس سکونت پذیر ہے نہ کہ والد کے پاس تو سسر کا مقام مقام تاہل نہیں ہے، كما يشير اليه ماذكره العلامة الشامي عن شرح المنية ولو كان له اهل ببلدتين فايتهما دخلها صار مقيماً ، فان ماتت زوجته في

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الاقامة اذا كان منه اما لو انشأه من غيره فان لم يكن فيه مرور على وطن الاقامة او كان ولكن بعد سير ثلاثة ايام فكذلك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر لان قيام الوطن مانع من صحته والله اعلم.

(ردالمحتار ص ۵۸٦ جلد ۱ مطلب في الوطن الاصلي ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

احداهما وبقی له فیها دور وعقار قیل لا یبقی وطناً له اذا المعتبر الاهل دون الدار کما لو تاهل ببلدة واستقرت سکناله، ولیس له فیها دار. فافهم﴿۱﴾. اور بیوی اتمام کرے گی کیونکہ اس نے اس دن اصلی کوترک نہیں کیا ہے جیسا کہ مہاجرین نے ترک کیا تھا﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سرکار کا حکم پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ہے جبکہ ملازم کم قیام کرتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سرکاری ملازم ہے اور جائے ملازمت اڑتالیس میل سے زیادہ ہے سرکاری حکم یہ ہے کہ یہ ملازم اپنی ملازمت کی جگہ پر پندرہ دن سے زیادہ قیام کرے گا، لیکن بوجہ کسی کام کے یا ویسے ہی یہ ملازم پندرہ دن سے کم قیام کرتے ہیں، ان ملامین میں سے بعض اپنی نیتوں کے اعتبار سے قصر کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہماری نیتوں کا اعتبار نہیں ہے سرکار کے حکم کی وجہ سے ہم پوری نماز ادا کریں گے، اس میں کونسا قول معتبر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شیر خان دارالعلوم ایوبیہ تجوڑی بنوں

الجواب: صورت مسئولہ میں اس مقام ملازمت پر نہ سرکار ڈیوٹی پر ہے اور نہ بالا قائم، تو اس قاعدہ معروفہ﴿۳﴾ کو اس صورت میں جاری کرنا بدفہمی ہے﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة)

﴿۲﴾ قال العلامة کاسانی: واصله ان رسول الله ﷺ والمهاجرین من الصحابة رضی الله عنهم کانوا من اهل مکة وکان لهم بها اوطان اصلیة ثم لما هاجروا وتوطنوا بالمدینة وجعلوها داراً لانفسهم انتقض وطنهم الاصلی بمکة حتی کانوا اذا اتوا مکة یصلون صلاة المسافرین. (بدائع الصنائع ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: والمعتبر نیة المتبوع لانه الاصل لا التابع کامرأة وفاها مهرها المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان یرترق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله واجیر) ای مشاهرة (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

۴۸ میل یا ۷۸ کلومیٹر سے کم مسافت سفر میں قصر نہیں کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ اپنے گاؤں سے باسٹھ کلومیٹر دور کالج میں لیکچرار ہے اور ہر جمعرات کو گھر واپس آتا ہے بالفرض اگر دو ہفتے بھی وہاں قیام کروں تب بھی پندرہ دن پورے نہیں ہوتے اب بندہ قصر کرے گا یا پوری نماز؟ بینوا اجروا

المستفتی لعل دادخان بابوزئی ضلع مردان ۲۹/۱/۱۹۸۹ء

الجواب: آپ اسی کالج میں مسافر نہیں ہے مقدار قصر اڑتالیس میل یا اٹہتر کلومیٹر ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مختلف مقامات میں گھر ووالدین وغیرہ کے ہونے کی صورت میں سفر واقامت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ مقامات ہیں۔(۱) دوکی (۲) سنجاوی (۳) لورالائی (۴) پوئی (۵) کچ (۶) جڑہ۔ ان چھ مقامات میں سے ہر ایک کے ساتھ بندہ کا کسی نہ کسی طریقہ سے تعلق ہے وہ یہ کہ (۱) دوکی بندہ کا وطن اقامت ہے (۲) سنجاوی میں والد کا گھر ہے (۳) پوئی میرا وطن ولادت ہے نیز یہاں ایک قطعہ اراضی بھی ہے (۴) جڑہ بندہ کے والد کا وطن سکونت ہے اس بنا پر بندہ جڑہ کو دو راستوں سے جاتا ہے کبھی ایک راستہ سے جو ۵۹ میل بنتا ہے کبھی دوسرے راستہ سے جو ۵۷ میل بنتا ہے پہلا راستہ لورالائی سنجاوی اور کچ کے راستے سے جاتا ہے، اور دوسرا راستہ سنجاوی اور پوئی کے راستے جڑہ جاتا ہے اب اگر بندہ دوکی سے سنجاوی آ گیا جہاں آبائی قلعہ ہے اور سنجاوی سے پوئی جارہا ہے جبکہ یہاں پیدائش ہو چکی ہے اور وہاں سے جڑہ جارہا ہے جو آبائی مسکن ہے تو کیا بندہ سنجاوی، پوئی اور جڑہ تینوں

(بقیہ حاشیہ) او مسانهة كما فی التتارخانية اما لو كان مياومة بان استأجره كل يوم بكذا فان له فسخها اذا فرغ النهار فالعبرة لنيته. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ :۵۸۷ قبیل باب الجمعة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم (قوله من جاوز بيوت مصره) مريدا سيرا وسطا ثلاثة ايام فی بر او بحر او جبل قصر الفرض الرباعی الخ. (البحر الرائق باب المسافر ص ۱۲۸ جلد ۲)

مقامات میں قصر کریں گے یا اتمام، اور اگر کبھی دوکی سے جزہ براستہ لورآلائی اور کچ جانا ہوتا ہے اب لورآلائی اور کچ سے بندہ کا کوئی تعلق نہیں ہے تو قصر کریں گے یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی بختیار فاضل حقانیہ دوکی ضلع لورآلائی ١٩/ جنوری ١٩٨٤ء

الجواب: وبالله التوفیق: چونکہ آپ اپنے والد کی تبعیت اور عیالت سے خارج ہوئے ہیں لہٰذا آپ مقام نمبر٢ اور مقام نمبر٤ کو اپنا وطن شمار نہیں کریں گے اور اگر مقام نمبر٣ میں آپ کا اہل وعیال نہ ہوں صرف زمین ہو تو اس کو بنابر قول راجح وطن شمار کیا جائے گا، لان هذا وان کان فیه قولان کما فی البحر ص ١٣٦ جلد٢ ﴿١﴾ عن المجتبیٰ لاکن یوید کونها وطناله ماوجه به اتمام عثمان بن عفان رضی الله عنه انه اتخذ فی الطائف الاموال فافهم ﴿٢﴾. پس اگر آپ مقام نمبر٣ لورالائی کے راستہ سے والد کے پاس جائیں تو قصر کریں دوسرے راستے پر جانے کے وقت اتمام کریں ﴿٣﴾۔وھو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة ابن نجیم: وفی المحیط ولو کان له اهل بالکوفة واهل بالبصرة فمات اهله بالبصرة وبقی له دور وعقار بالبصرة قیل البصرة لا تبقی وطنا له لانها انما کانت وطنا بالاهل لا بالعقار الا تری انه لو تاهل ببلدة لم یکن له فیها عقار صارت وطنا له وقیل تبقی وطنا له لانها کانت وطناله بالاهل والدار جمیعا فبزوال احدهما لا یرتفع الوطن کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر وفی المجتبیٰ نقل القولین فیما اذا نقل اهله ومتاعه وبقی له دورو عقار الخ. (بحر الرائق ص ١٣٦ جلد٢ باب صلاة المسافر)

﴿٢﴾ وفی المنهاج : وروی عن عثمان وعائشة الاتمام کما فی حدیث متفق علیه وقیل ان عثمان رضی الله عنه نوی الاقامة وقیل انه تاهل بمکة وقیل انه اتخذ الاموال بالطائف.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ٧٩ جلد٣ باب التقصیر فی السفر ابواب السفر)

﴿٣﴾ قال فی الهندیة: وتعتبر المدة من ای طریق اخذ فیه فاذا قصد بلدة والی مقصده طریقان احدهما مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها والآخر دونها فسلک (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

جائے ملازمت میں پندرہ دن سے کم قیام والے قصر کریں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاڑہ چنار میں ملازم ہوں، اور بنوں کا رہنے والا ہوں، اور پاڑہ چنار میں پندرہ دن سے کم ٹھہرتا ہوں یعنی ہفتہ ہفتہ واپس آتا ہوں کیا میں قصر کروں گا یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: امیر اللہ لیکچرر ڈگری کالج پاڑہ چنار

الجواب: بظاہر آپ مسافر ہیں پاڑہ چنار نہ آپ کا وطن اصلی ہے اور نہ وطن اقامت آپ قصر کیا کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جائے ملازمت میں ایک دفعہ اقامت کرنے کے بعد تا ترک اینجا اتمام کرے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ملازمت گاؤں سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور میں ہر دوسرے جمعہ کو گھر جاتا ہوں جو کہ تقریباً تیرہ دن بنتے ہیں تو اس حالت میں اتمام کروں گا یا قصر؟ اور اگر ایک دفعہ پندرہ دن پوری کروں اس کے بعد ہر دوسرے جمعہ کو جاتا رہوں تو اس صورت میں اتمام کروں گا یا قصر؟ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازکر عنداللہ ماجور اور عندنا مشکور ہوں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر معراج الدین خیر وخیل لکی مروت......۱۹۹۰ء/۱۱/۷

(بقیہ حاشیہ) الطریق الابعد کان مسافرا عندنا ... وان سلک الاقصر یتم کذا فی البحر. (فتاویٰ عالمگیریة ص۱۳۸ جلد۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۱﴾ قال المرغینانی: ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصر.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ص ۹ جلد۲ باب صلاة المسافر)

الجواب: آپ ایک دفعہ اس جگہ مقیم ہوجائیں تو اس کے بعد آپ کا یہ وطن اقامت سفر سے باطل نہ ہوگا پھر جب تک آپ کی ملازمت یہاں پر ہوگی آپ اتمام کریں گے (ماخوذ از بحر والبدائع)﴿۱﴾. وھوالموفق

افغان مہاجرین کا افغانستان میں دوران جہاد قصر واتمام کا مسئلہ

سوال: محترم مفتی صاحب! عرض میداریم اینکہ مایاں مہاجرین بہ افغانستان از برائے جہاد میرویم ودر آں جامدت چہار ماہ بودوباش میکنم درکوہ یادرقریٰ کہ سکان آں ہجرت کردہ است ومایاں از یں مراکز بردشمن حملہا میکنم وامکان دارد اگر دشمن بالائی مایاں جدی نماید، مایاں قرار خواہم کرد آیا مایاں مقیم گردیم ویانہ، افغانستان دارحرب است یا نہ باقی از شما خواہش میکنم کہ جواب را برائے مایاں وضع نمائید بعید از لطف تان نخواہد بود۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالنصیر مہاجر افغانستان دارالعلوم حقانیہ.....۱۹۸۸ء/۳/۲۲

الجواب: چونکہ مہاجرین افغانستان ارادہ ترک مؤبد نہ کردہ اند، ومثل مہاجرین مکہ نہ ہستند لہٰذا این مہاجرینٌ در مسکن خویش اتمام خواہند کرد، واگر در مسکن خود داخل نہ شدہ باشند، ودر صحاری وکوہ باشد قصر خواہد کرد﴿۲﴾

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: كوطن الاقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر. (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

وقال العلامة كاساني: وينتقض بالسفر ايضا لان توطنه فى هذا المقام ليس للقرار ولكن لحاجة فاذا سافر منه يستدل به على قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة ، انتهىٰ. (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: والخلاصة ثم نية الاقامة لا تصح الا فى موضع الاقامة ممن يتمكن من الاقامة وموضع الاقامة العمران والبيوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب لاالخيام والاخبية والوبر. (البحر الرائق ص ۱۳۱ جلد ۲ باب المسافر)

اوراگر درقریٰ داخل شدہ باشند ونیت پانزدہ روز نہ کردہ باشند قصر خواہند کرد ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سفر میں تین روز کی مسافت معتبر ہے فراسخ معتبر نہیں

سوال: کتب فقہ میں مسطور ہیں کہ قصر کیلئے فراسخ کا اعتبار نہیں ہے جبکہ علماء اڑتالیس میل کو معتبر کرتے ہیں کیا یہ تضاد نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔ واجركم على الله

المستفتی: عبدالودود مسجد روڈ کوئٹہ شہر ۳۰ صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: شامی اور بحر وغیرہ میں مسطور ہے کہ ہمارے نزدیک اعتبار فراسخ نہیں ہے اور اعتبار مسافت تین روز ہے اور وہ تین دن جو موسم سرما کے دن ہوں اور کوتاہ ہو ﴿۲﴾ اور اس حساب سے سولہ میل مسافت ظہر تک روزمرہ طے کرنا برفتار متوسط ثابت ہے (۱۶×۳ = ۴۸) پس بریں وجہ ہمارے علماء اڑتالیس میل انگریزی پر فتویٰ دیتے ہیں۔ وهو الموفق

مسافر جس راستے پر جارہا ہو اس کی مسافت معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قریہ عظیم کلے سے قریہ خانخیل بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے جبکہ دوسرا راستہ پینتالیس میل بنتا ہے جبکہ تیسرے راستے پر باسٹھ میل بنتے

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فى بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر وان نوى اقل من ذلك قصر.

(هداية على صدر فتح القدير ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: مسيرة ثلاثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب بالسير الوسط مع الاستراحات المعتاده.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۷۹ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

ہیں اب وہ ملازمین جو خانخیل کو جاتے ہیں اور جان بوجھ کر باسٹھ میل والے راستے سے جاتے ہیں تو کیا یہ مسافر شمار ہوں گے اور قصر کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی داد تجوڑی لکی مروت......۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: جب عرف میں ان تینوں کو خانخیل کے راستے کہے جاتے ہیں تو باسٹھ میل والے راستے پر چلنے سے مسافر بن جائے گا اور قصر کرے گا، خواہ اس راستے سے جانے میں کوئی غرض صحیح ہو یا نہ ہو، **کمافی الهندیة فاذا قصد بلدة والیٰ مقصده طریقتان واحدهما مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها والاخر دونها فسلک الطریق الا بعد کان مسافراً عندنا**﴿۱﴾.

نوٹ:......**لان رعایة قواعد الفقه اولیٰ مما سواه بخلاف اذاخرج من موضعه قاصداً موضعاً آخردون مسافة السفر وقصد المشی بالتدویرات فانه یتم لعدم کونها من طریقة . وهوالموفق**

اقامت کیلئے عارضی نیت معتبر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے ۵۴ میل سفر کر کے ایک گاؤں کو تقریر کرنے کیلئے تشریف لائے مولوی صاحب نے ظہر کی نماز چار رکعتیں خود پڑھائیں نماز کے بعد ایک آدمی نے پوچھا کہ آپ مسافر ہیں اور نماز کو پوری چار رکعتیں ادا کیں؟ تو صاحب نے جواب دیا کہ میں نے عارضی اقامت کی نیت کر لی، حالانکہ داعی جلسہ کے ساتھ یہ وعدہ ہو چکا تھا کہ تقریر کے بعد فوراً واپسی ہوگی، اور نماز عصر بھی چار رکعتیں پڑھا کر تشریف لے گئے، اور یہ بھی کہا کہ یہ مسئلہ ہدایہ میں موجود ہے حالانکہ ہدایہ میں ایسے الفاظ ہیں، **ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشریوماً او اکثر وان نویٰ اقل من ذلک قصر** . اب

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ص۱۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم اقتداء کرنے والوں کی نماز ہوگئی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد الدین ماہنامہ الحق خریداری نمبر ١٦٣٢ ...... ١٩٧٣ء/٣/١٠

الجواب: چونکہ یہ نیت تحقیقی نہیں ہے صرف تحیلی (حیلہ سازی کیلئے) ہے، لہٰذا ان مقتدیوں کی نماز فاسد واجب الاعادہ ہوگی، فی الدر المختار ولو نوی الاقامة لا لتحقیقها بل لیتم صلوٰۃ المقمین لم یصر مقیماً وفی ردالمحتار ص ١٤ جلد ١ (قوله یصر مقیما) فلو اتم المقیمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل (ظهیریه) ای اذا قصد وامتا بعته اما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد افاده الخیر الرملی ﴿١﴾. وهو الموفق

آبائی وطن میں صرف جائیداد ہو تو اس میں راجح قصر ہے

سوال: محترم مفتی صاحب! گزارش ہے کہ میرے والدین دیر کے رہنے والے ہے جو کہ اب فوت ہو چکے ہیں البتہ وہاں پر ان کی جائیداد بھی تھی جس کا اب میں مالک بن گیا ہوں مگر میری مستقل سکونت مردان میں ہے مردان میں میرے اہل وعیال بھی ہیں، سو ایسی صورت میں اگر میں ضلع دیر جاؤں تو کیا میں وہاں قصر کروں گا یا پوری نماز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نذر گل بازار شہیدان ہوتی مردان ١٩٧٢ء/١٠/٤

الجواب: راجح یہ ہے کہ آپ دیر میں قصر کیا کریں، فی الدر المختار مع ردالمحتار ویبطل بمثله اذ لم یبق له بالاول اهل ای وان بقی له فیه عقار انتهیٰ ﴿٢﴾ ویؤیده ان النبی ﷺ قال انا قوم سفر ﴿٣﴾ ولم یخص منه احداً من المهاجرین. فقط

﴿١﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ص ٥٨٤ جلد ١ قبیل مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿٢﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ٥٨٦ جلد ١ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب الصلاة المسافر)

﴿٣﴾ عن عمران بن حصین قال غزوت مع النبی ﷺ ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

گھر و جائیداد میں مشترک دو بھائیوں کی مختلف جگہوں میں رہنے کی صورت میں اتمام وقصر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائی ہیں ان کے دو وطن ہیں زمین، جائیداد اور مکانات وغیرہ مشترک ہیں مثلاً ایک پشاور میں مع اہل وعیال اور دوسرا لاہور میں رہتا ہے ایک بھائی دوسرے کے پاس جائے تو قصر کرے گا یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......١٩٩٠ء/١/٢٩

الجواب: جب کسی شخص کے دو مقامات میں گھر اور زمین موجود ہوں اور دونوں مقامات میں (گرمی یا سردی میں) سکونت کرتا ہو تو دونوں مقامات میں اتمام کرے گا (بحر) ﴿١﴾ اور جب صرف ایک مقام میں رہتا ہو تو صرف گھر اور زمین کی وجہ سے اتمام کرنا مختلف فیہ ہے ﴿٢﴾ لاکن تعلیل اتمام عثمان

(بقیہ حاشیہ) وشهدت معه الفتح فاقام بمكة ثماني عشرة ليلة لايصلى الا ركعتين يقول يا اهل البلد صلوا اربعا فانا سفر ، رواه ابوداؤد(١ :١٨) باب متى يتم المسافر . وفى رواية لابى داؤد سبع عشرة وفى اخرىٰ خمس عشرة وعن عمران بن حصين ثمانى عشرة، وفى سنده على بن زيد بن جدعان قال ابن عدى فى الكامل احاديثه صالحة، وقال يعقوب بن شيبة ثقة صالح الحديث وقال العجلى يكتب حديثه، واما هذا الحديث فصححه وحسنه الترمذى لشواهده كما فى التلخيص.

﴿١﴾ قال العلامة ابن نجيم: وفى المجتبىٰ نقل القولين فيما اذا نقل اهله ومتاعه وبقى له دور وعقار ثم قال وهذا جواب واقعة ابتلينا بها وكثير من المسلمين المتوطنين فى البلاد ولهم دور وعقار فى القرى البعيده منها يصيفون بها باهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها انهما وطنان له لا يبطل احدهما بالاخر . (البحر الرائق ص ١٣٦ جلد ا باب المسافر)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن الهمام: وفى المحيط ولو انتقل باهله ومتاعه الى بلد وبقى له دور وعقار فى الاول قيل بقى الاول وطناله واليه اشار محمد رحمه الله فى الكتاب الا ان ابا يوسف كان يتم بها لكنه يحمل على انه لم ينوترك وطنه. (فتح القدير شرح هدايه ص١٨ جلد ا باب صلاة المسافر)

بن عفان رضی الله عنه بشراء العقار بالطائف یؤید الاتمام ﴿۱﴾فافهم. وهو الموفق

مسافر ڈرائیور وطن اصلی یا اقامت کو واپسی سے قبل قصر کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید گاڑی چلاتا ہے اور روزانہ پشاور تا لاہور اور لاہور تا پشاور آنا جانا ہوتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ ڈرائیور قصر کرے گا یا اتمام؟ کتب دینیہ سے باحوالہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نثار احمد متعلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ۱۹۸۹ء/۵/۳۱

الجواب: یہ ڈرائیور یقیناً مسافر ہے اور وطن اصلی یا وطن اقامت کو واپسی سے قبل قصر کرے گا، الا اذا اقتدی بمقیم ودلیل اصل المسئله ما فی شرح التنویر حتی لوا سرع فوصل فی یومین قصر﴿۲﴾. وهو الموفق

تأہل اور تزوج والی مقام میں قصر کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری پیدائش ضلع دیر کی ہے اب مردان میں میں نے ایک مکان کرایہ پر لیا ہے اور لنڈی کوتل میں چند سالوں سے کام کرتا ہوں اب میں نے مردان میں شادی کی ہے اور ہر ہفتہ چھ دن لنڈی کوتل میں رہتا ہوں اور ایک رات کیلئے مردان آتا ہوں اب میں کہاں مسافر ہوں اور کہاں مقیم؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۶ء/۳/۲۳

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: وروی عن عثمان وعائشة الاتمام کما فی حدیث متفق علیه وقیل ان عثمان رضی الله عنه نوی الاقامة وقیل انه تاهل بمکة وقیل انه اتخذ الاموال بالطائف. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۹ جلد۳ ابواب السفر باب التقصیر فی السفر)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ مطلب فی وطن الاصلی والاقامة)

الجواب: آپ مردان میں تأہل اورتزوج کی وجہ سے اتمام کریں گے﴿۱﴾اور لنڈی کوتل میں (نیز آنے جانے کے دوران) قصر کریں گے کیونکہ نہ یہ آپ کا وطن اصلی ہے اور نہ وطن اقامت آپ نے یہاں یکمشت پندرہ دن کے قیام کی نیت نہیں کی ہے اور نہ یہاں تزوج کیا ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سامان تجارت کیلئے مکان کرایہ پر لیا اور دیہات میں جا کر فروخت کرتا ہے لیکن نیت اقامت نہیں کی ہے قصر کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے وطن اصلی سے دور کہیں سامان کپڑا وغیرہ فروخت کرنے کیلئے لایا اور اس نے یہاں کسی کمرہ میں اپنا سامان رکھا، اور سامان رکھتے وقت بھی اس نیت سے کمرہ لیا کہ دس پندرہ میل کے گردونواح دیہات میں سامان فروخت کر کے واپس آوں گا کبھی کبھی دو تین دن بھی باہر رہ جاتا ہے اور اقامت کی نیت نہیں کی ہے اسی میں مہینہ یا زائد گزر جاتا ہے یہ قصر کرے گا یا اتمام؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان متعلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله او تأهله) ای تزوجه قال فی شرح المنیة ولو تزوج المسافر ببلد ولم ینو الاقامة به فقیل لا یصیر مقیما وقیل یصیر مقیما وهو الاوجه ولو كان له اهل ببلدتین فایتهما دخلها صار مقیما فان ماتت زوجته فی احداهما وبقی له فیها دور وعقار قیل لایبقی وطناً له اذالمعتبر الاهل دون الدار كما لوتأهل ببلدة واستقرت سكنا له ولیس له فیها دار وقیل تبقی.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۸۶ جلد۱ مطلب فی الوطن الاصلی والاقامة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولایزال علی حكم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اكثر كذافی الهدایه.

(فتاویٰ عالمگیریة ص۱۳۹ جلد۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

الجواب: یہ شخص قصر کرے گا لعدم عزمه علی اقامة خمسة عشر یوماً ﴿۱﴾. وهو الموفق

دیہات میں نیت اقامت درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات میں نیت اقامت صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاکم گل مدرسہ مفتاح العلوم ضلع بنگو

الجواب: اگر یہ دیہات صحرانہ ہو بلکہ اس میں پتھر اور خاک کی آبادی موجود ہو تو اس میں نیت اقامت درست ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

پندرہ دن سے کم اقامت کرنے والے قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں دیوالیہ ضلع بھکر میں بطور سیکرٹری بلدیہ تعینات ہوں اور میرا گھر سرگودھا میں ہے، جب میں گھر سے آتا ہوں میرا حتمی ارادہ یہاں رہنے کا نہیں ہوتا یعنی دنوں کا تعین نہیں ہوتا کہ کتنے دن بعد آؤں گا، بعض اوقات پندرہ دن سے پہلے اور بعض اوقات پندرہ دن کے بعد گھر جاتا ہوں دیوالیہ میرے گھر سے ایک سو بیس میل دور ہے پھر یہاں دیوالیہ سے عموماً یعنی ہر تیسرے چوتھے روز بھکر یا کلورکوٹ جانا پڑتا ہے یہ دونوں مقام دیوالیہ سے تقریباً تمیں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصر.

(فتح القدیر ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: والخلاصة ثم نیة الاقامة لا تصح الا فی موضع الاقامة ممن یتمکن من الاقامة وموضع الاقامة العمران والبیوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب لا الخیام والاخبیة والوبر. (البحر الرائق ص ۱۳۱ جلد ۲ باب المسافر)

یا پینتیس میل کے فاصلے پر ہیں اب یہ بتلایئے کہ میں دیوالیہ میں جو کہ میری Place Of Resting ہے پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کرونگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: چوہدری مولابخش ٹاؤن کمیٹی دیوالیہ ضلع بھکر......۱۹۸۶ء/۲/۱۱

الجواب: اگر دیوالیہ آنے کے وقت آپ کا ارادہ پندرہ دن رہنے کا نہ ہو بلکہ کم ایام کا ہو اور یا کوئی خاص ارادہ نہ ہو تو آپ دیوالیہ میں اتمام نہ کیا کریں ﴿۱﴾۔

نوٹ:...... اگر اس مقام ملازمت میں تمام ضروری سامان آپ کے پاس ہو تو ایک دفعہ مقیم ہونے کے بعد آپ اس مقام میں تاوقت تبادلہ اتمام کرتے رہیں گے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اہل وعیال کے وطن اقامت میں متأہل کبھی کبھی آتا ہو تو قصر کرے گا

سوال: ان رجلا رحل مع اهله الی وطن فاقام اهله فیه لشهر او شهرین ولم ینو الرجل الاقامة فسافر الی وطن آخر ثم رجع الی اهله لمدة یوم او یومین ایقصر الصلاة ام لا؟ بینوا توجروا جزاكم الله خیر الجزاء

المستفتی: فضل عمر افغانستان......۱۴/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب هذا الرجل یقصر فی هذه القریة لانها لیست وطنا اصلیا له ولاتأهل فیها، لان اهله لم یتخذوها وطنا لایریدون الرحلة عنها، ولا اقام فیها مدة الاقامة ﴿۳﴾. وهولموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصر.

(هدایة علی صدرفتح القدیر ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر. (البحرا لرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ولاتصح......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

بحری جہاز کے ملازمین کا قصر واتمام

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بحری جہاز کے ملازمین جہاز پر رہتے ہیں بعض اشخاص پوری نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاز ہمارے لئے گھر کا حکم رکھتا ہے بعض اشخاص قصر پڑھتے ہیں مسئلہ کی وضاحت روانہ فرما کر وہم کا ازالہ فرمائیں؟بینوا توجروا

المستفتی:شیر امیر خان......۳/رجب ۱۴۰۲ھ

الجواب:اگر آپ نے کسی پورٹ(بندرگاہ)پر پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کی ہے تو آپ قصر کریں گے اور اگر آپ نے کسی پورٹ پر قیام کی نیت نہیں کی ہے اور سال بھر بھی گزر جائے آپ قصر کریں گے(ماخوذ از شرح التنویر)﴿۱﴾. وھوالموفق

(بقیہ حاشیہ) نیة الاقامة ببلدتین لم یعین المبیت باحدیهما لان الاقامة لا یکون فی مکانین اذلو جازت فیها لجازت فی اما کن فیؤدی الی عدم تحقق السفر، واذا عین المبیت باحدی البلدتین کان مقیماً لان اقامة المرء تضاف الی مبیته.

(امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۴۶۹ مطلب فیما یشترط لصحة نیة السفر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: او دخل بلدة ولم ینوها ای مدة الاقامة بل ترقب السفر غدا او بعده ولوبقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تأخر القافلة نصف شهر کما مر وکذا یصلی رکعتین. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۲ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشکر باب صلاة المسافر)

مگر پورٹ پر اقامت کی نیت تب صحیح ہوگی کہ بندرگاہ میں کچھ آباد گھر موجود ہوں، ہندیہ میں ہے، ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر او اکثر (ص ۱۳۹ جلد ۱). اور جہاز وغیرہ جو سمندر میں ہو اس میں بھی نیت اقامت معتبر نہیں، قال ابن النجیم: وقید بالبلد والقریة لان نیة الاقامة لا تصح فی غیرهما فلا تصح فی مفازة ولا جزیرة ولا بحر ولا سفینة الخ (البحر الرائق ۲: ۱۳۱ صلاة المسافر) وهکذا فی الهندیة ۱: ۱۳۹ الباب الخامس عشر)...... (از مرتب)

سرکاری مدارس اور مدارس عربیہ کے ملازمین کی اپنی نیت سفر معتبر ہے متبوع کی نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرکاری ملازمین جن کی تقرری سرکار کے قانون کے موافق تین سال تک کسی شہر میں ہوا کرتی ہے دریں مدت یہ ملازمین سفر وقصر کے معاملہ میں اپنی نیت کے پابند ہوں گے یا سرکار کی اجیر ہونے کی وجہ سے ان کی اپنی نیت قابل اعتبار نہیں بلکہ مقیم ہی مقیم رہ کر چار رکعت ادا کرتے رہیں گے، اسی طرح مدارس عربیہ کے مدرسین اگر دوران تعلیم مسافت سفر کے مدارس میں آجائیں اور پندرہ دن تک رہنے کا ارادہ نہ ہوتو کیا یہ مقیم مہتمم کے تابع بن کر بغیر نیت اقامت کے نماز پڑھیں گے، یا اپنی نیت کے اعتبار سے قصر کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء اللہ شاہ غفرلہ مدرس دارالعلوم نعمانیہ ڈی آئی خان ...... ۸/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: سرکاری مدارس کے ملازمین اور اسلامی مدارس کے مدرسین کی اپنی نیت معتبر ہے کیونکہ ڈیوٹی کے وقت کے علاوہ دیگر اوقات میں **حسب العرف** اور **حسب الاصول** یہ لوگ ہر جگہ رہ سکتے ہیں گھر کو بھی آسکتے ہیں جیسا کہ ان کے متبوعین کو بھی یہ اختیار حاصل ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

افسر بالا یا امیر کے حکم پر مسافت سفر کی نیت کرنے والے قصر کریں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فوج کا امیر ہیڈ کوارٹر میں مقیم ہے جس کے ماتحت تقریباً چار ونگ ہوتے ہیں اور ہر ونگ کا جدا جدا میجر ہوتا ہے لیکن ساری کارروائی کا دارمدار کرنل پر ہوتا ہے حالانکہ کرنل مقیم ہوتا ہے اور یہ کرنل اپنے ماتحت کو کشتیوں کیلئے بھیجتا ہے کبھی ۴۵ میل کبھی

﴿۱﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وتعتبر نية الاقامة والسفر من الاصل كالزوج والمولىٰ والامير دون التبع كالمرأة والعبد والجندى ان علم التبع بنية المتبوع فی الاصح فلايلزمه الاتمام بنية الاصل الاقامة حتى يعلم كمافی توجه الخطاب الشرعی الخ.

(امداد الفتاح شرح نورالايضاح ص ۴۶۸ جلد ۱ مطلب فی مايشترط لصحة نية السفر)

۶۰ کبھی سو میل، اب بعض کہتے ہیں کہ یہ فوجی جب سرکاری کام کیلئے جاتے ہیں تو اتمام کریں گے کیونکہ ان کا امیر مقیم ہوتا ہے اور حوالہ یہ دیتے ہیں، **وکل من کان تبعاً لغیرہ یلزمہ طاعتہ یصیر مقیما باقامتہ ومسافرا بنیتہ وخروجہ الی السفر (ھندیة ص ۱۴۱ جلد ۱)** مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی قادر بخش خطیب جامع مسجد دالبندین چاغی بلوچستان.....۵/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: صحرا میں نیت اقامت درست نہیں ہے البتہ جب اس صحرا میں واردین کا امیر آبادی میں مقیم ہو تو اس صحرا میں واردین کو مقیم شمار کرنا پڑے گا جیسا کہ استفتاء میں حوالہ مذکور ہے لیکن اگر واردین صحرا امیر کے حکم سے پچاس میل جانے کی نیت کریں تو یہ لوگ بلا شک وشبہ مسافر ہیں ﴿۱﴾ فقہاء نے یہ نہیں لکھا ہے کہ جب امیر مقیم ہو تو مأمور بھی بہرحال مقیم ہوگا۔ **فافھم، وھو الموفق**

وطن اقامت کو جب تک چھوڑا نہ ہو تو اس میں اتمام کرنا پڑے گا

سوال: محترمی ومکرمی واستادی حضرت مفتی صاحب دامت معالیکم! ہم یہاں ابوظہبی میں رہتے ہیں جہاں ہماری جگہ ہے وہاں سے ہم اکثر سفر کرتے رہتے ہیں پھر اسی دن یا دو تین دن بعد واپس آتے ہیں تو وطن واپسی (موضع اقامت) پر یہ لوگ قصر کریں گے یا اتمام؟ اگر عربی میں جواب سے نوازیں تو مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: آپ کا شاگرد سالم جان حقانی موسسہ ابن نصیب ابوظہبی.....۱۹۸۳ء

﴿۱﴾ قال العلامة شرنبلالی: اقل مدة سفر تتغیر به الاحکام..... مسیرة ثلاثة ایام بسیرہ ثلاثة ایام من اقصر ایام السنة کمافی الجوھرة والبرھان واشرنا بتقدیرہ بالایام الی انه لا یقدر بالفراسخ وھو الاصح لقولهﷺ یمسح المقیم یوماً ولیلة والمسافر ثلاثة ایام ولیالیھا الخ.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ص ۴۶۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

الجواب: من خرج من وطن الاقامة مسافراً غیر معرض عن التوطن به فهو یصلی اربعا اذا رجع الیه وبقاء ثقله دلیل ظاهر علی عدم اعراضه عن التوطن به وهذالم اجده صریحاً لاکنه مأخوذ من کلام البدائع والبحر ، قال صاحب البدائع ص ۱۰۴ جلد ۱ وینتقض بالسفر ایضاً لان توطنه فی هذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجة فاذا سافر منه یستدل به علی قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضاً له دلالة انتهیٰ﴿۱﴾ وفی البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر، انتهیٰ ای لعدم قصد ترک الاول ﴿۲﴾. فافهم، وهو الموفق

وطن اقامت کو جنگل سے ہر ہفتہ آنے جانے میں قصر واتمام کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عربستان میں کام کرتا ہوں شہر میں رہنے کیلئے ایک مکان کرایہ پر لیا ہے اور شہر سے ایک سوستر کلومیٹر دور جنگل میں چھ دن کام کرتا ہوں اور جمعہ کے دن شہر آتا ہوں کرایہ کے مکان میں ضروریات زندگی مہیا ہیں اسی طرح جنگل میں تمام ضروریات ہمارے ہاں موجود ہوتے ہیں جنگل میں لکڑیوں کے مکانات ہم نے بنائے ہیں اس کیمپ میں چالیس پچاس بندے موجود ہوتے ہیں نہ ہم جنگل میں مستقل طور پر مقیم ہیں اور نہ شہر میں، وہیں کے علماء کہتے ہیں کہ شہر میں قصر کریں گے اور جنگل میں اتمام کریں، بعض کہتے ہیں کہ راستے میں قصر کریں مسئلہ کی وضاحت کر کے ارسال فرماویں مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی سید ولی شاہ ملاخیل ہنگو کوہاٹ ۲۶/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: آپ اس شہر میں اتمام کیا کریں بشرطیکہ آپ نے کسی وقت اس شہر میں پندرہ دن

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان کتاب الصلاۃ)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاۃ المسافر)

متواتر رہنے کی نیت کی ہو﴿۱﴾ اور یہ پندرہ دن اسی شہر میں گزارے بھی ہوں، اس کے بعد جب آپ کام کیلئے جنگل کو جاتے ہیں اور چھ دن گزارتے ہو تو چونکہ جنگل محل اقامت نہیں ہے، لہٰذا آپ جنگل میں قصر کریں گے البتہ اگر آپ کا مستاجر کسی شہر میں مقیم ہو تو آپ بھی مقیم شمار ہوں گے کما فی الهندیة ۱۴۱ جلد ۱ ﴿۲﴾ اور جب آپ جمعہ کے دن شہر واپس آئیں تو اتمام کریں یہ آپ کا وطن اقامت ہے اس شہر کی مساکنت کو آپ نے ترک نہیں کی ہے، یدل علیه ما فی البحر ص ۱۳۲ جلد ۱ ﴿۳﴾ خصوصاً جبکہ مستاجر مقیم ہو۔ وهو الموفق

مہاجرین افغانستان کی نیت اقامت

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین درین مسئلہ کہ از افغانستان مہاجرین بسیار امدہ است (۱) بعض در آں درکیمپ ہائے حکومت مسکن گرفتہ است وحکومت بایشان گندم وغیرہ میدہد (۲) وبعضے درقریہا مقیم است وگندم وروپیہ از حکومت میخوانند (۳) وبعضے درآن درقریہا مقیم است گزارہ خود بخود میکند از حکومت چیزے نہ خواہد بعض از علماء مہاجر از قسم دوم وثالث درقریہا مایان امامت گرفتہ ہست نماز قصر نمیکند بعض از اں علماء بران

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر کذا فی الهدایة .

(عالمگیریه ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: وکل من کان تبعا لغیره یلزمه طاعته یصیر مقیما باقامته ومسافراً بنیته وخروجه الی السفر کذافی محیط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: لو جمعت کانت خمسة عشر یوما او اکثر الا اذا نوی ان یقیم باللیل فی احدهما فیصیر مقیما بدخوله فیه لان الاقامة المرء تضاف الی مبیته یقال فلان یسکن فی حارة کذا وان کان بالنهار فی الاسواق ثم بالخروج الی الموضع الآخر لا یصیر مسافرا. (البحر الرائق ص ۱۳۲ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

فتویٰ دادہ است کہ اقتداء بجنس امامان در وقت ظہر و عصر و عشاء صحیح نیست از شما مبارک عرض میدارم کہ حکم اقسام ثلاثہ یک باشد یا نہ، اگر نہ باشد حکم ہر قسم جدا جدا ارسال بکن؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرؤف کچلاک سرکلر روڈ کوئٹہ

الجواب: واضح باد کہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ درباب المسافر تصریح کردہ اند کہ صحرا مقام اقامت نیست ﴿۱﴾ یعنی نیت اقامت در صحرا درست نیست الا اذا کان امیر الجند مقیما فی المصر فیصیر الجندی مقیما بتبع الامیر کما فی الهندیة ﴿۲﴾ پس این مہاجرین (ماسوائے مقیم در صحرا و خیمہا) تمام اتمام خواہند کردند زیرا چہ بعد از امادگی مخالفین برائے مذاکرات چند ماہ بر مذاکرات صرف خواہند شد۔ وهو الموفق

افغان مجاہدین نے آبادی میں نیت اقامت نہ کی ہو تو قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مجاہدین دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کہ داخلی ہوں یعنی شہر میں ہوں مگر فی الحال کیمپ میں رہتے ہوں اور دوسرے وہ جو کہ خارج سے آتے ہوں یعنی ان کا شہر سے واسطہ نہ ہو تو وہ نماز سفر ادا کریں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمجید افغان مہاجر پشاور......۹/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: جن مجاہدین نے آبادی میں نیت اقامت نہیں کی ہے تو وہ قصر کریں گے خواہ وہ داخلی

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: والحاصل ان شروط الاتمام ستة النية والمدة واستقلال الرأى وترك السير واتحاد الموضع وصلاحيته قهستاني (قوله وصلاحيته) اى صلاحية الموضع للاقامة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشكر باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ وفي الهندية فيصير الجندي مقيما في الفيافي بنيه اقامة الامير في المصر كذا في الكافي. (فتاوىٰ عالمگيرية ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

ہوں یا خارجی ہوں(شامیه ، هندیة) ﴿۱﴾. وهو الموفق

بہشتی زیور کی ایک عبارت کی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی گھر سے تین منزل جانے کی ارادہ سے نکلتا ہے گھر سے نکلتے وقت اس کی نیت یہ ہے کہ منزل مقصود میں پندرہ دن یا کچھ زیادہ ٹھہروں گا اب یہ آدمی راستہ میں جو نماز ادا کریں گے قصر کرے گا یا اتمام؟ لہٰذا بہشتی زیور میں لکھا گیا ہے، بہشتی زیور حصہ دوم ص۳۵ مسئلہ نمبر ۱۰ ''تین منزل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلی لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ فلانے گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گی تو مسافر نہیں رہی رستہ بھر پوری نمازیں پڑھے پھر اگر گاؤں میں پہنچ کے پورے پندرہ دن نہیں ٹھہرنا ہو تو تب بھی مسافر نہ بنے گی'' حالانکہ جوهرة النیره ص ۸۶ جلد ۱ میں ہے، ومن خرج مسافر اصلی رکعتین اذا فارق بیوت المصر ولا یزال علی حکم المسافر حتی ینوی الاقامة فی بلدة خمسة عشر یوم فصاعداً فیلزمه الاتمام فان نوی الاقامة اقل من ذلک لم یتم انتهیٰ: یہ عبارت قدوری کی ہے پس مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر محمد خان محسود جنوبی وزیرستان

الجواب: محترم المقام ان عبارات میں کوئی اشکال نہیں ہے اور بہشتی زیور کے مسئلہ میں اس گاؤں سے مراد ایک درمیانی گاؤں ہے جو کہ مقام روانگی سے تین منزل سے کم مقدار پر واقع ہے، کما لا یخفیٰ فافهم. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر کذافی الهدایة.

(فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

فصل فی قصر الصلاۃ

مسافر کا مقیم امام کے پیچھے نیت کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر مقیم امام کے پیچھے سفرانہ دو رکعت کی نیت کرے گا یا چار رکعت کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: زاہد حسین نور کلاتھ ہاؤس بٹ خیلہ

الجواب: اس مسئلہ میں توسع ہے برجندی نے محض فرض کی نیت کرنا لکھا ہے اور جامع الرموز میں ہے کہ دو رکعت کی نیت کرے ﴿۱﴾ اور تحقیق کی رو سے چار رکعت کی نیت کرنا راجح ہے ﴿۲﴾. **وهو الموفق**

مسافر مقتدی نے مسافر امام کو مقیم سمجھ کر چار رکعت کی نیت کی اب کیا کرے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) مسافر آدمی نے یہ سمجھا

﴿۱﴾ **قال العلامة عبد الحئی اللكهنوی**: بہتر یہ ہے کہ بے تعین رکعات کے محض فرض کی نیت کرے، جیسا کہ برجندی میں ہے اور اگر نیت کرے تو دو رکعت کی نیت کرے، جامع الرموز میں ہے، **لو اراد نية العدد نوی ركعتين**، اور اگر عدد رکعات کی نیت کرنا چاہے تو دو رکعت کی نیت کرے۔

(مجموعة الفتاوىٰ ص ۳۱۴ جلد ۱ رقم: ۱۴۰ كتاب الصلوٰة)

﴿۲﴾ حضرت الشیخ مفتی اعظم مفتی محمد فرید دامت برکاتہم نے ایک مجلس میں فرمایا کہ چار رکعت کی نیت کرنا راجح ہے ہمارے شیخ **امين الله فی الارض محدث كبير مولانا نصير الدين الغرغشتوی النقشبندی المجددی (المتوفی ۱۳۸۸ ھ)** فرمایا کرتے تھے کہ چار رکعت کی نیت کرے، **لان نية الامامة قبل التكبير التحريمة صحيحة لانه بشرف ان يكون اماما فنية الاربعة ايضا صحيحة لانه بشرف ان تكون صلاته اربعاً.** (از ملفوظات حضرت مفتی اعظم شیخ الحدیث دامت برکاتہم۔ از مرتب)

کہ امام مقیم ہے اور نیت چار رکعت کی باندھی، اب مقتدی کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ اور چار رکعت پوری کرے یا دو۔
(۲) اگر امام کا پتہ نہیں کہ مقیم ہے یا مسافر تو مقتدی کی نیت کس طرح ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: زاہد حسین نور کلاتھ ہاؤس بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۸۹ء/۹/۱۳

الجواب: (۱) جب امام کی حالت غائب ہونے سے قبل معلوم ہو تو مقتدی کی نماز درست ہوگی اور دو رکعت پر اکتفا کرنا ضروری ہوگا ﴿۱﴾۔ (۲) فرض وقت کی مطلق نیت ضروری ہوگی نیز عدد رکعات ذکر کرنے میں کمی بیشی نقصان دہ نہ ہوگی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مسافر مقتدی کا مقیم امام کے پیچھے نیت رکعات کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مقیم ہے اور مقتدی مسافر ہے اب یہ مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے کونسی نیت کرے گا دو رکعت کی نیت کرے گا یا چار رکعت کی کیونکہ مسافر کیلئے دو رکعت کرنے ہیں اور امام کیلئے چار رکعت؟ بینوا توجروا

المستفتی: سبز علی سپاہی باجوڑ ایجنسی......۲۱/اکتوبر ۱۹۷۵ء

الجواب: تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ صحت صلوٰۃ کیلئے رکعات کا عدد ذکر کرنا ضروری نہیں

﴿۱﴾ قال العلائی: وندب للامام هذا یخالف الخانیة وغیرها ان العلم بحال الامام شرط لکن فی حاشیة الهدایه للهندی الشرط العلم بحاله فی الجملة لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرهم قبل شروعه والا فبعد سلامه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: دون تعین عدد رکعاته لحصولها ضمنا فلا یضر الخطا فی عددها وینوی المقتدی المتابعة لم یقل ایضا لانه نوی الاقتداء بالامام اوالشروع فی صلاة الامام ولم یعین الصلاة صح فی الاصح وان لم یعلم بها لجعله نفسه تبعاً لصلاة الامام.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۰۹ جلد ۱ بحث النیة باب شروط الصلاة)

ہے﴿۱﴾لہٰذا اگر یہ مسافر کوئی عدد ذکر نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ مسافر تعیین کرنا چاہتا ہو تو بعض فقہا نے دو کے عدد کو راجح کہا ہے﴿۲﴾اور بعض اکابر نے چار کے عدد کو راجح کہا ہے، وھو الاوجہ لان المقتدی جازلہ نیة الاقتداء قبل تحریمة الامام لکونہ اماماً فیمایؤل الیہ فکذا نیة الاربع لان صلاتہ تصیر اربعا فیما یؤل الیہ امرا للہ ﴿۳﴾ فافھم. وھو الموفق

مسافر شرعی قصر نہ کرنے سے گنہگار ہوتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص سفر شرعی میں ہے اور قصر نہ کرے بلکہ چاروں رکعت پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محبت خان ایران بندر جمہوریہ ایران ۔۔۔ ۱۴۰۱/۶/۲۶ھ

الجواب: گنہگار ہے کیونکہ مسافر شرعی پر ظہر عصر عشاء میں قصر واجب ہے اور دو رکعت ادا کرے گا البتہ اگر دوسری رکعت کے قعدہ کرنے کے بعد تیسری چوتھی رکعت پڑھے تو اعادہ فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے (شامی)﴿۴﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: لان نیة عدد الرکعات لیست بشرط فی الفرض والواجب لان قصد التعین مغن عنہ ولونوی الظھر ثلاثا والفجر اربعاً جاز. (البحر الرائق ص ۲۸۲ جلد ۱ باب شروط الصلوٰۃ)(ومثلہ فی الدر المختار علی صدر ردالمحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ باب شروط الصلاۃ)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: بہتر یہ ہے کہ بے تعین رکعات کے محض فرض کی نیت کرے (برجندی) اور اگر نیت کرے تو دو رکعت کی نیت کرے، جامع الرموز میں ہے، لو اراد نیة العدد نوی رکعتین.

(مجموعة الفتاویٰ ص ۲۱۴ جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ رقم مسئلہ: ۱۳۹)

﴿۳﴾ (من افاضات الشیخ زینة المحدثین مولانا نصیر الدین الغرغشتوی رحمہ اللہ)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدة الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامد التاخیر السلام وترک واجب القصر.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشکر باب صلاۃ المسافر)

سفر میں صوری جمع بین الصلاتین جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حالت سفر میں جمع بین الصلاتین یعنی مغرب وعشاء کی نماز بیک وقت پڑھنا جائز ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.........

الجواب: دونمازوں کا بیک وقت ادا کرنا اگر صوری ہو (یعنی ایک کو مؤخر کر کے آخری وقت میں اور دوسری کو پہلے وقت میں ادا کرنا) تو ضرورت کے وقت جائز ہے﴿۱﴾ اور ایسا کرنا کہ ایک نماز وقت سے پہلے یا بعد میں ادا کی جائے یہ ناجائز ہے، عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلاتین حقیقی جائز نہیں عند الاحناف. وھو الموفق

مسافر مقیم امام کی نماز کے آخر میں شامل ہوا تو پوری نماز ادا کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر نے مقیم امام کی اقتدا

﴿۱﴾ قال العلامة حصكفي رحمه الله: ولاجمع بين فرضين في وقت بعذر سفر ومطر خلافا للشافعي وما رواه محمول على الجمع فعلا لا وقتا فان جمع فسد لو قدم الفرض على وقته وحرم لو عكس اى اخره عنه وان صح بطريق القضاء الا لحاج بعرفة ومزدلفة. قال ابن عابدين رحمه الله:(قوله محمول) اى مارواه ممايدل على التأخير محمول على الجمع فعلا لا وقتا اى فعل الاولىٰ في آخر وقتها والثانية في اول وقتها ويحمل تصريح الراوى بخروج وقت الاولىٰ على التجوز كقوله تعالىٰ فاذ بلغن اجلهن اى قاربن بلوغ الاجل او على انه ذلك ويدل على هذا التأويل ما صح عن ابن عمر انه نزل في آخر الشفق فصلى المغرب ثم اقام العشاء وقد توارى الشفق ثم قال ان رسول اللهﷺ كان اذا عجل به السير صنع هكذا وفي رواية ثم انتظر حتى غاب الشفق وصلى العشاء.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۸۱ جلد ۱ قبيل باب الاذان كتاب الصلاة)

کی لیکن یہ اس وقت جب امام آخری قعدہ میں تھے تو کیا نماز کے آخری حصہ میں اقتدا کی صورت میں بھی یہ مسافر مقتدی اتمام کرے گا؟بینو اتوجروا

المستفتی: نامعلوم............

الجواب: یہ مسافر مقتدی جب مقیم امام کی اقتدا کی نیت کرے تو اتباع امام کی وجہ سے پوری نماز ادا کرے گا اگرچہ بالکل آخر میں شامل ہوا ہو، کمافی ردالمحتار فیدخل فیه مالو اقتدیٰ به فی القعدة الاخیرة ﴿۱﴾. وهو الموفق

سفر میں سنن رواتب کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں فقہاء کا راجح قول

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اعلاء السنن میں بحالت سفر پیغمبر علیہ السلام سے سنتوں کے ادا کرنے کا ثبوت وارد ہے اور ایک عالم دین نے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام سے فجر کی سنتوں کا ادا کرنا بھی بحالت سفر ثابت نہیں، یہ کس حد تک درست ہے؟ (۲) سفر کی حالت قرار وفرار میں سے کس کس حالت میں پڑھنے اور نہ پڑھنے کی افضلیت ہے بعض علماء حالت سفر میں سنن کے ترک کی افضلیت کیلئے کبیری کا حوالہ دیتے ہیں کونسا قول راجح ہے بینو اتوجروا

المستفتی: بدر منیر مہتمم دارالعلوم مدنیہ اماندرہ بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی ۱۹۸۹ء/۶/۱۶

الجواب: محترم المقام مولانا بدر منیر صاحب زاداللہ معالیکم السلام علیکم امابعد! پس جوابات علیٰ ترتیب السوالات ملاحظہ ہو۔ (الف) ابو داؤد شریف ص ۶۳ جلد ۱ باب من نام عن صلوٰة اونسیها میں مروی ہے، قال رسول الله ﷺ من کان منکم یرکع رکعتی

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: فیدخل فیه ما لو اقتدیٰ به فی القعدة الاخیرة انه لا یصح لان تحریمته اشتملت علی نفلیة القعدة الاولیٰ والقراء ة بخلاف الامام وهذا معنی قول السراج لانه تحریمة المأموم اشتملت علی الفرض لاغیر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۸۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

الفجر فلیرکعها فقام من کان یرکعهما ومن لم یکن یرکعهما فرکعهما ﴿۱﴾۔ نیز ترمذی شریف ابواب السفر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنت بعد الظہر کا ادا کرنا موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے ﴿۲﴾۔ فقہاء کرام سے سفر میں سنن مؤکدہ ادا کرنے کی متعلق تین اقوال مروی ہیں امام ہندوانی فرماتے ہیں جب مسافر سائر نماز کیلئے ٹھہرے تو سنن کو ترک کردے اور جب ہفتہ عشرہ کیلئے نزول کرے تو سنن ادا کرے وهو مختار الامام الحلبی فلیراجع الی ردالمحتار ص ۵۵۵ جلد ۱ باب المسافر ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

مسئلہ ترک وعدم ترک سنن درسفر

سوال: چہ مے فرمایند علماء کرام درین مسئلہ کہ سنن مؤکدہ درحالت سفر شرعی کردن درست است یانہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسن خان افغانی افغانستان.....۱۹۸۸ء/۱/۷

الجواب: برمسافر شرعی درسنت موکدہ خواندن توسع است البتہ راجح این ست کہ دروقت

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۷۰ جلد ۱ باب من نام عن صلوٰۃ او نسیها)

﴿۲﴾ عن ابن عمر قال صلیت مع النبی ﷺ الظهر فی السفر رکعتین وبعدها رکعتین الخ.

عن ابن عمر قال صلیت مع النبی ﷺ فی الحضر والسفر فصلیت معه فی الحضر الظهر اربعاً وبعدها رکعتین وصلیت معه فی السفر الظهر رکعتین وبعدها رکعتین الخ.

(سنن ترمذی ص ۷۲ جلد ۱ ابواب صلاة السفر باب ماجاء فی کم تقصر الصلاة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (هو المختار) وقیل الافضل الترک ترخیصا وقیل الفعل تقربا وقال الهندوانی الفعل حال النزول والترک حال السیر وقیل یصلی سنة الفجر خاصة وقیل سنة المغرب ایضا بحر قال فی شرح المنیة والاعدل ما قاله الهندوانی قلت والظاهر ان مافی المتن هو هذا وان المراد بالا من والقرار النزول وبالخوف والفرار السیر لکن قدمنا فی فصل القراءة انه عبر عن الفرار بالعجلة لانها فی السفر تکون غالباً من الخوف تأمل.

(ردالمحتار ص ۵۸۵ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة)

قرار ونزول ایں را خواند ودر وقت سیر وفرار وخوف نہ خواند، ردالمحتار ص ۵۵۵ جلد ۱ باب المسافر ﴿۱﴾. پس اگر سائر باشد وبرائے نماز توقف کند سنن را ترک خواہد کرد، واگر برائے قرار نزول کردہ باشد یعنی کم از مقدار اقامت ادا خواہد کرد۔ وھو الموفق

سفر کے بعض احکام کے بارے میں استفسار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) فوجی جو اپنے ارادے کا مالک نہیں ہوتا بلکہ تابع ہوتا ہے اقامت کی نیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) جو فوج ہندوستانی علاقے میں ہے اس کا کیا حکم ہے اور جو پاکستانی علاقے میں ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (۳) دیہات، قریہ اور شہر کا حکم وتعریف کیا ہے اور جنگل میدانوں اور پہاڑوں کا کیا حکم وتعریف ہے؟ (۴) اگر بالیقین اقامت کا عرصہ معلوم نہیں اور اندازے سے پندرہ دن سے زیادہ رہنا معلوم ہو تو نیت اقامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۵) کن افسروں کے کہنے پر اقامت کی نیت درست ہے؟ (۶) سفر وحضر کا تعلق سہولت کے ساتھ ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا تکلیف ہے ہر چیز آسانی سے ملتی ہے؟ (۷) دیہاتوں اور شہروں کے قریب جو فوج خیموں میں رہتی ہے اس کا حکم دیہات اور شہر کے رہنے والوں جیسا ہے؟ (۸) زمانہ ماضی میں جو مجاہدین اسلام جہاد کیلئے سفر پر روانہ ہوتے تھے وہ کب تک دوگانہ پڑھتے تھے، تواریخ میں اگر مفصل واقعہ نماز قصر کے بارے میں ہو تو تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالصمد امام مسجد ۱۲۷ انفنٹری ورکشاپ E M E ڈپو پاک آرمی ۱۹۷۲ء/۶/۷

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (هو المختار) وقيل الافضل الترك ترخيصا وقيل الفعل تقربا وقال الهندواني الفعل حال النزول والترك حال السير وقيل يصلي سنة الفجر خاصة وقيل سنة المغرب ايضا بحر قال في شرح المنية والاعدل ماقاله الهندواني، قلت والظاهر ان مافي المتن هو هذا وان المراد بالامن والقرار النزول وبالخوف والفرار السير. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۵۸۵ جلد ۱ مطلب في الوطن الاصلي ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

الجواب: (الف) واضح رہے کہ آپ میں سے جو امام یا سپاہی یا افسران چھاؤنیوں سے آئے ہیں جو کہ محاذ اور کیمپ سے اڑتالیس میل کے فاصلہ پر ہیں تو وہ قصر پڑھیں گے اور جو اشخاص قریبی چھاؤنیوں سے آئے ہیں تو وہ اتمام کریں گے ﴿۱﴾ فائر بندی سے اس حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(ب) مصر اور فناء مصر میں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں ﴿۲﴾ لیکن جنگل، بیابان وغیرہ میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے اس کے بعد بالترتیب جوابات ملاحظہ کریں۔

(۱) نہیں کرسکتا ہے ﴿۳﴾۔ (۲) کوئی فرق نہیں ہے کما مر فی (الف)۔ (۳) جس مقام میں متعدد مساجد، محلے اور بازار ہوں اور دیہات سے ضروریات کیلئے یہاں لوگ آتے ہوں تو یہ مقام مصر، قصبہ، قریہ کبیرہ ہے اس میں نماز جمعہ درست ہے ﴿۴﴾ ورنہ درست نہیں ہے۔ (۴) نیت اور ارادہ معتبر ہے اندازہ معتبر نہیں ہے ﴿۵﴾۔ (۵) بالائی افسروں کا حکم معتبر ہے ﴿۶﴾۔ (۶) شرعی احکام میں فطرت اور مصلحت

﴿۱﴾ وفی الهندية: اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذافی التبيين. (فتاویٰ عالمگیرية ص ۱۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر (او فناؤه). (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۰، ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد المرجة والصالحية فی دمشق باب الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: والمعتبر نية المتبوع لانه الاصل لاالتابع كامرأة وفاها مهرها المعجل وعبد غير مكاتب وجندی اذا كان يرتزق من الامير. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكک واسواق ولها رساتيق. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۵﴾ قال العلامة شرنبلالی: وقصر ان نوی اقل منه ای من نصف شهر لما قدمناه اولم ينو شيئاً وبقی علی ذلک سنين وهو ينوی انه غداً يخرج او بعده لما روی البيهقی باسناد صحيح ان ابن عمر قال ارتج علينا الثلج ونحن باذر بيجان ستة اشهر فی غزاة فكنا نصلی ركعتين. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۴۲۹ مطلب فيما يشترط لصحةنية السفر)

﴿۶﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ولا بد من علم التابع (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

عامہ پر نظر ہوتی ہے نہ کہ خصوصیت پر﴿۱﴾۔(۷) ان جیسا حکم ہے﴿۲﴾۔(۸) جب اپنے مقام اور گاؤں سے باہر ہو جاتے تھے تو دوگانہ ادا کرتے تھے﴿۳﴾۔فقط

سفر شرعی میں مسافر پر قصر واجب اور اتمام ممنوع ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر شرعی میں قصر ہے، لیکن اگر تکلیف ومشقت نہ ہونے کی صورت میں اتمام کرے تو کیا یہ جائز ہوگا؟ (۲) اگر سفر شرعی میں مشقت نہ ہو ریل، جہاز وغیرہ میں سفر کیا جاتا ہو تو روزہ رکھنا اولیٰ ہے یا نہ رکھنا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبداللہ ضلع خوشاب پنجاب......۲۰/رمضان ۱۴۰۸ھ

(بقیہ حاشیہ) بنیة المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامة ولم یعلم التابع فهو مسافر حتی یعلم علی الاصح وفی الفیض وبه یفتیٰ کما فی المحیط وغیره.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

﴿۱﴾قال العلامة الحصکفی رحمه الله: حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: ولایزال یقصر حتی یدخل مصره او ینوی اقامته نصف شهر ببلد او قریة. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۴۲۸ باب صلاة المسافر)

﴿۳﴾ عن انس قال خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدینة الی مکة فکان یصلی رکعتین رکعتین حتی رجعنا الی المدینة قیل له اقمتم بمکة شیئًا قال اقمنا بها عشراً متفق علیه، وعن ابن عباس قال سافر النبی ﷺ سفراً فاقام تسعة عشر یوماً یصلی رکعتین رکعتین قال ابن عباس فنحن نصلی فیما بیننا وبین مکة تسعة عشر رکعتین رکعتین فاذا اقمنا اکثر من ذلک صلینا اربعاً رواه البخاری.

(مشکواة المصابیح ص ۱۱۸ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

الجواب: مسافر کیلئے قصر کرنا واجب ہے اور اتمام ممنوع ہے۔﴿۱﴾اور عدم مشقت کے وقت افطار جائز ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے۔﴿۲﴾ (بحر ص ۲۸۲ جلد ۲ وشامی). وهو الموفق

کسی کیلئے دو وطن ہونے کی صورت میں قصر نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے دو وطنوں میں رہائش اختیار کی ہے ایک موسم سرما کی رہائش کیلئے اور دوسرا موسم گرما کیلئے اب موسم گرما والے وطن سے موسم سرما کے وطن کو کسی ضرورت کیلئے آیا تو کیا یہ مسافر ہوگا یا نہیں اور قصر کرے گا یا اتمام؟ بینوا توجروا

سائل: محمود الحسن کونکی ڈی آئی خان

الجواب: یہ دونوں وطن بہ حال خود رہیں گے رحلت کی وجہ سے باطل نہ ہوں گے، کما فی البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ وكثير من المسلمين المتوطنين في البلاد ولهم دور وعقار في القرىٰ البعيدة منها يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها انهما وطنان له لا يبطل احدهما بالآخر﴿۳﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة حصكفي: صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوبا لقول ابن عباس ان الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم اربعا والمسافر ركعتين ، قال ابن عابدين(قوله وجوباً) فيكره الاتمام عندناحتى روى عن ابي حنيفة انه قال من اتم الصلاة فقد اساء وخالف السنة. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: (قوله وللمسافر وصومه احب ان لم يضره) اى جاز للمسافر الفطر لان السفر لا يعرى عن المشقة فجعل نفسه عذرا بخلاف المرض لانه قد يخف بالصوم فشرط كونه مفضيا الى الحرج وانما كان الصوم افضل ان لم يضره لقوله تعالى وان تصوموا خيرلكم ولان رمضان افضل الوقتين فكان فيه الاداء اولى ولا يرد علينا القصر في الصلوت فانه واجب حتى يأثم بالاتمام. (بحرالرائق ص ۲۸۲ جلد ۲ فصل في العوارض)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

مسافر کی حالت نماز میں اقامت کی نیت کا مسئلہ

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جناب عالی! اگر درجہ ذیل عبارت کی پوری مطلب واضح فرماویں تو عین نوازش ہوگی۔

(الف) اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول میں یا درمیان میں یا آخر میں مگر سجدہ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں، (بہشتی زیور)

(ب) ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی حالت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا۔ مثلاً نمبرا: کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس کے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ مثال نمبر۲: کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوگیا اور لاحق ہوگیا پھر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا، اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید شہر لوئے جنوبی وزیرستان...... ۳۰/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ عبارات نہایت واضح ہیں آپ کسی مقامی عالم کو مراجعت کریں۔ وھو الموفق

مسافر مقیم کے اقتداء میں چار رکعت پڑھے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر جب مقیم امام کا اقتداء کرے تو کتنی رکعت ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسماعیل ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: یہ مسافر مقیم جیسا نماز پڑھے گا﴿۱﴾ اقتداء کی وجہ سے اس کی نماز دو کی بجائے چار رکعات ہوں گی، ونظیرہ نیة الاقتداء قبل التحریمه فافهم﴿۲﴾. وهو الموفق

ہندوستان میں قید پاکستانی اسیروں کی نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم یہاں ہندوستان میں شروع قید ہونے کے دن سے قصر کر رہے ہیں جس کا فتویٰ ہمیں مکتبہ دیوبند سہارنپور سے سید احمد صاحب نے دیا تھا، چند دن ہوئے کہ پاکستان سے ایک مولانا صاحب نے خط میں پوری نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے جس میں کوئی علمی یا عقلی دلیل نہیں ہے اس وجہ سے ہمارے اذہان میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں اسلئے براہ مہربانی خط ملتے ہی دلائل کے ساتھ مدلل مہر شدہ فتویٰ صادر فرما کر ارسال فرمائیں، جبکہ ہماری پوزیشن یہ ہے کہ ہم تاروں کے دائرہ میں رہتے ہیں جس پر چاروں طرف سے ہتھیار سے لیس فوجی کھڑے ہیں، دن کو ہم اپنے احاطہ میں گھومتے پھرتے ہیں جو تقریباً چار سو گز لمبا اور ڈیڑھ سو گز چوڑا احاطہ ہے لیکن رات کے وقت کسی بھی حرکت پر پابندی ہے حتی کہ پیشاب وغیرہ بھی ہم بارک کے ساتھ ایک مخصوص جگہ میں کرتے ہیں جو صرف رات کے وقت کیلئے بنائی گئی ہے، اس کے علاوہ کھانے پینے کی آزادی ہے رہائش کیلئے خیمے ہیں نہانے دھونے کا تسلی بخش انتظام ہے ان سب چیزوں کو مدنظر رکھ کر جلد از جلد اپنی رائے سے آگاہ فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم جنگی قیدی انڈیا...... اگست ۱۹۷۳ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امین: قوله(نیة المؤتم) ای الاقتداء بالامام او الاقتداء به فی صلاته او الشروع فیها او الدخول فیها بخلاف نیة صلاة الامام وشرط النیة ان تکون مقارنة للتحریمة او متقدمة علیها بشرط ان لا یفصل بینها وبین التحریمة فاصل اجنبی.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۰۷ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: واضح رہے کہ آپ میں سے جولوگ کسی آبادی میں زیرحراست ہیں تو وہ چاررکعت ادا کریں گے،لانهم محبوسون لمدة زائدة على الاسبوعين في ارادة الهنود كما لا يخفىٰ على من راجع الىٰ تاريخ المذاكرات﴿۱﴾ اور جولوگ بیابانی کیمپوں میں زیرحراست ہوں اوران کا امیر یعنی وہ افسر جو کہ بھارت کی طرف سے قیدیوں کی نقل وتحویل کا مجاز ہو کسی آبادی میں مقیم ہو تو پھر بھی چاررکعت پڑھنا ضروری ہوگا اوراگر یہ افسران کے ساتھ بیابان میں رہتا ہو اور مسافر ہو تو اس صورت میں دورکعت پڑھنا ضروری ہوگا،ويدل عليه مافي الهندية ص ۱۴۹ جلد ۱ فيصير الجندی مقيما في الفيافي بنية اقامة الامير في المصر كذا في الكافي﴿۲﴾. وهوالموفق

وطن اقامت سے انشاءسفر کی صورت میں قصر کریں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لاری کا ڈرائیور ہے یہ ڈرائیور جس گاؤں سے لاری چلاتا ہے وہ ڈرائیور کا اپنا گاؤں بھی نہیں ہے بلکہ اس لاری کے گاؤں اوراس کے اپنے گاؤں کے درمیان مسافت سفر کی منزل ہے اب جب کہ یہ ڈرائیور کبھی کبھی گاؤں کو بھی آتا ہے تو یہ ڈرائیور اس لاری والے مقام پر قصر کرے گا یا اتمام کرے گا؟بینوا توجروا

المستفتی :مولوی عبداللہ مدرس مفتاح العلوم ہنگو.... ۱۹۷۳ء/۲/۲۱

الجواب: واضح رہے کہ یہ مقام اس ڈرائیور کیلئے وطن اقامت ہے بشرطیکہ اس میں اس نے پندرہ دن بہ نیت اقامت گزارے ہوں تو جس طرح وطن اصلی سے مقدار سفر (اڑتالیس میل) کی نیت سے

﴿۱﴾ قال العلامة شرنبلالي: ولا تصح نية الاقامة لعسكرنا بدارالحرب ولا تصح نية الاقامة لعسكرنا بدارنا في حال محاصرة عسكرنا اهل البغى لان حالهم يخالف عزيمتهم للتردد بين القرار والفرار فافاد مفهومه انه اذاكانت المحاصرة بمصر صحت نية الاقامة . انتهىٰ.
(امداد الفتاح شرح نورالايضاح ص ۴۷۰ جلد ۱ قبيل مطلب في اقتداء المسافر بالمقيم)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگيرية ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

آدمی مسافر بن جاتا ہے تو اسی طرح وطن اقامت سے بھی اتنی مقدار مسافت کی نیت سے مسافر بنے گا ولایضر قطع المسافة فی اقل من ثلثه ایام فی الهندیه ص ۱۴۸ جلد ۱ ولو کانت المسافة بالسیر المعتاد فسار الیها علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین او اقل قصر کذا فی جوهرة النیره﴿۱﴾. وهوالموفق

آبادی میں مقیم قیدی اتمام کریں گے

سوال: محترم مفتی صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان

بعد از سلام مسنون! آپ صاحبان کا ایک عدد فتویٰ ہمیں موصول ہوا لیکن قدرے اختلاف رہا کیونکہ آپ نے "یا" کا لفظ لگایا ہے ہم مندرجہ ذیل حالت میں رہتے ہیں آپ اس کے مطابق فتویٰ صادر کریں اپنی رائے یا اخباری خبروں وغیرہ کی بنا پر فتویٰ نہ دے، یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ شائد آپ سوچیں کہ پتہ نہیں کہ ان کی کیا حالت ہوگی؟ تو حالت یہی ہے کہ ہم چھاؤنی کے ساتھ ملحق رہتے ہیں روشنی کا انتظام موجود ہے جیسا کہ اسلام آباد میں، یعنی صبح تک ہم اپنے بستر پر قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں اور پانی کا اتنا انتظام موجود ہے کہ پانچوں نمازوں کیلئے آدمی غسل بھی کرسکتا ہے بازار سے کینٹین کے ذریعہ ضروریات زندگی کھانے پینے سے لے کر قرآن پاک، جائے نماز اور لوٹا وغیرہ منگوانے تک کی کھلی اجازت ہے نماز کے اوقات میں ہمارے ساتھ کسی کا کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ صبح اور شام صرف دس منٹ کیلئے انڈیا والے ہماری چیکنگ کرتے ہیں، باقی دن بھر سوائے قرآن پڑھنے کے اور کوئی کام نہیں، نیز میرا پندرہ دن بھی نہیں کیونکہ میری رہائی ایک ماہ بعد ممکن ہے میں نے صاف الفاظ میں آپ کو حالات بتائیں تو مجھے بھی صاف الفاظ میں بتائیں کہ قصر نماز پڑھوں یا پوری، نیز روزہ، عیدین اور جمعہ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کلرک محمد نثار جنگی قیدی انڈیا..... ۱۵/۳/۱۹۷۳ء

﴿۱﴾ (فتاوی عالمگیریة ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

الجواب: محترم القام السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ یعنی وہ قیدی جو کہ چھاؤنی کے ساتھ ملحق کیمپ میں رہتے ہیں چار رکعت ادا کریں گے اور جمعہ وعیدین بھی ادا کریں گے اور روزے بھی رکھیں گے آپ پر مقیم کے احکام جاری ہوں گے ﴿۱﴾۔ فقط والسلام

مسافر امام کا مقیمین کیلئے چار رکعت نماز پڑھانا

سوال: حضرۃ الشیخ مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی: بندہ دعاؤں کا طلبگار ہے وہ خاص مسئلہ میں بھی دعائیں کریں مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق جواب مطلوب ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ مسافر امام نے مقیمین کو چار رکعت والی نماز پڑھائی اور دو رکعت پر سلام کے بغیر چار رکعت ہی پڑھی، سوال: یہ ہے کہ مقیمین کی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالمالک نریاب متنی کوہاٹ......۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: محترم القام جناب حافظ عبدالمالک سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ دعا گو بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہے اللہ کریم آپ کو خیریت سے رکھے، اور اخلاص اور ولد صالح کی نعمتوں سے نوازے آمین۔ مسئلہ کے متعلق جواب یہ ہے کہ اگر تیسری رکعت کو قیام کرنے کے وقت ان مقیمین نے نیت انفراد نہ کی ہو تو اعادہ واجب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں مقیم امام کے پیچھے پوری نماز ادا کی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم سعودی عرب میں ملازمت

﴿۱﴾ وفی الھندیة: فیصیر الجندی مقیما فی الفیافی بنیة اقامة الامیر فی المصر کذافی الکافی. (فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: (لم یصر مقیماً) فلو اتم المقیمون صلوتھم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظھیریه ای اذا قصدوا متابعته اما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد افاده الخیر الرملی. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

کرتے ہیں، مکہ معظمہ اور مسجد نبوی سے ہم بمقدار سفر شرعی کافی دور ہیں مکہ مکرمہ پانچ سو کلومیٹر اور مدینہ منورہ ہزار میل، جب ہم عمرہ کیلئے جاتے ہیں تو امام کے ساتھ پوری نماز پڑھتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: افضل خان بیشہ سعودیہ عربیہ...... ۱۹۸۵ء/۱۱/۶

الجواب: اگر آپ مسافر ہیں تو مقیم امام کے پیچھے پوری نماز پڑھا کریں گے اور انفرادا پڑھتے ہوئے قصر کریں گے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جیل میں قیدی اتمام کریں یا قصر؟

سوال: محترمی ومکرمی جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک!

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جیل میں محبوس بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں باقاعدہ عدالت کی طرف سے سیاسی یا اخلاقی دفعات کے تحت قید کی سزا سنائی جا چکی ہوتی ہے ایسے لوگوں کو قیدی کہا جاتا ہے، بعض وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو حوالاتی کہا جاتا ہے یعنی ان کے مقدمات زیر سماعت ہوتے ہیں، اور بعض انتظامیہ کی طرف سے معینہ یا غیر معینہ مدت کیلئے نظر بند ہوتے ہیں، سیاسی دفعات کے تحت گرفتار شدہ گان کی رہائی یا دوسری جیل کو منتقلی کا دارمدار زیادہ تر حکومتی پالیسیوں پر ہوتا ہے پس جو گرفتار شدہ گان مسافت سفر طے کر کے جیل لائے جاتے ہیں ان کی نیت اقامت صحیح ہوگی یا نہیں جبکہ جیل نہ تو اقامت اختیار کرنے کی جگہ ہے اور نہ کسی کو جیل میں متعین مدت کا کوئی اختیار حاصل ہوتا ہے، از روئے شرع اسی صورت میں نیت سفر ہوگی یا اقامت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: صاحبزادہ عبدالباری جان ناظم اعلیٰ جے یو آئی سرحد سنٹرل جیل ہری پور ایبٹ آباد ۱۹۸۳ء/۸/۳

﴿۱﴾ قال العلامة مرغيناني: (وان اقتدى المسافر بالمقيم في الوقت اتم اربعا) لانه يتغير فرضه الى اربع للتبعية كما يتغير بنية الاقامة لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت.

(هداية على صدر فتح القدير ص ۱۲ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

الجواب: یہ گرفتار شدہ گان جن کے متعلق استفتاء کیا گیا ہے اتمام کریں کیونکہ جیل کا وہ بالائی افسر جو کہ ایک جیل سے دوسرے جیل کو منتقلی کا اختیار رکھتا ہے وہ مقیم ہوتا ہے، وقالوا المعتبر نیة المتبوع دون التابع کالاسیر والغریم ﴿۱﴾، البتہ اگر اس افسر کی نیت نامعلوم ہو تو قول اصح کی بنا پر یہ گرفتار شدگان قصر کریں گے، کمافی شرح التنویر علی هامش الشامیة ص ۵۵۸ جلد ۱ ولا بد من علم التابع بنیة المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامة ولم یعلم التابع فهو مسافر حتی یعلم وهو الاصح وبه یفتیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

حالت نماز میں اقامت کی نیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول میں یا درمیان یا آخر میں مگر سجدہ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں۔ (۲) ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی صورت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا۔ مثال نمبر ۱: کسی مسافر نے جہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس کے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ مثال نمبر ۲: کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور لاحق ہو گیا پھر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا، اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ یہ مسائل بہشتی زیور سے لئے گئے ہیں اس میں مثال نمبر ۲ مثال نمبر ۱ سے متعارض معلوم ہو رہا ہے اس نقطے کو ذرا سمجھا دیجئے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید وزیرستانی.....۱۹۷۵ء/۵/۱۹

﴿۱﴾ (الدرالمختار ص ۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة)
﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۸ جلد ۱ قبیل باب الجمعة)

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم السلام علیکم کے بعد جواباً عرض ہے کہ آپ نے بہشتی زیور کی عبارت پر غور نہیں کیا ہے اس وجہ سے آپ الجھن میں پڑ گئے اس عبارت میں مسطور ہے کہ نمبر:۲ کی مثال نمبر:۱ اس مسافر کے حق میں ہے جو کہ ایک رکعت پڑھنے کے بعد نیت کرے لیکن وقت گزرنے کے بعد تو یہ نیت غیر موثر ہوگی کیونکہ جب یہ شخص ظہر کے آخری لمحہ تک مسافر رہا تو اس کا فریضہ دو رکعت متقرر اور مستحکم ہوا ہے بقیہ نماز جو کہ عصر کے وقت ادا کی جاتی ہے اس میں نیت اقامت ماضی میں موثر نہیں ہوسکتی ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حنبلی مسافر کے اقتدا میں حنفی مسافر کا اتمام کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرب کی تبلیغی جماعت ہمارے شہر آئی ہوئی تھی پھر دونوں کیلئے اہل حدیث والوں کی مسجد چلی گئی اہل حدیث والوں نے بطور اکرام ایک آدمی کو برائے امامت آگے کر دیا اور مسافر ہونے کے باوجود اتمام کیا، کیا ہمارے حنفی مسلک والوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سرور کھلول ڈیرہ غازی خان ۱۹۸۹ء/۸/۱۲

الجواب: چونکہ صرف احناف کے نزدیک مسافر پر قصر واجب ہے، لدلائل قد فصلت في موضعها﴿۲﴾ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اتمام بھی جائز ہے لہٰذا آپ پر اعادہ ضروری نہیں ہے وجہ یہ

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: واقتداء المسافر بالمقيم يجوز في الوقت ولا يجوز في خارج الوقت عندنا لان فرض المسافر قد تقرر ركعتين على وجه لا يحتمل التغير بالاقتداء بالمقيم فكانت القعدة الاولىٰ فرضا في حقه فيكون هذا اقتداء المفترض بالمتنفل في حق القعدة وهذا لا يجوز على اصل اصحابنا. (بدائع الصنائع ص ۲۷۰ جلد ۱ احكام المسافر)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: والقصر واجب عندنا وهو رواية عن مالك واحدى روايتي احمد وهو مذهب جمهور الصحابة والتابعين، ويقال له قصر اسقاط وقال ابن القيم انه لم يثبت عنه ﷺ انه اتم الرباعية في سفره البتة، انتهىٰ ومارواه الشافعي (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہے کہ یہ مذاہب خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی موجود تھے اور مخالفت کنندہ پر انکار مروی ہے لیکن اعادہ مروی نہیں ہے، کما انکروا علی امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اتمامه ولم یرو عن المنکرین الاعادة ﴿۱﴾ . وهو الموفق

(بقیه حاشیه) انه علیه السلام اتم ففی سندہ طلحة بن عمرو وهو متروک، وکذلک ماروی فی شرح السنة ففی سندہ ابراهیم بن یحیٰ وهو لین الحدیث. والقصر والاتمام کلاهما جائزان وهو مذهب مالک وهو قول احمد الاخر وهو مذهب الشافعی والقصر افضل فی مواضع الخ. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۹ جلد ۳ ابواب السفر)

﴿۱﴾قال العلامة الکاسانی: وروی ان عثمان رضی اللہ عنہ اتم الصلاة بمنیٰ فانکر علیه اصحاب رسول اللہ ﷺ حتی قال لهم انی تأهلت بمکة وقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من تاهل بقوم فهم منهم، فدل انکار الصحابة واعتذار عثمان ان الفرض ما قلنا اذ لو کان الاربع عزیمة لما انکرت الصحابة علیه ولما اعتذرهو اذ لایلام علی العزائم ولا یعتذر عنها. (بدائع الصنائع ص ۲۵۹ جلد ۱ الکلام فی صلاة المسافر)

قال اللّٰه تعالیٰ

یٰایها الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللّٰه وذروا البیع، ذٰلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون.

......(الجمعة)......

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب صلوٰۃ الجمعۃ

باب صلاة الجمعة

نماز جمعہ فرض عین اور اس کی فرضیت سے منکر کافر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی نماز میں اختلاف ہے کہ آیا نماز جمعہ فرض ہے یا واجب ہے؟ اگر فرض ہے تو اس کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے تو واجب کی نیت کیوں نہیں کی جاتی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض اللہ متعلم دار العلوم حقانیہ......۱۹۶۹ء/۲/۱۷

الجواب: نماز جمعہ فرض عین ہے اس کی فرضیت سے منکر کافر ہے، فی الدر المختار: هی فرض عين يكفر جاحدها بالدليل القطعي كما حققه الكمال﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دن اعمال صالحہ کی فضیلت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جمعہ کے دن نیک اعمال کا ثواب دوسرے دنوں کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق ابو ہا سوات......۳/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: اجمالی طور پر یہ مسئلہ مروی ہے﴿۲﴾ البتہ تخصیص بلا مخصص مکروہ ہے، وكم من

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۸۹ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان من افضل ايا كم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوٰة فيه فان صلوتكم معروضة على قالوا يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقدارمت قال يقولون بليت قال ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء رواه ابو داؤد والنسائى وابن ماجة والدارمى والبيهقى.

(مشكواة المصابيح ص ۱۲۰ جلد ۱ باب الجمعة) (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

فرق بین الفضیلة والتخصیص ﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دن بعض اعمال کرنے کے ثواب میں زیادتی اور جمعۃ الوداع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا جمعہ کے دن اعمال کا ثواب دوسرے دنوں سے زیادہ ہوجاتا ہے (۲) کیا جمعۃ الوداع کو دوسرے جمعوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جس طرح کہ جمعہ کو ہفتہ کے باقی ایام پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق ابوہا سوات ...... ۱۷/ رمضان ۱۳۹۹ھ

(بقیہ حاشیہ) وفي المنهاج: اعلم ان الحديث يدل على ان افضل الايام يوم الجمعة وبه قال احمد وبه جزم ابن العربي، وقيل يوم عرفة افضل لحديث ابن حبان عن جابر قال قال رسول اللهﷺ ما من يوم افضل عند الله من يوم عرفة وبه اخذت الحنفية وهو اصح الوجهين عند الشافعية، وثمرة الاختلاف في النذر في افضل الايام والطلاق فيه، وحديثناانص على المرام من حديث الباب، وكذا من حديث عبد الله بن قرط عند ابن حبان ان النبيﷺ قال افضل الايام عند الله تعالىٰ يوم النحر، وقد جمع الحافظ العراقي بينها فقال المراد تفضيل الجمعة بالنسبة الى ايام الجمعة، وتفضيل يوم عرفة او يوم النحر بالنسبة الى يام السنة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۰ جلد ۳ باب فضل يوم الجمعة)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: قال صاحب البحر في اثناء الرد على من جوز التكبير سرا يوم الفطر، ولان ذكر الله اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف الموضوع، وقال ناقلاعن الغاية ولا يكبر في طريق المصلى عند ابي حنيفة اى حكما للعيد ولكن لو كبر لانه ذكر الله تعالىٰ يجوز ويستحب انتهىٰ، فلا بد من ابداء الفرق بين الاتيان بعبادة في يوم الجمعة وليلتها حكما لهما وبين الاتيان بها فيهما لا حكمالهما فان مالا يدرك كله لا يترك كله، وائمة مساجد هذا العصر مبتلون بالاولىٰ فالى الله المشتكىٰ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۴ جلد ۴ باب ماجاء في صوم يوم الجمعة)

الجواب: (۱) بعض اعمال جس کو ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے ثواب زیادہ ہے مثل درود شریف وغیرہ ﴿۱﴾۔ (۲) جمعة الوداع ایک عوامی نام ہے اسلامی نام نہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

نماز جمعہ کے بعد ذکر جہری کرنا بدعت نہیں البتہ بعض صورتوں میں مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے بعد کلمہ طیبہ کا ذکر بلند آواز سے بدعت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمن قریشی کہوٹہ ۱۶/۱/۱۹۷۶ء

الجواب: واضح رہے کہ بدعت احداث فی الدین کو کہا جاتا ہے یعنی غیر دین کو دین ماننا ﴿۳﴾

﴿۱﴾ قال ابو عبد الله ابن القيم الجوزية: وكان من هديه ﷺ تعظيم هذا اليوم وتشريفه وتخصيصه بعبادات يختص بها عن غيره ... وكان ﷺ يقرأ في فجره بسورتي الم تنزيل وهل اتى على الانسان ... الخاصة الثانية استحباب كثرة الصلاة فيه على النبي ﷺ وفي ليلته لقوله ﷺ اكثروا من الصلاة على يوم الجمعة وليلة الجمعة ورسول الله ﷺ سيد الانام ويوم الجمعة سيد الايام فللصلاة عليه في هذااليوم مزية ليست لغيره ... فاعظم كرامة تحصل لهم فانما تحصل يوم الجمعة فان فيه بعثهم الى منازلهم وقصورهم في الجنة وهو يوم المزيد لهم اذا دخلوا الجنة وهو عيد لهم في الدنيا.

(زاد المعاد في هدى خير العباد ص ۱۲۶ جلد ۱ فصل في تعظيم يوم الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الحي اللكهنوى: خطبہ وداع کا اہتمام کرنا جیسا کہ اس زمانے میں مروج ہے اور اس کو حد التزام تک پہنچانا ابتداع سے خالی نہیں، علمائے معتمدین کو لازم ہے کہ اس طریقے کے التزام کو چھوڑ دیں تاکہ عوام اس کے مستحب اور سنت بلکہ ضروری ہونے کے اعتقاد سے نجات پائیں۔

(مجموعة الفتاوى ص ۱۷۹ جلد ۲ كتاب الحظر والاباحة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن رجب الحنبلي. والمراد بالبدعة ما احدث مما لا اصل له في الشريعة يدل عليه واما ما كان له اصل من الشرع يدل فليس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

اور چونکہ ذکر بالجہر کا غیر دین ہونا نہ مبر ہن ہے اور نہ مسلم ہے بلکہ ذکر بالجہر مستحب ہے، کـمـــا فـــی ردالمحتار ص۶۱۸ جلد ۱ وفی حاشیہ الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم

(بقیہ حاشیہ)ببدعة شرعا وان کان بدعة لغة (جامع العلوم والحکم ص۲۳۳) وقال القرطبی: کل بدعة صدرت من مخلوق فلا یخلوا ان یکون لها اصل فی الشرع اولا فان کان لها اصل کانت واقعة تحت ما ندب الله الیه وحض رسوله الیه فهی فی حیز المدح وان لم یکن مثاله الخ(احکام القرآن للقرطبی ص۸۷ جلد ۱ بقرة) قال الملا علی قاری: قال النووی البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث ما لم یکن فی عهد رسول اللهﷺ (مرقاة ص۲۱۶ جلد۲) قال الامام الغزالی: اذا لم یرد فیه نهی فلا ینبغی ان یسمی بدعة ومکروها ولکنه ترک الاحب وقال الشافعی ما خالف الکتاب والسنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئاً من ذلک فلیس بمذموم (الاحیاء للعلوم الدین ص۳۳۱ جلد۲) قال العزبن عبد السلام الشافعی: البدعة فعل مالم یعهد فی عصر رسول اللهﷺ وهی منقسمة الی بدعة واجبة وبدعة محرمة وبدعة مندوبة وبدعة مکروهة وبدعة مباحة الخ(قواعد الاحکام ص۱۷۲، ۱۷۴ جلد۲) قال الشیخ محمد فرید: اعلم ان البدعة هی اعتقاد ما لیس من الدین دینا وهی قسمان مکفرة ومفسقة (فتح المنعم شرح مقدمه مسلم ص۲۹) وفی مختار الصحاح: البدعة الحدث فی الدین بعد الاکمال ، وفی عمدة القاری: البدعة فی الاصل احداث امر لم یکن فی زمن رسول اللهﷺ ، وفی شرح المقاصد: ان البدعة المذمومة هو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عهد الصحابة والتابعین ولا دل علیه دلیل شرعی (ضروری مسائل ص۱۱)وقال العلامة ابن حجر العسقلانی: والتحقیق انها ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة وان کانت من ما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة والا فهی من قسم المباح وقد تنقسم الی الاحکام الخمسة(فتح الباری ص۲۱۹ جلد۴) قال العلامة ابن عابدین: بدعة ای محرمة والا فقد تکون واجبة ومندوبة وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروهة... ومباحة الخ (ردالمحتار ص۴۱۴ جلد ۱).

علی نائم او مصل او قاری﴿۱﴾ لہٰذا اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں ہے، البتہ ایذا اور تکلیف رسانی کے وقت مکروہ ہوگا﴿۲﴾۔وھو الموفق

عورتوں کا جمعہ کیلئے مساجد جانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مسجدوں میں عورتیں جمعہ پڑھنے کیلئے آتی ہیں اس کا کیا حکم ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: مولوی کرم الٰہی عثمانی اسلام پورہ سرگودھا......۲۹/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: عورتوں کیلئے مساجد جانا برائے نماز مکروہ اور ممنوع ہے﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذكر)

﴿۲﴾قال العلامة جلال الدين السيوطي: انه لا كراهة في شئ من ذلک وقد وردت احاديث تقتضى استحباب الجهر بالذكر، واحاديث تقتضى استحباب الاسرار به، والجمع بينهما ان ذلک يختلف باختلاف الاحوال والاشخاص كما جمع النووى بمثل ذلک بين الاحاديث الواردة باستحباب الجهر بقراءة القرآن والاحاديث الواردة باستحباب الاسرار بها ..... بعد ذكر احاديث خمس وعشرون قال: اذا تأملت ما اوردنا من الاحاديث عرفت من مجموعها انه لا كراهة البتة في الجهر بالذكر بل فيه ما يدل على استحبابه اما صريحا او التزاما كما اشرنا اليه واما معارضته بحديث"خير الذكر الخفى" فهو نظير معارضة احاديث الجهر بالقرآن بحديث المسر بالقرآن كالمسر بالصدقة وقد جمع النووى بينهما بان الاخفاء افضل حيث خاف الرياء او تأذى به مصلون او نيام والجهر افضل في غير ذلک.

(الحاوى للفتاوىٰ ۱: ۳۷۵،۳۷۹ نتيجة الفكر في الجهر في الذكر)

(ومثله في سباحة الفكر في الجهر بالذكر للشيخ عبد الحئ فرنجي محلى لكهنوى)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: ويكره حضورهن الجماعة ولو جمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوز اليلا على المذهب.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص۴۱۸ جلد ۱ باب الامامة)

نماز جمعہ اور نماز عید ایک ہی روز میں ادا کیۓ جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال انگلینڈ میں اور خاص کر ہماری رہائش کی اطراف میں عید الاضحیٰ جمعہ کے روز منائی گئی، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ عید اور خطبہ جمعہ ایک ہی روز میں نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اس میں تنگی اور حرج ہے کہ ابھی قربانی سے فارغ نہیں ہوئے کہ جمعہ کی نماز شروع ہوگئی اسلئے عید کو ایک روز پہلے یا بعد میں منانا چاہئے، غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت اور حقیقت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اعظم بولٹن انگلینڈ......۱۹۶۹ء/۵/۷

الجواب: ہمارے یعنی احناف کے نزدیک نماز عید اور جمعہ دونوں پڑھے جائیں گے اور یہی جمہور کا مذہب ہے (خلافا لعطاء) کیونکہ جن دلائل سے نماز عید کا وجوب اور نماز جمعہ کی فرضیت ثابت ہے، ان میں کوئی تقید اور تخصیص نہیں، اور جو روایات حدیثیہ ترک جمعہ کی رخصت پر دال ہیں وہ رخصت دیہاتی لوگوں کیلئے تھی ﴿۱﴾ بقرينة ما رواه ابو داؤد وانا مجمعون وللتفصيل موضع آخر ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: اما مذهبنا فلزوم كل منهما قال في الهداية ناقلا عن الجامع الصغير عيدان اجتمعا في يوم واحد فالاول سنة والثاني فريضة ولا يترك واحد منهما، قال في المعراج احترز به عن قول عطاء تجزى صلاة العيد عن الجمعة ومثله عن على وابن الزبير قال ابن عبد البر سقوط الجمعة بالعيد مهجور وعن على ان ذلك في اهل البادية ومن لا تجب عليهم الجمعة. (ردالمحتار ص ۶۱۰ جلد ۱ مطلب في الفال والطيرة باب العيدين)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: (قوله وربما اجتمعا في يوم واحد فيقرأبهما) فيه رد لزعم الجهال ان اجتماع الخطبتين يكون منحوسا، وفيه حجة على من قال بتدا خل صلاة الجمعة صلاة العيد وهو عطاء، بدليل ما رواه ابو داؤد من حديث زيد بن ارقم ..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

کپڑے اتار کر صرف چادر لپیٹ کر جمعہ پڑھانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام قصداً کپڑے اتار کر صرف چادر لپیٹ کر جمعہ کی امامت کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق.....۱۹۷۴ء/۳/۲۶

الجواب: تارک السنت ہے جبکہ کسی غرض صحیح پر مبنی نہ ہو۔(۱) وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)ومن حدیث ابی ھریرۃ من الرخصۃ فی ترک الجمعۃ لمن صلی صلاۃ العید، والجواب عنہ انہ حدیث ضعیف فی اسناد حدیث زید بن ارقم ایاس بن ابی رملۃ وھو مجھول، وفی اسناد حدیث ابی ھریرۃ بقیۃ وھو متھم بتدلیس التسویۃ علاانہ مضطرب رفعا وارسالاً، وعلی تقدیر تسلیم الصحۃ یقال انہ علیہ السلام رخص لاھل العوالی دون اھل المدینۃ کما فی روایۃ البیھقی وکما فی المعراج عن علی ان ذلک فی اھل البادیۃ ومن لا تجب علیہ الجمعۃ، وکما رواہ البخاری فی باب مایوکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منھا عن عثمان انہ قال فی خطبتہ یا ایھا الناس ان ھذا الیوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان ینتظر الجمعۃ من اھل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ وروی مثلہ الحاکم عن الفاروق الاعظم. (منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۲ جلد۳ باب القرأۃ فی العیدین)

(۱) قال العلامۃ سید احمد الطحطاوی : ویکرہ فی ازار مع القدرۃ علیھا وکذا یکرہ ان یصلی فی السراویل وحدہ لما روی ان النبی ﷺ نھی ان یصلی الرجل فی ثوب لیس علی عاتقہ منہ شئ کذا فی الشرح وظاھر التعبیر بالنھی ان الکراھۃ تحریمیۃ. (حاشیہ الطحطاوی علی المراقی ص ۲۱۱ باب شروط الصلاۃ وارکانھا)

وقال الحلبی: المستحب ان یصلی الرجل فی ثلثۃ اثواب ازار وقمیص وعمامۃ ولو صلی فی ثوب واحد متوشحا بہ جمیع بدنہ کما یفعلہ القصار فی المقصرۃ جاز من غیر کراھۃ مع تیسر وجود الطاھر الزائد ولکن فیہ ترک الاستحباب وروی عن ابی حنیفۃ انہ کان یلبس احسن ثیابہ للصلوۃ. (غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری ص۳۴۷ فصل فی مایکرہ فی الصلاۃ)

جمعہ کے دن حرمت بیع وغیرہ اذان ثانی کے ساتھ ہے یا اول کے ساتھ؟

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ درروز جمعہ دواذان مے شود، سوال این است کہ حل وحرمت خرید وفروخت باذان اول حاصل مے شود یا باذان ثانی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی امیر مقام شیرگڑھ مردان

الجواب: این مسئلہ مختلف فیہ است، بعض وقت نزول ایت رانظر مے کنند وحرمت رابراذان داخلی ومنبری بناے کنند، وبعض حکمت رانظر مے کنند وحرمت رابراذان اجمائی بناے کنند تا کہ ساعت خطبہ فوت نہ شود، وبعض علماء محققین مے گویند کہ حرمت برمنبری قطعی است وبراجمائی ظنی است، ومختار صاحب الهداية القول الثاني ﴿۱﴾. فافهم، وهو الموفق

دیہات میں جمعہ اور ظہر کے درمیان جمع کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ظہر پڑھنا ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر یا قریہ کبیرہ نہیں ہے بلکہ دیہات ہے، یہاں جمعہ کی نماز درست نہیں، لیکن عرصہ سے یہاں ہمیشہ جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز اس ترتیب سے ادا کی جائے کہ جمعہ کے بارہ رکعت فرض سے جو پہلے چار رکعت سنت ہیں اس میں جمعہ کا نام لیا جاوے اور پھر دو رکعت فرض جمعہ امام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ بعد میں پوری دس رکعت اسی ترتیب سے پڑھی جائیں جیسا کہ ہمیشہ ظہر کے وقت دس رکعت پڑھی جاتی ہیں کیا یہ طریقہ

﴿۱﴾قال العلامة المرغيناني: واذا صعد الامام المنبر جلس واذن المؤذنون بين يدى المنبر بذلك جرى التوارث ولم يكن على عهد رسول الله ﷺ الا هذا الاذان ولهذا قيل هو المعتبر فى وجوب السعى وحرمة البيع والاصح ان المعتبر هو الاول اذا كان بعد الزوال لحصول الاعلام به والله اعلم.

(هداية على صدر فتح القدير ص ۳۸ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

برائے ادائیگی جمعہ درست ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: حبیب اللہ مندوری خیرآباد پشاور......۱۹۶۹ء/۹/۲۰

الجواب: ان لوگوں پر نماز ظہر با جماعت ادا کرنا لازمی ہے ﴿۱﴾ اور طریق مذکورہ بالا سے فراغت ذمہ علی طریق الکمال حاصل نہیں ہوتی لہٰذا ان لوگوں پر ضروری ہے کہ یا شہر کو جایا کریں اور یا نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ فقط

جمعہ کے دن وعظ وغیرہ سننے کیلئے اپنے محلے کے بجائے دوسرے محلے کی مسجد میں جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوہالہ بازار دریائے جہلم کے کنارے پر واقع ہے دریا کے دونوں جانب پاکستان اور آزاد کشمیر کے علاقوں میں آمنے سامنے دو مساجد ہیں آزاد کشمیر جامع مسجد کے خطیب خوش الحان واعظ اور نسبتاً بڑے عالم ہیں اس وجہ سے اکثر عوام کا رجحان جمعہ کے دن ادھر ہوتا ہے، باقی نمازیں اپنی مسجد میں ادا کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا پار والی مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کرنے والے گنہگار ہو جاتے ہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: حکیم ڈاکٹر محمود احمد ملک قادری کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۵/۴

الجواب: اگر اس دوسرے جامع مسجد کو زوال سے پہلے جانا ہوتا ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور اگر زوال کے بعد ہو تو اس میں تفصیل ہے یعنی اگر دوسری مسجد میں وعظ ہوتا ہو تو پھر بھی جانا مکروہ نہیں ہے، اور اگر دونوں مساجد میں یکساں وعظ ہوتا ہو تو جانا مکروہ ہوگا، فی الدر المختار وکرہ تحریما للنهي خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه جرى على الغالب والمراد دخول

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترىٰ ان في الجواهر لو صلوا في القرىٰ لزمهم اداء الظهر.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ مطلب في صحة الجمعة)

الوقت اذن فيه اولا الا لمن ينتظم به امر جماعة اخرى او سماع الوعظ الخ﴿۱﴾ یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ مسجد کو داخل ہونے کے بعد جایا کرے اور جب اہل محلہ دوسری مسجد کو اپنی مسجد کے دخول سے پہلے جاتے ہوں تو بہتر نہیں ہے، بشرطیکہ دخول وقت کے بعد ہو اور بشرطیکہ دوسری مسجد میں وعظ نہیں ہوتا ہو (واصل المسئله فى الهندية)﴿۲﴾. وهو الموفق

ایک شخص کا ایک وقت میں تین مقامات پر خطبہ وجمعہ ممکن غیر واقع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہی وقت میں ایک انسان تین مقامات یا شہروں میں بیک وقت خطبہ وجمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بندہ کا اپنا یہ عقیدہ ہے کہ یہ محال اور ممتنع ہے اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحیٔ اکبر پورہ نوشہرہ......۱۹۹۰ء/۷/۲۲

الجواب: ایک شخص کا ایک مقام میں موجود ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اور متعدد مقامات میں موجود ہونا ممکن ہے کیونکہ لطائف اور لطائف لطائف کا تمثل جائز ہے لیکن وقوع ناممکن ہے﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص۵۲۸ جلد ۱ باب ادراک الفريضة)

﴿۲﴾ وفى الهندية: دخل مسجدا قد اذن فيه يكره له ان يخرج حتى يصلى فان كان رجلا مؤذنا او امام مسجد وتتفرق الجماعة بسبب غيبته لا بأس بالخروج .

(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۱۲۰ جلد ۱ الباب العاشر فى ادراک الفريضة)

﴿۳﴾ قال العلامة محمد عبد العزيز الفرهارى: وانكر بعض الفقهاء قطع المسافة البعيدة فى المدة القليلة من الولى وعارضه بعض الفقهاء فقال من انكر ذلک كفر مستدلا بهذه القصة ولكن عندنا فى كونها من قطع المسافة نظر لان الظاهر ان آصف احضر العرش بتصرف باطنى لا بان يذهب ويحمله ومن اللطائف ما ذكره بعض الصوفية القائلين بتجدد الامثال فى الاجسام ان عرشها انعدم فى سبا وتجدد عند سليمان .....(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

تعدّد جمعہ جائز اورتوحدافضل ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں تیس مساجد میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے جبکہ یہاں ایک شخص بغیر کسی ضرورت کے متعدد مساجد میں جمعہ کومکروہ کہتا ہے اور کراہت میں مفتی کفایت اللہ صاحب الدہلوی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں اس کے علاوہ کراہۃ التعدد پر ائمہ ثلاثہ کا قول بھی نقل کرتے ہیں (ص ۲۴۲ جلد۳ کفایت المفتی) آپ صاحبان کا اس بارے میں کیارائے ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حافظ مطیع اللہ خطیب مرکزی مسجد چمن ...۱۵/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: خیرالقرون میں توحد معمول تھی نہ کہ تکثیر، کما لا یخفیٰ، پس بنابریں توحد کی افضلیت میں کوئی خفانہیں ہے،خصوصاً نماز جمعہ کی حکمتیں بھی توحد میں متحقق ہیں ﴿۱﴾ پس جب حکام بے

(بقیہ حاشیہ)علیہ السلام و الافضل ھو الاستدلال بما تواتر عن الاولیاء کما فعلہ الشارح فی التلویح وقال الشیخ ابو عبد اللہ الیافعی امام مکۃ ان الشیخ رکن الدین ابالفتح القرشی الملتانی والشیخ نصیر الدین سراج الدھلوی یصلیان فی المسجد الحرام وامثالہ فی تواریخ المشائخ اکثر من ان یحصی.

(النبراس شرح شرح العقائد ص۲۹۶ بحث کرامات الاولیاء حق)

﴿۱﴾قال الامام ولی اللہ الدھلوی: وقد تلقت الامۃ تلقیا معنویا من غیر تلقی لفظ انہ یشترط فی الجمعۃ الجماعۃ ونوع من التمدن وکان النبیﷺ وخلفاؤہ والائمۃ المجتھدون یجمعون فی البلدان ولا یؤاخذون اھل البدو بل ولا یقام فی عھدھم فی البدو ففھموا من ذلک قرنا بعد قرن وعصراً بعد عصر انہ یشترط لھا الجماعۃ والتمدن اقول وذلک لانہ لما کان حقیقۃ الجمعۃ اشاعۃ الدین فی البلد وجب ان ینظر الی تمدن وجماعۃ.

(حجۃ اللہ البالغۃ ۲: ۳۰ الجمعۃ)

دین ہوئے نہ خود جمعہ پڑھاتے ہیں اور نہ اس کا اہتمام کرتے ہیں تو اس کے نتائج سے تکثر جمعہ بھی ظہور پذیر ہوا، اور تعدد کے جواز پر فتویٰ دینا شروع ہوا، اور توسع ہوتا رہا، حتی کہ تعدد بلا تقید کا فتویٰ دیا گیا دفعاً للحرج فلیراجع الی ردالمحتار ص ۵۴۱ جلد ۱ ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جمعہ کے بارے میں فقہ سے ناواقف غیر مقلد کے عجیب مسائل

سوال: مخزن علوم سبحانی جناب شیخ الحدیث صاحب دامت فیوضکم! بعد از سلام عرض ہے کہ ہمارے ہاں ایک عالم نے عجیب مسائل بیان کرنا شروع کیا ہے کہ مستورات پر مسافر پر حتی کہ مزارع پر کھیت میں اندھے اور مریض پر گھر میں بغیر خطبہ کے جمعہ فرض ہے اور دو رکعت ادا کرے، اور بالفرض کسی سے جمعہ ہوا ہو تو پھر بھی ظہر کی بجائے دو رکعت جمعہ ادا کریں گے، نیز یہ عالم فقہ شریف اور ائمہ مذاہب سے منکر ہے اور تمام حوالے ترمذی شریف، بخاری اور مسلم شریف کا دیتا ہے براہ مہربانی ہمیں جلد ان مسائل کے بارے میں مطلع کریں کیونکہ انتہائی شر و فساد کا خطرہ ہے۔ فقط

المستفتی: مرزا گل صاحب الحق واڑی ریاست دیر ..۵/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ شخص کوئی غیر مقلد ہے، اس کے بیان کردہ مسائل پر آپ عمل نہ کریں ان لوگوں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: فقد ذكر الامام السرخسي ان الصحيح من مذهب ابي حنيفة جواز اقامتها في مصر واحد في مسجدين واكثر وبه ناخذ لاطلاق لا جمعة الا في مصر شرط المصر فقط وبما ذكرنا اندفع ما في البدائع من ان ظاهر الرواية جوازها في موضعين لا في اكثر وعليه الاعتماد، فان المذهب الجواز مطلقا بحر (قوله دفعا للحرج) لان في الزام اتحاد الموضع حرجا بينا لاستدعائه تطويل المسافة) على اكثر الحاضرين ولم يوجد دليل عدم جواز التعدد بل قضية الضرورة عدم اشتراطه لا سيما اذا كان مصرا كبيرا كمصرنا كما قاله الكمال.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۵، ۵۹۶ جلد ۱ باب الجمعة)

میں نہ خود تحقیق کی اہلیت ہوتی ہے اور نہ دیگر علماء پر اعتماد ہوتا ہے ان سے آپ پوچھیں کہ حدیث شریف میں یہ حقیقت ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے عرفات میں نماز ظہر کیوں ادا کی تھی، اور نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی، حالانکہ یہ جمعہ کا دن تھا، نیز پیغمبر علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے، **لا جمعة الافی مصر جامع روی مرفوعا وموقوفا وهو الاصح لاكنه فی حكم المرفوع** ﴿۱﴾ اس حدیث سے کیوں اعراض کرتے ہو خلاصہ یہ کہ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہو تو لکھ کر ہمیں روانہ کرے، تا کہ ہم ان کو مکمل جوابات دیں۔ فقط

جمعہ بند کرنے کی صورت میں فتنہ وفساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہو تو جمعہ بند نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے متعلقہ دیہات میں ایک موضع شارکول ہے جس کی آبادی پندرہ سو پر مشتمل ہے اور تین مساجد ہیں جمعہ پہلے زمانے سے جاری ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا کیا یہاں جمعہ کی نماز درست ہے؟ نیز جمعہ بند کرنے میں فتنہ وفساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہے کیا جمعہ بند کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا حبیب الرحمٰن ہائی بالا مانسہرہ......۲۱/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس موضع شارکول میں بہ ظاہر جمعہ کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے، **لعدم كونه**

﴿۱﴾ قال ابن الهمام: رفعه المصنف وانما رواه ابن ابی شيبة موقوفا علی علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صححه ابن حزم ورواه عبد الرزاق من حديث عبد الرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه (فتح القدير ص ۲۲ جلد۳) وفی هامش البدائع: اخرجه عبد الرزاق فی مصنفه ص ۱۰۱ جلد۲ والبيهقی فی السنن الكبری ص ۱۷۹ جلد۳ (بدائع الصنائع ص۵۷۷ جلد ۱) وقال العلامة شرنبلالی: ذكره الزيلعی وغيره قال الكمال: وكفی بقول علی رضی الله عنه قدوة ورفعه صاحب الهداية الی النبی ﷺ وصححه ابن حزم ولم ينقل عن الصحابة رضی الله عنهم انهم حين فتحوا البلاد اشتغلو بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القری ولو كان لنقل ولو اجادا فلا بد من الاقامة بمصر.
(امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۵۵۱ جلد ۱)

مصراً و لافنائه و لا قرية كبيرة فيها اسواق﴿۱﴾ ،البتہ اگر نماز جمعہ کے بند کرنے میں فتنہ،فساداور خانہ جنگی کا خطرہ ہوتو جمعہ بند نہیں کیا جائیگا ، ونظيره ما في شرح التنوير من عدم منع العوام من الصلاة وقت الشروق﴿۲﴾. وهو الموفق

کسی مسجد میں نماز جمعہ ترک کر کے دوبارہ شروع کرنا مباح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں پہلے تین جگہ نماز جمعہ پڑھی جاتی تھی ، پھر ائمہ مساجد نے آپس میں مشورہ کر کے آئندہ کیلئے ایک جگہ نماز جمعہ پڑھانے کا فیصلہ کیا ایک امام نے اپنی قوم سے کہا کہ نماز جمعہ ایک ہی جگہ پڑھی جائے تو صحیح ہے ورنہ میں یہاں الگ نہیں پڑھاؤں گا ، اب دو جگہ نماز جمعہ ہوتی ہے لیکن جس قوم کی مسجد میں نماز جمعہ چھوڑی گئی ہے وہاں کے صرف تین چار آدمی نماز جمعہ کیلئے دوسری مسجد جاتے ہیں باقی جمعہ نہیں پڑھتے ،اب قوم کے اصرار پر دوبارہ اس مسجد میں نماز جمعہ بحال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ظاہر میرانشاہ ستمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: اگر یہ مقام مصر شرعی ہو تو اس میں نماز جمعہ شروع ہے خواہ ایک مسجد میں ہو یا متعدد مساجد میں (الدر المختار مع ردالمحتار) ﴿۳﴾ اور کسی ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا اور دوبارہ قائم

﴿۱﴾ قال العلامة مرغيناني: لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر و لا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا اضحى الا في مصر الجامع الخ (هداية على صدر فتح القدير ص ۲۲ جلد۲ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلائي: مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولى من الترك كما في القنية.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۳-۲ جلد۱ مطلب يشترط العلم بدخول الوقت)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وتودى في (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

کرنا نہ مطلوب شرعی ہے نہ ممنوع شرعی، اور اگر یہ مقام مصر شرعی نہ ہو تو تمام مساجد میں جمعہ بند کرنا ضروری ہے، الا عند تحقق الضرورة الشرعية . وهو الموفق

جمعہ کی آخری دو رکعت سنت کی تاکید، عدم تاکید اور نیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے آخری دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ، نیز نیت میں جمعہ کہیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرؤف ندیم معلم اسلامیات ہائی سکول صوابی

الجواب: یہ دو رکعت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت زائدہ ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں (كما في شرح الكبير ص ۳۲۷) ﴿۱﴾ پس جو شخص ان سے قبل چار رکعت فرض ظہر احتیاطاً پڑھے تو وہ سنت الوقت کی نیت کرے گا (كما فی ردالمحتار ص ۵۴۳ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوىٰ ، وقال ابن عابدين: ان الصحيح من مذهب ابى حنيفة جواز اقامتها فى مصر واحد فى مسجدين او اكثر وبه ناخذ لاطلاق لا جمعة الا فى مصر شرط المصر فقط. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۹۵ جلد ۱ قبيل مطلب فى نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبى: والسنة قبل الجمعة اربع وبعدها اربع وعند ابى يوسف السنة بعد الجمعة ست ركعات وهو مروى عن على رضى الله عنه والافضل ان يصلى اربعا ثم ركعتين للخروج عن الخلاف. (غنية المستملى ص ۳۷۴ فصل فى النوافل)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ونقل المقدسى عن المحيط كل موضع وقع الشك فى كونه مصرا ينبغى لهم ان يصلوا بعد الجمعة اربعا بنية الظهر احتياطا حتى انه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت باداء الظهر.

(ردالمحتار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فى نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

جمعہ کے بعد چار رکعت سنن کافی اور چھ رکعت بہتر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن بعض لوگ چار رکعت سنن پڑھتے ہیں اور بعض چھ رکعات، درست تو دونوں ہیں لیکن اہم کونسے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق باڑہ قلعہ پشاور

الجواب: اگر جمعہ کے بعد فقط چار رکعت پڑھ لیں تو وہ ہی کافی ہیں اور اگر چھ رکعات پڑھ لیں تو بہتر ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جمعہ کے سنن قبلیہ کی قضا کے بارے میں تفصیلی استفسار

سوال: محترم جناب حضرۃ مفتی صاحب زید مجدکم! تمام فرض نمازوں کی قضا فرض واجبات کی قضا واجب اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے تو وہ سنت کونسی ہیں جن کی قضا سنت ہے؟

جواب: فجر کی سنتیں اگر مع فرض کے قضا ہو جائیں تو زوال سے پہلے ان کو بھی مع فرضوں کے قضا پڑھ لینا چاہئے اور زوال کے بعد پڑھیں تو صرف فرضوں کی نماز قضا کریں اور اگر صرف سنتیں چھوٹ گئیں تو سنتوں کی قضا نہیں، طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لینا تو مکروہ ہے اور آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا مکروہ تو نہیں مگر وہ سنتیں نہ ہوں گی نفل ہو جائیں گی۔

(تعلیم الاسلام حصہ چہارم مؤلفہ مولانا کفایت اللہ صاحب)

وقضی التی قبل الظھر فی وقتہ قبل شفعہ، لیکن بعد از وقت قضا نہ کند سنت ظہر اما سنتہا ئے باقی اوقات قضا نہ کند نہ بافرض ونہ تنہا، چنانچہ در ظاہر الروایت است۔ (معیار الحقائق شرح کنز الدقائق ص۵۸)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحلبی رحمہ اللہ: وعند ابی یوسف رحمہ اللہ السنۃ بعد الجمعۃ ست رکعات وھو مروی عن علی رضی اللہ عنہ والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف. (غنیۃ المستملی ص ۳۷۳ فصل فی النوافل)

ثم تنزل وامر المؤذن فاذن فصلى هو واصحابه ركعتي السنة ثم صلى مع الجماعة الفرض مع جهر القراء ة فعلم من قوله عليه السلام شرعية القضاء بالجماعة والجهر فيه ، والاذان والاقامة للقضاء وان السنة تقضى مع الفريضة لكن لا يلزم من قضاء سنة الفجر ثبوت قضاء غيرها من السنة لان سنة الفجر آكد من غيره حتى قيل بوجوبها لحديث صلوها وان طرد تكم الخيل اخرجه ابو داؤد وغيره ولم ينقل عنه عليه السلام انه تركها لاحضرا ولا سفراً ولايلزم من ثبوت قضاء الآكد ثبوت القضاء الادنى وكذا لا تلزم من شرعية قضائها مع الفرض شرعية قضائها متفردة لانه كثيرا ما يثبت حكم الشئ بالتبع ولا يثبت له استقلالاً، ولا يلزم من ثبوت الاول ثبوت الآخر الا ان يدل دليل سمعي خاص على ذلک. (عمدة الرعاية على هامش مستخلص الحقائق ص ٢٥١)

وفي كنز الدقائق، مبحث كفارة الظهار، وكفر لكل وهو تحريررقبة، وفي شرح طحاوی الرقبة عامة من المؤمن والكافر. والامة والصغير والكبير انتهیٰ، فان لم يجد ما يعتق صام شهرين متتابعين ليس فيها صوم رمضان وايام منهية وان وطيها فيها ليلا او نهاراً ناسيا او افطر استانف الطعام، ثم قال فان لم يستطع الصوم، اطعم ستين مسكينا كالفطرة ولايستانف بوطيها في خلال الاطعام، وفي كفارة القتل شبه العمد الاثم والكفارة ودية على العاقلة، والكفارة تحرير الرقبة المؤمنة او صوم شهرين متابعين، ووجه ذلک كله ان تحرير الرقبة المؤمنة في كفارة قتل شبه العمد مختص به ولا يقاس عليه كفارة الظهار وكفارة اليمين فيجوز فيهما تحرير رقبة مطلقة لان المطلق يجرى على اطلاقه ،وايضا قبل المسيس مذكور في تكفيرد بالصيام في كفارة الظهار فلا يقاس عليه قيد قبل المسيس في تكفير بالاطعام ستين مسكينالذا لا يستانف الاطعام بالوطی في خلالها، لان

المطلق یجری علی اطلاقه والمقید علی تقیدہ عند الحنفیة.

قلت فبالنظر الی هذه الفرعیات المتفارقة مع کون الحادثة واحدة کیف یکون السنة الجمعة مشابهة سنة الظهر بحیث سنه الظهر تقضی بفواتها فهی ایضا تقضی والحال ان الظهر والجمعة فریضتان علیحدة وان کان وقتهما واحد، فقول بعض الاکابر بقضاء سنة الجمعة کقضاء الظهر لست افهمه؟ بینوا بالوضاحة وتوجروا عند الله

المستفتی: عبدالرحمٰن لاہور ۱۹/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ جمعہ کی سنت قبلیہ کی قضا کرنے میں حدیث ثابت نہیں، اس وجہ سے فقہاء کرام اس میں مختلف ہیں، قال صاحب البحر وحکم الاربع قبل الجمعة کالاربع قبل الظهر (ص ۵۷ جلد ۲) ﴿۱﴾ وفی منحة الخالق علی هامش تلک الصفحة، لکن فی روضة العلماء سقطت عنه هذه الاربع لما روی عن النبی ﷺ قال اذا خرج الامام فلا صلوٰة الا المکتوبة انتهیٰ، قال العلامة الشامی اقول وفی هذا الاستدلال نظر، فانه انما یدل علی انها لا تصل بعد خروجه لا علی انه تسقط بالکلیة والالزم ان لا تقضی سنة الظهر ایضا، نعم قد یقال ان الاصل عدم قضاء ها اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانماقالوا بقضاء ها لحدیث عائشة رضی الله عنها انه ﷺ کان اذا فاتته الاربع قبل الظهر قضاهن بعده فتکون سنة الظهر خارجة عن القیاس للحدیث المذکور فلاتقاس علیها سنة الجمعة انتهی بحذف یسیر ﴿۲﴾ قلت والتحقیق ان سنة الجمعة القبلیة شرعت بحدیث مستقل رواه الحافظ العراقی وغیره فلا یکون

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۵۷ جلد ۲ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش بحرا لرائق ص ۵۷ جلد ۲ باب ادراک الفریضة)

حکمها حکم سنة الظهر ،نعم عدم التاکید لا یستلزم عدم المشروعیة فالاعادة اولیٰ من الترک ﴿۱﴾ . وهوالموفق

جمعہ کی چار رکعت سنت قبلیہ کی قضا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبل جمعہ کی چار رکعت سنت اگر رہ جائیں تو کیا اس کی قضا کی جائے گی یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: نماز جمعہ کی سنت قبلیہ جب اپنے محل سے فوت ہو جائیں تو اس کی قضا کرنے میں فقہا مختلف ہیں،بعض کہتے ہیں کہ سنن ظہر کی طرح قضا ادا کئے جائیں گے،کما فی البحر ص ۵۷ جلد ۲

﴿۱﴾ وفی المنهاج: وقال العلی القاری فی المرقاة قال الحافظ العراقی انه علیه السلام کان یصلی قبلها اربعا ، وروی الترمذی عن ابن مسعود کان بصلی قبلها اربعا وبعدها اربعا انتهیٰ وقال بعض مشائخنا الحنفیة ان مشروعیة سنن الجمعة ثبتت بالاحادیث التی تدل علی مشروعیة سنن الظهر فافهم وبالجملة ان عدم علم الخصم لا یستلزم عدم الثبوت فی نفس الامر اعلم ان من فاتته الاربع قبل الجمعة فقال الشیخ محمد السراجی الحانوتی انها تقضی کما تقضی سنة الظهر انتهیٰ قلت قضاء سنةالظهر لما رواه الترمذی عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا لم یصلی اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها ولما رواه ابن ماجه کان رسول الله ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الرکعتین بعد الظهر وفی روضة العلماء انها سقطت عنه لما روی عن النبی ﷺ انه قال اذا خرج الامام فلا صلاة الا المکتوبةانتهی، قلت رواه الصحیحان ولکن قالوا وفی هذا الاستدلال نظر فانه یدل علی انها لا تصلی بعد خروجه لا علی انها تسقط بالکلیة نعم قد یقال ان الاصل عدم قضاء ها اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانما قالوا بقضاء ها لحدیث عائشة فتکون سنة الظهر (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

وحکم الاربع قبل الجمعة کالاربع قبل الظهر کما لا یخفی﴿۱﴾ وفی منحة الخالق قال شیخنا الشیخ محمد السراجی الحانوتی واما کونها هل تقضی اولا فعلی ما قالوه فی المتون وغیرها من ان سنة الظهر تقضی یقتضی ان تقضی سنة الجمعة اذ لا فرق﴿۲﴾۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی قضا نہیں کی جاوے گی، کما فی منحة الخالق علی هامش البحر ص ۷۵ جلد ۲ عن روضة العلما وسقطت عنه هذه الاربع ﴿۳﴾ اور علامہ شامی نے اس کی طرف اشارہ کر کے عدم قضا کو مؤید کیا ہے، حیث قال نعم قدیقال ان الاصل عدم قضاء ها اذا فاتت عن محلها و اما سنة الظهر فانما قالوا بقضاء ها لحدیث عائشة رضی الله عنها انه ﷺ کان اذا فاته الاربع قبل الظهر قضاهن بعده کما قدمه المولف فتکون سنة الظهر خارجة عن القیاس للحدیث المذکور فلا نقاس علیها سنة الجمعة فتامل انتهیٰ، قلت لا سیما اذاثبتت سنة الجمعة بحدیث مستقل سوی حدیث سنة الظهر فافهم، مختصر یہ کہ قضا مؤکد نہیں جیسا کہ ممنوع بھی نہیں ہے۔ وهو الموفق

جمعہ سے قبل چار سنت رہ جائیں تو بعد میں پڑھنا احوط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے

(بقیہ حاشیہ) خارجة عن القیاس فلا تقاس علیها سنة الجمعة هذا ملخص ما ذکر فی منحة الخالق، قلت فمن قال ان مشروعیة سنة الجمعة بما ثبتت به مشروعیة سنة الظهر فتقضی عنده ومن قال انها ثبتت بروایات خاصة فلا تقضی عنده۔

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۶۷ جلد ۳ باب فی الصلاة قبل الجمعة وبعدها)

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۵۷ جلد ۲ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۵۷ جلد ۲ باب ادراک الفریضة)

﴿۳﴾ (منحة الخالق علی هامش بحر الرائق ص ۵۷ جلد ۲ باب ادراک الفریضة)

دن اس وقت مسجد حاضر ہو کہ جماعت ہو رہی ہو اب جو سنت قبل الغرض چھوٹ گئی ہیں بعد نماز اس کو پڑھے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اسلام الدین بابوزی مردان ۲۹/۷/۱۹۷۸ء

الجواب: یہ سنت قبلیہ جب فوت ہوں تو اس میں فقہا کے دو قول ہیں، اقوی من حیث الدلیل سقوط ہے البتہ پڑھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ احوط ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قریہ کبیرہ اور قریہ صغیرہ میں احتیاط الظہر کا کوئی اصل نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہت سے لوگ جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور اس کے تارک پر ملامت کرتے ہیں نیز یہ نماز احتیاط صرف عوام نہیں بلکہ علماء کرام بھی پڑھتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ صاف اور مدلل جواب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی اشرف اللہ مسجد باچا صاحب خویشکی نوشہرہ ۱۲/محرم ۱۳۹۲ھ

﴿۱﴾ وفی المنهاج: اعلم ان من فاتته الاربع قبل الجمعة فقال الشيخ محمد السراجى الحانوتى انها تقضى كما تقضى سنة الظهر انتهى قلت قضاء سنة الظهر لما رواه الترمذى عن عائشة ان النبى ﷺ كان اذا لم يصلى اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها، ولما رواه ابن ماجة كان رسول الله ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الركعتين بعد الظهر، وفى روضة العلماء انها سقطت عنه لما روى عن النبى ﷺ انه قال اذا خرج الامام فلا صلاة الا المكتوبة، انتهى، قلت رواه الصحيحان ولكن قالوا وفى هذا الاستدلال نظر فانه انما يدل على انهالاتصلى بعد خروجه لاعلى انها تسقط بالكلية، نعم قد يقال ان الاصل عدم قضاء ها اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانما قالوا بقضاء ها لحديث عائشة فتكون سنة الظهر خارجة عن القياس فلا تقاس عليها سنة الجمعة هذا ملخص ما ذكر فى منحة الخالق هامش البحر الرائق قلت فمن قال ان مشروعية سنة الجمعة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: جو مقام یقینی طور سے مصر ہو وہاں احتیاطی پڑھنا بے اصل کام ہے اور جو مقام یقینی طور سے مصر نہ ہو وہاں ظہر با جماعت پڑھنا ضروری ہے، اور نماز جمعہ پڑھنا خلاف مذہب کام ہے، اور جس مقام میں تردد ہو وہاں احتیاطی پڑھنا فی نفسہ مشروع ہے، فی ردالمحتار ص ۷۵۲ جلد ۱ ونقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصراً ، ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیة الظهر احتیاطاً ﴿۱﴾ البتہ اگر اس نماز کے پڑھنے میں کوئی مفسدہ موجود ہو تو اعلانیہ نہ پڑھی جائے، قال العلامة الشامی نعم ان ادی الی مفسدة لا تفعل جهاراً او الکلام عند عدمها الخ ﴿۲﴾ قلت ومن المفسدة ترک العوام صلوة الجمعة فی المصر. فافهم

مشکوک مقام میں احتیاط الظہر پڑھنے کا جواز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض گاؤں میں بعض لوگ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت نماز احتیاط پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۴/۲/۷

الجواب: ایسے مقام میں (جس کے مصر ہونے میں شک ہو) احتیاطی پڑھا جائے گا جبکہ کسی مفسدہ کا خطرہ نہ ہو۔ کما فی ردالمحتار ص ۷۵۲ جلد ۱ ونقل المقدسی عن المحیط کل

(بقیہ حاشیہ) بما ثبتت به مشروعیة سنة الظهر فتقضی عنده ومن قال انها ثبتت بروایات خاصة فلا تقضی عنده.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۶۷ جلد ۳ باب فی الصلاة قبل الجمعة وبعدها)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۵۹۲ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۵۹۲ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

موضع وقع الشک فی کونہ مصراً ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظھراحتیاطا﴿۱﴾. وھوالموفق

جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں وہ لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں

سوال: ایسی جگہ جہاں سے جامع مسجد دس میل دور ہےاور پیدل راستہ ہے برف باری کے موسم میں پانچ چھ گز تک برف پڑ جاتی ہےعلماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہاں جمعہ نہیں ہوسکتااس پورے علاقے کے لوگ جمعہ نہیں پڑھتے اس مقام پرفوج کی ایک یونٹ بھی ہے لیکن اس یونٹ میں امام اور مسجد کا تسلی بخش انتظام نہیں ہےاس یونٹ میں زیادہ ترفوجی اسماعیلی ہیں اور جو اہل سنت ہیں وہ بھی جمعہ نہیں پڑھتے چونکہ ان کوبھی جمعہ کے پورے دن کی چھٹی نہیں ملتی اسلئے اتنی دور جا کرنماز جمعہ ادانہیں کر سکتے،اوراس علاقہ کے عالم لوگ نہ خود جمعہ پڑھتے ہیں اور نہ دوسروں کو پڑھاتے ہیں تو کیا ہم فوجی لوگ ازخود جمعہ کا انتظام کر سکتے ہیں؟ اوراس جگہ میں جمعہ جاری کر سکتے ہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:علی حسن ونگ نمبر۱۰۱ ۔ ۱۱/۱/۱۹۷۵ء

الجواب: آپ کیمپ میں یاقریب گاؤں میں نماز ظہر باجماعت ادا کریں یہ آپ پرواجب ہے،اورآپ پر جمعہ پڑھنایا جمعہ کیلئے دس میل دور جاناواجب نہیں، لعدم المصر الشرعی وفناءہ وھو ظاھر المتون ورجحہ فی المعراج وجزم بہ قاضی خان وھو اختیار الحلوانی (والتفصیل فی ردالمحتار ص ۷۶۲ جلد ۱) فلیراجع﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نیۃ آخر ظھر بعد صلاۃ الجمعۃ باب الجمعۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ: قلت وھو ظاھر المتون وفی المعراج انہ اصح ما قیل وفی الخانیۃ المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شرائط جمعہ کے تحقق میں تردد کے وقت احتیاطی پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں زمانہ قدیم سے اساتذہ وعلماء مساجد میں جمعہ کے دن سولہ رکعتیں پڑھ کر آرہے ہیں جو ہمارے نزدیک ثابت ہے، اور بعض خاص خاص مسجدوں میں بارہ بارہ رکعتیں ہوتی ہیں، اس میں بالتفصیل تحقیق و بیان کیجئے تو مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان روم صوابی ۱۰/محرم۱۳۹۲ھ

الجواب: احناف کے نزدیک یہ چار رکعت احتیاطی پڑھنا جائز ہے، جہاں شرائط جمعہ کے تحقق میں تردد ہو، فی ردالمحتار ص ٧٥٦ جلد ١ ونقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصراً ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظھر احتیاطاً ﴿١﴾. وھوالموفق

سنت جمعہ مسجد کے ساتھ مختص نہیں ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی سنت مسجد میں پڑھنا خاص

(بقیہ حاشیہ) بینہ وبین عمران المصر فرجۃ من مزارع لا جمعۃ علیہ وان بلغہ النداء وتقدیر البعد بغلوۃ او میل لیس بشئ ھکذا رواہ ابو جعفر عن الاما مین وھو اختیار الحلوانی وفی التتارخانیۃ ثم ظاھر روایۃ اصحابنا لا تجب الاعلی من یسکن المصر او ما یتصل بہ فلا تجب علی اھل السواد ولو قریبا وھذا اصح ما قیل فیہ .

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ٦٠٢ جلد ١ مطلب فی شروط الجمعۃ باب الجمعۃ)

﴿١﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ٥٩٦ جلد ١ مطلب فی نیۃ آخر ظھر بعد صلاۃ الجمعۃ باب الجمعۃ)

ہیں یا مسجد سے باہر بھی ادا کی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالواحد شیدو......۲۵/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) سوائے تحیۃ المسجد اور اعتکاف کے دیگر عبادات (فرض، سنن جمعہ وغیرہ) مسجد کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ وھو الموفق ......کتبہ: محمد فرید عفی عنہ

الجواب: (۲) نیز حدیث میں وارد ہے، افضل صلاتکم فی بیوتکم الا المکتوبۃ (رواہ الترمذی) ﴿۱﴾ یعنی فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے تاہم اگر راستے پر دنیاوی مشاغل میں پڑنے کا خطرہ ہو اور یا گھر میں پڑھنے کی صورت میں تقلیل خشوع لازم آ رہی ہو، تو پھر مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا ﴿۲﴾ مگر ضروری نہیں ہے، کیونکہ مندوب اور مباح اشیاء کو لازم سمجھنا بدعت ہے (شامیہ) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

کتبہ: رشید احمد عفی عنہ نائب مفتی دارالعلوم حقانیہ

﴿۱﴾ (سنن ترمذی ص ۶۰ جلد ۱ باب ماجاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ: (قولہ والافضل فی النفل) شمل ما بعد الفریضۃ وما قبلھا لحدیث الصحیحین علیکم بالصلاۃ فی بیوتکم فان خیر صلاۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ واخرج ابوداؤد صلاۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ وتمامہ فی شرح المنیۃ وحیث کان ھذا افضل یراعی ما لم یلزم منہ خوف شغل عنھا لو ذب لبیتہ او کان فی بیتہ ما یشغل بالہ ویقلل خشوعہ فیصلیھا حینئذ فی المسجد لان اعتبار الخشوع ارجع.

(ردالمحتار ص ۵۰۴ جلد ۱ قبیل مطلب سنۃ الوضوء باب الوتر والنوافل)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ان تخصیص الذکر بوقت لم یرد بہ الشرع غیر مشروع.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۶۱۳ باب العیدین)

فصل فی شروط صحة الجمعة

ہر مقام میں جمعہ کے جواز کا حکم قرآن وحدیث اور فقہ سے مخالف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں بعض لوگ مذاہب نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اسلئے جمعہ ہر جگہ ہوتا ہے خواہ دیہات ہو یا شہر، ان کا گاؤں پچیس گھروں پر مشتمل ہے آپ فرمائیں کہ اس مقام میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل خالق ٹانگورہ مسجد چغرزی ضلع سوات...... ۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: ہر جگہ نماز جمعہ ادا کرنے کا فتویٰ دینا قرآن، حدیث اور فقہ ائمہ اربعہ سے مخالف ہے۔قال الله تعالیٰ: فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع (الایة) ﴿۱﴾ وفیه اشارة الی کون هذا الموضع ذات اسواق. (۲) ولان اهل القریٰ کانوا ینتابون الی المدینة المنورة (رواه البخاری وابوداؤد)﴿۲﴾ والذین تخلفوا فیها لم یجمعوا بدلیل حدیث جواثیٰ ﴿۳﴾. (۳) ولان النبی ﷺ لم یجمع فی قبا عند المهاجرة وکانت الجمعة فرضا قبل

﴿۱﴾ (سورة الجمعة پاره: ۲۸ آیت: ۹ رکوع: ۱۱)

﴿۲﴾ عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت کان الناس ینتابون الجمعة من منازلهم والعوالی فیأتون فی الغبار الخ (صحیح البخاری ص ۱۲۳ جلد ۱ باب من این تؤتی الجمعة) (ورواه ابوداؤد ص ۱۵۸ جلد ۱ باب من تجب علیه الجمعة)

﴿۳﴾ وفی المنهاج: وحجتنا ما رواه البخاری من حدیث عائشة وجه الدلالة ان صلاة الجمعة لو کانت واجبة علی اهل العوالی لا توا کلهم الی المدینة المنورة او لجمع من بقی الجمعة هنا وکلا الامرین منتفیان اما الاول فظاهر واما الثانی فلحدیث جواثی.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۵۰ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

الهجرة بدليل ان المهاجرين الاولين جمعوا فی المدينة المنورة (رواه ابو داؤد)﴿۱﴾. (۴)ولان النبیﷺ جمع بین الظهر والعصر فی عرفات دون الجمعة والعصر ولم يأمر اهل مكة باداء صلاة الجمعة (رواه البخاری)﴿۲﴾. (۵) ولحدیث لا جمعة الا فی مصر جامع روی مرفوعاً وموقوفاً وهو الاصح لكنه مرفوع حكما، واما حديث جواثا فليس فيه حجة وهو قول الرسول وفعله وتقريره ولو سلم التقرير فنقول هو تقرير مبيح خاص بخلاف لا جمعة الا فی مصر جامع فانه قول محرم تشريع عام، فافهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك وكان قائد ابيه بعد ما ذهب بصره عن ابيه كعب بن مالك انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فی هزم النبيت من حرة بنی بياضة فی نقيع يقال له نقيع الخضمات قلت كم انتم يومئذ قال اربعون

(سنن ابی داؤد ص ۱۶۰ جلد ۱ باب الجمعة فی القرى)

﴿۲﴾ (صحيح البخاری ص ۲۲۵ جلد ۱ باب الجمع بين الصلاتين بعرفة) وللتفصيل منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۹ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتی الی الجمعة)

﴿۳﴾ وفی منهاج السنن ولنا ما رواه عبد الرزاق عن علی موقوفا قال لا تشريق ولا جمعة الا فی مصر جامع، قال الحافظ فی الدراية اسناده صحيح قلت والموقوف فيما لا يدرك بالرای يكون فی حكم المرفوع واجيب عن حديث جواثی بان الحجة قول الرسول وفعله وتقريره وهذا الحديث خال عنها ولان حديث الانتياب وحديث لا جمعة الا فی مصر جامع ذكر فيهما تشريع عام وضابط كلی بخلاف حديث جواثی فانه ذكر فيه امر جزئی ولان حديث جواثی حديث تقريری حكما وحديث لا جمعة الا فی مصر جامع حديث قولی حكما قلنا حديث علی مرفوع قولی علی حسب القواعد كما مر الخ

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۵ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتی الی الجمعة)

جمعہ کے متعلق ضرورت شرعی کی بنا پر مذہب غیر پر فتویٰ دینا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے متعلق احناف اور دیوبندی علماء بھی مختلف آرہے ہیں کہ قریٰ میں جمعہ کا کیا حکم ہوگا، اور ضرورت کے وقت غیر کے مذہب پر اس صورت میں فتویٰ جائز ہوگا یا نہیں اور توابع مصر اور فنائے مصر کا حکم جدا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر دراز قریشی شاہی بازار حیدر آباد یکم ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: ضرورت شرعی کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا درست ہے، اور اسی صورت میں مذہب غیر کی تمام شرائط کی رعایت ضروری ہے مثل ان لا یکونوا اقل من اربعین ﴿۱﴾ اور توابع مصر اور فنائے مصر میں فرق امر اصطلاحی ہے، صاحب بدائع تمام کو توابع سے تعبیر کرتے ہیں، نعم هذا مما اتفقوا علیه ان الفناء یصح فیه التجمیع مطلقا بخلاف التوابع فانها قد لا یصح فیه التجمیع ویجب علیهم حضور المصر والفناء ﴿۲﴾. وهو الموفق

صحت جمعہ کیلئے فوات امن عامہ ضرر رسان نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں دو تین قومیں

﴿۱﴾ قال العلامة کاسانی: وقال الشافعی: ان کان فی القریة اقل من اربعین فعلیهم دخول المصر اذا سمعوا النداء، وفی هامش البدائع: ویقصد بالاربعین مع الامام علی الصحیح ممن تعقد بهم الجمعة بشروطها ان یکونوا رجالاً بالغین عقلاء احرارا مستوطنین للقریة او البلدة التی یصلی فیها الجمعة، ،انظر الام ص ۱۹۰ جلد ۱ والمجموع للنووی ص ۳۷۱ جلد ۴ والمنهاج ص ۲۱. (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ شرائط الجمعة کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال الامام علاء الدین :وکذا لا یصح اداء الجمعة الا فی المصر وتوابعه فلا تجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصر ولا یصح اداء الجمعة فیها.

(بدائع الصنائع ص ۵۸۳ جلد ۱ شرائط الجمعة کتاب الصلاة)

اتفاق کر کے نماز جمعہ کیلئے ایک جامع مسجد متعین کر کے جمعہ ادا کرتے ہیں لیکن وہاں مکمل امن موجود نہیں ہے ں مقام میں جمعہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرشید خان خطیب مسجد شیخان تیراہ کوہاٹ ۔۔۔۔۱۹۸۶ء/۷/۳

الجواب: اگر یہ جامع مسجد ایسے مقام پر ہو جہاں نماز جمعہ کی شرائط موجود ہوں تو امن عامہ کی فوات سنت جمعہ کیلئے کسی امام کے نزدیک ضرررساں نہیں ہے البتہ نماز جمعہ کیلئے جانا بھی فرض نہیں ہے ۔(۱) (فلیراجع الی الطحطاوی ص۱۷۷). وھوالموفق

جہاں اذن عام نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے دفاتر کے اندر نماز جمعہ کا کیا حکم ہے جبکہ شناختی کارڈ اور گیٹ پاس کے بغیر داخلہ عوام ناممکن ہے حکومت نے جمعہ کے دن اسلئے ساڑھے بارہ بجے مقرر کیا ہے تاکہ لوگ گھروں میں جا کر باطمینان جمعہ پڑھیں، دفتر سے واپس نکلنے اور پھر دوبارہ واپس جانے میں چند افراد کیلئے پابندی کا ہونا دفتر کے قرب وجوار میں مساجد کا موجود ہونا، اس صورت میں اذن عام کے ہونے اور نہ ہونے میں شرعی فیصلہ کیا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری سعید احمد عفی عنہ ۱۹۷۳ء/۸/۲

الجواب: واضح رہے کہ اذن عام کی شرط اگرچہ ظاہر الروایۃ میں نہیں ہے لیکن نادر الروایت میں موجود ہے. کما صرح بہ فی ردالمحتار ص ۷۶۱ جلد ۱ اور فقہاء کرام نے اس اشتراط کی وہ

---

(۱) قال العلامۃ سید احمد الطحطاوی: والخامس الامن من ظالم فلاتجب علی من اختفی من ظالم افاد التعبیر بظالم لم انہ مظلوم فان کان اختفاء د لجنایۃ منہ توجب حدامثلا لا یسقط عنہ الوجوب.

(الطحطاوی علی المراقی ص۵۰۵ جلد ۱ باب الجمعۃ)

وجوہات بیان کی ہیں عدم تفویت اور اعتدال، الاول فی ردالمحتار حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتها (ای بالنزاع فی التقدم) وذا لا یحصل الا بالاذن العام (ص ۲۲۷ جلد ۱) والثانی فی المبسوط حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتها علی الناس ولا یحصل ذلک الا بالاذن العام وکما یحتاج العامة الی السلطان فی اقامتها (لرفع النزاع) فالسلطان یحتاج الیهم بان یأذن لهم اذنا عاما بهذا یعتدل النظر من الجانبین (ص ۲۴ جلد ۲) اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذن عام کی شرط لگانا متفرع ہے اشتراط سلطان پر کما لا یخفی، نیز واضح رہے کہ اذن عام سلطان کے ساتھ محصور نہیں ہے بلکہ جو شخص اقامت جمعہ کا مجاز ہو تو اس کا اذن دینا شرط ہوگا، سلطان ہو یا غیر سلطان، یدل علیه ما فی ردالمحتار قوله من الامام قید به بالنظر الی المثال الاتی والا فالمراد الاذن من مقیمها کما فی البرجندی من انه لو اغلق جماعته باب الجامع وصلوا فیه الجمعة لا تجوز (ص ۶۱۷ جلد ۱) وهکذا فی الهندیة ص۱۵۷ جلد ۱، اور غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اذن عام اس وقت شرط ہوگا جبکہ شہر میں صرف ایک جگہ قائم ہو اور جب متعدد مقامات اور جوامع میں نماز جمعہ قائم ہوتی ہو، کما هو ظاهر المذهب وعلیه الفتویٰ، تو نہ تفویت کا خطرہ موجود ہے اور نہ عدم اعتدال کا شبہ ہو سکتا ہے، لعدم الاحتیاج من الجانبین، لہٰذا نماز جمعہ بغیر اذن عام کے بھی جائز ہوگا، قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۶۲۷ جلد ۱ قلت ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التقلیل انتهیٰ، اور اسی حکم یعنی جواز کو مفتی عزیز الرحمٰن صاحب (دیوبند) نے بھی مختار کیا ہے، کما فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۱۰۵ جلد۵ قلت ویرد علیه مافی البدائع ص ۲۶۹ جلد ۱ السلطان اذا صلی فی فهندرة ... وتکون الصلوٰة فی موضعین ولو لم یاذن للعامة وصلی معه جیشه

لا تجوز صلوٰة السلطان وتجوز صلوٰة العامة انتهیٰ، قلت وجه الورود انهم مع عدم التفویت علی الناس حکموا علی عدم صحة جمعة السلطان، اللهم الا ان یقال ان صحة جمعة الناس للضرورة کما فی الدر المختار ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امامع عدمهم فیجوز للضرورة انتهیٰ، وبالجملةان هذا محمول علی ما اذا لا تقیمه السلطان، فافهم، وتدبر. پس اہل دفتر کیلئے جمعہ قائم کرنا جائز ہے اگر چہ اذن عام نہ ہو، اوراگر چہ افسراس سے منع کرتا ہولیکن ترک جامع مسجد کی وجہ سے کراہیت موجود ہے (کما فی ردالمحتار ص ۷۶۲ جلد ۱)﴿۱﴾. وهو الموفق وهذا ماعندی ولعل عند غیری احسن من هذا.

فنائے مصر میں مسافت کا اعتبار نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فنائے مصر میں مسافت کی رعایت کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل محمد بلوچستانی.....۲۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: فناء مصر میں مسافت کی رعایت نہیں کی جائے گی، متعلقہ حوائج کی رعایت کی جائے گی﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله وکره) لانه لم یقض حق المسجد الجامع زیلعی ودرر. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: بیانه ان التقدیر بغلوة او میل لا یصح فی مثل مصر لان القرافة والترب التی تلی باب النصر یزید کل منهما علی فرسخ من کل جانب نعم هو ممکن لمثل بولاق فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر فقد نص الائمة علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی وحوائج المصر کرکض الخیل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمی وغیر ..(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہنگامی اور وقتی مصر میں جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک جگہ اڈہ کے نام سے مشہور ہے، تقریباً پندرہ دکانیں ہیں، بعض دکانداروں کے مکانات بھی یہاں موجود ہیں کئی سالوں سے یہاں پر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور اردگرد کے لوگ یہاں جمعہ کیلئے آتے ہیں اردگرد بہت دیہات ہیں کیا اس مقام پر جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحسن شریک دورہ حدیث جامعہ حقانیہ.....۱۹۸۹ء/۴/۱۵

الجواب: اگر یہ اڈہ جمعہ کے دن ہنگامی مصر بنتا ہے اس میں دو ہزار تک لوگ جمع ہوتے ہوں تو اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے، یہ منیٰ کی طرح ہنگامی اور وقتی مصر بنتا ہے، کما اشیر الیه فی جمعة الهداية ﴿۱﴾. وهو الموفق

جیل میں جمعہ کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنٹرل جیل میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ تمام اسیران جیل کئی سالوں سے نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور حتی کہ مولانا مفتی محمود صاحب بھی سنٹرل جیل ہری پور میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ ہزارہ.....۱۳/ رجب ۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) ذلک وای موضع یحد بمسافة یسع عساکر مصر ویصلح میدانا للخیل والفرسان ورمی النبل والبندق البار ودو اختبار المدافع وهذا یزید علی فراسخ فظهر ان التحدید بحسب الامصار . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد المرجة فی دمشق)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: وقال محمد لا جمعة بمنىٰ لانها من القرىٰ حتى لا يعيد بها ولهما انها تتمصر فی ايام الموسم. (هداية على صدر فتح القدير ص ۲۵ جلد ۲ باب الجمعة)

الجواب: جب مفتی بہ جواز تعدد جمعہ ہے تو جیل میں عدم جواز جمعہ کی کوئی وجہ نہیں ہے ﴿۱﴾ کما یشیر الیہ کلام الشامی فی ردالمحتار ص ۵۷۰ جلد ۱، قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الافی محل واحد اما لو تعددت فلا الخ ﴿۲﴾. وھو الموفق

قریہ صغیرہ میں بحکم حاکم اقامت جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں صرف پچیس گھروں پر مشتمل ہے تقریباً سو یا ڈیڑھ سو آدمی اس میں موجود ہوں گے ہم اس گاؤں میں جمعہ پڑھتے ہیں اس گاؤں میں حکومت کا سرکاری قاضی بھی موجود ہے، امامت بھی قاضی خود دیتا ہے، اس گاؤں میں جمعہ کی اجازت ریاست سوات کے حکمران جناب میاں گل عبدالودود شاہ صاحب نے دی تھی کہ ہم یہاں جمعہ جاری کرا دیں اب ادغام ریاست کے بعد بھی جمعہ جاری ہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تنظیم طلباء اہل سنت والجماعۃ سیدو شریف سوات ۱۹۹۰ء/۹/۱۱

الجواب: جب بادشاہ وقت کی طرف سے اجازت نامہ ملا ہو تو اس قریہ میں اقامت جمعہ درست ہے، کما فی ردالمحتار ص ۷۴۹ جلد ۱ باب الجمعة عن الفتاویٰ الدیناری اذا بنی مسجداً فی الرستاق بامر الامام فھو امر بالجمعة اتفاقا علی ماقال السرخسی انتھیٰ ﴿۳﴾. قلت والاذن الصریحی فوق الاذن دلالة. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذھب ابی حنیفة جواز اقامتھا فی مصر واحد فی مسجدین واکثرو به ناخذ لا طلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ص ۶۰۱ جلد ۱ باب الجمعة مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد المرجة والصالحیة باب الجمعة)

میلوں سے فنائے مصر اور شرائط مصر اور شافعی مسلک پر جمعہ پڑھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) فنائے مصر موجودہ انگریزی میل کے لحاظ سے کتنے میل بنتی ہے؟ (۲) احناف نے جمعہ کیلئے جو شرائط مقرر کی ہیں وہ منصوص ہے یا غیر منصوص؟ (۳) ایک آدمی حنفی المذہب ہے لیکن جمعہ شافعی مذہب کے مطابق پڑھاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ (۴) اگر دفع فساد کیلئے نماز جمعہ شافعی مذہب کے مطابق پڑھے کیا یہ نماز ہو جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حبیب اللہ مری خیل کوہاٹ ۔۔۔ ۱۹۸۴ء/۵/۲۴

الجواب: (۱) فنائے مصر کیلئے کوئی حد نہیں ہے جہاں تک حوائج مصر اور مصالح مصر کا تعلق ہے وہ فنائے مصر ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ (۲) بعض منصوص ہے اور بعض تعامل سے معلوم ہیں ﴿۲﴾۔ (۳) تبع ہوی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ﴿۳﴾۔ (۴) جائز ہے لیکن واقع نہیں ہے ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: التعريف المتفق على ماصدق عليه بانه المعد لمصالح المصر فقد نص الائمة على ان الفناء ما اعد لدفن الموتى و حوائج المصر كركض الخيل ولدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغير ذلك.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فى صحة الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب ماجاء منكم يوتى الى الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر) اى اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً لما فى التاترخانيه ولو ان رجلا برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محموداً ما جوراً اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر فى الدين واستخفافه بدينه ومذهبه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۰۹ جلد ۳ مطلب فيما اذا ارتحل الى غير مذهبه)

﴿۴﴾ وفى المنهاج: القرى التى لا يتحقق فيهاالشرائط (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دیہات میں رہنے والوں پر نماز جمعہ کیلئے شہر آنے اور فرضیت جمعہ میں ائمہ کا اختلاف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات والوں پر (جبکہ ان کے یہاں جمعہ فرض نہیں) شہر میں آ کر جمعہ کی نماز ادا کرنا (شہری مسلمانوں کی طرح) فرض ہے کیا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی.....۲۱/شوال ۱۳۹۴ھ

الجواب: جو دیہات فنائے مصر سے خارج ہوں تو ظاہر الروایت میں ان پر نماز جمعہ کیلئے شہر آنا واجب نہیں ہے (ردالمحتار ص ۷۶۳ جلد ۱)﴿۱﴾ اور غیر ظاہر الروایۃ میں ان پر نماز جمعہ کیلئے شہر آنا واجب ہے، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سماع اذان معتبر ہے اور صاحب بحر وغیرہ کے نزدیک ایواء اللیل معتبر ہے یعنی جب نماز کے بعد واپس گھر کو شام کے وقت پہنچ سکتا ہے اور بعض کے نزدیک ایک فرسخ (تین میل) معتبر ہے (ماخوذ از درمختار)﴿۲﴾ اور مفتی بہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے، کماصرح

(بقیہ حاشیہ) المعتبرة عند الحنفية ويتحقق فيها شرائط الائمة الثلاثة لا ينبغي ان يمنع عن تجميع الجمعة فيها عند ظن الاقتتال وكذا عند ترك الظهر جهلا ونظيره ترك منع العوام عن الصلاة عند الشروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۴ جلد۳ باب ماجاء منكم يؤتى الى الجمعة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بلغه النداء.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۰۲ جلد ۱ مطلب في شروط الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: فان كان يسمع النداء تجب عليه عند محمد وبه يفتى كذا في الملتقى وقدمنا من الولوالجية تقديره بفرسخ ورجح في البحر اعتبار عوده لبيته بلا كلفة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب شروط الجمعة باب الجمعة)

بہ فی الدر المختار قلت وھو الاوجہ لحدیث ابی داؤد الجمعة علی کل من سمع النداء ﴿۱﴾ وکذا ھو الماخوذ بہ عند مالک والشافعی واحمد رحمھم اللہ تعالیٰ واما حدیث الجمعة علی من اواہ اللیل فحدیث ضعیف سنداً وکذا یحتمل الحمل علی المقیم دون المسافر وکذا فیہ حرج﴿۲﴾. وھو الموفق

وعظ وتبلیغ کیلئے چھوٹے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی ادھر ادھر کا ملا کر کل چار سو بنتی ہے جبکہ اس گاؤں میں چھوٹا سا بازار بھی ہے کیا یہاں نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے؟ اگر کسی کی خواہش ہو کہ وعظ وتبلیغ کیلئے نماز جمعہ قائم کرنا چاہتا ہوں کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: یاقوت خان یونیورسٹی پریس پشاور ۱۹۷۴ء/۱۰/۱۰

الجواب: چونکہ یہ مقام قریہ صغیرہ ہے لہٰذا اس مقام پر نماز جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے﴿۳﴾ تبلیغ کی اور بہت سی صورتیں ہیں اس کی کوئی حاجت نہیں۔ وھو الموفق

فنائے مصر میں میلوں کا کوئی اعتبار نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بازار درہ آدم خیل سے دو میل

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۵۸ جلد ۱ کتاب الصلاة باب من تجب علیه الجمعة)

﴿۲﴾ (والتفصیل فی منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۴۸ جلد ۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة)

﴿۳﴾قال العلامة المرغینانی رحمه الله: لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع. (هدایة علی صدر فتح القدیر ص ۲۲ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

کے فاصلہ پر نماز جمعہ ادا ہوگی یا نہیں؟ یہ فنائے مصر میں داخل ہے یا نہیں؟ فنائے مصر دو میل ہے یا تین میل؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل عزیز درہ آدم خیل ... ۱۹۷۴ء/۱۱/۱۰

الجواب: اگر اس مقام میں شہر کی ضروریات پوری کی جاتی ہوں، مثلاً یہ مقام شہر کی عیدگاہ، قبرستان، چھاؤنی، کارخانہ، اڈہ، سٹیشن، ہسپتال وغیرہ ہو تو اس میں نماز جمعہ درست ہے، ورنہ درست نہیں ہے، باقی میلوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے (ماخوذ از شامی) ﴿۱﴾ وھو الموفق

جس گاؤں میں کئی محلے اور کئی مساجد ہوں تو قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں تقریباً ستر اسی دکانوں پر مشتمل ہے اردگرد تقریباً پندرہ بیس دیہات ہیں تقریباً پندرہ بیس ہزار آبادی کیلئے یہ گاؤں مرکزی مقام اور تجارتی مرکز ہے، ہائی سکول دس بستر ہسپتال، بینک، ڈاکخانہ، حجام، رہائشی ہوٹل، فلور ملز وغیرہ بنیادی ضروریات سے یہ مقام آراستہ ہے کیا اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: احمد صدر نواز آباد مانسہرہ ... ۲۲/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر اسی مقام (نواز آباد) میں کئی محلے اور کئی مساجد ہوں تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہوگا، اور اس میں جمعہ پڑھنا درست ہوگا ﴿۲﴾ کما فی ردالمحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ وتقع فرضاً فی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشئ هكذا رواه ابو جعفر عن الامامين وهو اختيار الحلواني وفي التتارخانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الا على من يسكن المصر او ما يتصل به.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۷۰۲ جلد ۱ مطلب في شروط الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: وقلت ايضا ان المصر لا يلزم فيها (بقيه حاشیه اگلے صفحه پر)

القصبات والقریٰ التی فیها اسواق ﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ فی القریٰ کے بارے میں عدم جواز کا قول راجح ومؤید ہے

سوال: ما رأیکم یا امناء الامة من علماء الحقانیة فی مسئلة جمعة القریٰ من جوازها فیها وعدمه لانا قوم من اهل البادیة ولسنا من اهل الامصار نؤدیها بامر علمائنا وصلحائنا فیها من قدیم. وقد جوز وهـ لنا فیها مستدلین بالنصوص العامة المطلقه وبقول الامام اذا صح الحدیث فهو مذهبی قائلین بان حدیث لا جمعة الا تشریق الحدیث لم یصح. وبعرض صحته لا یصح ناسخا وبان عامل الحدیث الصحیح لا یخرج من تقلید امامه فبهداهم اقتدینا وما انکر علینا احد من علماء العصر فی ذلک ثم جاء نا بعض من لا یبلغ الی مبلغ علمائنا فی العلم والورع فمنعها فی القریٰ ونراها باطلة فیها بل یقول بانه من جمع فی القریٰ وبخروجه من المذهب وتقلید امامه مستدلا بظاهر اقوال الفقهاء ومتمسکا بفتوی الدیوبند وفتواکم حیث یقول ان فتواهما بمنعها فیه وقد رأینا الخطوط المختومة نراه کاذبا افتریٰ علیکم فی ذلک من عنده الا انا قد وقعنا فی شک منه ومن

(بقیه حاشیه) اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی ان النبی ﷺ اتی المدینة وهی قری صغار متفرقة انتهی، قلت لا بد من ان یراد من القریٰ فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا یصح ما زعم ابن حزم ان المدینة کانت اسما للوادی المشتمل علی القریٰ لانه یاباه تسمیتها بالمدینة علم شخص فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۸ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۱﴾ ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

ملاحظہ: ... یہ ہے کہ محلات ومساجد کی تعداد کی صورت میں آبادی دو ہزار تک ضرور ہوتی ہے اور دو ہزار کی آبادی کا قریہ قریہ کبیرہ ہوتا ہے اور جمعہ اس میں درست ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

فتواه ، فكتبنا اليكم هذا الملفوف لتضح علينا الامر ما هو المحقق عندكم فيها نحن منتظرون جوابكم المفصل المدلل واجركم على الله.

المستفتی: محمد زرین تیراہ پاڑہ چنار......۳/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: قال صاحب الهداية لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع (ص۱۴۸) ﴿۱﴾ قلت قال فی الدراية لم اجده وروی عبد الرزاق عن علی موقوفا لا تشريق ولا جمعة الا فی مصر جامع واسناده صحيح ورواه ابن ابی شيبة مثله انتهیٰ ما فی الدراية ﴿۲﴾ قلت ويؤيده حديث تنأوب اهل القریٰ (رواه البخاری) ﴿۳﴾ وجه التائيد ان اهل القریٰ لم يجمعوا فی قراهم بدليل حديث جواثی وكذا يؤيدنا حديث جواثی (رواه البخاری) ﴿۴﴾ لان التجميع فی جواثا وترک

﴿۱﴾ (هداية ص ۱۵۰ جلد ۱ باب صلوٰة الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: وانما رواه ابن ابی شيبة موقوفا علی علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولااضحی الا فی مصر جامع او فی مدينة عظيمة صححه ابن حزم . (فتح القدير ص ۲۲ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

﴿۳﴾ عن عائشة زوج النبی ﷺ كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالی فيأتون فی الغبار يصيبهم الغبار والعرق فيخرج منهم العرق فاتی رسول الله ﷺ انسان منهم وهو عندی فقال النبی ﷺ لو انكم تطهر تم ليومكم هذا.

(الصحيح البخاری ص ۱۲۳ جلد ۱ باب من اين تؤتی الجمعة وعلی من تجب كتاب الجمعة)

﴿۴﴾ عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله ﷺ فی مسجد عبد القيس بجواثی من البحرين.

(الصحيح البخاری ص ۱۲۲ جلد ۱ باب الجمعة فی القریٰ والمدن كتاب الجمعة)

التجميع فی قریٰ کثیرة دلیل واضح علی عدم الصحۃ فلا یکون حدیث جواثی حجۃ للمخالف کیف یکون حجۃ مع انہ موقوف معارض بالمحرم وکذا محتمل لان القریۃ فی سنۃ القرآن والحدیث تطلق علی المصر ایضا فافهم وتدبر ﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ وعیدین دونوں کیلئے مصر شرعی شرط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے جبکہ جمعہ نہیں پڑھی جاتی عیدین پڑھانے والا ایک سکول ماسٹر ہے جبکہ دوسرا مولانا کہتا ہے کہ جہاں جمعہ نہیں ہوتا وہاں عیدین بھی نہیں ہوسکتیں شرعی حکم کیا ہے اور کون صاحب حق پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال دہم بی صابر آباد کرک .....۱۷/ مئی ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ دوسرا مولانا حق بجانب ہے، کما فی شرح التنویر علی ہامش الشامیۃ ص ۷۷۵ جلد ۱ صلاۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ ﴿۲﴾. وهو الموفق

سنی، شیعہ، مرزائی وغیرہ کے مشترکہ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: ایک گاؤں جس کی آبادی کا تناسب تقریباً ۶۵ فیصد سنی، ۳۳ فیصد شیعہ اور ۲ فیصد مرزائی ہیں، گاؤں میں کریانہ کی صرف ایک دکان ہے دو مساجد ہیں جس میں نماز تو کیا اذان بھی نہیں ہوتی، دونوں مساجد میں تعلیم قرآن کا کوئی انتظام نہیں ہے، عرصہ دو سال سے ایک مسجد والوں نے جمعہ پڑھنا شروع کیا

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۱، ۵۲ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعۃ)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۱۱ جلد ۱ باب العیدین)

ہے اب دوسری مسجد والوں نے بھی جمعہ شروع کیا، جبکہ ہر مسجد میں تین چار نمازی ہوتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہاں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحکیم راہی راولپنڈی

الجواب: اگر اس مقام کی مردم شماری دو ہزار تک ہو تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جیل میں نماز جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جیل میں نماز جمعہ جائز ہے؟ کیونکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ جمعہ کیلئے ایک شرط اذن عام بھی ہے جبکہ جیل میں پابندی ہوتی ہے اور اذن عام نہیں ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شریف جامع مسجد گندوال جہلم

الجواب: چونکہ مفتی بہ قول کی بناء پر متعدد مقامات پر نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے، کما فی شرح التنویر وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتویٰ (ھامش ردالمحتار ص ۷۵۵ جلد ۱) ﴿۲﴾ لہٰذا اذن عام کی ضرورت اس تقدیر پر باقی نہیں رہی، کما یشیر الیہ ما فی ردالمحتار ص ۷۶۲ جلد ۱ قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانہ لا یتحقق التفویت کما افادہ التعلیل ﴿۳﴾ فلیتامل. وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۲ جلد ۵ الباب الخامس عشر فی صلاۃ الجمعۃ)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعۃ)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعۃ)

اقامت جمعہ کیلئے قاضی ووالی کی اجازت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں تقریباً ساڑھے تین یا چار سو گھروں پر مشتمل ہے گاؤں میں مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کا ایک ڈویژنل دفتر بھی ہے جس میں تقریباً اسی محکموں کے اعلیٰ آفیسر بروقت موجود رہتے ہیں، نیز ہائی سکول موجود ہے اور کالج کی تعمیر بھی شروع ہے ہر نوع کے صنعتکار بھی موجود ہیں، یہاں ابھی تک نماز جمعہ شروع نہیں ہوئی ہے اب علاقہ کے بعض معتمد علماء کرام نے زبانی طور پر نماز جمعہ پڑھنے کا حکم دیا ہے کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد امین لکی مروت ۱۹۷۴ء/۱۲/۴

الجواب: اگر اس مقام میں کئی محلے اور کئی بازار یا ایک بڑا بازار ہو تو یہ مقام مصر شرعی اور قریہ کبیرہ ہوگا، اس میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرنی جائز ہوگی، **كما فى البدائع وروى عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال وهو الاصح ص ۲۶۰ جلد ۱ ﴿۱﴾ قلت وجود الوالى قيد واقعى لان الصحابة رضى الله عنهم صلوا الجمعة فى المدينة قبل هجرة النبى ﷺ والظاهر انه لم يكن ثمه وال وكذا فى جواثى (اسم قرية) ولم يفتح بعد بل فتحها الصديق الاكبر ﴿۲﴾ ويدل عليه ايضا ما فى ردالمحتار ص ۷۵۴ جلد ۱ فلو**

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ فصل فى بيان شرائط الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة خليل احمد السهارنفورى: وروى ابو داؤد بسنده عن كعب بن مالك انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فى هزم النبيت من حرة بنى بياضة فى نقيع يقال له نقيع الخضمات قلت كم كنتم يومئذ قال اربعون وفى المعرفة قال الزهرى لما بعث النبى ﷺ مصعب بن عمير الى المدينة ليقرئهم القرآن جمع بهم وهم اثنا عشر رجلا فكان مصعب اول من جمع الجمعة بالمدينة بالمسلمين قبل (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الولاة کفاراً یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ﴿۱﴾ فافهم ویدل علی اصل المسئلة ما فی القهستانی وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق (ردالمحتار ص۷۴۸ جلد ۱)﴿۲﴾. وهو الموفق

نماز جمعہ کیلئے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے پاس ایک مکان ہے نماز جمعہ کے وقت اس مکان کی چھت پر کھڑے ہوکر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، کیا یہ درست ہے؟ مکان کی چھت پر نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فرید حقانی نائب خطیب میڈیم رجمنٹ ارٹلری سیالکوٹ کینٹ ......۲۰/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: نماز جمعہ اور نماز باجماعت کیلئے مسجد شرط نہیں ہے ﴿۳﴾ بخلاف الاعتکاف ﴿۴﴾ البتہ اس اقدام میں بہت سے مصالح شرعیہ کے فوت ہونے کا خطرہ موجود ہے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ان یقدمها رسول الله ﷺ، وفی صفحه ۱۲۹ وقال صاحب معجم البلدان جواثی بالضم وبین الالفین ثاء مثلثة یمد ویقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القیس بالبحرین فتحه العلاء بن الحضرمی فی ایام ابی بکر الصدیق رضی الله عنه ۱۲ھ عنوة.

(بذل المجهود فی حل ابی داؤد ص ۱۶۹، ۱۷۰ جلد۲ باب الجمعة فی القریٰ)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامه ابن نجیم رحمه الله: وشرط ادائها المصر ... او مصلاه ای مصلی المصر لانه من توابعه فکان فی حکمه والحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جمیع افنیة المصر. (البحر الرائق ص ۱۴۰ جلد۲ باب صلاة الجمعة)

﴿۴﴾ قال العلامة حصکفی: والاعتکاف ... هو ... لبث ... ذکر فی مسجد جماعة ... او لبث امرأة فی مسجد بیتها. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۴۰ جلد۲ باب الاعتکاف).

دیہات میں اقامت جمعہ کیلئے مذہب سے عدول غیر مستحسن امر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احناف کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا جبکہ بعض دیگر ائمہ نے جائز بھی قرار دیا ہے، مولانا مودودی صاحب نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ نماز جمعہ کیلئے مصر اور بادشاہ اسلامی کی ضرورت نہیں، اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ "صحیح ہیں ہم مقلدین ہیں لیکن نماز جمعہ میں ہم بعض شرائط میں ترمیم کرتے ہیں" بہر حال مودودی صاحب کی نظر میں دیہات میں جمعہ پڑھنا بہتر ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ ہم اگر نماز جمعہ دیہات میں نہ پڑھیں تو وعظ ونصیحت سے لوگ محروم ہو جائیں گے کیا یہ صحیح ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: عبداللہ اوبڑو کلے......۱۰/ فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ عند الاحناف صحت جمعہ کیلئے مصر اور فنائے مصر شرط ہے ﴿۱﴾ صرحوا به فی جمیع کتب الفقه، اور تحقیق کا بھی یہی تقاضا ہے لہٰذا بلا ضرورت مذہب سے عدول کرنا ایک غیر مستحسن امر ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کمیٹی کی حدود میں داخل دیہات فنائے مصر یا مضافات میں داخل دیہات ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں چند دیہات صوابی سے دو میل کے فاصلے پر موجود تھے، گلوڈھیری، ملیا نو بانڈہ، شیخ باز بانڈہ، عثمان شاہ بانڈہ، سیرئی بانڈہ، عبداللہ خان

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ویشترط لصحتها سبعة اشیاء المصر او فناؤه الخ.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ فی البشری: اعلم انه لا یجوز الحکم والافتاء بالقول المرجوح وبمذهب سائر الائمة الا فی ثلاثة مواضع الاول عند الضرورة دون التشهی والتلهی فانه حرام الخ.
(البشری لارباب الفتویٰ ص ۴۵ الفصل السادس)

بانڈہ، وغیرہ اوران کے افراد کی تعداد بیس گھر سے سو گھر تک تھی، اور یہ دیہات چونگی سے باہر تھے لیکن یہ قری ابھی سب کمیٹی صوابی کے تحت آ گئے، ابھی آبادی بھی تقریباً سڑک کے کنارے کنارے پہنچی ہوئی ہے چونگی بھی تبدیل ہوکر یہ سارے قری چونگی کے اندر آ گئے ہیں، گلوڈھیری میں تو پہلے سے جمعہ وعیدین کی نماز ہوتی رہی اوران کی یہ دلیل تھی کہ یہ مضافات صوابی سے ہیں اور فنائے مصر میں داخل ہیں، لیکن ہم جمعہ کی نماز کے بجائے احتیاطاً ظہر پڑھتے رہے صرف گلوڈھیری اور شیر باز کورونہ میں جمعہ ہوتا تھا، اب تحقیق طلب بات یہ ہے کہ بوجہ دخول کمیٹی اور چونگی کے ان دیہات میں جمعہ کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ آیا یہ قری فنا مصر میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی صوابی......۱۹۹۱ء/۲/۱۹

الجواب: کمیٹی کی حدود کے اندر دیہات میں اقامت جمعہ جائز ہے کیونکہ یہ دیہات یا مصر کے محلے بن گئے ہیں، کما یشیر الیہ ما فی جمعة عمدة القاری ان التمصیر للامام فای موضع مصر مصر ﴿۱﴾ اور یا فنا کے داخلی دیہات ہیں، وھو واضح. وھو الموفق

دارالحرب میں جمعہ پڑھنا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا دارالحرب میں جمعہ پڑھنا درست ہے؟ علم الفقہ جو مولانا عبدالشکور صاحب کی تصنیف ہے، میں لکھا ہے کہ جمعہ کیلئے دارالاسلام شرط ہے اور لکھا ہے کہ دارالحرب میں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۵/ دسمبر ۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ وفی المنهاج: والجواب عن اثر عمر ای جمعوا حیث ما کنتم، ان معناه حیث ما کنتم من الامصار الاتری انها لا تجوز فی البراری کما فی عمدة القاری، قلت ولا بد عن هذا التاویل لئلا یعارض بالاحادیث المرفوعة ، او یقال ان التمصیر للامام فای موضع مصر مصر.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۲ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

الجواب: دارالحرب میں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھی، حالانکہ اس وقت پیغمبر ﷺ نے نہ ہجرت کی تھی اور نہ کوئی والی اور قاضی مقرر کیا تھا، واصل الحدیث فی جمعة ابی داؤد﴿۱﴾ نیز جواثی میں نماز جمعہ پیغمبر ﷺ کی حیات میں مقرر ہوئی حالانکہ یہ علاقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوا (کما فی بذل المجھود)﴿۲﴾.وھو الموفق

جس جگہ جمعہ جائز ہو وہاں متعدد مقامات پر نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں چار مساجد ہیں اور ہر ایک مسجد میں الگ الگ نماز جمعہ ادا ہوتی رہتی ہے کیا ایک جگہ میں متعدد مقامات پر نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے، جبکہ بسا اوقات بعض مساجد میں پندرہ آدمی ہوتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق پیر سنگ پشاور......۲۴/ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر یہ مقام مصر شرعی یا فنا المصر یا قریہ کبیرہ ہو تو اس کی ہر ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا مشروع ہے ورنہ بصورت دیگر کسی مسجد میں نماز جمعہ مشروع نہیں ہے، کما فی شرح التنویر

﴿۱﴾ عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك وكان قائد ابيه بعد ما ذهب بصره عن ابيه كعب بن مالك انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فى هزم النبيت من حرة بنى بياضة فى نقيع يقال له نقيع الخضمات قلت كم انتم يومئذ قال اربعون.

(سنن ابى داؤد ص ۱۶۰ جلد ۱ باب الجمعة فى القرىٰ)

﴿۲﴾ قال الامام خليل احمد السهارنفورى: (قوله لجمعة جمعت بجواثى قرية من قرى البحرين) وقال صاحب معجم البلدان جواثى بالضم وبين الالفين ثاء مثلثة يمد ويقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القيس بالبحرين فتحه العلاء بن الحضرمى فى ايام ابى بكر الصديق رضى الله عنه ۱۲ھ عنوة. (بذل المجهود فى حل ابى داؤد ص ۱۶۹ جلد ۲ باب الجمعة فى القرىٰ)

وتودیٰ فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتویٰ ﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ص ۵۵۷ جلد ۱). وهو الموفق

دیہات میں جمعہ جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں دیہات میں سے ہے اور بڑے قصبے سے کم از کم دو میل کے فاصلے پر ہے آبادی سات آٹھ سو تک ہوگی یہاں کی ساری آبادی مزارعین پر مشتمل ہے، دن رات اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں پہلے یہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی تھی، اور تین یا چار افراد جمعہ کیلئے کسی شہر جاتے تھے، پھر ہم نے یہاں جمعہ کی نماز گاؤں کی مساجد میں شروع کی اور ہر جمعہ کو پچاس کے لگ بھگ آدمی حاضر ہوتے ہیں، کیا یہاں پر نماز جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فیض محمد.....۹/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی نہیں ہے اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے، لان التعریف و هو التعریف الحقیقی ما فی البدائع ص ۲۶۰ جلد ۱ وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر وهو الاصح ﴿۲﴾ انتهیٰ، قلت وعلم بعد التحقیق ان وجود الوالی امر استحبابی یدل علیه التجمیع فی المدینة المنورة قبل الهجرة ﴿۳﴾ وکذا ما فی ردالمحتار ص ۷۵۴ جلد ۱ فلو الولاة

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۵ جلد ۱ مطلب فی جواز استنابة الخطیب باب الجمعة

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ فصل فی بیان شرائط الجمعة)

﴿۳﴾ (کما فی حدیث کعب بن مالک رواه ابوداؤد ص ۱۶۰ جلد ۱ باب الجمعة فی القریٰ)

کفار ایجوز للمسلمین اقامه الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلماً ﴿۱﴾. فافهم وهو الموفق۔

صحرا میں اقامت جمعہ درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحرا میں اقامت جمعہ کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر عبدالمطلب

الجواب: لا تصح اقامة الجمعة فی الصحراء ﴿۲﴾ ولا نیة الاقامة (فتح القدیر)﴿۳﴾. وهو الموفق

جیل کے اندر قیدی یا حوالاتی کا جمعہ وعیدین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جیل کے اندر مقید قیدی یا حوالاتی کا جمعہ یا عیدین کی نماز درست ہے یا نہیں؟ جبکہ جیل کا پیش امام باہر کا آدمی ہے اس کی نماز ان کے ساتھ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: معلم دینیات ڈسٹرکٹ جیل ایبٹ آباد ... ۱۹/۷/۱۹۷۸ء

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۹۵ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: ان قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر الله لیس علی اطلاقه اتفاقا بین الامة اذ لا یجوز اقامتها فی البراری اجماعاً ولا فی کل قریة الخ.
(فتح القدیر ص ۲۳ جلد ۲ باب الجمعة)

﴿۳﴾ قال ابن الهمام: ومجرد نیة الاقامة لاتتم علةفی ثبوت حکم الاقامة کما فی المفازة.
(فتح القدیر ص ۱۱ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

الجواب: واضح رہے کہ چونکہ اذن عام کی شرط عدم تفویت کی مصلحت پرمبنی ہے، کما یشیر الیہ کلام العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۷۶۲ جلد ۱ حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتهما علی الناس وذا لا یحصل الا باذن العام﴿ ۱ ﴾، پس جب مفتی بہ قول جواز تعدد ہے تو اذن عام کی اشتراط کی وجہ باقی نہیں رہی، اور جیل میں ممانعت جمعہ کی علامت مرتفع ہوئی ،فافهم. وهو الموفق

صحرا و بیابان میں جمعہ وعیدین کسی صورت میں صحیح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی فوج والے اکثر حالات میں مقیم نہیں رہتے اگر کسی جگہ اقامت بھی کرے تو خانہ بدوشوں کی طرح خیمے گاڑ کر چند دن ایک جگہ کام کرتے ہیں اور چند دن بعد دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں، بہر حال ان پر نماز جمعہ وعیدین فرض واجب ہے یا نہیں؟ ہم فوجی شاہراہ ریشم گلگت پر کام کرتے ہیں کیا ہم جمعہ وعیدین ادا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: امین الرحمٰن......۱۹۷۳ء

الجواب: واضح رہے کہ مسافر اگر جمعہ یا عیدین پڑھے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے﴿ ۲ ﴾ لیکن بیابان اور صحرا میں اگر ہزاروں خیمے نصب کئے گئے ہیں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا درست نہیں ہے، صرح به ابن الهمام فی شرح الهداية﴿ ۳ ﴾ ویدل علیه ان النبی ﷺ صلی الظهر فی

﴿ ۱ ﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعة باب الجمعة)

﴿ ۲ ﴾ قال العلامة مرغينانی: ويجوز للمسافر والمريض ان يؤم فی الجمعة وقال زفر لا يجزئه لانه لا فرض عليه فاشبه الصبی والمرأة ولنا ان هذه رخصة فاذا حضروا يقع فرضا علی ما بيناه. (هداية علی صدر فتح القدير ص ۳۳ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

﴿ ۳ ﴾ قال العلامه ابن الهمام: ولا جمعة بعرفات فی قولهم جميعا لانها فضاء.

(فتح القدير ص ۲۵ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

عرفات و کان یوم الجمعة ﴿۱﴾. وھوالموفق

مستقل کیمپ میں مسلمان حاکم کی اجازت سے جمعہ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج سے دوسال بیشتر محکمہ آئل اینڈ گیس کارپوریشن نے ڈھلی کے مقام پر تیل اور گیس کی تلاش کیلئے تجرباتی کنواں کھودنا شروع کیا تھا، اب دوسرا کنواں کھودا جارہا ہے پہلے ہم عارضی کیمپ میں رہتے تھے اب کامیابی کے بعد اس کیمپ میں رہائش مستقل ہوئی ہے، کیمپ میں خوبصورت اور کشادہ مسجد بھی بنائی گئی ہے اور ہم تین سوافراد اس میں موجود ہیں جبکہ قصبہ جھنڈ ہم سے دس کلو میٹر دور ہے اب جبکہ اسی طرح کے کیمپوں میں جمعہ جاری ہے کیا ہم جمعہ جاری کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرحمٰن او جی ڈی سی جھنڈ پنڈی گھیپ......۱۹۸۴ء/۱۰/۹

الجواب: مسلمان حاکم کے آرڈر اور اذن سے اس پختہ کیمپ میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے اور بلا اذن کسی قسم کیمپ میں اقامت جمعہ جائز نہیں ﴿۲﴾ (ماخوذ از ردالمحتار ص ۷۴۹ جلد ۱). وھوالموفق

نماز جمعہ کیلئے اذن عام اور سلطان کا شرط ہونا مقاصد سے نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ اور عیدین کے صحیح ہونے

﴿۱﴾ قال العلامة اخلیل احمد السهارنفوری: وقد ثبت بروایة مسلم ان رسول اللهﷺ لما وقف بعرفات فی حجة الوداع یوم الجمعة لم یصل الجمعة فیها بل صلی فیها الظهر.

(بذل المجهود فی حل ابی داؤد ص ۱۷۰ جلد ۲ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: وحاصله انه لا تصح اقامتها الالمن اذن له بواسطة او بدونها. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۲ جلد ۱ باب الجمعة)

کیلئے اذن عام اور سلطان شرط ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحمت اللہ حقانی تنگی نصرت زی ۱۰/۸/۱۹۷۷ء

الجواب: سلطان اور اذن عام خود مقاصد سے نہیں ہیں، ان کی اشتراط تفویت سے بچاؤ کیلئے ہے، کما یشیر الیه ما فی ردالمحتار ص ۵۴۶ جلد ۱ لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتها علی الناس (ای بالنزاع فی التقدم) وذا (ای التحرز عنه) لا یحصل الا باذن العام انتهیٰ، اور تفویت کا خطرہ عدم جواز تعدد کی تقدیر پر ہوتا ہے نہ کہ جواز کی تقدیر پر جو کہ ظاہر المذہب ہے، ویشیر الیه ایضا ما فی ردالمحتار: قلت وینبغی ان یکون محل النزاع (فی قصره ومصره) ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق الفوات کما فی افادة التعلیل تامل ﴿۱﴾ انتهیٰ. هذا ما عندی ولعل عند غیری احسن منه﴿۲﴾. وهو الموفق

اقامت جمعہ کیلئے مصر، جماعت اور خطبہ وغیرہ ضروری ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین محدثین ومدرسین دار العلوم حقانیہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ دیر میں ایک عالم نے کہا ہے کہ (۱) جمعہ کے دن ظہر میں اربعہ کا اثبات خیر

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط وجوب الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: وقلت قید الوالی قید لبیان ما هو الواقع غالباً ولیس قیدا احترازیا بدلیل ان الله تعالیٰ اطلق المصر والمدینة علی المقامات اللتی فی ایدی الکفار ولان المهاجرین الاولین جمعوا فی المدینة المنورة قبل هجرة النبی ﷺ ولم یکن ثم وال ولما فی المبسوط لو الولاة فی بلاد الکفار کانوا کفاراً یجوز للمسلمین اقامة الجمعة.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۴ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

القرون ثلاثہ میں نہیں ہے بلکہ ظہر میں رکعتیں حدیث قولی وفعلی سے ثابت ہیں، لہٰذا چار رکعت بعد قیاس غیر معتبر ہے کیونکہ یہ نص قطعی اور حدیث قولی وفعلی سے معارض ہے وہر چہ ایں حدیث دارقطنی ست، ومن ادرک رکعة من الجمعة فليصل اليهااخرى ومن فاتته ركعتان فليصل اربعا او قال الظهر رواه دارقطنی، ایں قول حدیث نیست بلکہ قول دارقطنی وفقہاء است چراکہ امام جامع ترمذی ایں راقول فقہاء گفتہ است بایں طریقہ کہ وقالوا من ادرک رکعة من الجمعة.(۲) نیز میگوید کہ نماز جمعہ بہ ہمہ مسلمانان مرد باشد یا زن، عبد باشد یا حر، مریض باشد یا صحیح، مسجد باشد یا بیرون مسجد صحرا وغیرہ، مصر باشد یا غیر مصر، بوجہ تعمیم نص قرآنی رکعتین فرض است، وہر چہ در احادیث استثناء امدہ است چنانچہ دریں حدیث، وعن طارق ابن شهاب قال قال رسول اللهﷺ الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة الا على اربعة عبد مملوک، اورعورت، صبی اور مریض رواه ابو داؤد دریں حدیث ذکر جمعہ مع جماعت درحق غیر معذورین ونفی درحق معذورین ثاب ومنقول است چراکہ الا استثنائیہ قید را متوجہ میشود کہ جماعت است نہ مقید را کہ حد سواہ جمعہ است، مثل ایں قول نحاۃ جاء نی القوم راکبین الا زیداً لہٰذا بوجہ حدیث بالا از معذورین مذکور جماعت کہ سنت مؤکدہ است ساقط میشود نہ صلاۃ جمعہ کہ اصلی مکتوبہ است چراکہ در اسقاط مکتوبات مطلقا خواہ جمعہ باشد یا دیگر مکتوبات نقل ثابت از نبی علیہ السلام وصحابہ کرام منقول نیست واسقاط جماعت بوجہ اعذار شرعیہ از نبی علیہ السلام وصحابہ کرام منقول است، واما هذا القول : لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولااضحى الا في مصر جامع مقولہ فقہاء است نہ کہ حدیث صحیحہ بہ سند منقولہ است، چراکہ نووی شارح مسلم ایں را ضعیف گفتہ است۔ فقط

المستفتی: مولوی شفیع اللہ مقام واڑی ضلع دیر بالا......۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ شخص کوئی باقاعدہ عالم معلوم نہیں ہوتا اسلئے جواب دینے کا لائق نہیں ہے، البتہ مستفتی کی تطییب خاطر کیلئے مختصراً کچھ لکھا جاتا ہے (۱) اس شخص کا یہ قول کہ خیر القرون میں جمعہ کے دن چار

رکعت پڑھنا ثابت نہیں ہے اس سے اس کا تتبع ناقص معلوم ہوتا ہے، امام بخاری نے اپنی سند سے یہ روایت کی ہے: قال عمر قد عرفنا ذلک الیوم والمکان الذی نزلت فیہ، الیوم اکملت لکم دینکم الایة، علی النبی ﷺ ھو قائم بعرفة یوم الجمعة ﴿۱﴾ ص ۱۱ جلد ۱، اس سے معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع میں یوم الجمعۃ عرفے کا دن تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اس دن ظہر کی نماز پڑھی تھی، لما رواہ مسلم ثم اذن بلال ثم اقام فصلی الظھر ثم اقام فصلی العصر ﴿۲﴾ مشکواۃ ص ۲۲۳، اور نماز ظہر اور نماز جمعہ جدا جدا نمازیں ہیں اور اس روایت میں تصریح کی گئی ہے کہ اذان کے بعد اقامت ہوئی ہے اور خطبہ نہیں پڑھا گیا ہے پس اگر یہ جمعہ ہوتا تو خطبہ ضرور پڑھا جاتا۔ (۲) نیز یہ حدیث مرفوع ہے، یعنی من فاتتہ الرکعتان فلیصل اربعا او قال الظھر ﴿۳﴾ اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، اور امام محمد رحمہ اللہ کا مستدل ہے اور دار قطنی نے اسے بہت اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سے انکار کرنا مکابرہ ہے بیشک اس کی اسانید میں کوئی نہ کوئی ضعف ہے، لیکن حدیث ہونے سے انکار نا قابل تسلیم ہے۔ (۳) نص قرآن سے کم از کم چار اشخاص کی جماعت کا ضروری ہونا معلوم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فاسعوا جو کہ جمع کا صیغہ ہے اور کم از کم تین افراد کو چاہتا ہے اور، الی ذکر اللہ ذاکر اور خطیب کے وجود پر دلالت کرتا ہے، اور اس حدیث میں اگر نفی قید کی طرف متوجہ ہو جائے تو لازم آتا ہے کہ صبی اور نابالغ پر نماز جمعہ واجب اور فرض ہو جائے حالانکہ حدیث صحیح کی بنا پر وہ مرفوع قلم ہے۔ (۴) لا جمعة ولا تشریق مرفوعا اور موقوفا دونوں طرح منقول ہے ﴿۴﴾ اور موقوف

﴿۱﴾ (الصحیح البخاری ص ۱۱ جلد ۱ باب زیادة الایمان ونقصانه کتاب الایمان)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۲۲۵ جلد ۱ باب قصة حجة الوداع)

﴿۳﴾ (مشکواة المصابیح ص ۱۲۴ جلد ۱ باب الخطبة والصلوٰة الفصل الثالث)

﴿۴﴾ (ھدایة مع فتح القدیر ص ۲۲ جلد ۲ باب الجمعة)

اصح ہے لیکن درحقیقت وہ بھی مرفوع ہے، کیونکہ یہ حکم عقل سے معلوم نہیں ہوسکتا ہے ﴿۱﴾۔ (۱) نیز چو یں صدی کے وہابی اور غیر مقلد کا قول خیر القرون کے صحابی کے قول کے مقابلہ میں لینا نہ عقل مانتی ہے اور نہ علم کا تقاضا ہے۔ فقط

مصرشرعی کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ پر نقد اوراس کا تفصیلی جواب

سوال: ایک بستی جو درجہ ذیل کوائف پر مشتمل ہے کیا وہ مصرشرعی ہے یا نہیں؟

(۱) آبادی جو چھوٹے بڑے، مرد وعورت تقریباً تین ہزار۔ (۲) گورنمنٹ ہائی سکول مع پورا عملہ تقریباً دوسو۔ (۳) انٹرمیڈٹ کالج۔ (۴) دیہی مربوطی سنٹر (۵) منصوبہ آبنوشی جس کے کارندے ہر وقت موجود رہتے ہیں (٦) ڈاکخانہ (۷) لاری اڈہ (۸) برائے علاج معالجہ ایک ڈاکٹر مع دوکان (۹) غیر منظم شکل میں دوکانیں اگر یکجا کی جائیں تو چھوٹا سا بازار بن جائیگا (۱۰) نو وارد شخص کو دیہات کی بجائے ظاہری طور پر بستی نظر آتی ہے (۱۱) آرہ مشین (۱۲) دوعدد آٹے کی مشین (۱۳) گرلز مڈل سکول (۱۴) یو بی ایل بمعہ عملہ کے (بینک) موجود ہے (۱۵) قیام امن کیلئے پولیس چوکی بھی موجود ہے، کیا یہ مصرشرعی ہے؟ کیا یہاں نماز جمعہ پڑھی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شیر خان غزنی خیل لکی مروت

﴿۱﴾ فی المنهاج: او نقول حديث جواثی معارض بالاقوىٰ لان احاديث المنع محرمة، ولان حديث الانتياب وحديث لا جمعة الا فی مصر جامع ذكر فيهما تشريع عام وضابط كلي بخلاف حديث جواثی فانه ذكر فيه امر جزء ی، ولان حديث جواثی حديث تقريری حكماً وحديث لا جمعة الا فی مصر جامع حديث قولی حكماً، فان قال المجوزون حديث علی موقوف، وحديث جواثی مرفوع قلنا حاشا وكلا فانه ليس فيه قول الرسول ولا فعله ولا تقريره فان قالوا حديث جواثی حديث مرفوع تقريری علی حسب القواعد، قلنا حديث علی مرفوع قولی علی حسب القواعد كما مر.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۲ جلد ۳ باب ماجاء منكم يوتی الی الجمعة)

الجواب: بشرطِ صدق وثبوت یہ مقام مصر شرعی ہے، لہٰذا اس میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنا درست ہے، یدل علیہ ما فی القھستانی وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق (ماخوذ از ردالمحتار ص ۷۴۸ جلد ۱) قلت والحوانیت المتفرقۃ الکثیرۃ التی یباع فیھا کل ما یحتاج الیہ اھل البلد ومن حولہ قائمۃ مقام الاسواق معنی، فافھم، فان حقیقۃ المصر امر وجدانی والتعریفات المرویۃ رسوم﴿۱﴾. وھو الموفق

محمد فرید عفی عنہ

حضرت مولانا فضل احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت کا جواب

سائل نے جس جگہ کیلئے نماز جمعہ کی فرضیت کا استفتاء فرمایا ہے وہ شرعاً مصر نہیں ہے اور حضرت مفتی محمد فرید صاحب نے جو عبارت نقل فرمائی ہے اس سے ہی عدم جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس جگہ میں اسواق یعنی بازاریں نہیں ہیں، متفرق دکانوں کو بازاروں کا حکم دینا مفتی صاحب کی اپنی رائے ہے کسی کتاب کا حکم نہیں، لہٰذا ایسے مقام میں قطعاً نماز فرض ظہر چھوڑنا درست نہیں۔ واللہ علم

فضل احمد غفرلہ

صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت

الظاهر ان الجواب الثانی صحیح

غلام نبی عفی عنہ

۱۹۷۶/۸/۱

تعریف مصر میں اختلاف فقہاء

﴿۱﴾ جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے ایک شرط احناف کے نزدیک مصر ہونا ہے اور قریہ کبیرہ بھی مصر کے حکم میں داخل ہے لیکن مصر کی کوئی خاص تعریف اور حد مقرر نہیں بلکہ یہ ایک عرفی حقیقت ہے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دارالافتاء جامعہ حقانیہ کی جانب سے حضرت مولانا فضل احمد صاحب کے جواب پر نقد

بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ بات تو مذہب حنفی میں مصرح اور متفق علیہ ہے کہ شرائط جمعہ میں سے ایک مصر ہے اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ جملہ فتاویٰ نے قصبات وقریٰ کبیرہ کو مصر کے حکم میں شمار کیا ہے، اب یہ کہ مصر، قصبہ اور قریہ کبیرہ کی حقیقت کیا ہے۔ اس کو علامہ شامی نے ص ۷۴۸ پر بحوالہ تحفہ خود صاحب مذہب یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یوں نقل فرمایا ہے، عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق الخ، دیگر فقہاء سے جو تعریفات منقول ہیں ظاہر ہے کہ وہ علامات مصر ہیں اور امام صاحب سے یہ مروی تعریف بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل حقیقت مصر عرف پر مبنی ہے کہ اس میں سکک واسواق کی کوئی تشریح وتحدید نہیں ہے، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۱ جلد ۵ نے اسی نکتہ نگاہ کو پیش نظر رکھ کر کہا ہے ''مدار اس کا عرف پر ہے اور اہل عرف قریہ صغیرہ وکبیرہ کے فرق کو

(بقیہ حاشیہ) جو زمانہ اور حالات کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے اسلئے فقہاء احناف نے اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے علامات اور امارات مصریت بیان فرمائے ہیں، علامہ کاسانی فرماتے ہیں، اما المصر الجامع فقد اختلف الاقاويل في تحديده. ذكر الكرخي ان المصر الجامع ما اقيمت فيه الحدود ونفذت فيه الاحكام وعن ابي يوسف روايات ذكر في الاملاء كل مصر فيه منبر وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود فهو مصر جامع تجب على اهله الجمعة وفي رواية قال اذا اجتمع في قرية من لا يسعهم مسجد واحد بنى لهم الامام جامعاً ونصب لهم من يصلي بهم الجمعة، وفي رواية لو كان في القرية عشرة آلاف او اكثر امرتهم باقامة الجمعة فيها، قال بعض اصحابنا المصر الجامع ما يتعيش فيه كل محترف بحرفته من سنة الىٰ سنة من غير ان يحتاج الى الانتقال الى حرفة اخرى، وعن ابي عبد الله البلخي انه قال احسن ماقيل فيه اذا كانوا بحال لو اجتمعوا في اكبر مساجد هم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا الى بناء مسجد الجمعة فهذا مصر تقام فيه الجمعة، وقال سفيان الثوري المصر الجامع ما يعده الناس مصراً عند ذكر الامصار المطلقة، وسئل ابو القاسم الصفار عن حد المصر الذى (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جانتے ہیں" ایک سطر کے بعد اسی صفحہ پر درج ہے" جو قریہ باعتبار آبادی کے قریب قصبہ صغیرہ کے ہو اس میں جمعہ صحیح ہوگا" پھر یہی مدعیٰ ص۵۴ جلد۵ پر اسی طرح مصرح ہے کہ" عرف میں جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے"۔

سائل نے مستفسرہ مقام کی جو کیفیات بیان کی ہیں ان میں کیفیت اول بعینہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے اس نکتہ نظر سے میل کھاتی ہے، نیز سائل کی کیفیت اول سے ہی اس کا قریہ کبیرہ ہونا معلوم ہوتا ہے، کہ اس کی آبادی تین ہزار کے قریب بتلائی گئی ہے اور جو بستی اسی مقدار کی آبادی پر مشتمل ہو اکابر نے اس کو قریہ کبیرہ کا حکم دیا ہے، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۶۶ جلد۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے" پس قریہ مذکورہ بظاہر قریہ کبیرہ ہے کہ اس کی آبادی تین ہزار کے قریب ہے لہٰذا جمعہ پڑھنا اس میں واجب ہے صحیح ہے"۔ فتاویٰ ہذا ص۱۶۸ جلد۵ کو ملاحظہ فرماویں تو وہاں اس سے کم مقدار کی آبادی میں جمعہ کے وجوب کی

(بقیہ حاشیہ) تجوز فیہ الجمعۃ فقال ان تکون لھم منعۃ لو جاء ھم عدو قدروا علی دفعہ، فحینئذ جاز ان یمصر، وتمصرہ ان ینصب فیہ حاکم عدل یجری فیہ حکما من الاحکام وھو ان یتقدم الیہ خصمان فیحکم بینھما. (بدائع الصنائع ص ۵۸۴، ۵۸۵ جلد ۱ شرائط الجمعۃ)

بہر حال فقہاء احناف نے اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے مصر کی تعریف وتحدید کی ہے جو ہماری کتابوں میں مختلف عبارات سے نقل ہوئی ہے، ان متداول اقوال کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں (کما فی البرجندی شرح مختصرالوقایہ والدرالمختار) اور علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو تعریف منقول کی ہے یوں ذکر کیا ہے، وروی عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ وعلمہ او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث وھو الاصح (بدائع الصنائع ایضا) اور امداد الفتاح میں ہے، وھذا ھو الاصح کذا فی التتارخانیۃ (امداد الفتاح ص ۵۶۲)

اور طحاوی میں ہے صرح بہ فی التحفۃ عنہ (ابی حنیفۃ) ورواہ الحسن عنہ فی کتاب الصلاۃ کذا فی غایۃ البیان وبہ اخذ ابویوسف وھو ظاھر ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صراحت کی گئی ہے یعنی جس قریہ میں وجوب جمعہ کا حکم صادر کیا گیا ہے وہ دو ہزار آٹھ سو کی آبادی کا قریہ ہے اور اس میں سولہ دکانیں ہیں۔

فتاویٰ ہذا ص ۵۶ جلد ۵ پر ہے ''اگر دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور کل آبادی دونوں گاؤں کی دو ہزار آدمیوں کی ہے اور وہ بڑا قریہ سمجھا جاتا ہے تو جمعہ وہاں صحیح ہے''، فتاویٰ ہذا ص ۵۸ کو دیکھئے تو وہاں اس قریہ میں بھی نماز جمعہ کی صحت کا حکم دیا گیا ہے جس میں صرف تین دکانیں ہیں اور آبادی کا تخمینہ دو ہزار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ناقد محترم نے آبادی کی تعداد سے اختلاف نہیں فرمایا ہے اور نہ ہی اس سے کہ مدار مصریت عرف پر ہے بلکہ مفتی صاحب کی تعبیر اسواق سے اختلاف فرمایا ہے، اور اسواق کو حوانیت مختلفہ سے تعبیر کرنے کو حضرت مفتی صاحب کی ذاتی رائے قرار دی ہے، بہر حال ان کا یہ دعویٰ محل نظر ہے کیونکہ اسواق

(بقیہ حاشیہ) المذهب كما في الهداية واختاره الكرخي والقدوري وفي العناية هو ظاهر الرواية وعليه اكثر الفقهاء (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۱۵) اور علامہ سید احمد الطحطاوی اسی صفحہ میں فرماتے ہیں، ولما كان حد المصر مختلفا فيه على اقوال كثيرة الفصل في ذلك ان مكة والمدينة مصر ان تقام بهما الجمعة من زمنه ﷺ الى اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر كقولهم هو ما لا يسع اهله اكبر مساجده او ما يعيش فيه كل محترف بحرفته او يوجد فيه كل محترف وغير ذلك انتهى. پس معلوم ہوتا ہے کہ شہر یا بڑی آبادی ہو جہاں ضروریات سے متعلق چیزیں ملتی ہوں پس جس بڑے آبادی میں چند دکانیں ہوں اور اہل بلدہ کے حوائج کیلئے کفایت کرتا ہو تو اصل غرض کی بنیاد پر یہ اسواق کے قائم مقام ہوں گے، اسی طرح اس تعریف میں قید والی بھی بیان کیلئے معلوم ہوتا ہے نہ کہ احتراز کیلئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر جو کفار کے قبضہ میں تھے پر بھی مصر اور مدینہ کا اطلاق کیا ہے، اور اسی طرح مہاجرین اولین جو مدینہ منورہ میں جمع ہوئے تھے اور پیغمبر علیہ السلام تشریف نہیں لے گئے تھے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی یہی تشریح جو حضرت مفتی صاحب نے فرمائی ہے فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۱۶۸ جلد ۵ سے مترشح ہے کیونکہ جس قریہ میں وجوب جمعہ کا حکم ہے اس کے سوال میں یہ صراحت موجود ہے کہ سولہ دکانیں تو ہیں مگر بازار کی شکل میں نہیں اور جواب کی عبارت سے یہی بات اور ہی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر چہ موضع مذکور میں بازار نہیں ہے مگر باعتبار آبادی کے اس کو ملحق بالقصبہ کر سکتے ہیں۔

ایک اور زاویہ نظر سے دیکھئے کہ مصریت کی روح فراہمی ضروریات ہے تنظیم اسواق نہیں چنانچہ امداد

(بقیہ حاشیہ) تو والی موجود نہیں تھا اور انہوں نے جمعہ پڑھا تھا، اسی طرح علامہ طحطاوی کے فیصلہ کے مطابق مدینہ منورہ کے نقشہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مصر میں اتصال السکک اور دور بھی لازمی نہیں کیونکہ علامہ ابن حزم نے محلی میں لکھا ہے، ان النبی ﷺ اتی المدینة وھی قریٰ صغار متفرقة، چونکہ مدینہ علم شخص ہے لہٰذا اس عبارت سے یہ مطلب نہیں ہے کہ مدینہ چند دیہات پر مشتمل وادی کا نام ہے بلکہ قریٰ صغار متفرقة سے مراد دور، محلات اور منازل منفصلہ ہے، اور اسی تفصیل کو ہمارے شیخ اور مربی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی میں یوں ذکر کیا ہے، قلت الحوانیت المتعددة اللتی تکفی لحوائج اهل هذه البلدة واهل الرساتیق المتعلقة بها تقوم مقام الاسواق فی اصل الغرض وقلت ایضا قید الوالی قید لبیان ما هو الواقع غالبا ولیس قید احتراز یا بدلیل ان الله تعالیٰ اطلق المصر والمدینة علی المقامات التی فی ایدی الکفار ولان المهاجرین الاولین جمعوا فی المدینة المنورة قبل هجرة النبی ﷺ ولم یکن ثم وال، ولما فی المبسوط لو الولاة فی (بلاد الکفار) کانوا کفارا یجوز للمسلمین اقامة الجمعة، وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیها اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی ان النبی ﷺ اتی المدینة وهی قریٰ صغار متفرقة انتهیٰ، قلت لا بد من ان یراد من القریٰ فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا یصح ما زعم ابن حزم ان المدینة المنورة کانت اسما للوادی المشتمل علی القریٰ لانه یاباه تسمیتها (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الفتاویٰ ص۴۱۹ جلدا پر ایک سوال کے جواب میں اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اسواق بقرینہ مقام اسم جنس ہے جو واحد کو بھی شامل ہے اور سوق کے اشتراط کا حاصل یہ ہے کہ ہر وقت کے حوائج ضروریہ میں وہاں کے سکان دوسرے مصر کے محتاج نہ ہوں، سو اس غرض کے حصول میں اتصال وانفصال برابر ہے"، پھر بحر العلوم کے والد صاحب رحمہ اللہ کا قول اس کی تائید میں نقل فرمایا ہے عربی عبارت یہ ہے، **حیث قال و کان مطلع الاسرار ابی قدس سره یفتی بان المصر موضع یندفع حاجة الانسان الضروریة من الاکل بان یکون هناک من یبیع طعاما و الکسوة الضروریة و ان یکون هناک اهل حرف یحتاج الیهم کثیرا"** اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصر کیلئے اسواق علی وجہ الانتظام ضروری نہیں۔ **هذا ما عندی والله اعلم بالصواب**

عبدالحلیم غفرلہ کلاچوی

خادم دارالافتاء جامعہ حقانیہ

یہ تفصیل درست ہے

محمد فرید عفی عنہ

(بقیه حاشیه)بالمدینة علم شخص. فافهم

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۴۷، ۴۸ جلد۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة)

پس حقیقت یہ ہے کہ مصر ان اصطلاحات میں سے ہے جس کا مدار عرف پر ہے اور یہ واضح بات ہے کہ زمانہ کے تغیر کے ساتھ ان علامات میں بھی تبدیلی آتی ہے، اسلئے جس قدر تعریفات ہیں سب اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے ہیں، اور اسلئے مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے "فقہاء نے مردم شماری کی کوئی تعداد بیان نہیں کی ہے بلکہ صرف یہ بتایا ہے کہ شہر یا بڑی آبادی ہو جہاں ضروریات سے متعلق چیزیں ملتی ہوں آبادی کا اندازہ بعد میں لگایا گیا ہے صرف آبادی کا اندازہ تین چار ہزار لکھا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والے جواب میں موجود ہے، اور شہریت بھی ہو تو اس وقت آبادی بارہ تیرہ سو بھی کافی ہے (ہامش فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۱۲۶ جلد۵) اور شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ ص۴۱۵ جلدا میں ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شہر سے چار سو میل دور تجارتی منڈی میں جمعہ کرنا

سوال: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم کے بعد عرض آنکہ! کہ شہر سے ساڑھے چار سو میل دور ایک جگہ ہے جس میں مختلف لوگوں نے مشترکہ طور پر لکڑی کی تجارت کیلئے ایک جگہ خرید کر منڈی بنائی، اور اس منڈی میں تقریباً چار پانچ سو لوگ تجارت کا کاروبار کرتے ہیں، اور کچھ دکانیں بھی ہیں یعنی سات آٹھ ہوٹل ہیں اور اس منڈی کے نزدیک چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں عیدین پر یہ لوگ اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور منڈی کی حفاظت کیلئے کچھ نوکر رہ جاتے ہیں اور منڈی میں اکثر کام کرنے والے مسافر ہوتے ہیں منڈی میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے اس جگہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نظیف وزیرستان

الجواب: چونکہ یہ مقام مصر شرعی نہیں ہے لہٰذا یہاں جمعہ پڑھنا احناف کے نزدیک ناجائز ہے مصر شرعی کیلئے چند محلوں اور چند بازاروں کا وجود ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے متعلقہ دیہات ضروریات کیلئے اس جگہ کو مراجعت کرتے ہوں، یدل علیہ ماروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق الخ (شامی ص۷۴۸ جلد ۱)﴿۱﴾. وهو الموفق

کتبہ: محمد فرید عفی عنہ

(بقیہ حاشیہ) فرماتے ہیں "خود صاحب مذہب سے مصر کی یہ تعریف منقول ہے، انه بلدة کبیرة الخ، اور جس قدر تعریفیں فقہاء نے کی ہیں سب کا مرجع ومآل یہی ہے کہ سب عنوانات مختلفہ ہیں معنون واحد کے اور اس سے زیادہ جامع مانع تعریف جس سے تحدید تام ہو جاوے، امور غیر مقدرہ فی النص میں خود امام صاحب کے مسلک کے خلاف ہے، لانه زیادة فی الدین، باقی رہی ضرورت رفع نزاع سو مثل دیگر غیر مقدرہ کے اس میں بھی تردد کے وقت اغلب رائے مبتلی بہ اور وقت تعارض آراء کے عدول ثقات کا قول معتمد ومعتبر ہوگا اور جس کو نزاع ہی مقصود ہو اس کیلئے تعریف جامع مانع بھی کافی نہیں۔ وهو الموفق...... (از مرتب)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں لہٰذا اس میں نماز احتیاطی پڑھنا بے احتیاطی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پچاس گھرانوں پر مشتمل ہے کریانہ کے چند محدود دکانیں بھی ہیں اس میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ ساتھ چہار رکعت احتیاطی کا کیا حکم ہے؟ نیز بعض ائمہ کے نزدیک قریٰ میں جمعہ ثابت ہے ہماری دلیل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی شمشیر خان زروبی مردان ۴/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: اس مقام میں نماز ظہر با جماعت پڑھنا ضروری ہے اور نماز جمعہ پڑھ کر نماز احتیاطی پڑھنا بے احتیاطی ہے، لعدم صحة الجمعة فی القریٰ لحديث عبد الرزاق لا جمعة ولا تشريق...... الا فی مصر جامع روی مرفوعا وموقوفا وهو الاصح لكنه فی حكم المرفوع صرح به ابن الهمام﴿۱﴾ ولحديث تناوب اهل القریٰ (رواه البخاری وغيره) ولحديث عدم اقامة الجمعة فی قباء عند الهجرة، واماحديث جواثی فليس فيه قول رسول اللهﷺ ولا فعله ولا تقريره ولو سلم التقرير فلفظ القرية يطلق على المصر ايضا كما فی قوله تعالیٰ: علی رجل من القريتين عظيم، وقوله تعالیٰ، واسئل القرية، فالمراد ههنا المعنى الشامل للحصر لان لا يعارض بحديث لا جمعة ولا تشريق الحديث، ولو سلم ان المراد ههنا مقابل المصر فيرجح

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: (قوله لقوله ﷺ لا جمعة) رفعه المصنف وانما رواه ابن ابی شيبة موقوفا على علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدينة عظيمة صححه ابن حزم ورواه عبد الرزاق من حديث عبد الرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه قال لا تشريق ولا جمعة الا فی مصر جامع وكفی بقول علی رضی الله عنهما قدوة.

(فتح القدير ص ۲۲ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

حدیثنا لا نه تشریع عام وقول محرم بخلاف حدیث جواثا﴿۱﴾. وهو الموفق

تین سوافراد پر مشتمل آبادی قریہ صغیرہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس جگہ کی آبادی تین سوافراد پر مشتمل ہو جبکہ یہ جگہ ایک شہر(ہنگو) سے بیس میل اور دوسری شہر(زرگری بازار) سے آٹھ میل دور ہو ضروریات سے بھی محروم ہواس مقام میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: سراج الاسلام جامع مسجد کوچی بازار پشاور......۱۹۸۳ء/۱۱/۹

الجواب: یہ مقام قریہ صغیرہ ہےاس میں جمعہ درست نہیں ہے،اورنماز ظہر باجماعت ادا کرناضروری ہے،کما فی الھندیه ومن لاتجب علیهم الجمعة من اهل القریٰ والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة﴿۲﴾. وهو الموفق

متعدد قریٰ پر مشتمل علاقہ مصر شرعی نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیااحناف کے نزدیک ایسے مقام میں جمعہ جائز ہے جہاں تیس گھروں پر مشتمل گاؤں ہواوراردگرد متعددآبادی ہوجوسو گھرتک پہنچتی ہو؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد خطاب دربند ضلع ہزارہ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی نہیں ہےلہٰذا یہاں نماز جمعہ پڑھنادرست نہیں ہے﴿۳﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۳۸ جلد۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة)

﴿۲﴾(فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۴۵ جلد ۱ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قریة ولا مفازة. (البحر الرائق ص ۱۴۰ جلد۲ باب صلاة الجمعة)

تقریباً دو ہزار افراد پر مشتمل قریہ میں نماز جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو اس میں جگہ نہیں ہوتی مسجد بھر جاتی ہے کیا اس گاؤں میں اس شرط کے پورے ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شریف محمد پلوسہ کرک

الجواب: اگر یہ مقام قریہ کبیرہ ہو قریٰ متعددہ نہ ہو تو اس میں نماز جمعہ پڑھنا مشروع ہے، کماذکرہ الشامی عن القھستانی ﴿۱﴾ اور کسی مقام کے قریہ کبیرہ ہونے اور نہ ہونے کا دارمدار عرف پر ہے جس مقام میں دو ہزار انسان مرد وزن، بالغ نابالغ، مسلمان کافر بستے ہوں تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہوگا۔ وھو الموفق

دو ہزار افراد پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی دو ہزار افراد پر مشتمل ہے اور اشیائے ضرورت بھی ملتی ہیں کیا اس میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حاجی ایوب گلگت ...۸/ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی ہے اس میں نماز جمعہ پڑھنا صحیح بلکہ ضروری ہے، لان المصر علی الصحیح موضع بلدة کبیرة فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق ص ۲۶۱ جلد ۱ بدائع﴿۲﴾، وفی ردالمحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ وعبارة القھستانی وتقع فرضا فی القصبات

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله وفی القھستانی) تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ وقال العلامة الکاسانی رحمه الله: وروی عن ابی حنیفة انه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق ﴿۱﴾ وفی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۸،۵۶ جلد۵ تصریح بصحة الجمعة فی القریة التی یسکن فیھا الفان ﴿۲﴾. وھو الموفق

ایک سوبیس گھروں پر مشتمل افغان مہاجر کیمپ میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہاجرین افغانستان کے کیمپ میں ایک سوبیس گھر ہیں جوایک صحرا میں واقع ہیں کیا اس میں نماز جمعہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو تفصیل بتلاکرممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالکریم افغان مہاجر ۱۹۸۴ء/۱۰/۲۱

الجواب: یہ کیمپ نہ مصر شرعی ہے اور نہ فنامصر نہ ہنگامی مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ اور نہ اس کے متعلق امر حاکم صادر ہوا ہے لہٰذا اس کیمپ میں نماز جمعہ پڑھنا ناجائز ہے، لانه اشغال بما لا یصح

(بقیه حاشیه) بلدة کبیرة فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث، وھو الاصح. (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ کتاب الصلاۃ شرائط الجمعة)

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: (۱) الجواب: اگر وہ دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور کل آبادی دونوں گاؤں کی دوہزار آدمیوں کی ہے، اور وہ بڑا قریہ سمجھا جاتا ہے تو وہاں جمعہ صحیح ہے، کما فی الشامی وتقع فرضا فی القصبات والقری الخ. (۲) الجواب: حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ صحیح نہیں ہے اور قریہ کبیرہ میں اور قصبہ میں جمعہ واجب وادا ہوتا ہے، وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق الخ، اور موضع مذکور فی السوال (تخمیناً دوہزار کی آبادی) بظاہر بڑا قریہ ہے وہاں جمعہ صحیح ہوجاوے گا، احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۸،۵۶ جلد۵ مسائل نماز جمعه)

کما فی الدرالمختار ﴿١﴾. وهوالموفق

چار ہزار افراد پر مشتمل آبادی جہاں سولہ دکانیں ہوں میں جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کربلا ضلع پشین میں چار ہزار لوگ رہتے ہیں ہر قسم سہولیات، سکول، ہسپتال، ڈاکخانہ اور تقریباً سولہ دکانیں بھی ہیں کیا اس مقام میں جمعہ درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن کربلا ضلع پشین ۱۹۸۴ء/۸/۲۵

الجواب: یہ مقام قریہ کبیرہ ہے اس میں نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۳۸ جلد ۱ عن القهستانی ، وعبارة القهستانی وتقع فرضا فی القصبات والقرىٰ الكبيرة التی فیها اسواق انتهىٰ﴿٢﴾ قلت والمراد من الاسواق الحوانيت التی تكفی لحوائج هذا المقام ورساتيقها، لا الاسواق المعروفة فی هذا الزمان فانها لم تكن فی الحرمين الشريفين ايضا فی تلك الاعصار﴿٣﴾. وهوالموفق

﴿١﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فی المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فی الجواهر لو صلوا فی القرىٰ لزمهم اداء الظهر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ٥٩٠ جلد ١ باب الجمعة)

﴿٢﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمحتار ص ٥٩٠ جلد ١ باب الجمعة)

﴿٣﴾ وفی المنهاج : قلت الحوانيت المتعددة اللتی تكفی لحوائج اهل هذه البلدة واهل الرساتيق المتعلقة بها تقوم مقام الاسواق فی اصل الغرض.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ٤٧ جلد ٣ باب ماجاء منكم يؤتی الی الجمعة)

قریہ صغیرہ میں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے دروازوں کے اندر دو مسجدیں تعمیر شدہ ہیں ایک مسجد اوپر دروازہ پر ہے اور دوسری مسجد لوئر دروازہ پر ہے اوپر دروازے والی مسجد کی آبادی تقریباً ڈیڑھ سو گھر ہیں، اور لوئر دروازے والی مسجد کی آبادی ستر گھر ہیں، اوپر والی مسجد بڑی ہے، تیس سال سے اس میں باقاعدہ امام چلے آئے ہیں لوئر مسجد میں تقریباً سات ماہ سے امام چلے آئے ہیں ان دونوں مسجدوں میں کونسی مسجد میں نماز جمعہ درست ہوگی، لوگ کافی اختلاف رکھتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد سعید بکوٹ ریالہ ...... یکم مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ صحت جمعہ کیلئے مصر شرعی یا قریہ کبیرہ یا فنائے مصر شرط ہے، کما صرح به صاحب الهدايه﴿۱﴾ والدر المختار والبحر والهنديه والبدائع، لہٰذا ان دونوں مساجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے اس باب میں صریح حدیث احناف کیلئے موجود ہے اور مخالفین کے پاس حدیث مرفوع نہیں ہے البتہ موقوفات ان کے پاس ہیں جن کے جوابات اپنے مقام میں دیئے گئے ہیں﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة مرغيناني : لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع. (هداية ص ۱۵۰ جلد ۱ باب صلاة الجمعة)

﴿۲﴾ وفي المنهاج : نقول حديث جواثي معارض بالاقوى لان احاديث المنع محرمة ولان حديث الانتياب وحديث لاجمعة الافي مصر جامع ذكر فيهما تشريع عام وضابط كلي بخلاف حديث جواثي فانه ذكر فيه امر جزء ى، ولان حديث جواثي حديث تقريري حكما وحديث لا جمعة الا في مصر جامع حديث قولي حكما، فان قال المجوزون حديث علي موقوف وحديث جواثي حديث مرفوع قلنا حاشا وكلا فانه ليس فيه قول الرسول ولا فعله ولا تقريره فان قالوا حديث جواثي حديث مرفوع تقريري على (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

متعدد قریٰ پر مشتمل علاقہ میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ پینتالیس گھروں پر مشتمل ہے اور اس میں بعض گھروں کے درمیان تین سو یا چار سو گز فاصلہ بھی ہے ہم قبائلی لوگ ہیں کوئی حکومت نہیں ہے اور ہمارے ہاں اس علاقہ میں پانچ مساجد ہیں کیا یہاں نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے؟ حالانکہ قدیم علماء نے نماز جمعہ رائج کی ہے کیا وجوب جمعہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حلیم خان حقانی وزیرستان.....۱۳/۷/۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ یہ مقامات متعدد قریٰ ہیں نہ کہ ایک مقام کے محلات لہٰذا ان مقامات میں نماز جمعہ پڑھنا تحقیق اور تقلید دونوں سے خلاف ہے، لعدم صحة الجمعة فی القریٰ روایة و درایة ﴿۱﴾ البتہ اگر یہ مقامات (گھریں، قریٰ) ایسے قریب اور متصل ہوں کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتلایا جائے کہ فلاں جگہ سے دوسرا مقام شروع ہوتا ہے تو دونوں کو ایک سمجھے تو ایسے مقامات کو ایک مقام شمار کیا جائے گا، اور باقاعدہ

(بقیہ حاشیہ) حسب القواعد، قلنا حدیث علی مرفوع قولی علی حسب القواعد کما مر علی ان حدیث علی رضی الله عنه و کذا سائر حججنا صریحة و حدیث جوائی محتمل للمعنی اللذی یؤیدکم وللمعنی الذی یؤیدنا.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۵ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۱﴾وفی المنهاج: وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیها اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی ان النبی ﷺ اتی المدینة وهی قریٰ صغار متفرقة انتهیٰ، قلت لا بد من ان یراد من القریٰ فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا یصح مازعم ابن حزم ان المدینة المنورة کانت اسماً للوادی المشتمل علی القریٰ لانه یاباه تسمیتها بالمدینة علم شخص فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۴۸ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

نمازادا کی جائے گی (والتفصیل فی امداد الفتاویٰ ص ۴۲۵ جلد ۱) ﴿۱﴾ . وھو الموفق

نوے گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ اور حکم جمعہ میں مسافر وغیرہ کا استثناء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی تقریباً نوے گھروں پر مع البوادی مشتمل ہے دو دکانیں بھی ہیں کیا یہ لوگ جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز آیت واذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة (الایة) یہ حکم عام ہے پھر بھی اس میں سے نساء، مسافر، غلام، قریٰ وغیرہ مستثنیٰ ہیں اس تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۸/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اس مقام میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے اس میں نماز ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے، قال صاحب الهداية ص ۱۴۸ جلد ۱ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ لقوله عليه السلام ولا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع انتهیٰ ﴿۲﴾ روی مرفوعا وموقوفا والموقوف هو الاصح لكنه فی حكم المرفوع لانه مما لا يدرك بالقياس، والاية كما خص عنها المرأة والعبد لحديث ابی داؤد

﴿۱﴾ قال العلامة اشرف علی التهانوی: اگر ایک قریہ اتنا بڑا نہیں ہے مگر اس کے قریب دوسرا قریہ بھی ہے کہ مجموعہ دونوں کا اس سابق ایک کے مثل ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس دوسرے قریہ کو پہلے قریہ سے کیسا اتصال ہے اگر ایسا اتصال ہو کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتلا دیا جائے کہ فلاں جگہ سے دوسرا قریہ شروع ہوا ہے تو دونوں کو ایک ہی سمجھے ایسے اتصال سے ان دونوں کو متحد سمجھا جائے گا، اور اس مجموعہ میں وہ پہلی قیدیں دیکھی جاویں گی اور ان کے تحقق کی صورت میں جمعہ صحیح ہوگا اور اگر ایسا اتصال نہیں ہے گو زیادہ فصل بھی نہ ہو تو دونوں کو جدا جدا سمجھا جائے گا، اور جب کہ ہر واحد صغیرہ ہے تو جمعہ کسی میں صحیح نہ ہوگا۔

(امداد الفتاویٰ ص ۴۵۳ جلد ۱ باب صلوٰة الجمعة والعيدين)

﴿۲﴾ هدايه ص ۱۵۰ جلد ۱ باب صلوٰة الجمعة)

وغیره فکذلک خص البر والصحراء بدلیل حدیث البخاری وکذا البحر وهذا مما اجمع علیه الائمة الاربعة فکذلک یخص منه القریٰ واما حدیث جواثا فلیس بمرفوع، ولو سلم انه مرفوع حکما فهو مبیح، وکذا هو محتمل لکون القریة بالمعنی العام الشامل للمصر کما فی قوله تعالیٰ علی رجل من القریتین عظیم، وبالجمله لم یوجد حدیث الجواز المرفوع صریحا بخلاف عدم الجواز وقد علمت ان المبیح لا یعارض المحرم وکذا المحتمل لا لعارض الصریح فافهم ولا تکن من طالب الجاه والشر﴿۱﴾. وهو الموفق

جب آبادی نہ ہوتو صرف بازار کا ہونا تحقق جمعہ کیلئے کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مرکزی جگہ ہے جس میں ضرورت کے مطابق ایک چھوٹی سی مسجد بنائی گئی ہے اور اس میں تقریباً نوے، سو دکانات آباد ہیں لیکن یہاں ایک آدھ مکان بھی رہائش کیلئے نہیں ہے اور اردگرد تین میل کے فاصلے پر قصبے آباد ہیں جن کی آبادی تین چار ہزار کے لگ بھگ ہے اور یہ دیہات بھی پہاڑی علاقے میں آباد ہیں شہری طرز پر کوئی آبادی نہیں ہے کیا اس بازار میں جمعہ درست ہے؟ کیونکہ بعض لوگ اس بازار کو فنائے مصر تصور کرکے جمعہ کے جواز کے قائل ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: غلام نبی قریشی جھنگی ایبٹ آباد

الجواب: مصر شرعی کے تحقق کیلئے صرف بازار کا ہونا کافی ہے بلکہ چند محلہ جات کا وجود بھی ضروری ہے﴿۲﴾ پس اگر یہ بازار کسی خاص مقام کے متعلقات سے نہ ہوتو اس میں نماز جمعہ نہ پڑھنا ضروری

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص۴۷ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۲﴾ قال الکاسانی: وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہے اور اگر ایک خاص مقام سے یہ بازار متعلق ہو تو اگر اس مقام میں چند محلے ہو تب بھی جواز جمعہ کیلئے کافی ہے یعنی اگر چہ بازار میں بذات خود محلے نہ ہوں، یدل علیه ما فی ردالمحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق الخ ﴿۱﴾. وهو الموفق

اٹھارہ سو کی آبادی میں اقامت جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چسپن گاؤں کی آبادی اٹھارہ سو تک ہے (بشمول مرد و زن، بالغ و نابالغ) چھ مساجد، سکول، کمپاؤ ذر، آٹا مشین بھی ہیں، ایک میل کے فاصلہ پر تین سو افراد پر مشتمل چند گھر اور بھی ہیں یہاں ایک قاری صاحب نے جمعہ شروع کیا ہے کیا یہ درست ہے؟ حالانکہ یہاں بازار وغیرہ نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی جانباز چسپن ٹانگ ڈی آئی خان ۱۹۸۸ء/۲/۱۰

الجواب: جس قریہ کی مردم شماری اٹھارہ سو تک ہو وہ قریہ کبیرہ ہے جسب تصریح قہستانی اس میں اقامت جمعہ درست ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵٦۰ جلد ۱ وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق انتهیٰ ﴿۲﴾، اکابر فرماتے ہیں کہ صغر و کبر کا دار مدار عرف پر ہے اور یہاں ذکر اسواق قید واقعی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهو الاصح (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ باب شرائط الجمعة)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة مطلب فی صحة الجمعة)

﴿۳﴾ وفی المنهاج : قلت الحوانیت المتعددة اللتی تکفی لحوائج اهل هذه البلدة واهل الرساتیق المتعلقة بها تقوم مقام الاسواق فی اصل الغرض. وقلت ایضا قید الوالی قید لبیان ما هو الواقع غالبا ولیس قیدا احترازیا بدلیل ان الله تعالی (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ڈیڑھ ہزار مردم شماری ہوتو جمعہ درست ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں جمعہ پہلے سے جاری ہے یہاں پر کل نمازی چھتیس ہیں، دکانات بھی ہیں، ترکان، حجام، لوہار، حلوائی، سائیکل مستری، ڈاکٹر، موچی، آٹا مشین، اور شارع عام بھی ہے، لوگ بس وغیرہ کھڑی کر کے نماز پڑھتے ہیں اس جگہ میں جمعہ کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اہالیان سلیم خان اڈہ چارسدہ روڈ مردان..... ۱۹۹۰ء/۱/۷

الجواب: اگر اس مقام کی مردم شماری ڈیڑھ ہزار تک ہوتو یہ مقام قریہ کبیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست ہے ورنہ درست نہیں ہے (ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اطلق المصر والمدینة علی المقامات اللتی فی ایدی الکفار ولان المهاجرین الاولین جمعوا فی المدینة المنورة قبل هجرة النبی ﷺ ولم یکن ثم وال وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیه اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۷ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

﴿۱﴾ سوال: موضع فخن پور جس کی آبادی تیرہ سو کی ہے جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس موضع میں جبکہ وہ قریہ کبیرہ کی حد میں آتا ہو اور دکانیں اور بازار اس میں ہے جمعہ پڑھنا صحیح معلوم ہوتا ہے فقط۔ (از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۶ جلد ۵ رقم مسئلہ: ۲۴۸۹)

ملاحظہ: فقہاء کرام نے مردم شماری کی کوئی حد وتعداد بیان نہیں کی ہے اور مصر بھی ان اصطلاحات میں سے ایک ہے جس کی کوئی تحدید وتعین معلوم نہیں ہے کیونکہ اس کا دارومدار عرف پر ہے، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے شہر کی مختلف تعبیرات وتعریفات کی ہیں، الکوکب الدری ص ۱۹۹ جلد ۱ میں شہر وہ جگہ قرار دی ہے جہاں کی آبادی چار ہزار ہو اور حاشیہ کوکب عن جامع الرموز میں ایک ہزار بتایا ہے لہٰذا جہاں شہریت کی بو بھی ہو اور ضروریات کی کل اشیاء مل جاتی ہو تو اس وقت آبادی ڈیڑھ ہزار تک بھی کافی ہے۔ (از مرتب)

ایک وادی میں مختلف محلات اور دور ہونے کی صورت میں جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری قوم قمبر خیل کھجوری میں رہتی ہیں اور ہر جگہ متفرق آبادی ہے کیا یہاں جمعہ درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا داؤد شاہ کھجوری کوہاٹ......۲۹/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر یہ کھجوری تمام علاقہ کا نام ہو اور یہ جگہ جگہ مکانات قریٰ اور دیہات ہوں تو اس علاقہ کے کسی جگہ میں جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے اور اگر یہ کھجوری اس تمام وادی کا نام ہو اور یہ جگہ جگہ مکانات اس کے محلات اور دور ہوں تو مفتی بہ قول کی بناپر اس وادی کی ہر مسجد میں اقامت جمعہ درست ہے، اور بظاہر یہ شق ثانی راجح معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے وقت مدینہ کی یہی کیفیت تھی، وهذا محمل ماقال ابن حزم فانما هی (المدينة) ذات قریٰ صغار متفرقة فبنی مسجده فی بنی مالک وجمع فیه فی قربة لیست بکبیرة (ماخوذ از محلی ص۵۷ جلد۳)﴿۱﴾. وهو الموفق

فتنہ وفساد کی وجہ سے دیہات میں جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک سو پچاس گھروں پر مشتمل ہے چھ مساجد بھی ہیں تقریباً دو سو سال سے یہاں جمعہ ہوتا ہے بناپر مذہب حنفی یہ شہر نہیں ہے اور نماز

﴿۱﴾ وفی المنهاج: وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیها اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی ان النبی ﷺ اتی المدینة وهی قری صغار متفرقة انتهیٰ، قلت لا بد من ان یراد من القریٰ فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا یصح ما زعم ابن حزم ان المدینة المنورة کانت اسماً للوادی المشتمل علی القریٰ لا نه یاباه تسمیتها بالمدینة علم شخص فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۴۷ جلد۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

جمعہ نہ پڑھنا فساد وفتنہ اور خانہ جنگی کے خطرہ سے خالی نہیں ہے کیا یہاں ہم مسلک شافعی یا حنبلی کے مطابق جمعہ پڑھا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد علی شاہ حقانی باندہ شرداؤدشاہ بنوں......۱۹۸۶ء/ ۳/۸

الجواب: اگر اس قریہ کی مردم شماری (مرد، زن بالغ، نابالغ) دو ہزار تک ہو تو یہ قریہ کبیرہ ہے اس میں عندالاحناف اقامت جمعہ درست ہے، کما فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند عن القهستانی ﴿۱﴾ اور عندالضرورت دیگر ائمہ کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے ﴿۲﴾ مثلاً خانہ جنگی وغیرہ کا خطرہ ہو ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵٦ جلد ۵ باب الجمعة)

﴿۲﴾ وقال فی البشری لارباب الفتویٰ: اعلم انه لا یجوز الحکم والافتاء بالقول المرجوح وبمذهب سائر الائمة الا فی ثلاثة مواضع الاول عند الضرورة دون التشهی والتلهی فانه حرام کما حرم الحکم الملفق الخارق للاجماع فی عمل واحد. وذکر عن خزانة الروایات ان العالم الذی یعرف معنی النصوص والاخبار وهو من اهل الدرایة یجوز له ان یعمل علیها وان کان مخالفا لمذهبه وفی ردالمحتار عن القهستانی لو افتی به ای بمذهب مالک فی المفقود لا بأس به علی ما اظن .... وقال الزاهدی کان بعض اصحابنا یفتون به للضرورة .... وفی شرح التنویر کره صلوٰةمطلقا مع شروق الشمس الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یترکونها ... قلت واصل هذه المسائل قوله تعالیٰ الا ما اضطررتم وقوله ﷺ یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا، رواه البخاری والمسلم لما کان الافتاء علیه عند الضرورة من اصول الحنفیة کان الحکم المبنی علیه مذهب الحنفیة ایضا لابتناءه علی قواعدهم کما صرح به العلامة الشامی فی عقود رسم المفتی.

(البشری لارباب الفتویٰ ص ۴٦ الفصل السادس)

﴿۳﴾ وفی المنهاج: القریٰ التی لا یتحقق فیها الشرائط..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

موضع شادی دھمیال میں نماز جمعہ کے بارے میں تیرہ تفصیلی مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں جو موضع شادی دھمیال موہڑہ داروغہ تحصیل وضلع راولپنڈی بتعریف ذیل عندالاحناف جواب مطلوب ہے۔

(۱) موضع شادی دھمیال سرکاری کاغذات میں مندرجہ ذیل پانچ مواضعات پر مشتمل ہے۔

(۱) موہڑہ داروغہ بالغ آبادی ۳۴۴ (۲) موہڑہ امیر بالغ آبادی ۲۵۶ (۳) بیرولیان بالغ آبادی ۲۵۷ (۴) ڈھوک گولڑہ بالغ آبادی ۷۶ (۵) ڈھوک موچیاں بالغ آبادی ۲۲۔ ان پانچ مواضعات کی کل بالغ آبادی ۹۵۶ ہے۔

نوٹ: ...... بالغ آبادی میں بارہ سال یا زائد عمر کے مرد اور عورتیں شامل ہیں۔

موضع: (۱) اور: (۲) آپس میں بالکل متصل ہے موضع: (۳) تقریباً ایک فرلانگ سے کچھ کم

(بقیہ حاشیہ) المعتبرة عند الحنفية ويتحقق فيها شرائط الائمة الثلاثة لا ينبغي ان يمنع عن تجميع الجمعة فيها عن ظن الاقتال وكذا عند ترك الظهر جهلا ونظيره ترك منع العوام عن الصلاة عند الشروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۴ جلد۳ قبیل باب ماجاء في وقت الجمعة)

قال العلامه مفتى كفايت الله الدهلوى: اگر نماز جمعہ وہاں عرصے سے قائم ہے تو اب اس کو بند کرنے میں مذہبی ودینی فتنہ ہے اسلئے اس کو موقوف کرنا درست نہیں بلکہ اس مسئلے میں امام شافعی کے قول یا امام مالک کے قول کے موافق عمل کر لینا جائز ہے. وفي هامش هذا الجواب واستشهد له بما في التجنيس عن الحلواني ان كسالى العوام اذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون لانهم اذا منعوا تركوها اصلا واداء ها مع تجويز اهل الحديث لها اولى من تركها اصلا الخ. (ردالمحتار باب العيدين ص ۱: ۶۱۴ قبيل مطلب تجب طاعة الامام)

(كفايت المفتى ص ۲۴۸ جلد۳ كتاب صلوٰة الجمعة)

فاصلے پر واقع ہے اور درمیان میں چند خالی کھیت ہیں، موضع: (۲) اور: (۵) تقریباً ساڑھے تین فرلانگ کے فاصلے پر ہیں ان پانچ مواضعات جن کا سرکاری کاغذات میں ایک ہی نام موضع شادی دھمیال ہے کے قبرستان، کنویں اور گندم گاہے کے خرمن الگ الگ ہیں، ان پانچوں مواضعات میں چار مسجد بالفعل موجود ہیں سب سے بڑی مسجد میں ۹۵۷ کی تعداد نہیں سما سکتی، فردافرداً آٹھ دوکانیں موجود ہیں جن سے روزمرہ کی ضروریات زندگی بآسانی دستیاب ہو جاتی ہے، ایک آٹے کی چکی بجلی والی موجود ہے، ۵۷ چھوٹی بڑی گلیاں ہیں بستی موضع موہڑہ داروغہ کے درمیان ایک بڑی سڑک اور برانچ پوسٹ آفس ہے، طلباء اور طالبات کیلئے الگ الگ مڈل سکول ہیں، لڑکوں کے سکول کے ساتھ متصل ایک پختہ عیدگاہ ہے اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو اوپر والی چار مسجدوں کے علاوہ ہے، حکومت کی طرف سے مجریہ قانون کے تحت چھوٹے موٹے باہمی جھگڑوں کو طے کرنے کیلئے ایک ممبر یونین کونسل بھی موجود ہے گو یونین کونسل کا دفتر دوسری جگہ ہے علاقہ کے باشندوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے ہر قسم کے کسبی اور کاریگر بدرجہ اتم موجود ہیں مثلاً ڈاکٹر، حجام، کفش دوز، درزی، کمہار، حجام، لوہار، معمار، قصاب وغیرہ جو عام طور پر اپنے گھروں میں لوگوں کا کام کرتے ہیں۔

بستی موضع شادی دھمیال کی دوسری بستی موسوم بیروالیان کے بالکل متصل تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ایک دوسری بستی موضع سودگنگال واقع ہے اس کے دو حصے ہیں، اور دونوں حصوں کے مجموعی آبادی بالغ ۴۶۵ ہے اور اس میں دو مساجد موجود ہیں، تین دکانیں اردگرد واقع ہیں، دو آٹا مشین موجود ہیں ایک دینی مدرسہ مدرسۃ العربیہ فیض القرآن عرصہ چار سال سے قائم ہے، موضع شادی دھمیال اور اس متصلہ بستی سودگنگال کی کل آبادی ۱۴۲۱ ہے، ان دو بڑی مرکزی بستیوں کے علاوہ تقریباً آدھا پون میل کے اندر اندر دوسری چھوٹی بڑی سولہ بستیاں واقع ہیں، ایک بستی مشتمل بر ۱۱۳ آبادی ایک میل سے کچھ زائد فاصلے پر ہے ان بستیوں کے بالغ آبادی مجموعی تعداد: ۱۷۵۳ ہے، بایں وجوہات کیا یہاں نماز جمعہ ہو سکتی ہے؟

(۲)......اس قسم کی بستیوں میں جن کے معاشرتی اور تمدنی معاملات آپس میں مشترک ہوں جواز جمعۃ المبارک کیلئے کم از کم مجموعی تعداد بالغان بغرض وجوب جمعۃ المبارک کتنی ہونی چاہئے تاکہ ایک بڑے موضع کو مرکزی حیثیت دے کر نماز جمعۃ المبارک ادا کی جائے، بالفاظ دیگر عندالاحناف جمعۃ المبارک کے جواز کیلئے مصر یا قریہ کبیرہ کی عام فہم تعریف بتادیں تاکہ عامۃ المسلمین کو اس خیر کثیر سے محروم نہ رکھا جائے، اور خصوصاً اس الحاد، زندقہ اور بے دینی کے دور میں مسلمانوں کو ان شعائر اسلامیہ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے؟

(۳)..... موضع شادی دھمیال میں عرصہ تقریباً ساٹھ سال سے اور بعض روایات کے مطابق سو سال سے جمعہ ادا کیا جاتا ہے، اور اس قیام کو ایک جید عالم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بعض روایات کے مطابق یہاں کچھ عرصہ کیلئے جمعۃ المبارک بند بھی رہا تاہم اب کافی عرصہ سے شروع ہے ابھی اس میں علماء کرام مختلف ہو چکے ہیں، مانعین جمعہ کے نزدیک بستی مذکورہ پر تفسیر مشہور و باب مصر کا اطلاق جائز ہے، لیکن اس کو عرف میں شہر نہیں مانتے بایں وجہ اس جگہ جمعہ جائز نہیں کہتے اور ایک دوسری جگہ موضع روات میں جو اس بستی سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے وہاں نماز جمعہ ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں اور وہاں ادا کرتے ہیں۔

تعریف موضع روات: بستی روات راولپنڈی سے لاہور کی جانب گیارہ میل کے فاصلے پر جی ٹی روڈ کے نزدیک واقع ہے اور آس پاس کے علاقہ کی آبادی کے دوسرے شہروں میں نقل وحمل کیلئے بسیں اس جگہ ٹھہرتی ہیں لیکن مستقل طور پر کسی ٹرانسپورٹ کمپنی کا کوئی اڈہ موجود نہیں ہے اس جگہ علاقہ کا پولیس سٹیشن ہے جی ٹی روڈ کے نزدیک واقع ہونے کی وجہ سے بقول مانعین تیس دکانیں شمالاً وجنوباً اور تقریباً تیس چالیس دکانیں شرقاً غرباً دورویہ بازار کی شکل میں موجود ہیں، دس بارہ دکانیں پانچ چھ گلیوں میں فرداً فرداً بھی موجود ہیں، یہاں سے جملہ ضروریات زندگی بآسانی دستیاب ہو جاتی ہیں، منگلوار کو مویشیوں کے منڈی بھی لگتی ہے تقریباً آدھے میل کے فاصلے پر ریڈیو پاکستان اور اس کی کالونی بھی ہے، ایک سب پوسٹ آفس بھی ہے،

آثار قدیمہ میں شاہی قلعہ، شاہی قبرستان اور شاہی مسجد بھی واقع ہیں بالغ آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اور بعض دو ہزار چھ سو بتاتے ہیں اب اگر بالا حقائق وتعریف کے مطابق موضع شادی دھمیال میں نماز جمعہ جائز نہیں تو کیا آئندہ کیلئے یہ جمعہ بند کرنا چاہئے؟

(۴)......اگر آئندہ کیلئے جمعہ بند کر دیا جائے تو فوت شدہ ظہر کی نمازوں کی قضا واجب ہے یا نہیں؟

(۵)......عرصہ تقریباً ایک صدی یا کم وبیش سے جمعہ پڑھنے والے جو عام مسلمان اور علماء کرام انتقال فرما چکے ہیں ان کی ظہر کی فوت شدہ نمازوں کے عوض فدیہ دیا جائے یا نہیں؟

(۶)......جن علماء کرام نے اس بستی کے حالات ومواضعات کو عیاناً دیکھ کر جواز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے اور بالفعل جمعہ پڑھایا ہے اب جمعہ ناجائز ہونے کی صورت مین ان کیلئے کیا حکم ہے؟

(۷)......اگر موضع شادی دھمیال میں جمعہ ناجائز ہے تو جن مانعین نے اپنے دلائل کی موجودگی میں جمعہ کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس جگہ مجوزین کی تحقیق کے مطابق جمعہ جائز سمجھ کر پڑھنے اور پڑھانے والوں کو بدعتی قرار دیا ہے ان کیلئے شرع متین میں کیا حکم ہے؟

(۸)......موضع روات میں جہاں مانعین جا کر نماز جمعہ پڑھتے ہیں اوپر دی ہوئی تعریف کے مطابق جمعہ کی نماز ادا کرنی کیسی ہے؟ اور اگر جائز ہے تو آبادی والی مسجد کو چھوڑ کر مذہبی اختلاف دیو بندی، بریلوی کے پیش نظر دوسری جگہ شاہی قبرستان والی ویران مسجد میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے جبکہ دونوں فریقین حنفی المذہب ہے۔

(۹)......اگر دونوں قصبوں میں جمعہ جائز ہے تو مانعین کا اپنی بستی موضع شادی دھمیال کو چھوڑ کر دوسری بستی موضع روات میں ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر کے جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۰)......بستی شادی دھمیال جو پانچ بستیوں پر مشتمل ہے کیا اس مرکزی بستی میں جمعہ جائز ہونے کی صورت میں اس بستی کے دوسرے حصے موسوم بیر والیاں (جو داخلی شادی دھمیال ہے) میں نماز جمعہ ادا کرنی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اب اس بستی میں وہی جمعہ ہوتا ہے جو شادی دھمیال میں ہوتا تھا۔

(۱۱)......کیا اس مرکزی بستی موضع شادی ڈھمیال میں جمعہ کے جواز کی صورت میں اس موضع کے ایک بستی کے علاوہ دوسری بستی میں بھی الگ جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے یعنی دو یا تین جگہ جمعہ پڑھا جائے گا اور اس عرصہ کیلئے بستی شادی ڈھمیال کے پانچوں مواضعات کو الگ الگ محلّہ کا درجہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۲)......اگر شادی ڈھمیال میں جمعہ ناجائز ہے تو موضع روات میں ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر کے جمعہ پڑھنے کیلئے جانا کیسا ہے؟ یعنی ضروری ہے یا نہیں؟

(۱۳)......اگر موضع شادی ڈھمیال، تعریف وحقائق مذکورہ کے باوجود حکمی شہر نہ بن سکے تو موجودہ بے دینی الحاد اور گمراہی کو مدنظر رکھ کر صرف تبلیغ دین کی خاطر جمعہ پڑھایا جائے اور احتیاط الظہر بھی پڑھ لی جائے تو گنجائش ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ناظم نشریات مدرسہ فیض القرآن سودگنگال

الجواب: واضح رہے کہ کتاب اللہ اگر چہ بظاہر مصر کی تقید اور تخصیص سے خالی ہے لیکن حقیقت میں مصر سے مقید اور مخصوص ہے کیونکہ یہ آیت عام مخصوص البعض ہے اجماعاً، **لان صلاۃ الجمعۃ لا تصح فی المفازۃ والبحر بدلیل ان النبی علیہ السلام صلی الظہر یوم الجمعۃ بعرفات ولم یامر لاحد من اہل مکۃ وغیرہم ان یصلوا الجمعۃ قلت والبحر کالمفازۃ فحکمہا واحد**، اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ عام مخصوص البعض کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ جائز ہے، اور بلا شک وشبہ یہاں خبر واحد موجود ہے، **وہو ما روی عن علی مرفوعا وموقوفاً لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع، والموقوف اصح وہو فی حکم المرفوع لانہ لا یدرک بالرایٰ**، لہٰذا نماز جمعہ صرف مصر میں ادا کی جائے گی، **یؤید حدیث تناوب اہل القریٰ وحدیث الاقامۃ فی قباقدر اسبوعین کما فی روایۃ، وحدیث جواثی حیث لم یجمع فی القریٰ التی بین المدینۃ وجواثا وغیر ذلک**، باقی رہی یہ تحقیق کہ مصر کس مقام کو کہا جاتا ہے تو اس

میں فقہاء کرام مختلف ہیں، اگر ان تمام اقوال کے متعلق معلوم کرنے کا ارادہ ہو تو بحر ص ۱۴۰ جلد ۲ مسبوط امام سرخسی ص ۲۳ جلد ۲ ردالمحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ عینی شرح ھدایة ص ۹۸۳ جلد ۱ بدائع ص ۲۵۹ جلد ۱ کو مراجعت کرے، خصوصاً آخر الذکر نے اس کو نہایت بسط سے ذکر کیا ہے، اور آخر میں فرمایا ہے، وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهو الاصح، انتهیٰ، یعنی صاحب بدائع نے اس تعریف کو مختار کیا ہے وہ یہ ہے، هو بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق ویخرج الناس الی الوالی فیما وقعت لهم من الحوادث، لیکن غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف عنوانی نہیں ہے، مصداق تمام کا ایک ہے، سب علماء نے اپنے اپنے زمانہ کے اعتبار سے جو علامات کہ مصر میں پائی جاتی تھیں ذکر کی ہیں، اگر بالفرض یہ اختلاف معنون میں ہو جائے تو اکثر تعریفات مطرد اور منعکس نہیں ہوں گی، وللتفصیل موضع آخر، پس مصر ایک فردی التصور چیز ہے اور تعریف حقیقی ان تعریفات میں صاحب تحفہ کا مختار معلوم ہوتی ہے یا وہ تعریف معلوم ہوتا ہے جو کہ صاحب بدائع نے اختیار کیا ہے، لیکن والی اور حاکم کا وجود اور اشتراط تعریف حقیقی میں غیر معتبر ہے، کیونکہ معنی شرعی اس معنی کو کہا جاتا ہے جس کو شارع نے معتبر کیا ہو، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مصر اور مدینہ کا اطلاق ان مقامات پر بھی کیا ہے جو کہ بالکل دار الحرب تھے اور بعض والی اور حاکم کا تحقق بھی نا معلوم ہے، نیز صحابہ مدینہ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے قبل الهجرة، حالانکہ مدینہ میں نہ حاکم تھا اور نہ والی تھا، روی ابو داؤد عن عبد الرحمن بن کعب عن ابیه انه کان اذا سمع النداء ترحم لاسعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنافی هزم النبیت فی موضع فی داخل المدینة، وفی استیعاب ابن عبد البر ان اسعد بن زرارة کان اول جمع بالمدینة فی هزمة من حرة (بذل ص ۱۷۱ جلد ۲) وفی المعرفة قال الزهری

لما بعث رسول اللهﷺ مصعب بن عمیر الی المدینة لیقرء هم القرآن جمع بهم . (**بذل ص ۱۷۰ جلد ۲**)۔ نیز روایات صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی حیات میں جواثا میں نماز جمعہ قائم ہوئی، حالانکہ جواثا زمانہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں فتح ہوا ہے، **قال صاحب معجم البلدان جواثا بالضم وبین الالفین ثاء مثلثة یمد ویقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القیس بالبحرین فتحه العلاء بن الحضرمی فی ایام ابی بکر الصدیق رضی الله عنه** (**بذل ص ۱۶۹ جلد ۲**) پس ان دلائل کی بنا پر مصر شرعی کی تعریف حقیقی میں والی اور حاکم کا وجود غیر ضروری ہے اور یہ تعریف موضع روات پر صادق اور شادی دھمیال پر صادق نہیں ہے، لہٰذا روات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور شادی دھمیال میں خلاف مسلک حنفی ہے، باقی رہی یہ تحقیق کہ عوام کو اگر نماز جمعہ سے روکا جائے تو یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ نہ مصر اور فنا مصر کو جاتے ہیں اور نہ نماز ظہر پڑھتے ہیں اور نہ وعظ سننے کیلئے حاضر ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اگر بعض ان قریٰ میں جہاں کسی ایک امام کی شرط موجود ہو اگر نماز جمعہ قائم رکھی جائے اور بعد میں نماز احتیاطی ادا کی جائے تو قابل اعتراض نہ ہوگا، **ونظیرہ ما فی درالمختار وکرہ صلاة مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یترکونها والاداء الجائز عند البعض اولیٰ من الترک، انتهیٰ**، اور جن قریٰ میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کی کوئی شرط موجود نہ ہو تو وہاں نماز جمعہ پڑھانا قابل انکار ہے اس تمہید کے بعد مختصر جوابات علی الترتیب لکھے جاتے ہیں۔

(۱)......ناجائز ہے اگر عوام کے فتنے کا خطرہ نہ ہو، فتنہ سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کیلئے نہ مصر اور نہ فنا مصر کو جاتے ہیں اور نہ نماز ظہر پڑھتے ہیں۔

(۲)......تعریف اصح اور حقیقی میں عدد بالغان کا کائی دخل نہیں ہے، اور عام فہم تعریف بھی معلوم ہے، **کما مر فی التمهید.**

(۳)......اگر فتنہ نہ ہو تو بند کی جائے۔

(۴)......اگر احتیاطی نماز نہ پڑھی ہو تو قضا واجب ہے، قال المقدسی ذکر ابن الشحنة عن جده التصریح بالندب وبحث فیه بانه ینبغی ان یکون عند مجرد التوهم، اما عندقیام الشک والاشتباه الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شیخ ابن الهمام ما یغیره. (ردالمحتار ص ۷۵۶ جلد ۱) وقال العلامة الشامی ناقلا عن الجواهر لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر (۷۴۸ جلد ۱).

(۵)......فدیہ دینا بہتر ہے (لعدم الوصیة).

(۶)...... جب مصر کی کوئی ایک تعریف اس مقام پر صادق ہو اگرچہ وہ ضعیف ہو تو اس مقام میں نماز جمعہ پڑھنے والے اور فتویٰ دینے والے لوگوں پر اعتراض نہ کیا جائے۔

(۷)......اصل حکم ان کا صحیح ہے۔

(۸)......مفتی بہ قول کی بنا پر تعدد جمعہ جائز ہے (درمختار)۔

(۹)......روات کو جانا ضروری ہے (وهکذا حکم القریٰ القریبة من مصر).

(۱۰)......واضح کہا گیا ہے کہ بر قول صحیح یہ مصر نہیں ہے۔

(۱۱)......کسی ایک میں نماز جمعہ قائم کرنا مسلک حنفی کے موافق نہیں ہے۔

(۱۲)......ضروری،

(۱۳)...... جب ہوں اور نہ ظہر پڑھتے ہوں اور اس مقام میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی ایک شرط موجود ہے .رہ ادا احتیاطی قابل اعتراض نہیں ہے۔ وهو الموفق

فصل فی الخطبة

خطبہ جمعہ وعیدین کے الفاظ کی مقدار اور حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام خطبہ جمعہ وعیدین میں اول نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، تعوذ وتسمیہ اور کوئی سورت پڑھ کر بیٹھتا ہے پھر دوسرے خطبہ میں الحمد لله نحمده ونستعینه الخ پڑھ کر ختم کر دیتا ہے کیا شرعاً یہ خطبہ درست ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خطبہ درست نہیں کیونکہ جس خطبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام نہیں آتے وہ خطبہ نہیں ہوتا، آیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حیدر ٹیکسلا ۵/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: اس مقدار خطبہ سے فرض اور شرط پوری ہو جاتی ہے، لہٰذا نماز جمعہ وغیرہ درست ہوں گی البتہ یہ خطبہ خلاف سنت ہوگا، لان المسنون فی الخطبة الاولیٰ ان تکون مشتملة علی الحمد والصلوٰة والتشهد، والتذکیر والقرآن والثا مد والصلوٰة والتشهد والدعاء والقرآن کما فی البدائع والتجنیس فلیراجع الموفق

جمعہ کے دن خطبہ میں یا خطبہ سے قبل وعظ ونصیحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن خطبہ جمعہ میں وعظ

﴿۱﴾ قال العلامة علاء الدین الکاسانی: ینبغی ان یخطب خطبة خفیفة یفتتح فیها بحمد الله تعالیٰ، ویثنی علیه، ویتشهد ویصلی علی النبی ﷺ، ویعظ، ویذکر، ویقرأ سورة ثم یجلس جلسة خفیفة، ثم یقوم فیخطب خطبة اخری یحمد (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ونصیحت کا کیا حکم ہے، فرض ہے یا سنت یا مستحب؟ جبکہ بعض مقامات پر صرف خطبہ پڑھ کر آخری سورتوں سے نماز کا خاتمہ کرتے ہیں، کیا وعظ ونصیحت ضروری نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عنایت مجیب خٹک سب پوسٹ ماسٹر چترال

الجواب: خطبہ اولیٰ کے درمیان عربی میں وعظ کرنا مسنون ہے اور دیگر زبانوں میں خلاف سنت ہے ﴿۱﴾ اور خطبہ سے قبل مثلاً ہر زبان میں وعظ کرنا مستحب ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

خطبہ جمعہ وعیدین میں پنجابی زبان کے اشعار پڑھنا خلاف سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ جمعہ وعیدین میں خطبہ کے

(بقیہ حاشیہ) الله تعالیٰ، ویثنی علیه ویصلی علی النبی ﷺ ویدعو للمؤمنین والمؤمنات. (بدائع الصنائع ص ۵۹۱ جلد ۱ سنن الخطبة)

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکهنوی: فانه لا شک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروه تحریما وکذا قراءة الاشعار الفارسیة والهندیة فیها. (عمدة الرعایة حاشیة شرح الوقایة ص ۲۴۲ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ یدل بجواز الوعظ قبل الخطبة حدیث ابی داؤد عن سمرة بن جندب ان نبی الله ﷺ قال احضروا الذکر وادنوا من الامام فان الرجل لا یزال یتباعد حتی یؤخر فی الجنة وان دخلها. (سنن ابی داؤد ص۱۶۵ جلد ۱ باب الدنو من الامام عند الموعظة)

وهکذا یدل علی الجواز بالوعظ قبل الجمعة اذن عمر لتمیم داری: واخرج ابن عساکر عن حمید بن عبد الرحمن ان تمیما الداری استأذن عمر فی القصص سنین فابی ان یأذن له، فاستأذنه فی یوم واحد فلما اکثر علیه قال له: ماتقول؟ قال: اقرأ علیهم القرآن وامرهم بالخیر وانها هم عن الشر قال عمر: ذلک الذبح، ثم قال: عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل ذلک یوما واحداً فی الجمعة.

(الموضوعات الکبریٰ لملا علی قاری ص ۳۲ رقم حدیث ۱۲۷ مقدمة)

دوران پنجابی اشعار یا دیگر زبانوں کے اشعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرحیم سیر ڈاک ہزارہ......۱۹۶۹ء/۱۲/۲۴

الجواب: ماسویٰ عربی کے دیگر لغت پڑھنا (خطبہ میں) خلاف سنت ہے کیونکہ خیر القرون میں بہت سے ممالک عجمی فتح ہوئے اور بہت سے شہروں میں جمعہ قائم کیا گیا، اور باوجود ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو فارسی وغیرہ سمجھتے اور بول سکتے تھے اور مخاطبین عربی نہیں سمجھتے تھے خطبہ زبان عربی میں پڑھا جاتا تھا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

امام الحیّ کی اجازت کے بغیر مسجد میں وعظ وتقریر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں امام محلہ کی رضامندی کے بغیر جمعہ کے دن یا دوسرے دن کوئی غیر شخص ممبر پر وعظ یا تقریر کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی حبیب السلام پیر سباق نوشہرہ......۱۷/محرم ۱۴۱۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: فی آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارسی: الکراهة انما هی لمخالفة السنة لان النبی ﷺ واصحابه قد خطبوا دائماً بالعربية ولم ينقل عن احد منهم انهم خطبوا خطبة ولو خطبة غير الجمعة بغير العربية (الی ان قال) الخطبة بالفارسية التی احدثوها واعتقدوها وحسنها ليس الباعث اليها الا عدم فهم العجم اللغة العربية وهذا الباعث قد كان موجوداً فی عصر خير البرية وان كان فيه اشتباه فلا اشتباه فی عصر الصحابة والتابعين ومن تبعهم من الائمة المجتهدين حيث فتحت الامصار الشاسعة والديار الواسعة واسلم اكثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعياد وغيرها من شعائر الاسلام وقد كان اكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذلك لم يخطب احد منهم بغير العربية ولما ثبت وجود الباعث فی تلك الازمنة وفقدان المانع والتكاسل وهذه معلوم بالقواعد المبرهنة لم يبق الا الكراهة التی هی ادنى درجات الضلالة الخ. (مجموعة الفتاویٰ ص ۲۸۶، ۲۸۷ جلد ۱ کتاب الصلوٰة)

الجواب: یہ وعظ وتقریر امام الحیّ اور محلّہ کے اہل حل وعقد کے اذن کے بغیر ناجائز ہے﴿۱﴾ البتہ جب امام نہ خود وعظ وتقریر کرسکتا ہو اور نہ دوسرے اہل واعظ اور مقرر کو اذن دیتا ہو تو یہ امام ضدی اور معاند ہے۔ وھو الموفق

خطبہ جمعہ میں و السلطان العادل ظلل اللہ فی الارض الخ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ جمعہ میں و السلطان العادل ظلل اللہ فی الارض من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ ، کہنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: برادر مولانا لطیف اللہ صاحب ۱۹۸۶ء/۷/۱۴

الجواب: یہ حدیث کے الفاظ ہیں﴿۲﴾ ان کا خطبہ میں ذکر کرنا قابل اعتراض نہیں ہے البتہ

﴿۱﴾ قال الحصكفي: والخيار الى القوم فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ولو قدموا غير الاولىٰ اساؤ بلا اثم واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولىٰ بالامامة من غير مطلقا، قال ابن عابدين: اى وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرأ منه.
(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ باب الامامة)

فى المنهاج: (قوله فلا يومهم) والراجح انه مخصوص بما لم يؤذن له لحديث مسعود البدرى قال قال رسول اللهﷺ لا يؤم الرجل فى بيته ولا فى سلطانه ولا يجلس على تكرمته الا باذنه رواه ابوداؤد ، وروى احمد ومسلم لا يؤمن الرجل الرجل فى سلطانه ولا يقعد فى بيته على تكرمته الاباذنه ورواه سعيد بن منصور ولكن قال فيه لايؤم الرجل الرجل فى سلطانه الا باذنه.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۳۸ جلد۲ باب من زار قوماً فلا يصل بهم)

﴿۲﴾ عن زياد بن كسيب العدوى : قال كنت مع ابى بكرة تحت منبر ابن عامر وهو يخطب وعليه ثياب رقاق فقال ابو بلال انظروا الى اميرنا يلبس ثياب الفساق فقال ابوبكرة اسكت سمعت رسول اللهﷺ يقول من اهان سلطان الله فى (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

موجودہ دور کے سلاطین کو عادل کہنا قابل اعتراض ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

خطبہ کے دوران قعدہ کی شکل میں دوزانو بیٹھنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ کے دوران قعدہ کی شکل میں بیٹھنا سنت ہے یا واجب؟ اور حدیث میں اس کے متعلق کچھ وارد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اختر اسلام نوشہرہ کینٹ ۲۹/محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب: دوران خطبہ قعدہ کی شکل میں دوزانو بیٹھنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، لما فی ابی داؤد: فاذا جل فی المسجد اصحاب النبی ﷺ فرأيتهم محتبين والامام يخطب (ص ۱۵۸ جلد ۱) ﴿۲﴾ وقال الطحاوی فكان الاولىٰ بنا ان نحملها على الحبوة المستانفة في حال الخطبة لانه مكروه في الخطبة وتكون الحبوة التي كانوا يفعلونها حبوة كانوا يستعملونها قبل الخطبة فيخطب الامام وهم فيها ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) الارض اهانه الله، رواه الترمذى وقال هذا حديث حسن غريب وعن ابن عمر ان النبى ﷺ قال ان السلطان ظل الله فى الارض ياوى اليه كل مظلوم من عباده فاذا عدل كان له الاجر وعلى الرعية الشكر واذا جار كان عليه الاصر وعلى الرعية الصبر، رواه البيهقى فى شعب الايمان. (مشكواة المصابيح ص ۳۲۱، ۳۲۳ جلد ۲ كتاب الامارة)

﴿۱﴾ قال العلامة حصكفى: ويندب ذكر الخلفاء الراشدين والعمين لا الدعاء للسطان وجوزه القهستانى ويكره تحريما وصفه بما ليس فيه. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱ قبيل مطلب فى قول الخطيب اعوذ بالله من الشيطان الرجيم)

﴿۲﴾ (سنن ابى داؤد ص ۱۶۵ جلد ۱ باب الاحتباء والامام يخطب ابواب الجمعة)

﴿۳﴾ وفى المنهاج: وقد ثبت الاحتباء عن كثير من الصحابة والتابعون فى سنن ابى داؤد، وقال ابو داؤد لم يبلغنى ان احداً كرهها الا عبادة بن نسى، ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

جمعہ کے دن مسجد میں ٹیپ شدہ تقریر سنانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن خطبہ ونماز سے پہلے کسی عالم کی ٹیپ شدہ تقریر منبر پر رکھ کر مسجد میں سنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ......۱۹۷۵ء/۶/۲۵

الجواب: ٹیپ شدہ تقریر مسجد میں سنانا نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے، البتہ گانے بجانے سننا ہر جگہ ممنوع ہیں، لان العکس ھھنا مماثل الاصل فی الاثر المخصوص فکذا فی الحکم الشرعی کما فی حدیث النھی نعت المرء ة عند زوجھا وفیه کانه ینظر الیھا فافھم ﴿۱﴾. وھو الموفق

خطبہ جمعہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام لینے کا حکم

سوال: ایک خطیب صاحب خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدین کے نام کے ساتھ حضرت امیر معاویہ

(بقیہ حاشیہ) قالوا التوفیق والله اعلم ان النھی محمول علی استیناف الحبوة فی حال الخطبة لان فی ذلک اشتغالا عن الخطبة بغیرھا، والصحابة کانوا یحتبون قبلھا فیخطب الامام وھم علی ماکانوا علیه من الاحتباء ففعلھم غیر الذی نھی عنه کذا فی المعارف عن مشکل الطحاوی ،اعلم ان مناط النھی ھو مخافة النوم لانه یجلب النوم، علی انه ھیئة لا یکون معھا تمکن ، فربما تفضی الی انتقاض الطھارة فیمنعه الاشتغال بالطھارة عن استماع الخطبة مع ما یتوقع منه من الافتتان فی الصلوٰة لغلبة الحیاء ممن یخلو عن علم یسوسه وورع یحجزه کذا قال التوربشتی. (منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۶۲ جلد۳ باب ماجاء فی کراھیة الاحتباء والامام یخطب)

﴿۱﴾عن عبد الله بن مسعود قال قال النبی ﷺ لا تباشر المرأة المرأة فتنعتھا لزوجھا کانه ینظر الیھا. (الصحیح البخاری ص۷۸۸ جلد۲ باب لا تباشر المرأة المرأة فتنعتھا لزوجھا)

رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیتا ہے، اگر مقتدیوں کی طرف سے یہ اعتراض ہو جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام وہاں لیا جاتا ہے جہاں شیعہ ہوں یہاں شیعہ نہیں ہیں لہٰذا یہ نام نہ لیا جائے تو خطیب صاحب نے یہ جواب دیا کہ شیعہ ہوں یا نہ ہوں نام لیا جائے گا، اس کے بعد ایک مقتدی نے کہا کہ پھر تمام صحابہ کرام کے نام باری باری لیتے رہو ورنہ یہ بھی چھوڑنا پڑے گا، جواب سے مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی الرحمٰن خطیب جامع مسجد مانسہرہ......۱۹۷۷ء/۸/۱۲

الجواب: واضح رہے کہ خطبہ میں خلفاء راشدین اور عمین کا ذکر مندوب ہے، کما فی شرح التنویر ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین(هامش ردالمحتار ص ۵۴۴ جلد ۱)﴿۱﴾ اور دیگر صحابہ کا ذکر (بخصوصہ) نہ مندوب ہے اور نہ ممنوع ہے، البتہ کسی صحابی کی توہین فسق اور ممنوع ہے اور ضلالت ہے، کما فی ردالمحتار ص ۲۹۳ جلد ۳ لما فی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احد من الصحابة وبغضه لا یکون کفراً لکن یضلل الخ﴿۲﴾ پس نہ اصرار مناسب ہے اور نہ انکار زیبا ہے خصوصاً جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت سے لوگ بدظنی کے شکار ہوئے ہیں۔ وهو الموفق

اذان ثانی اور خطبہ کے درمیان مسجد کیلئے چندہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان ثانی کے بعد خطبہ کے وقت مسجد کیلئے چندہ کیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۱ء/۹/۲۵

الجواب: مناسب یہ ہے کہ اذان ثانی سے قبل چندہ جمع کیا جائے اذان ثانی اور ارادہ خطبہ

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۲۱ جلد ۳ مطلب مهم فی حکم سب الشخین باب المرتد)

کے بعد چندہ کرنا جائز ہے،یدل علیه ما فی شرح التنویر اذا خرج الامام من الحجرة ان کان والافقیامه للصعود (شرح المجمع) قلت وفی حکمه بقاء المقرر قاعداً عند انتهاء التقریر وقصد الخطبة ، قلت واماحدیث سلیک الغطفانی فقیل مخصوص وقیل لم یشرع فی الخطبة بعد توقف فلا صلاة ولا کلام خلا قضاء فائتة لم یسقط الترتیب بینها وبین الوقتیة اه ﴿۱﴾ او توقف عنها، قلت هذان التاویلان ضعیفان اما الاول فلو رود الحدیث العام واما الثانی فلعدم صحته علی مذهب الائمة وقیل منسوخ وهو الراجح عند التحقیق وللتفصیل مقام آخر﴿۲﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دوخطبوں کے درمیان تقریر کرنا نماز کیلئے نقصان دہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دوخطبوں کے درمیان اگر تقریر کی جائے تو نماز میں کیا نقصان آتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:عزیز الرحمٰن متعلم حقانیہ......۲۳/مارچ ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۰۵ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: واجیب عن حدیث الباب بوجوه الاول ان النبیﷺ امسک عن الخطبة فارتفع المانع...... والثانی ان ذلک کان قبل شروعه فی الخطبة ...... والثالث ان هذا الحکم مخصوص بسلیک، وفیه نظر لان الاختصاص لا یثبت بمجرد الادعاء...... والرابع انه منسوخ بما ذکرنا کما جنح الیه العینی تبعاً للطحاوی والخامس انه مرجوح لانه معارض بالمحرم الخ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۹،۶۰ جلد۳ باب فی الرکعتین اذاجاء الرجل والامام یخطب)

الجواب: خطبہ خلاف سنت ہوا﴿۱﴾نماز میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابی بکر الحداد الیمنی: یخطب خطبتین یفصل بینھما بقعدة ومقدار الجلوس بینھما عند الطحاوی مقدار ما یحسن موضع جلوسه من المنبر وفی ظاھر الروایة مقدار ثلث آیات کذا فی الفتاویٰ قال فی النھایة وھذه القعدة عندنا للاستراحة ولیست بشرط وعند الشافعی شرط حتی لا یکتفی عنده بالخطبة الواحدة وان طالت.

(الجوھرة النیرة علی مختصر القدوری ص۱۰۷ جلد۱ باب الجمعة)

وقال الحافظ بن حجر العسقلانی: (قوله یخطب خطبتین یقعد بینھما) وصرح به فی روایة خالد بن الحارث قبل ولفظه: کان یخطب قائماً ثم یقعد ثم یقوم وللنسائی والدارقطنی من ھذا الوجه کان یخطب خطبتین قائماًیفصل بینھما بجلوس ورواه ابوداؤد بلفظ: کان یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ الموذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس فلا یتکلم ثم یقوم فیخطب. واستفید من ھذا ان حال الجلوس بین الخطبتین لا کلام فیه واستدل به الشافعی فی ایجاب الجلوس بین الخطبتین لمواظبته ﷺ علی ذلک مع قوله صلوا کما رائتمونی اصلی وقال صاحب المغنی لم یوجبھا اکثر اھل العلم لانھا جلسة لیس فیھا ذکر مشروع فلم تجب.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ص۴۲۱ جلد۳ باب القعدة بین الخطبتین یوم الجمعة)

وفی المنھاج: (الجلوس بین الخطبتین) وھو سنة عند الجمھور خلافا للشافعی فانه شرط عنده وھی روایة عن احمد واستدل الشافعی علی مواظبتهﷺ علیه وقال صلوا کما رائتمونی اصلی، قلنا محض فعل الرسول لا یدل علی الفرضیة والا فیلزم ان لا نبغی فی الصلاة سنن واداب، وفی شرح التنویر یجلس بینھما بقدر ثلاث ایات علی المذھب وتارکھا مسیئ علی الاصح.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص۵۶ جلد۳ باب ماجاء فی الجلوس بین الخطبتین)

الله الله

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف به

فتاوی فریدیہ جلد سوم

باب صلاۃ العیدین

بسم الله الرحمن الرحيم

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم العید رکعتین

لم یصل قبلھما ولا بعدھما

......(اخرجہ السبعۃ)......

باب صلاۃ العیدین

عورتوں پر نماز عید واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتوں پر گھروں میں انفراداً نماز عید واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خائستہ رحمن متعلم حقانیہ .... ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: عورتوں پر نماز عید واجب نہیں ہے جس طرح جمعہ واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ بل یکون عدم وجوب صلاۃ العید اولیٰ لان شانھا دون شان الجمعة. وھو الموفق

نماز عیدین میں شافعی امام کا اقتدا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شوافع عید کی نماز بنیت سنت ادا کرتے ہیں اور احناف بنیت واجب ادا کرتے ہیں کیا سنت پڑھنے والے کے پیچھے واجب پڑھنے والے کا اقتدا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج عنایت ولی حقانی بنکاک ۳/۱۱/ ۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن نجیم : (قوله ولا یحضرن الجماعات) لقوله تعالیٰ وقرن فی بیوتکن وقال ﷺ صلاتها فی قعربیتها افضل من صلاتها فی صحن دارها وصلاتها فی صحن دارها افضل من صلاتها فی مسجدها وبیوتهن خیر لهن ولانه لا یؤمن الفتنة من خروجهن اطلقه فشمل الشابة والعجوز والصلاة النهارية والليلية قال المصنف فی الكافی والفتویٰ الیوم علی الكراهة فی الصلاة كلها لظهور الفساد. (البحر الرائق ص ۳۵۸ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: محترم الحاج عنایت ولی صاحب! بعد از سلام آپ نے جس مسئلہ کے متعلق پوچھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز عید ہمارے مذہب میں بھی مختلف فیہ ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، لہٰذا یہ اقتدا بلا شک وشبہ جائز ہے خواہ حنفی واجب کی نیت کرے یا صرف نماز عید کی نیت کرے، کما فی الدر المختار وصح الاقتداء فیه (فی الوتر) ففی غیره اولیٰ ان لم یتحقق منه ما یفسدها فی اعتقاده فی الاصح بشافعی مثلاً لم یفصله بسلام لا ان فصله علی الاصح بهما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد ، ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب،قال الشامی ما معناه انه لا یلزم نیة الوجوب لا انه ممنوع منه، کما فی العیدین للاختلاف (قال العلامة الشامی ای فی الوجوب والسنة وهو علة للعیدین فقط) فلیراجع الی ردالمحتار ص ۶۲۶ جلد ۱ ﴿۱﴾ . وهو الصواب

عید کے دن کیلئے پہلے سے کپڑوں کو تیار کرنا اور رقم رکھنا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کے دن کیلئے کسی چیز کا تعین کرنا مثلاً رقم رکھ دیں کہ یہ عید کے دن خرچ کیلئے ہے یا کپڑے بنانا اور رکھنا کہ یہ عید کے دن کیلئے ہے، کیا یہ تعین جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن کونڑ افغانستان

الجواب: جاز اجماعاً کالوضوء قبل دخول الوقت ویدل علیه ما روی فی بعض کتب الحدیث سمنوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم﴿۲﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ص ۴۹۳ جلد ۱ مطلب الاقتداء بالشافعی)

﴿۲﴾ (اللطائف المستحسنة بجمع خطب شهور السنة للکهنوی ص ۱۴۲ الخطبه لعید الاضحیٰ)

نمازعید صحرامیں بہتر ہے اور مصر میں متعدد مقامات پر جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

کہ نمازعیدین محلہ کی مساجد میں تقریباً ڈیڑھ سوآدمیوں کا اجتماع ہو جائے کیا یہ درست ہے؟ یا شرعاً عظیم اجتماع مطلوب ہے؟ اور کیا نمازعید کیلئے عیدگاہ کی حدود شہر سے باہر ہونا مطلوب شرعی ہے؟ اگر ہے تو موجودہ صورت حال میں ملتان شہر کی غالباً کوئی بھی عیدگاہ شہر سے باہر نہیں ہے کیونکہ شہر ملتان ہر جانب سے چار پانچ میل تقریباً پھیل چکا ہے اب کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق مدرسہ رحیمیہ خرم گیٹ ملتان شہر

الجواب: (۱) بہتر یہ ہے کہ آبادی سے باہر صحرا میں عیدین کی نماز کیلئے نکلیں، فی الدر المختار والخروج الیها ای الجبانة لصلاۃ العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح وفیه ایضاً الجبانة وهی المصلی العام قال العلامة الشامی ای فی الصحراء (ص۵۵۷ جلد ۱ باب العیدین) ﴿۱﴾ . (۲) اور عید کی نماز کیلئے جماعت ضروری ہے جو کہ ماسوائے امام کے تین افراد سے کم نہ ہوں، فی الدر المختار واقلها اثنان، وفی ردالمحتار ص ۳۷۲ جلد ۱ وهذا فی غیر الجمعة انتهیٰ، اما فی البحر ای فان اقلها فیها ثلثة صالحون لا امامته سوی الامام ومثلها العید لقولهم یشترط لها ما یشترط للجمعة صحة واداء سوی الخطبة ﴿۲﴾. فافهم (۳) اور نمازعید متعدد مواضع میں خواہ مصر سے باہر ہوں یا داخل مصر ہوں، جائز ہے، فی الدر المختار فی باب العیدین تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا ﴿۳﴾. فقط

﴿۱﴾ (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ص ۲۱۲ جلد ۱ باب العیدین)
﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۹ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)
﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۱۸ جلد ۱ باب العیدین)

نمازِ عید کیلئے ساٹھ میل کا سفر کرنا کسی کے نزدیک واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یورپ میں ہماری جگہ سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر دور ایک چھوٹی سی مسجد ہے جہاں تھوڑے مسلمان بھی ہیں اب جب میں وہاں نمازِ عید کیلئے جاتا ہوں تو فرض نماز ضرور قضا ہو جاتی ہے، میرے لئے وہاں عید کی نماز کیلئے جانا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل ضمیر

الجواب: ساٹھ میل دور مقام کو جمعہ یا نمازِ عیدین کیلئے جانا کسی امام کے نزدیک واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ خصوصاً جبکہ اس جانے میں فرض نماز فوت ہونے کا خطرہ شدیدہ موجود ہو۔ فقط

نمازِ جمعہ اور عید میں تداخل ائمہ اربعہ کا مذہب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب جمعہ اور عید ایک دن میں آجائے تو کیا صلاۃ عید اور خطبہ عید نمازِ جمعہ اور خطبہ جمعہ کیلئے کفایت کر جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خانستہ رحمٰن متعلم حقانیہ ۱۹۷۴ء/۱۲/۸

الجواب: ائمہ اربعہ میں سے کسی نے صلاۃ عید میں تداخل جمعہ کا قول نہیں کیا ہے ﴿۲﴾ لان

﴿۱﴾ قال العلامة حسن بن عمار : ولا يجب على من كان خارج المصر ولو سمع النداء من المصر سواء كان سواده قريبا من المصر او بعيدا على الاصح فلا يعمل بما قيل بخلافه، قال الطحطاوي: قال في الشرح تنبيه قد علمت بنص الحديث والاثر والرواية عن ائمتنا ابي حنيفة وصاحبيه واختيار المحققين من اهل الترجيح انه لا عبرة ببلوغ النداء ولا بالغلوة، والاميال وانه ليس بشئ فلا عليك من مخالفة غيره الخ.

(الطحطاوي مع مراقي الفلاح ص ۵۰۴، ۵۰۵ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال الشامي: امامذهبنا فلزوم كل منهما قال في الهداية (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

النبی ﷺ صلّها بلا تداخل، وما روی ان من شاء اجزأه من الجمعة فالمراد منه اهل العوالی لان النبی علیه السلام رخص لهم. نعم فی الایاب بعد صلاة العید وما روی عن ابی الزبیر وابن عباس رضی الله عنهما فمحمول علی التجمیع قبل الزوال او محمول علی فهمهما انه (ترک الجمعة) رخصة وقد کان لاهل العوالی فقط﴿ ا ﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه)ناقلا عن الجامع الصغیر عیدان جتمعا فی یوم واحد فالاول سنة والثانی فریضة ولا یترک واحد منهما قال فی المعراج احترز به عن قول عطاء تجزی صلاة العید عن الجمعة ومثله عن علی وابن الزبیر قال ابن عبد البر سقوط الجمعة بالعید مهجور وعن علی ان ذلک فی اهل البادیة ومن لا تجب علیهم الجمعة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۱۰ جلد ۱ باب العیدین)

﴿ ا ﴾ وفی منهاج السنن: (قوله وربما اجتمعا فی یوم واحد فیقرء بهما) فیه رد لزعم الجهال ان اجتماع الخطبتین یکون منحوساً، وفیه حجة علی من قال بتداخل صلوٰة الجمعة فی صلاة العید وهو عطاء بدلیل ما رواه ابوداؤد من حدیث زید بن ارقم ومن حدیث ابی هریرة من الرخصة فی ترک الجمعة لمن صلی صلاة العید والجواب عنه انه حدیث ضعیف فی اسناد حدیث زید بن ارقم ایاس بن ابی رملة وهو مجهول، وفی اسناد حدیث ابی هریرة بقیة وهو متهم بتدلیس التسویة علا انه مضطرب رفعا وارسالاً، وعلی تقدیر تسلیم الصحة یقال انه علیه الصلاة والسلام رخص لاهل العوالی دون اهل المدینة کما فی روایة البیهقی وکما فی المعراج عن علی ان ذلک فی اهل البادیة ومن لا تجب علیه الجمعة، وکما رواه البخاری فی باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منها عن عثمان انه قال فی خطبته یا ایها الناس ان هذاالیوم قد اجتمع لکم فیه عیدان فمن احب ان ینتظر الجمعة من اهل العوالی فلینظر، ومن احب ان یرجع فقد اذنت له وروی مثله الحاکم عن الفاروق الاعظم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب القراءة فی العیدین)

بلاعذر عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنا خلاف سنت اور محلّہ کی مساجد میں جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بلاعذر عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنااوراپنے اپنے محلوں میں ادا کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ ترک السنّت نہیں ہے جیسا کہ عینی اور دوسری کتابوں میں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خلیل فاضل خیر المدارس خطیب مسجد کلاں

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے بارش کی وجہ سے نماز عید مسجد میں پڑھی ہے، کما فی ابی داؤد ص ۱۶۴ جلد ۱ عن ابی هريرة رضى الله عنه انه اصابهم مطر فى يوم عيد فصلى بهم النبى ﷺ صلاة العيد فى المسجد ﴿۱﴾ اور عدد نا معلوم ہے اور لنگڑوں اور لولوں کیلئے مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے اور دیگر لوگوں کیلئے بلاعذر خلاف سنت ہے، کما فی ردالمحتار ص ۷۷۷ جلد ۱ وفى الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانه ويستخلف غيره يصلى فى المصر بالضعفاء ﴿۲﴾، لیکن جب عیدگاہ آبادی کے اندر ہو یا تقدیم وتقدم میں نزاع کا ظن ہو تو پھر اپنی اپنی مسجدوں میں نماز عید پڑھنا اور عیدگاہ کو نہ جانا اهون البليتين ہے۔ وهو الموفق

آبادی کی اندرونی عیدگاہ اور مسجد کا یکساں حکم ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عیدگاہ آبادی کے اندر ہو اور نماز عید مسجد میں پڑھی جائے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: انور ایوب گدون صوابی ۱۹۸۸ء/۶/۷

الجواب: طریق مسنون یہ ہے کہ عیدگاہ شہر سے باہر ہو لیکن اگر باہر مناسب جگہ نہ ہو تو مسجد

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۷۱ جلد ۱ باب يصلى بالناس فى المسجد اذا كان يوم مطر)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۱۲ جلد ۱ مطلب يطلق المستحب على السنة باب العيدين)

اوراندرونی عیدگاہ کا یکساں حکم ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نمازعید میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ سہوترک کرنا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام عید نے دوسری رکعت میں تکبیرات نہیں پڑھے اور سیدھا رکوع کو چلا گیا، رکوع کے بعد پھر تکبیرات ادا کئے اور پھر دوبارہ رکوع کو چلا گیا اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا، کیا یہ نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد رضا درہ آدم خیل کوہاٹ......۱۹۸۴ء/۷/۱۶

الجواب: اگر نماز عید میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہو تو تکرار فرض کی وجہ سے یہ واجب شدہ سجدہ سہو ترک کرنا جائز ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۰۷ جلد ۱ ﴿۲﴾. وھو الموفق

ایک ہی مقام پر یکے بعد دیگرے الگ الگ نماز عید پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں جبکہ خطبہ عیدالفطر سنایا جارہا ہو دوسری جماعت برائے عید از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ ہمارے ہاں تنازعہ اور اختلاف ہے اسلئے شرعی حکم صادر فرما کر رفع نزاع کیلئے تعاون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: سیلمان خان واہ فیکٹری راولپنڈی......۱۹۷۹ء/۹/۱۶

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والخروج اليها اى الجبانة لصلاة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح قال الشامي اى في الصحراء بحر عن المغرب.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۶۱۲ جلد ۱ باب العيدين)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: والسهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرين عدمه في الاولين لدفع الفتنة كما في جمعة البحر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۵۵۶ جلد ۱ باب سجود السهو)

الجواب: نمازعید کیلئے دیگر نمازوں کی طرح نہ عیدگاہ شرط ہے اور نہ مسجد، پس مناسب یہ ہے کہ نزاعات کے وقت الگ الگ مکان میں ﴿۱﴾ یا ایک مکان میں یکے بعد دیگرے نماز ادا کی جائے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

خطبہ عیدین کے ضمن میں یا بعد از خطبہ ہیئت اجتماعیہ سے دعا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین کے خطبہ اول میں دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعد از خطبہ دعا مانگنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر محمد تلہ گنگ ضلع اٹک ۲۳/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: خطبہ کے ضمن میں عربی میں خطیب کو دعا کرنا چاہئے ﴿۳﴾ اور اس کے علاوہ خطبہ کے اول میں یا آخر میں یا نماز عید کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا مانگنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی :: ولو امکنہ الذھاب الی امام آخر فعل لانھا تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً۔ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۶۱۸ جلد۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ ایک عیدگاہ میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے تاہم فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوتو دفع نزاعات کیلئے اگر اسی جگہ دوبارہ جماعت منعقد کی جائے تو جائز ہے مگر امام دوسرا ہونا ضروری ہے پہلا امام دوسری جماعت کا امام نہیں بن سکتا اسی صورت میں اھون البلیتین کو معمول بنانا ہوگا۔ (از مرتب)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن نجیم : کما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال ینبغی ان یخطب خطبۃ خفیفۃ یفتتح بحمد اللہ ویثنی علیہ ویتشھد ویصلی علی النبی ﷺ ویعظ ویذکر ویقرأ سورۃ ثم یجلس جلسۃ خفیفۃ ثم یقوم فیخطب خطبۃ اخری یحمد اللہ تعالی ویثنی علیہ ویتشھد ویصلی علی النبی ﷺ ویدعو للمؤمنین والمؤمنات کما فی البدائع.

(البحر الرائق ص۱۴۷ جلد۲ باب صلاۃ الجمعۃ)

﴿۴﴾ قال العلامہ مفتی کفایت اللہ الدھلوی : عیدین کے بعد دعا مانگنے کا فی الجملہ تو ثبوت ہے مگر تعین موقع کے ساتھ ثبوت نہیں کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد، دونوں موقعوں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نمازعید یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قول رسول یا فعل رسول ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احادیث وفقہ کی روشنی میں نمازعید یا خطبہ عید کے بعد دعا ثابت ہے یا نہیں؟ صحیح بخاری اور مسلم کی روایات میں نبی ﷺ کے زمانہ میں خواتین کا عیدگاہ جانا اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہونا صراحۃ موجود ہے، اگر یہ دعا اجتماعی نہ تھی تو شرکت کا کیا مطلب ہے اور اگر دعا ہے تو اجتماعی ہوگی یا انفرادی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مزمل حسن گلشن اقبال کراچی ۲۲/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: نمازعید یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قول رسول یا فعل رسول مروی نہیں ہے اور حدیث میں جو مروی ہے، **ویشھدن دعوۃ المسلمین** ﴿۱﴾ تو یہ لفظ دعا، وعظ اور عبادت تینوں کو کہا جاتا ہے، نیز صلاۃ استسقا کو بھی کہا جاتا ہے صرف دعا کو نہیں کہا جاتا ہے تو ایسے محتملات سے تمسک کرنا بہت ہی نازیبا ہے مگر بہرحال احتمال کی وجہ سے مرتکب پر اشد انکار کرنا بھی مناسب نہیں ہے،

(بقیہ حاشیہ) میں سے کسی ایک موقع پر دعا مانگنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۹۹ جلد ۳ چھٹا باب نماز عیدین)

وقال الامام ولی اللہ الدھلوی: فابد لھما بیومین فیھما تنویہ بشعائر الملۃ الحنیفیۃ وضم مع التجمل فیھما ذکر اللہ وابوابا من الطاعۃ لئلا یکون اجتماع المسلمین بمحض اللعب ولئلا یخلو اجتماع منھم من اعلاء کلمۃ اللہ وضم معہ مقصداً آخر من مقاصد الشریعۃ وھو ان کل ملۃ لا بد لھا من عرصۃ یجتمع فیھا اھلھا لتظھر شوکتھم وتعلم کثرتھم ولذلک استحب خروج الجمیع حتی الصبیان والنساء وذوات الخدور والحیض ویعتزلن المصلی ویشھدن دعوۃ المسلمین. (حجۃ اللہ البالغہ ۲ : ۳۱ مبحث فی العیدین)

﴿۱﴾ وفی المنھاج: (قولہ ویشھدن دعوۃ المسلمین) وفی روایۃ ابی داؤد یشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین والدعوۃ تعم الموعظۃ والذکر وطلب الحاجۃ.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب خروج النساء فی العیدین)

لا سیما اذا هو لفظ روایة البخاری فیکبرن بتکبیرهم ویدعون بدعاء هم ﴿۱﴾. فافهم

نماز عید یا خطبہ عید کے بعد دعا عفو اور مباح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد از نماز عید کرنی چاہیے یا بعد از خطبہ عید؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا مفتی زرولی خان مدرسہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی......۱۹۸۳ء/۱۲/ ۲۷

الجواب: حضور ﷺ سے نماز عید کے بعد یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی روایت ہمیں معلوم نہیں، البتہ بظاہر نہ کرنا راجح معلوم ہوتا ہے، **والا لنقل الینا،** نیز پیغمبر علیہ السلام سے اس کے منع کے متعلق بھی کوئی روایت مروی نہیں ہے، پس قواعد کی رو سے یہ دعا عفو اور مباح ہے﴿۲﴾ البتہ عوارض خارجیہ التزام وغیرہ کی وجہ سے ناجائز ہوگا﴿۳﴾۔ **وهو الموفق**

عید کے دن مصافحہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں علماء عید کے دن مصافحہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ کی رو سے مسجد میں مصافحہ کرنا حرام ہے کیا یہ صحیح ہے؟ حالانکہ عید کے دن مصافحہ کرنے سے اکثر دشمنی دوستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد اقبال ملاکنڈ ایجنسی

﴿۱﴾ (صحیح البخاری ص ۱۳۲ جلد ۱ باب فضل العمل فی ایام التشریق)

﴿۲﴾ عن سلمان قال سئل رسول الله ﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه.

(سنن الترمذی ص ۲۰۶ جلد ۱ باب فی لبس الفراء ابواب اللباس)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: کسی خاص نماز کے بعد مصافحہ کرنا مختلف فیہ ہے، امام نووی اور شمس حانوتی کے نزدیک لاباس به ہے، اور صاحب درمختار کا میلان بھی جواز کی طرف ہے ابن حجر اور صاحب ملتقط کا میلان کراہیت کی طرف ہے، اور ابن الحاج المالکی نے اس کو بدعت کہا ہے، والروایات کلها مسطورة فی ردالمحتار ص ۳۳۶ جلد۵ ﴿۱﴾ فلیراجع ، پس احتیاط ترک میں ہے ، وهو الاقوىٰ من حیث الدلیل، البتہ کرنے والے پر اشد انکار نہ کی جائے، لوجود الروایة المبیحة ، فافهم. وهو الموفق

شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر صحرا میں نماز عید ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ علاقہ مری میں شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر غیر آباد جگہ میں برسوں سے عیدین کی نماز پڑھائی جاتی ہے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عید کی نماز شہر

(بقیه حاشیه) به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد۲ باب العیدین)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: حیث قال اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لا بأس به فان اصل المصافحة سنة ونقل مثله عن الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلا بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها وهو الموافق ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بکل حال ثم نقل ابن حجر عن الشافعیة انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خیه لا فی ادبار الصلوات.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۷۰ جلد۵ باب الاستبراء وغیره)

سے باہر صحرا میں پڑھی جائے نہ کہ شہر میں، اب وہاں صرف عیدین پڑھی جاتی ہے نہ کہ جمعہ، تو کیا یہ نماز درست ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن مدرسہ تجوید القرآن کوہ مری راولپنڈی.... ۱۹۷۶ء/۵/۱۳

الجواب: بہ ظاہر اس جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ کما فی البدائع ص ۲۶۰ جلد ۱ وھل تجوز صلاۃ الجمعة خارج المصر منقطعاً عن العمران ام لا ذکر فی الفتاویٰ روایة عن ابی یوسف ان الامام اذا خرج یوم الجمعة مقدار میل او میلین فحضرته الصلاۃ فصلی جاز وقال بعضھم لا تجوز الجمعة خارج المصر منقطعا عن العمران وقال بعضھم علی قول ابی حنیفه وابی یوسف یجوز وعلی قول محمد لایجوز کما اختلفوا فی الجمعة﴿۱﴾. وھو الموفق

عید کارڈ، عید مبارکی اور عید کیلئے نئے کپڑوں کے اہتمام کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) عید کارڈ بھیجنا کیسا ہے؟ خط یا کارڈ قبل از عید جائز ہے یا ناجائز؟ (۲) عید کے دن مبارکبادیاں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مصافحہ کا کیا حکم ہے؟ (۳) عید کیلئے چند مہینے پہلے سے کپڑے بنانا اور اہتمام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خان محمد تنگی چارسدہ.... ۱۵/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: (۱) عید کارڈ یا خط کے ذریعہ مبارکبادی دینا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی بلکہ مباح ہے۔ (۲) عید کے دن کسی کو مبارکبادی دینا مندوب ہے، حدیث سے ثابت ہے ﴿۲﴾ اور نماز

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۵۸۶ جلد ۱ فصل فی بیان شرائط الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامه سید احمد الطحطاوی: والتھنئة بقوله تقبل الله منا ومنکم لا تنکر بل مستحبة لورود الاثر بھا کما رواہ الحافظ ابن حجر عن (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

عید کے بعد مصافحہ کرنا مختلف فیہ ہے لہٰذا اس میں تشدد مناسب نہیں البتہ کرنے سے نہ کرنا احوط ہے۔
(۳) جدید کپڑوں کا اہتمام کرنا بھی نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع۔
ملاحظہ:...... بے پردگی، غیر محارم سے مصافحہ، فضول خرچی، التزام مالایلزم تمام کے تمام منکرات شرعیہ ہیں جو کہ غم وشادی کے مواقع میں دیکھے جاتے ہیں، پس مناسب یہ ہے کہ ان منکرات کی انسداد کی جائے نہ کہ شادی وغیرہ کی، فافہم۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) تحفۃعید الاضحیٰ لابی القاسم المستملی بسند حسن و کان اصحاب رسول اللہ ﷺ اذا التقوا یوم العید یقول بعضھم لبعض تقبل اللہ منا ومنکم قال ...... قول الرجل لصاحبه عید مبارک علیک ونحوہ ویمکن ان یلحق ھذا اللفظ بذلک فی الجواز الحسن واستحبابه لما بینھما من التلازم. (الطحطاوی علی المراقی ص ۵۳۰ باب احکام العیدین)
وقال العلامة جلال الدین السیوطی: اخرج الطبرانی فی الکبیر وزاھر بن طاھر فی تحفة عید الاضحیٰ عن حبیب بن عمر الانصاری قال: حدثنی ابی قال: لقیت واثلة رضی اللہ عنه یوم عید فقلت: تقبل اللہ منا ومنک، فقال: تقبل اللہ منا ومنک، واخرج الاصبھانی فی الترغیب عن صفوان بن عمرو السکسکی قال: سمعت عبد اللہ بن بشر، وعبدالرحمن بن عائذ، وجبیر بن نفیر، وخالد بن معدان یقال لھم فی ایام الاعیاد، تقبل اللہ منا ومنکم ویقولون ذلک لغیرھم، واخرج الطبرانی فی الدعاء، والبیھقی عن راشد بن سعد ان ابا امامة وواثلة لقیاہ فی یوم عید فقالا: تقبل اللہ منا ومنک، واخرج زاھر بن طاھر فی کتاب تحفة عید الفطر وابواحمد الفرضی فی مشیخته بسند حسن عن جبیر بن نفیر قال: کان اصحاب رسول اللہ ﷺ اذا التقوا یوم العید یقول بعضھم لبعض، تقبل اللہ منا ومنکم واخرج زاھر ایضا بسند حسن عن محمد بن زیاد الا لھانی قال: رأیت ابا امامة الباھلی یقول فی العید لاصحابه تقبل اللہ منا ومنکم، واخرج البیھقی من طریق ادھم مولیٰ عمر بن عبد العزیز قال: کنا نقول لعمر بن عبد العزیز فی العیدین، تقبل اللہ منا ومنک یا امیر المؤمنین فیرد علینا مثله۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عید کے دن مصافحہ اور معانقہ سے منع کرنے میں تشدد ہے یا نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عیدین کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کرنا جائز ہے تو عوام الناس کو اس سے منع کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ صاحب احسن الفتاویٰ جناب مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مہتمم اشرف المدارس کراچی نے فتاویٰ مذکورہ کے ص ۱۲۸۰ میں اس سوال کے جواب میں شامی کا حوالہ دیتے ہوئے عبارت ذیل نقل کی ہے۔

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بکل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد اداء الصلوٰة و لانها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن الحجر عن الشافعية انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع و انه ینبه فاعلها اولا ویعذر ثانیا..... وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خیه لافی ادبار الصلوات فحیث وضعها الشرع یضعها فینهی عن ذلک ویزجر فاعله لما اتی به من خلاف السنة ثم اطال فی ذلک فراجعه فقط،

(بقیه حاشیه) ولا ینکر ذلک، واخرج الطبرانی فی الدعاء عن شعبة بن الحجاج قال: لقیت یونس بند عبید فقلت تقبل الله منا ومنک فقال لی مثله واخرج الطبرانی فی الدعاء من طریق حوشب بن عقیل قال: لقیت الحسن البصری فی یوم عید فقلت: تقبل الله منا ومنک، واخرج ابن حبان فی الثقات عن علی بن ثابت قال: سألت مالکاً عن قول الناس فی العید تقبل الله منا ومنک فقال: ما زال الامر عندنا کذلک لکن اخرج ابن عساکر من حدیث عبادة بن الصامت قال: سألت رسول الله ﷺ عن قول الناس فی العیدین تقبل الله منا ومنکم فقال: "کذلک فعل اهل الکتابین" وکرهه وفی اسناده عبد الخالق بن خالد بن زید بن واقد الدمشقی قال فیه البخاری منکر الحدیث، وقال ابو حاتم: ضعیف، قال النسائی: لیس بثقه، وقال الدارقطنی: متروک، وقال ابونعیم: لا شیئ. (الحاوی للفتاویٰ ۱: ۸۰، ۸۱ مبحث التهنئة بالعید)

اب دریافت طلب یہ ہے(۱) یہ مخالفت کس درجے کی ہے؟ (۲) یہ مخالفت آیا نماز کرنے کے فوراً بعد کیلئے ہے یا عید کا پورا دن اس میں داخل ہے؟ (۳) کیا معانقہ اس میں داخل ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: محمد رفیق مدرسہ رحیمیہ مسجد بیری والی ملتان شہر

الجواب: (۱) علامہ شامی نے ردالمحتار جلد خامس کے مذکورہ بالا صفحہ میں امام نووی اور شیخ ابوالحسن بکری اور شمس حانوتی وغیرہ سے اس مصافحہ (کسی خاص نماز کے بعد) کو جائز اور مباح لکھا ہے اور صاحب درمختار علامہ حصکفی کا میلان بھی جواز کی طرف ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں تشدد نہ کرنا چاہئے اور بہر حال نہ کرنا افضل ہے، **لان عند التعارض یرجح المحرم ولان العوام یعتقدون ان لها خصوصیة زائدة علی غیرها ان ظاهر کلامهم انه لم یفعلها احد من السلف فی هذه المواضع ﴿۱﴾** .

(۲) جن فقہاء نے اس مصافحہ کو مکروہ اور بدعت کہا ہے ان کے اقوال کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے ﴿۲﴾ کہ جب مصافحہ اول ملاقات کے وقت ہو اور مصافحہ کرنے کے اوقات کے متعلق بنسبت باقی اوقات کی زیادہ خصوصیت اور زیادہ ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں کیونکہ تخصیص اعتقادی سے بچنا ضروری ہے تخصیص عملی سے بچنا شرعاً اور عقلاً ناممکن ہے۔

(۳) معانقہ کے متعلق فقہاء نے تصریح نہیں کی ہے لیکن دلائل جانبین اس میں جاری ہیں لہٰذا مصافحہ اور معانقہ کا حکم یکساں ہوگا۔

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۲۷۰ جلد ۵ باب الاستبراء وغیره)

﴿۲﴾ **قال الامام ربانی رشید احمد الگنگوهی:** معانقہ ومصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مؤدت، اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے اور **علی هذا** معانقہ جیسا بشرائط خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۸ کتاب البدعات)

ملاحظہ: عوام کو اختلاف فقہاء ظاہر کرنے سے نیز اس حقیقت کو واضح کرنے سے کہ اس خاص مصافحہ میں دیگر اوقات سے زیادہ ثواب نہیں ہے، صرف اسی پر اکتفا کرنے سے فتنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وھوالموفق

عیدین کی نماز میں مسبوق اپنی رکعت مع تکبیرات پوری کرے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین کی نماز میں مقتدی دوسری رکعت میں شامل ہوا تو فوت شدہ رکعت کو کس طرح پوری کرے گا، تکبیرات کہے گا یانہیں، بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کھڑے ہوکر سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھ کر تکبیرات زوائد کہہ کر اپنی رکعت پوری کرے، فی الدر المختار ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برأی نفسہ لانہ مسبوق ولو سبق برکعۃ یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر ﴿۱﴾. وھوالموفق

تکبیرات تشریق احادیث سے ثابت ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام تشریق میں تکبیرات تشریق کہاں سے ثابت ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الحق حضرو اٹک......۱۹۸۶ء

الجواب: وتکبیرات التشریق فمرویۃ عن عائشۃ وابن مسعود وعلی رضی اللہ عنہم فلیراجع الی البدائع الصنائع ص۱۹۵ جلد۱ ﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۲۱۶ جلد۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ قال العلامۃ کاسانی: اتفق شیوخ الصحابۃ نحو عمر وعلی وعبد اللہ بن مسعود وعائشۃ رضی اللہ عنہم علی البدایۃ بصلاۃ الفجر من یوم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تکبیرات تشریق منفرد اور عورت دنوں پر واجب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات تشریق تو باجماعت نماز کے بعد مردوں پر واجب ہیں کیا یہ منفرد نماز پڑھنے والے اور عورتوں پر بھی واجب ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل مالک سوڑیزی پایاں پشاور......۱۹۹۴ء/۹/۲۶

الجواب: مفتیٰ بہ قول کی بنا پر تکبیرات تشریق منفرد اور عورتوں پر بھی واجب ہیں البتہ عورت جہر نہ کرے گی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بنا بر قول مفتی بہ تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے دس ذی الحجہ کے عصر تک واجب ہیں اور صاحبین کے نزدیک عرفہ کی صبح سے تیرہ ذی الحجہ کے عصر تک واجب ہیں اس میں مفتیٰ بہ قول کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرحیم قلعہ سیف اللہ......۱۹۹۰ء/۱۰/۱۰

(بقیہ حاشیہ)عرفة وبه اخذ علماؤنا، قلت اما رواية ابن مسعود وعلى ذكره محمد بن الحسن فى كتابه الاثار ص ۴۲ برقم ۲۰۸ والحاكم فى المستدرك ص ۲۹۹ جلد ۱ رقم: ۳۰۰، واما رواية عمر فاخرجه الحاكم فى المستدرك ص ۲۹۹ جلد ۱ فى كتاب العيدين.
(بدائع الصنائع ص ۴۵۸ جلد ۱ فصل فى وجوب التكبير ايام التشريق)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: ووجوبه على امام مقيم بمصر وعلى مقتد مسافر او قروى او امرأة بالتبعية لكن المرأة تخافت ويجب على مقيم اقتدىٰ بمسافر وقالا بوجوبه فور كل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافر او امرأة لانه تبع للمكتوبة الى عصر اليوم الخامس آخر ايام التشريق وعليه الاعتماد والعمل والفتوىٰ فى عامة الامصار.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۶۲۰ جلد ۱ باب العيدين)

الجواب: مفتی بہ مذہب صاحبین کا ہے، کما فی الدر المختار ص ۵۸۹ جلد ۱ باب العیدین﴿۱﴾ وعلیہ الاعتماد وعلیہ العمل والفتویٰ فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار. وھو الموفق

تکبیرات تشریق میں مفتیٰ بہ قول صاحبین کا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات ایام تشریق میں مفتی بہ قول صاحبین کا ہے یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل محمد بلوچستانی......۲۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: مفتیٰ بہ مذہب صاحبین کا ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس آخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتویٰ فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار.

(الدر المختار علی ھامش رد المحتار ص ۶۲۰ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ قال العلامۃ جلال الدین الخوارزمی: بعد تفصیل المسئلۃ وذکر العلامۃ نجم الدین الزاھدی فی شرحہ للقدوری والفتویٰ والعمل فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار علی قولھما. (الکفایۃ فی ذیل فتح القدیر ۲: ۴۹ فصل فی تکبیرات التشریق ومثلہ فی الھندیۃ ۱: ۱۵۲ والتاتارخانیۃ ۲: ۱۰۲۱)

اللہ اللہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

کتاب الجنائز

قال الله تعالیٰ

الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر ۔ ....(الآیة)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال:

قال رسول اللہ ﷺ اکثروا ذکرھا ذم اللذات: الموت.

رواہ الترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم وابن عدی

کتاب احکام الجنائز

باب صلاۃ الجنازۃ

ایک مسلمان کو بلا جنازہ دفن کرنے سے تمام مطلع لوگ گنہگار رہوں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان مستحق جنازہ کو بلا جنازہ دفن کیا گیا اس کا گناہ کس پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نور جنان صاحب سرائے نورنگ بنوں

الجواب: جو شخص شرعاً مستحق جنازہ ہو تو اس کو بغیر جنازہ کے دفنانے سے تمام مطلع لوگ گنہگار ہوں گے خواہ مقامی لوگ ہوں یا غیر مقامی، لانهم تاركوا الفرض ﴿ ۱ ﴾۔ وهو الموفق

نماز جنازہ میں عدم تاخیر افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کو موخر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی صالح موسیٰ زئی شریف..... ۲۱/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: نماز جنازہ میں عدم تاخیر افضل ہے: لما فی الهندية ص ۵۴ جلد ۱ لكن

﴿ ۱ ﴾ وفی فتاویٰ الهندية: الصلاة على الجنازة فرض كفاية اذا قام به البعض واحدا كان او جماعة ذكرا كان او انثى سقط عن الباقين واذا ترك الكل أثموا هكذا فى التتار خانية.
(فتاویٰ عالمگیریة ص ۱۶۲ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاة على الميت)

الافضل فی سجدۃ التلاوۃ تاخیرھا وفی صلوٰۃ الجنازۃ التاخیر مکروہ ھکذا فی التبیین ﴿۱﴾ وفی شرح التنویر علی ھامش ردالمحتار ص۳۲۷ جلد۱ وفی التحفۃ الافضل ان لا توخر الجنازۃ﴿۲﴾. وھو الموفق

جنازہ میں عوام کی طرف سے مقررہ قاضی امام الحی پر مقدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاضی صاحب باپ دادا سے شرعی فیصلوں کیلئے قاضی آرہا ہے اور باپ دادا سے یہ لوگ جنازے پڑھ رہے ہیں اب قوم نے بھی اس قاضی صاحب کو شرعی فیصلوں کیلئے منتخب کیا ہے تو اس قاضی کی موجودگی میں امام الحی نماز جنازہ کا مجاز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: قاضی اشرف خان باڑہ ایجنسی.....۱۹۸۴ء/۵/۲۱

الجواب: صریح جزئیہ یافتہ نہ شد البتہ مقتصائے نظائر این ست کہ این قاضی مقرر شدہ از جانب عوام مقدم برامام الحی است، ونظیرہ تقدیم الخطیب الذی نصب من العامۃ علی امام الحی﴿۳﴾ والوجہ فیہ ان الرضاء علی تقدیمہ کالعبارۃ بخلاف تقدم امام الحی فانہ کالرضاء بالدلالۃ. فافھم. وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ص ۵۲ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان الاوقات التی لا تجوز فیھا الصلاۃ وتکرہ فیھا)

﴿۲﴾(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۲۷۵ جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: واختلف فی الخطیب المقرر من جھۃ الامام اعظم او من جھۃ نائبہ ھل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ اولا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقۃ فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازہ میں فاتحہ پڑھنا اور مذہب احناف

سوال: میت پر جو جنازہ پڑھا جاتا ہے اگر یہ نماز ہے تو اس میں سورۃ فاتحہ کیوں نہیں پڑھی جاتی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے، حنفی مذہب نے اس کی اجازت کیوں نہیں دی ہے؟ اور اگر یہ دعا ہے تو دعا کے بعد دعا کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ کتابوں میں جنازہ کے بعد دعا مستحب لکھی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالمتین خادم جامع مسجد میاں عمر صاحب چمکنی پشاور ..... ۱۴/ جون ۱۹۸۴ء

الجواب: بدائع وغیرہ میں مسطور ہے کہ احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو ثنا کی حیثیت سے پڑھنا جائز ہے ﴿۱﴾ اور حدیث ابوداؤد شریف، اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء ﴿۲﴾ کی بنا پر اذکار جنازہ میں اصل دعا ہے اور دعا داخلی کے بعد دعا خارجی ممنوع نہیں ہے ﴿۳﴾ کمافی الصلوات الخمسة. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وهو الظاهر من عباراتهم الخ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۲ جلد ۱ مطلب فی جواز استنابة الخطيب)

وقال الشرنبلالی: وفی التبيين عن جوامع الفقه امام المسجد الجامع اولی من امام الحی انتهیٰ، والصلوٰة فی الاصل حق الاولياء لقربهم الا ان الامام والسلطان يقدمان لعارض الامامة العظمیٰ والسلطنة فان التقدم عليهما فيه ازدراء وفساد امر المسلمين فيتحاشا عن ذلک الفساد فيجب تقديم من له حكم عام.

(امداد الفتاح ص ۶۲۲ فصل فی بيان الاحق بالصلوٰة علی الجنازة)

﴿۱﴾ قال العلامة الكاسانی: وعندنا لو قرأ الفاتحة علی سبيل الدعاء والثناء لم يكره.

(بدائع الصنائع ص ۵۲ جلد ۲ فصل فی بيان كيفية الصلاة علی الجنازة)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۰۰ جلد ۲ باب الدعاء للميت كتاب الجنائز)

﴿۳﴾ وفی المنهاج: قد ثبت الدعاء بعد صلاة الجنازة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازہ میں امام کا چار سے زائد تکبیرات کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں اگر امام غلطی سے پانچ تکبیرات پڑھ لیں تو کیا یہ جنازہ جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: جان محمد صاحب ہاتھیان مردان ١٦/شعبان ١۴٠٣ھ

الجواب: پانچ تکبیرات کرنے سے جنازہ میں نقصان نہیں آتا البتہ زائد تکبیر میں مقتدی امام کے ساتھ تکبیر نہ کریں گے اور سلام پھیرنے میں اس امام کے ساتھ شریک ہوں گے، ماخوذ از شرح التنویر علی ہامش ردالمحتار (ص ٥٨٦ جلد ١) ﴿١﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ممن فاتۃ الجنازۃ مثل ابن عمرو عبد اللہ بن سلام، واما الدعاء ممن صلی علیھا فذخیرۃ الاحادیث ساکتۃ عنہ فمن ادعی انہ علیہ الصلاۃ والسلام دعا بعدھا او ادعی انہ لم یدع بعدھا فدخل فی حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار ولوقال الخصم لو دعا بعدھا لبلغ الینا، لجاز لنا ان نقول لو لم یدع لبلغ الینا کما بلغ الینا انہ ما اذن وما اقام لصلاۃ العید، وبالجملۃ انہ لا بد من الفرق بین عدم الروایۃ وبین روایۃ العدم. نعم منع عنہ الفقھاء واکثرھم لم یذکروا دلیل المنع، والبعض عللوا المنع بالزیادۃ علی الجنازۃ، والبعض الآخر عللوہ بتکرار الجنازۃ، وکلتا القبیحتین انما تلزمان اذا دعا قائما فی الصف دون بعد کسر الصف وکذا اکثر الفقھاء یعبرون بلفظ طویل ای لا یقوم بالدعاء ولا یعبرون بلفظ مختصر ای لا یدعو. فیکون الدعاء بعد کسر الصف عفواً ومباحا لحدیث ماسکت عنہ فھو عفو رواہ ابوداؤد، نعم کم من مباح یصیر ممنوعا لعارض مثل الالتزام وغیرہ واعلم ان الفقھاء الحنفیۃ یعللوا ھذا المنع بانہ لم یوجد فی خیر القرون فانہ دلیل سلفی منقوض جمعاً ومنعاً.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ٢١٦ جلد ۴ باب ماجاء فی الصلاۃ علی القبر)

﴿١﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتیٰ. (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ص ٦۴٥ جلد ١ باب صلاۃ الجنائز)

جنازہ سے منع کرنے والے توبہ تائب ہو جائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمی ایک مسلمان کے جنازہ سے باقی گاؤں والوں کو منع کریں کہ تم شرکت مت کرو، اور اس رویہ سے مضافات بھی متاثر ہو کر جنازوں سے منع ہو رہے ہیں جنازہ جو فرض کفایہ ہے اگر پڑھنے پڑھانے کا یہ سلسلہ اسی طرح بند ہو جائے تو رفتہ رفتہ فرض عین کا خاتمہ بھی ہو جائے گا، منع کرنے والے بااثر آدمی ہیں ان کے ساتھ ہمیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے اور شرع میں ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان ہزارہ ۲۴/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ مانعین گنہگار اور مجرم ہیں، قال الله تعالیٰ: **ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشآء بنمیم مناع للخیر (الآیۃ)**﴿۱﴾ وقال: **القیا فی جھنم کل کفار عنید مناع للخیر (الآیۃ)** ﴿۲﴾ ان کیلئے توبہ ضروری ہے۔ وھو الموفق

دعا بعد الجنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد الجنازہ کا کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نائب صدر اصلاحی کمیٹی نوشہرہ......۲۳/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: دعا بعد الجنازہ قبل از کسر الصفوف التزام کے ساتھ بدعت ہے اور بلا التزام بدعت نہیں ہے، البتہ دعا قبل السلام پر اکتفا کرنا افضل اور تعامل سلف سے اوفق ہے، اور بعد السلام بعد کسر

﴿۱﴾ (سورۃ القلم پارہ: ۲۹ آیت: ۱۲ رکوع: ۳)

﴿۲﴾ (سورۃ ق پارہ: ۲۶ آیت: ۲۴ رکوع: ۱۶)

الصفوف بلاالتزام ممنوع نہیں ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

جنازہ میں تین صفوف بنانا افضل اور کثرت کی صورت میں طاق بنانا انسب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں صفوف کوطاق رکھنا مستحب ہے یا سنت؟اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب شرکاء کی کثرت ہوتو پھر طاق صفیں بنانا مستحب نہیں رہتا کیا یہ صحیح ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :زاہد حسین ۴۰ ہی نوشہرہ......۲۱/ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: نماز جنازہ میں تین صفوف بنانا افضل ہے(سنت زائدہ اور مستحب ہے) لحدیث ما من مسلم یموت فیصلی علیه ثلاثة صفوف من المسلمین الا اوجب فکان مالک اذا استقل اهل الجنازة جزأهم ثلثة صفوف وفی روایة فتقال الناس علیها جزاهم ثلاثة اجزاء (مشکواة ص ۱۶۲ جلد ۱) ﴿۲﴾ وفی ردالمحتار ص ۸۱۸ جلد ۱ ویستحب ان یصف ثلاثة صفوف ﴿۳﴾ پس اگر شرکاء زیادہ ہوں تو اس کے متعلق تصریح نہیں ملی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: وقید بقوله بعد الثالثة لانه لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصة وعن الفضلی لا بأس به.

(البحر الرائق ص ۱۸۳ جلد ۲ فصل السلطان احق بصلاته، کتاب الجنائز)

وقال الشرنبلالی: ویسلم وجوباً بعد التکبیرة الرابعة من غیر دعاء بعدها فی ظاهر الروایة واستحسن بعض المشائخ ان یقال ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار اور بنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب.

(امداد الفتاح ص ۶۲۰ مطلب سنن الجنازة)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۱۴۷ جلد ۱ باب المشی بالجنازة الفصل الثالث)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۴۵ جلد ۱ مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی باب صلاة الجنازة)

البتہ حدیث ان اللہ وتر ویحب الوتر ﴿۱﴾ پر عمل کرنا انسب ہے جبکہ حرج نہ ہو۔ وھو الموفق

جنازہ میں امام کا جہر سے دعا پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جنازہ میں پیش امام نے آخری تکبیر کے بعد دعا جہر سے پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد دوسرے علماء نے جنازہ نہ ہونے کا فتویٰ دیا اور دوبارہ جنازہ پڑھایا گیا، کیا اس وجہ سے جنازہ دوبارہ پڑھایا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیخ عطاء محمد

الجواب: واضح رہے کہ جنازہ کے ارکان تکبیرات ہیں اور ادعیہ وغیرہا پڑھنا مسنون ہیں، اور ان میں مخافت بھی نماز کی طرح مسنون ہے ﴿۲﴾ اور بعض اوقات میں پیغمبر علیہ السلام سے جہر بھی ثابت ہے ﴿۳﴾ لہٰذا اس خلاف سنت امر کی وجہ سے اعادہ خلاف سنت ہے، ولم اجده صريحا مع تتبع بليغ ولذا اجبت بحسب ما اقتضاه القواعد والاصول. وهو الموفق

﴿۱﴾ (صحیح البخاری ص ۹۴۹ جلد ۲ باب لله تعالیٰ مأة اسم غیر واحد قبیل کتاب الرقاق)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويسلم بلا دعاء بعد الرابعة تسليمتين ناوياً الميت مع القوم ويسر الكل الا التكبير ذيلعي وغيره لكن في البدائع العمل في زماننا على الجهر بالتسليم. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۶۴۴ جلد ۱ باب صلاة الجنازة)

وقال العلامة ابن نجيم: ولا يجهر بما يقرأ عقب كل تكبيرة لانه ذكر والسنة فيه المخافة كذا في البدائع وفيه وهل يرفع صوته بالتسليم لم يتعرض له في ظاهر الرواية وذكر الحسن بن زياد انه لا يرفع لانه للاعلام ولا حاجة له لان التسليم مشروع عقب التكبير بلا فصل ولكن العمل في زماننا على خلافه. (بحر الرائق ۲: ۱۸۴ فصل السلطان احق بصلاته)

﴿۳﴾ وعن ابن عباس انه صلى على جنازة فقرأ فيها بفاتحة الكتاب وجهر بها. اخرجه الشافعي في مسنده ص ۵۷۹ جلد ۱ والبخاري في صحيحه (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

قبرستان میں نماز جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنازہ کے آگے اگر مقبرہ ہو یا قبریں ہوں تو نماز اور نماز جنازہ نہیں ہوتی ہے لان فیه تشبیه مع اهل الکتاب...... ویکره فی معاطن الابل والمزبله والمجرزه والمغتسل والحمام والمقبرة وعلی سطح الکعبة، وعن ابی مرثد قال قال رسول الله ﷺ لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها لان فیه استخفاف (رواه مسلم) ولان فیه تعظیماً بلیغاً، دوسری بات یہ ہے کہ جو مسائل نماز کے ہیں وہی جنازے کے بھی ہیں تو جس طرف نماز نہیں ہوگی جنازہ بھی نہیں ہوگا، بحوالہ قاضی خان، مشکوٰة ص ۱۶۲ منیة المصلی ص ۲۸۱، فتاویٰ ودودیه، وضاحت فرما کر اطمینان دلادیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: سید مجاب استاد گنڈھیری نوشہرہ......۲۷/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: اختلف الاکابر فی کراهیة صلوٰة الجنازة عند القبور القریبة بلا حائل ﴿۱﴾ والظاهر عدم الکراهیة لان النبی ﷺ صلی علی بعض

(بقیه حاشیه) فی الجنائز باب قراء ة فاتحة الکتاب علی الجنائز برقم: ۱۳۳۵، وابوداؤد فی سننه فی الجنائز باب ما یقرأ علی الجنازة والترمذی فی جامعه فی الجنائز والنسائی فی المجتبیٰ من السنن والحاکم فی المستدرک.

(حاشیه بدائع الصنائع ص ۵۲ جلد ۲ کیفیت صلاة الجنازة)

﴿۱﴾ بدائع الصنائع میں ہے: قال ابو حنیفة ولا ینبغی ان یصلی علی المیت بین القبور وکان علی وابن عباس یکرهان ذلک وان صلوا اجزأهم لما روی انهم صلوا علی عائشة وام سلمة بین مقابر البقیع (ص ۶۵ جلد ۲ سنن الدفن) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۶۷ جلد ۵ میں ہے، جہاں پر چہار طرف قبریں ہوں نماز جنازہ یا نماز فرض پڑھنا مکروہ ہے، اور امداد الفتاویٰ ص ۵۰۱ جلد ۱ باب الجنائز میں ہے، قبر کی طرف جو نماز مکروہ ہے تو بوجہ اس کے کہ وہ مشتمل ہے میت پر جس میں احتمال ہے عبادت غیر اللہ کا اور نماز جنازہ میں خود میت ہی کا روبرو ہونا جائز رکھا گیا ہے تو قبر کا سامنے ہونا تو بدرجہ اولیٰ، یہ تو تحقیق...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

القبور ﴿۱﴾. ولان التشبیه لا یتأتی بالقیام البحت فافهم ﴿۲﴾ ولم اجده صریحاً. وهو الموفق

مرتکب کبائر کے جنازہ کا حکم

سوال: ما حکمکم دام مجدکم درحق کسے کہ یک مرد گواہی نہ میدہد کہ زید نماز فرض گزارد، یا صوم رمضان داشتہ، نیز مرتکب کبائر باشد چوں بمیرد مسلمانان نماز جنازہ بریں زید مذکور گزارند یا نہ؟ زجراً یا حقیقتاً؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سہیل ضلع کوہاٹ ۴/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: ماسوائے بعض اصناف کے دیگر تمام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہوگی، قال رسول اللہ ﷺ صلوا علی کل بر وفاجر رواہ ابو داؤد ﴿۳﴾ وفی الدرالمختار وهی

(بقیہ حاشیہ) جواب ہے اس سوال کا اور سائل نے خط میں جو بعض غیر مقلدین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عدم جواز نماز جنازہ قبور کے تقریب کا حکم لگا دیا ہے تو اگر وہ اہل انصاف ہو تب تو ان کے جواب کیلئے یہ حدیث کافی ہے جس کو شیخین نے روایت کیا ہے عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ مر بقبر دفن لیلا فقال متی دفن هذا قالوا البارحة قال افلا اذ نتمونی قالوا دفناه فی ظلمة اللیل فکر هنا ان نوقظک فقام فصففنا خلفه فصلی علیه، دیکھئے اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے نماز جنازہ اس طرح پڑھی کہ قبر سامنے تھی اور اگر وہ اہل انصاف ہوں تو ان سے یہ خطاب بیکار ہے اپنی تسلی حاصل کر کے عمل کرنا چاہئے۔ انتہیٰ

﴿۱﴾ عن ابن المسیب ان النبی ﷺ صلی علی قبر ام سعد بن عبادة بعد شهر. (جامع ترمذی ص ۱۲۳ جلد ۱ باب ماجاء فی الصلوٰة علی القبر)

﴿۲﴾ قال الکاسانی: ان صلاة الجنازة لیست بصلاة علی الحقیقة انما هی دعاء واستغفار للمیت الا تریٰ انه لیس فیها الارکان التی تترکب منها الصلاة من الرکوع والسجود الا انها تسمی صلاة لما فیها من الدعاء واشتراط الطهارة واستقبال القبلة فیها لا یدل علی کونها صلاة حقیقة کسجدة التلاوة ولا نها لیست بصلاة مطلقة فلا یتناولها مطلق الاسم. (بدائع الصنائع ص ۵۳ جلد ۲ کیفیت صلاة الجنازة)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ص ۳۵۰ جلد ۱ باب فی الغزو مع ائمة الجور کتاب الجهاد)

فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طریق الخ ﴿۱﴾ پس آپ ان کبائر کی فہرست روانہ کریں تاکہ ہم صحت جنازہ یا عدم صحت کا حکم دے سکیں۔ وھو الموفق

شیعہ پر جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ جب فوت ہو جائے اہل سنت کیلئے اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۶ء/۹/۳

الجواب: جو شیعہ ضروریات دین سے انکاری ہو مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر مانتا ہو، یا صدیق اکبر کے صحابی ہونے سے منکر ہو اور یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والا ہو یا امامت کو نبوت پر فوقیت دینے والا ہو یا کسی غیر اللہ کو علم کلی ثابت کرتا ہو وغیرہ تو ایسے شیعہ پر نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے، ایسے شیعہ کافر ہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

قرض خواہ کی جانب سے قرض دار پر جنازہ بند کرنے کا کوئی حق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرض خواہ اپنی دولت کے گھمنڈ میں مقروض متوفی کی توہین کی خاطر امام صاحب کو جنازہ پڑھنے سے منع کر سکتا ہے؟ اور جنازہ بند کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم............

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۴۲ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن. (ردالمحتار ص ۳۲۱ جلد ۳ مطلب فی حکم سب الشیخین)

الجواب: (الف) قرض خواہ کیلئے یہ حق نہیں کہ امام وغیرہ کو جنازہ سے منع کرے، کیونکہ پیغمبر علیہ السلام ابتدا میں جب بعض مقروضین پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ارادہ رکھتے تو دیگر مسلمانوں کو حکم دیتے تھے کہ تم اس پر جنازہ پڑھو، کما فی حدیث متفق علیه والا قال للمسلمین صلوا علی صاحبکم.
(ب) پیغمبر علیہ السلام نے یہ تغلیظ اور تشدید آخر تک جاری نہ رکھی بلکہ انتہا میں بند کی تھی، یدل علیه کما ورد فی ذلک الحدیث فلما فتح الله علیه الفتوح قام فقال انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم فمن توفی من المؤمنین فترک دینا فعلی قضآءہ ومن ترک ما لا فهو لورثته ﴿۱﴾. (ج) قرض خواہ کا بند کرنا اس زمانے میں ثابت نہیں ہے۔ (د) فقہاء کرام نے مدیون اور ایسے مقروض پر جنازہ نہ پڑھنے کی استثنا نہیں کی ہے، فلیراجع الی الهندیة ص ۱۶۷ جلد ۱ ورد المحتار ص ۸۱۴ جلد ۱ ﴿۲﴾. وهو الموفق

منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنے والے کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص کے نکاح میں ہے اور اس شخص کی موجودگی میں یہ عورت دوسری جگہ شادی کرے اور زندگی گزارے، اسی دوران یہ عورت یا یہ دوسرا شوہر مرجائے، تو ان کا جنازہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ناصل خان کٹی میانہ ۸/فروری ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ (جامع الترمذی ص۲۰۷ جلد ۱ باب ماجاء فی المدیون ابواب الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: اقول قد یقال لا دلالة فی الحدیث علی ذلک لانه لیس فیه سوی انه علیه الصلاة والسلام لم یصل علیه فالظاهر انه امتنع زجرا للغیر عن مثل هذا الفعل کما امتنع عن الصلاة علی المدیون ولا یلزم من ذلک عدم صلاة احد علیه من الصحابة .
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۴۳ جلد ۱ مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی باب صلاة الجنازة)

الجواب: جس عورت کو نہ شوہر نے آزاد کیا ہو اور نہ مسلمان حاکم نے باقاعدہ تنسیخ نکاح کیا ہو تو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام قطعی ہے، قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء الخ﴿۱﴾ اور یہ زوجین اگر اپنے آپ کو حرام کار اور گنہگار سمجھتے ہوں تو ان پر عوام جنازہ پڑھیں گے نہ خواص ﴿۲﴾ اور اگر اپنے آپ کو حلال کار سمجھتے ہوں تو یہ زوجین بلا جنازہ کفن ودفن کئے جائیں گے ﴿۳﴾۔وھو الموفق

منکوحۃ الغیر کو رکھنے والے کا جنازہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص منکوحۃ الغیر کو اپنے پاس رکھتا ہو اور اس سے بچے بھی پیدا ہو گئے ہوں، ایسے شخص کے جنازے کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کی بیٹی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اشرف عفی عنہ ڈاگئی یار حسین صوابی

الجواب: اگر ایک شخص مستحل ہو اور اپنے آپ کو گنہگار نہ سمجھتا ہو تو کفر کی وجہ سے ﴿۴﴾ اس

﴿۱﴾(سورۃ النساء پارہ:۵ آیت :۲۴ رکوع ۱)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: ظاهر حديث النسائی اما انا فلا اصلی عليه حجة لاحمد، ان الامام لا يصلی عليه، ويصلی عليه غير الامام لحديث والصلاة واجبة علی كل مسلم برا كان او فاجراً وان عمل الكبائر رواه ابوداؤد، وعند ابی حنيفة ومالک واحمد يصلی عليه بلا تخصيص وحديث الباب واقعة عين لا عموم لها، فيحمل علی الزجر كما انه عليه السلام فی اول الامر لا يصلی علی بعض المديونين زجراً. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۶ جلد۴ باب ماجاء فی من يقتل نفسه لم يصل عليه)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقال من استحل حراما قد علم فی دين النبی عليه الصلاة والسلام تحريمه كنكاح المحارم فكافر.

(ردالمحتار ص ۲۹ جلد ۲ مطلب استحلال المعصية القطعية كفر باب زكاة الغنم)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقال من استحل حراما قد ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پر جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے﴿۱﴾، اور اگر یہ بیوی بھی مستحلہ ہو تو ان کی بیٹی کے ساتھ نکاح قبل الاسلام درست نہیں ہے﴿۲﴾ اور اس کی شہادت استحلال کے وقت مردود ہے اور عدم استحلال کے وقت فاسق جیسا حکم ہوگا۔ وھو الموفق

میت کا سر جنوب اور پاؤں شمال کو کر کے جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد نے لاپرواہی سے جنازہ پڑھاتے ہوئے میت کا سر جنوب اور پاؤں شمال کی طرف رہے جنازہ پڑھا کر میت کو دفنایا، کیا یہ جنازہ ہوا ہے یا نہیں؟ نیز اس میں گنہگار مقتدی ہیں یا امام؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: صورت مسؤلہ میں نماز جنازہ ادا ہوئی ہے اگرچہ خلاف سنت ہے اور جب اس فعل میں عمد اور قصد نہ ہو تو کسی قسم کا گناہ بھی نہیں ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) علم فی دین النبی علیہ الصلاۃ والسلام تحریمہ کنکاح المحارم فکافر.
(ردالمحتار ص ۲۹ جلد ۲ مطلب استحلال المعصیۃ القطعیۃ کفر باب زکاۃ الغنم)

﴿۱﴾ وقال العلامۃ شرنبلالی: وشرائطھا ستۃ اولھا اسلام المیت لقولہ تعالیٰ ولا تصل علی احد منھم مات ابداً، یعنی المنافقین وھم الکفرۃ ولانھا شفاعۃ للمیت اکراما لہ وطلبا للمغفرۃ والکافر لا تنفعہ شفاعتہ ولا یستحق الاکرام. (امداد الفتاح ص ۶۱۷ فصل فی صلاۃ الجنازۃ)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: کصبی سبی ای اسر مع احد ابویہ من دار الحرب ثم مات لانہ تبع لہ لقولہ ﷺ کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ او یمجسانہ...... الا ان یسلم احدھما. (امداد الفتاح ص ۶۲۸ مطلب ما یفعل بالمستھل)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الحصکفی: وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا ولو اخطؤا القبلۃ صحت الخ. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۶۴۱ جلد ۱ باب صلاۃ الجنائز)

گرفتاری سے پہلے قطاع الطریق قتل کئے جائیں تو جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روڈ پر تین ڈاکو بیٹھے تھے کہ اچانک پولیس آئے تو ان میں سے ایک نے تھانیدار کو مار ڈالا، اور بھاگ گیا اور باقی دو کو پکڑ لیا، دوسرے تھانیدار نے آکر ان کو قتل کر دیا اب ان پر جنازہ کیا جائے گا یا نہیں کیونکہ یہ تو قطاع الطریق تھے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالجلیل......۱۹۷۴ء/۳/۲۴

الجواب: قطاع الطریق جب گرفتاری سے پہلے قتل کئے جائیں تو ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا (کما فی ردالمحتار ۱ : ۸۱۴) ﴿۱﴾ وھو الموفق

نابالغ کے جنازہ کی نیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ بچہ یا بچی فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ کی نیت ہم یوں پڑھتے ہیں "چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے نبی علیہ الصلاۃ والسلام دعا واسطے حاضر میت کیلئے پیچھے امام صاحب کے منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر"۔ اب بعض صاحبان کہتے ہیں کہ دعا واسطے اپنے پڑھیں کیونکہ معصوم بچہ بخشا ہوا ہے آپ صاحبان بتائیں کہ کونسی نیت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی اصغر سیرئی ہزارہ......۴/نومبر ۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قوله اذا قتلوا فی الحرب ولو بعده صلی علیهم) قال الزیلعی واما اذا قتلوا بعد ثبوت ید الامام علیهم فانهم یغسلون ویصلی علیهم وهذا تفصیل حسن اخذ به کبار المشائخ لان قتل قاطع الطریق فی هذه الحالة حد او قصاص ومن قتل بذلک یغسل ویصلی علیه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ : ۶۴۲ باب صلاة الجنائز)

الجواب: عالمگیریہ ص۱۶۴ جلد۱ میں نیت جنازہ مسطور ہے ﴿۱﴾ اس میں یہ لفظ "دعاواسطے میت کے" مسطور نہیں، لہٰذا اس کو اگر ترک کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا، اور اگر ذکر کیا جائے تو صرف بالغین کے جنازہ میں ذکر کی جائے لیکن غیر بالغین کے جنازہ میں ذکر کرنا غلط نہیں ہوگا، کما فی روایۃ واعذہ عذاب القبر ﴿۲﴾. وھو الموفق

میت کا صرف سر پایا جائے جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کا صرف سر پایا جائے، سر پر جنازہ کا کیا حکم ہوگا؟ جبکہ میت کے باقی حصہ پر ایک دفعہ جنازہ پڑھا گیا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ...... ۷/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: صرف سر پر جنازہ پڑھنا غیر مشروع ہے، لما فی شرح التنویر وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل ولا یصلی علیہ بل یدفن (ھامش ردالمحتار ص ۸۰۴ جلد ۱)﴿۳﴾. وھو الموفق

مفتری امام کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کی نماز جنازہ سنی عقائد

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: فالامام والقوم ینوون ویقولون نویت اداء ھذہ الفریضۃ عبادۃ للہ تعالیٰ متوجھا الی الکعبۃ مقتدیا بالامام.

(فتاوی عالمگیریۃ ص ۱۶۴ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)

﴿۲﴾ عن سعید بن المسیب قال صلیت وراء ابی ھریرۃ علی صبی لم یعمل خطیئۃ قط فسمعتہ یقول اللھم اعذہ من عذاب القبر، رواہ مالک.

(مشکواۃ المصابیح ص۱۴۷ جلد ۱ باب المشی بالجنازۃ)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۶۳۴ جلد ۱ باب صلاۃ الجنائز)

کے طریقہ پر ہوئی تھی اور پورا گاؤں اس بات کا عینی شاہد ہے، مگر جنازہ کرنے والے شخص نے عدالت میں سر پر قرآن رکھ کر کہا کہ میں نے شیعہ طریقہ پر جنازہ پڑھایا ہے حالانکہ وہ خود بھی سنی ہے، لہٰذا ایسے مفتری امام کا کیا حکم ہوگا؟ اس کی امامت کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک حیات مرزا اٹک .....۵/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: واضح رہے کہ کسی مرد یا عورت کے سنی یا شیعی ہونے کا دارمدار اعتقاد اور اقرار پر ہے پس جس عورت کے متعلق شیعی ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہو تو اس پر شیعوں جیسا جنازہ پڑھانا ناجائز ہے اور اس پر سنیوں جیسا جنازہ پڑھنے کے باوجود غلط بیانی کرنا گناہ بالائے گناہ ہے، اور اگر قوم میں اس غلط بیان کنندہ سے دینی حیثیت سے بہتر شخص موجود ہو تو اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ امام واجب العزل ہے ورنہ بصورت عکس اندھوں میں کانا راجح ہوتا ہے (ماخوذ از بحر ص ۳۴۹ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

میت پر ولی ابعد کے جنازہ کے بعد ولی اقرب کا دوبارہ جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی قطر میں فوت ہوا، اور ولی ابعد نے وہاں جنازہ پڑھ لیا، اب جبکہ میت وطن (پاکستان) پہنچ جائے اور خراب نہ ہوا ہو تو کیا وطن میں ولی اقرب دوبارہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟ احقر نے اس بارے میں شامی، بحر، بدائع وغیرہ کا گہرا مطالعہ کیا، میری رائے یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں ولی اقرب نماز پڑھا سکتا ہے لیکن علاقے میں بعض علماء احقر کا خلاف کرتا ہے آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفتی معین الدین صاحب دارالافتاء انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ .....۲۴/ ستمبر ۱۹۸۴ء

الجواب: جو نماز جنازہ ولی اقرب کے اذن واجازت کے بغیر پڑھی جائے تو ولی اقرب اس کا اعادہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

کرسکتا ہے﴿۱﴾لیکن جب مقام جنازہ میں ولی اقرب موجود نہ ہوتو اس کا حق کہاں سے ثابت کیا جائے گا﴿۲﴾ کما فی عقد الا بعد عند غیوبة الاقرب الا ان الاقرب له حق العقد ثمه ﴿۳﴾لان النكاح لا يشترط له حضور المولاة بخلاف الجنازة فانها لا تصح على الغائب فافهم.

میت پر نجس چادر یا کفن ڈالا جائے یا ریشمی کپڑے میں ہوتو جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر میت کو نجس جگہ یا نجس چار پائی یا فرش پر رکھا جائے یا نجس چادر اس پر ڈالی جائے یا نجس کفن میں یا ریشمی کفن وغیرہ میں رکھی جائے کیا اس پر جنازہ درست ہوگا؟ بینو اتوجروا

المستفتی: پشم خان

الجواب: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، في شرح التنوير عن القنية الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط في حق الميت والامام جميعاً﴿۴﴾ انتهىٰ. وفي

﴿۱﴾ قال العلامةابن الهمام: (قوله فان صلى غير الولي والسلطان اعاد الولي) هذا اذا كان هذا الغير غير مقدم على الولي فان كان ممن له التقدم عليه كالقاضي ونائبه لم يعد.

(فتح القدير ص۸۳ جلد۲ فصل في الصلاة على الميت)

﴿۲﴾قال العلامة ابى بكر بن على الحداد اليمنى: وللاقرب ان يقدم على الابعد من شاء لانه لا ولايه للابعد معه فان غاب الاقرب في مكان تفوت الصلاة بحضوره فالابعد اولى وهو ان يكون خارج البلد فان قدم الغائب غيره بكتاب كان للابعد ان يمنعه والمريض في المصر بمنزلة الصحيح يقدم من شاء وليس للابعد ان يمنعه.

(الجوهرة النيرة شرح القدورى ص۱۲۸ جلد۱ باب الجنائز)

﴿۳﴾ قال العلامة ابوبكر الحداد اليمنى. (قوله واذا غاب الولى الاقرب غيبة منقطعة جاز لمن هو ابعد منه ان يزوج خلافا لزفر) والاصل ان عندنا ان الولى الابعد اولىٰ من السلطان ، الخ. (الجوهرة النيرة ص۷٦ جلد۲ كتاب النكاح)

﴿۴﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۶۴۰ جلد۱ باب صلاة الجنائز)

ردالمحتار فی التارخانیة سئل قاضی خان عن طهارة مکان المیت هل تشترط لجواز الصلوٰة علیه قال ان کان المیت علی الجنازة لا شک انه یجوز والا فلا روایة لهٰذا وینبغی الجواز وهکذا اجاب القاضی بدرالدین، قلت وروایة القنیة لا تعارض بروایة قاضی خان لان النجاسة ان کان من بدن المیت فلا تضر والا فتمنع الصلوٰة . (ردالمحتار ص ۸۱۲)﴿۱﴾ الحریر لا یمنع صحة الصلوٰة عند احد من الائمة. وهوالموفق

تکرار جنازہ کی اجازت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک میت کا جنازہ ایک دفعہ ادا کیا گیا ہے اب بعض لوگ جنازہ سے رہ گئے ہیں وہ اصرار کرتے ہیں کہ جنازہ دوبارہ دوسرے امام کی امامت میں ادا کیا جائے کیا اس وجہ سے دوبارہ جنازہ ادا کیا جائے گا یا فوراً دفن کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام جیلانی امام مسجد اندرکوٹ ببروٹ مری ۲۴/شوال ۱۴۰۸ھ

الجواب: تکرار جنازہ مشروع نہیں ہے کما فی الهندیة ص ۱۶۳ جلد ۱ ولا یصلی علی میت الامرة واحدة والتنفل بصلاة الجنازة غیر مشروع الخ، وقلت وعلیه تعامل السلف الصالحون﴿۲﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۴۰ جلد ۱ مطلب فی صلاة الجنازة باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگیریة ص ۱۶۳ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت) وقال الکاسانی: ولنا ماروی ان النبی ﷺ صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیا فقال له النبی ﷺ الصلاة علی الجنازة لا تعادو لکن ادع للمیت واستغفرله وهذا نص فی الباب وروی ان ابن عباس وابن عمر فاتتهما صلاة علی جنازة فلما حضرا ما زادا علی الاستغفارله الخ.

(بدائع الصنائع ۲: ۴۷ کیفیة الصلاة علی الجنازة)

امام الحی کی موجودگی میں دوسرے شخص کا جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بادشاہ اسلام یا نائب یا قاضی کے بعد جنازہ کرنے کا حق امام الحی کو ہے اس کے بعد ولی کو ہے لیکن ولی خود امامت کی اہلیت نہیں رکھتا ہے کیا وہ دوسرے شخص کو امام الحی کی رضا کے بغیر جنازہ کیلئے مقدم کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل احمد بابڑہ ۳۰/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر یہ میت حالت حیات میں اس امام الحی کے پیچھے اقتدا کرنے پر علت صحیحہ کی وجہ سے ناراض نہیں تھی تو اس ولی کا جنازہ پڑھنا یعنی امامت کرنا یا دوسرے شخص کا امام بنانا (امام الحی کی اجازت کے بغیر) بہتر نہ ہوگا، یدل علیہ مافی الدر المختار ثم امام الحی فیه ایهام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب ، فقط بشرط ان یکون افضل من الولی، وفی ردالمحتار ص ۸۲۳ جلد ۱ وانما کان اولی لان المیت رضی بالصلوٰۃ خلفه فی حال حیاته فینبغی ان یصلی علیه بعد وفاته، قال فی شرح المنیة فعلی هذا لو علم انه کان غیر راض به حال حیاته ینبغی ان لا یستحب تقدیمه، قلت هذا مسلم ان کان عدم رضاه به لوجه صحیح والا فلا فتامل ﴿۱﴾ انتهیٰ ما فی ردالمحتار ، قلت لما کانت الجنازۃ عبارۃ عن التکبیرات دون الاذکار فکان اکثر العوام اهلا لها . وهو الموفق

مردہ پیدا شدہ بچے کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا بچہ سات ماہ کا مردہ

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۶۴۹ جلد ۱ مطلب فی بیان من هو احق بالصلاۃ علی المیت باب صلاۃ الجنائز)

پیدا ہوا، اس پر جنازے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی.....۳/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی، اگرچہ بدن مکمل ہوا ہو (ردالمحتار) ﴿۱﴾. وھو الموفق

جنازہ کی نیت میں فرض کفایہ کے بجائے کفائی پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ جنازہ کی نیت میں فرض کفائی پڑھا کرتے ہیں اب ایک صاحب کہتے ہیں کہ کفائی پڑھنا درست نہیں ہے، یہ غلط ہے بلکہ فرض کفایہ پڑھنا چاہئے، کیا یہ کفائی پڑھنا غلط ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ہادی محکمہ تعمیرات ایس ڈی او بلڈنگ مردان.....۱۹۶۹ء/ ۷/ ۲

الجواب: عربی لفظ کفایہ ہے ﴿۲﴾ اور پشتو میں کفائی پڑھا جاتا ہے۔ وھو الموفق

میت کو نکال کر دوسری جگہ لے جانا اور اس پر دوبارہ جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعد از دفن میت کو نکالنا اور دوسری جگہ لے جانا کیسا ہے؟ اور اس پر دوبارہ جنازہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالاحد شاہین مارکیٹ مردان.....۱۹۸۴ء/ ۸/ ۶

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وما لم يتم وفيه خلاف والمختار انه يغسل ويلف في خرقة ولا يصلى عليه كما في المعراج والفتح والخانية والبزازية والظهيرية شرنبلالية وذكر في شرح المجمع لمصنفه ان الخلاف في الاول وان الثاني لا يغسل اجماعاً.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۵۵ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله وهي فرض كفاية) اى الصلاة ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ اخراج میت بغیر ضرورت شرعی کے ناجائز ہے ﴿۱﴾ اور دوبارہ جنازہ پڑھنا بہر حال ممنوع ہے (شامی) ﴿۲﴾ ۔ وھو الموفق

مرزائی کا جنازہ پڑھنا یا جنازے کا اتباع کرنا ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرزائی (قادیانی) کا جنازہ پڑھنا اور یا ساتھ جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا پڑھنے والے پر بیوی حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید محمد صغیر شاہ کیمل پور اٹک ۱۹۷۰ء/۹/۲۰

الجواب: مرزائی پر نماز جنازہ پڑھنا اور ان کے جنازہ کا اتباع کرنا جائز نہیں ہے ﴿۳﴾ لیکن کفر نہیں ہے لہٰذا اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑھتا۔ فقط

کئی دنوں کے بعد نماز جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی میت کا جنازہ نہ ہوا ہو تو کئی

(بقیہ حاشیہ)علیہ للاجماع علی افتراضھا و کونھا علی الکفایۃ. (البحر الرائق ص ۱۷۹ جلد ۲ فصل فی السلطان احق بصلاتہ)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ولا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب الا لحق آدمی .

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱ : ۶۶۲ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ لان تکرارھا غیر مشروع) ای عندنا وعند مالک خلافا للشافعی رحمہ اللہ والادلۃ فی المطولات.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱ : ۶۵۲ قبیل مطلب فی کراھۃ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الشرنبلالی: وشرائطھا ستۃ اولھا اسلام المیت لقولہ تعالی: ولا تصل علی احد منھم مات ابداً، یعنی المنافقین وھم الکفرۃ ولانھا شفاعۃ للمیت اکراماً لہ، وطلبا للمغفرۃ ، والکافر لا تنفعہ شفاعتہ ولا یستحق الاکرام.

(امداد الفتاح :۶۱۷ شرائط صحۃ الصلاہ علی الجنازۃ فصل فی صلاۃ الجنازۃ)

دنوں کے گزرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید کوہاٹ......۱۲/صفر۱۳۹۲ھ

الجواب: جب تک مردہ متمزق یعنی پارہ پارہ نہ ہوا ہو اور اس کا بدن تمام یا اکثر صحیح وسالم ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اگرچہ کئی ماہ کے بعد ہو (ماخوذ من الشرح الکبیر ومن الدرالمختار وردالمحتار ۱: ۸۱۲،۸۰۴)﴿۱﴾. وھوالموفق

جنازہ کو چالیس قدم لے جانا سنت زائدہ (مستحب) ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ جو ہر آدمی چالیس قدم لے جاتا ہے اور باقاعدہ قدم گنے جاتے ہیں جیسا کہ بعض کتب میں اس کی اصل سنت اور کمال سنت کے نام سے تشریح کی ہے کوئی انکار کردے تو یہ سنت سے انکار کرنے والا شمار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی الطاف الرحمٰن ماڑی شرقی ناگی ضلع ہزارہ ...۱۰/محرم۱۳۹۲ھ

الجواب: میت کو چالیس قدم لے جانا سنت زائدہ (مستحب) ہے، فلیراجع الی ردالمحتار وغیرہ﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبی: ومن دفن ولم یصل علیه صلی علی قبره ما لم یغلب علی الظن انه تفسخ. (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ۵۴۲ فصل فی الجنائز)

وقال الحصکفی: وان دفن بغیر صلاة صلی علی قبره استحسانا مالم یغلب علی الظن تفسخه من غیر تقدیر هو الاصح وظاهره انه لو شک فی تفسخه صلی علیه لکن فی النهر عن محمد لا کانه تقدیما للمانع. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۲ باب الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: واذا حمل الجنازة وضع ندبا مقدمها علی یمینه عشر خطوات لحدیث من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنه اربعین کبیرة الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۷ باب صلاة الجنائز) (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

والدین کے قاتل، قطاع الطریق اور خودکشی کرنے والے کا جنازہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱)...... جو شخص والد کا قاتل ہو اس قاتل کا جنازہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲)...... جو آدمی خودکشی کرے اس خودکشی کرنے والے کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳)...... ڈاکو یعنی قطاع الطریق کو اگر قتل کیا گیا تو اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان...... ۱۹۷۵ء/۵/۲۱

الجواب: وبالله التوفيق! والدین کے قاتل پر جنازہ نہیں کیا جائے گا کمافی شرح التنوير، ولا يصلى على قاتل احد ابويه اهانة له (هامش الدر ۱:۸۱۵)﴿۱﴾ نیز قطاع الطریق جب رہزنی کے دوران قتل کئے جائیں تو ان پر جنازہ نہیں کیا جائے گا، كما في شرح التنوير وقطاع الطريق فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم اذا قتلوا في الحرب (هامش ردالمحتار ۱:۸۱۴) ﴿۲﴾ اور خودکشی کرنے والے پر جنازہ جائز ہے، لما في شرح التنوير من قتل نفسه ولو عمداً يغسل عليه وبه يفتىٰ وان كان اعظم وزراً من قاتل غيره، البتہ اگر خواص اس سے اجتناب کریں تو گنجائش ہے، لحديث مسلم (هامش الرد ۱:۸۱۵) ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) وقال الحلبي: ويستحب ان يحملها من كل جانب عشر خطوات لما روى عنه عليه الصلاة والسلام انه قال من حمل جنازة اربعين خطوة كفرت عنه اربعين كبيرة الخ. (غنية المستملي شرح منية المصلي ۵۴۴ كتاب الجنائز فصل في الحمل)

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۳ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: ورجح الكمال قول الثاني بما في مسلم انه عليه السلام اتى برجل قتل نفسه فلم يصل عليه. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۳ باب صلاة الجنائز)

بالغ اور نابالغ کے اکٹھے جنازہ میں نیت اور دعا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بالغ مرد اور ایک نابالغ لڑکی بعمر آٹھ سال وفات پا گئے، ان دونوں کا جنازہ ایک نیت سے اکٹھا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اکرام سرگودھا......۱۹۸۹ء/۲/۶

الجواب: متعدد اموات پر اکٹھا جنازہ پڑھانا جائز ہے اگرچہ ان میں سے بعض نابالغ ہوں، کما فی جنائز شرح التنویر فالافضل الرجل مما یلیه فالصبی فالخنثیٰ ﴿۱﴾ واضح رہے کہ نماز جنازہ کا دارمدار تکبیرات اربعہ پر ہے نہ کہ اذکار پر۔ پس اگر تیسرے تکبیر کے بعد صرف بالغین کی دعا پڑھی جائے تو فرض سے ذمہ فارغ ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مقبرہ اور سڑک پر نماز جنازہ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں جنازگاہ ہے مغرب کی جانب تین چار قبریں بھی ہیں اور قبروں اور جنازہ کے درمیان درخت ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ درخت سترہ ہیں اور جنازہ درست ہے جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ اس جگہ میں نماز جنازہ مکروہ ہے بلکہ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۴۹ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ قال العبد الرحمن الجزیری: الحنفیة قالوا: الدعاء یکون بعد التکبیرۃ الثالثة ولا یجب الدعاء بصیغة خاصة بل المطلوب الدعاء بامور الآخرۃ والاحسن ان یدعو بالماثور فی حدیث عوف بن مالک ...... ھذا اذا کان المیت رجلاً فان کان انثی یبدل ضمیر المذکر بضمیر الانثیٰ وان کان طفلا یقول: اللھم اجعله لنا فرطا فان کان لا یحسن المصلی ھذا الدعا بماشاء. (الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۴۵۴ ارکان صلاۃ الجنازۃ)

سرے سے ادا نہیں ہوتی، کیا واقعی یہ مکروہ ہے؟ نیز سڑک پر جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبیدالرحمٰن متعلم دارالعلوم حقانیہ.....۳/ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

الجواب: اگر یہ قبور تین چار گز دور ہوں اور یا ان قبور اور جنازہ پڑھنے والوں کے درمیان حائل موجود ہوں تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہے ورنہ صاحب بدائع نے بدائع میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھنا بہتر نہیں ہے بہر حال جائز ہے ﴿۱﴾ اور سڑک پر عند الضرورت نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور بلاضرورت ممنوع ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

امام الحی سے ناراضگی کی وجہ سے دوسرے امام کیلئے جنازہ پڑھانا خلاف سیاست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص باوجود مسلمان ہونے کے امام الحی (پیش امام) کو دیدہ ودانستہ گالیاں دیا کریں اور اسی وجہ سے پیش امام اس سے ناراض ہے، اگر اس شخص کا جنازہ یا نکاح بلا اجازت امام الحی کے دوسرے شہر کا کوئی امام پڑھا دیں کیا دوسرے امام کیلئے یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن امام مسجد ہزارہ.....۱۹۷۵ء/۱/۲۰

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: قال ابوحنيفة رحمه الله تعالىٰ ولا ينبغي ان يصلي على ميت بين القبور، وكان علي وابن عباس يكرهان ذلك، وان صلوا اجزأهم لما روى انهم صلوا على عائشة وام سلمة بين مقابر البقيع والامام ابو هريرة وفيهم ابن عمر. (بدائع الصنائع ۲: ۶۵ سنن الدفن)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ولزم ان لا يصلي في عمره على جنازة نعم قد توضع في بعض المواضع خارج المسجد في الشارع فيصلي عليها ويلزم منه فسادها من كثير من المصلين لعموم النجاسة وعدم خلعهم نعالهم المتنجسة مع انا قدمنا كراهتها في الشارع واذا ضاق الامر اتسع فينبغي الافتاء بالقول بكراهة التنزيه الذى هو خلاف الاولىٰ كما اختاره المحقق ابن الهمام واذا كان ما ذكرنا عذرا فلا كراهة اصلا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۵۴ مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد)

الجواب: بلاوجہ مسلمان کو گالی دینا خصوصاً جبکہ امام بھی ہو فسق ہے، قال رسول اللہ ﷺ سباب المسلم فسوق (رواہ مسلم) ﴿۱﴾ اورامام الحی کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کیلئے نکاح اور جنازہ پڑھانا خلاف شریعت نہیں ہے البتہ خلاف سیاست ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

خودکشی کرنے والے پرنماز جنازہ جائز بلکہ راجح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کے قاتل النفس کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ بحر ۲:۲۰۲، شامی ۱:۶۱۰، طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۳۱ میں بتائید حدیث پاک بقول امام ابو یوسف کہ قاتل النفس پر زجراً نماز جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، اسی طرح ابوداؤد اور کشف الغمہ میں بھی حدیث پاک موجود ہے اور اسی طرح نور الایضاح، قدوری، زاد اللبیب، کبیری، جوہرہ اور خطبہ تقریر ترمذی شیخ الہند رحمہ اللہ کہ بقول طرفین ادا کی جائے، عالمگیری نے تحریر کیا ہے کہ اگر ایک قاضی حکم صادر فرماوے کہ نماز جنازہ ادا نہ کی جائے تو دوسرا قاضی رد نہیں کرسکتا ہے اس مسئلہ کی صحیح نوعیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحئی مسجد دھوبیان اکبر پورہ ...۲۹/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ قاتل النفس (خودکشی کرنے والے) پرنماز جنازہ پڑھنا جائز بلکہ راجح ہے کما فی الدر المختار من قتل نفسہ ولو عمداً یغسل ویصلی علیہ وبہ یفتیٰ ﴿۳﴾ انتھیٰ۔

﴿۱﴾ (الصحیح المسلم ۱: ۵۸ باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ ثم امام الحی) ای الطائفة وھو امام المسجد الخاص بالمحلة وانما کان اولیٰ لان المیت رضی بالصلاة خلفہ فی حال حیاتہ فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاتہ قال فی شرح المنیة فعلی ھذا لو علم انہ کان غیر راض بہ حال حیاتہ ینبغی ان لا یستحب تقدیمہ، قلت ھذا مسلم ان کان عدم رضاہ بہ لوجہ صحیح والا فلا تامل . (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۶۴۹ مطلب فی بیان من ھو احق بالصلاة علی المیت)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۴۳ باب صلاة الجنائز)

وبمعناہ فی اکثر الفتاویٰ، اور باوجود اس کے جنازہ نہ پڑھنے والا حنفیت سے خارج نہیں ہے لان المحقق ابن الھمام رجح ترک الصلوٰۃ وھو قول ابی یوسف کما فی ردالمحتار ۱:۸۱۵ ﴿۱﴾ وکذا اختارہ الامام السعدی قلت ویؤیدہ ظاھر حدیث مسلم لا اصلی علیہ لعدم ورود صلوا علی صاحبکم، بخلاف المفلس المدیون والاصل فی افعالہ علیہ السلام التشریع دون التخصیص ﴿۲﴾ بلکہ جس علاقہ میں یہ امر شنیع بے باکی سے کیا جاتا ہے تو سداً للباب ترک الصلوٰۃ پر فتویٰ دینا نہایت انسب ہوگا۔ وھو الموفق

دریا میں بوسیدہ وبدبولاش پائی جائے تو غسل اور جنازہ کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دریا میں کسی آدمی کی لاش پائی جائے اور وہ بوسیدہ اور بدبودار ہوگئی ہو، تو کیا اس کا جنازہ پڑھا جائے گا، کیا اس کو غسل بھی دیا جائے گا؟ ساتھ اس کے کہ پتہ نہیں لگتا کہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن......۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ علیہ السلام الخ) ای قول ابی یوسف انہ یغسل ولا یصلی علیہ اسمعیل عن خزانۃ الفتاویٰ وفی القھستانی والکفایۃ وغیرھما عن الامام السغدی الاصح عندی انہ لا یصلی خلیہ لانہ لا توبۃ لہ قال فی البحر فقد اختلف التصحیح لکن تأید الثانی بالحدیث. (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۱:۶۴۳ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ وفی المنھاج: (قولہ فلم یصل علیہ النبی ﷺ) ظاھرہ حجۃ لابی یوسف لان النبی ﷺ یقتدی بہ امتہ فی افعالہ ولکن ظاھر حدیث النسائی اما انا فلا اصلی علیہ حجۃ لاحمد، ان الامام لا یصلی علیہ، ویصلی علیہ غیر الامام لحدیث والصلاۃ واجبۃ علی کل مسلم برا کان او فاجراً وان عمل الکبائر رواہ ابوداؤد وعند ابی حنیفۃ ومالک واحمد یصلی علیہ بلا تخصیص، وحدیث الباب واقعۃ عین لا عموم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: اگر تمام بدن (ہیئت انسانی) یا اکثر باقی ہوتو اس کو غسل دینا اور نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے اگر چہ انتفاخ اور بد بو تک نوبت پہنچی ہو اور اگر نصف یا اس سے کم بدن باقی ہو اور باقی بدن متغیر یا معدوم ہوا ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، اور نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا اور چونکہ یہ وطن دارالمسلمین ہے لہٰذا غالب پر احکام بنائے جائیں گے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قادیانی پر جنازہ کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قادیانی از روئے شرع کافر ہیں یا نہیں؟ اور ان کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ولی اللہ......۱۹۷۳ء/۲/۱۰

الجواب: قادیانی بلا شک وشبہ کافر ہیں ان کا جنازہ پڑھنا حرام ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ناپاک جگہ پر کھڑے ہوکر جنازہ درست نہ ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک میدان میں نماز

(بقيه حاشيه) لها، فيحمل على الزجر، كما انه عليه السلام في اول الامر لا يصلى على بعض المديونين زجراً، فحمل حديث الباب على الزجر اولى من حمله على تخصيص الامام لان ثبوت الزجر اسهل من ثبوت الخصوصية.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۲۳۶ باب من يقتل نفسه لم يصل عليه)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: وجد رأس آدمي او احد شقيه لا يغسل ولا يصلى عليه بل يدفن الا ان يوجد اكثر من نصفه ولو بلا رأس ... لو وجد ميت في الماء فلا بد من غسله ثلاثا لانا امرنا بالغسل فيحركه في الماء بنية الغسل ثلاثا ... ولو لم يدرأ مسلم ام كافر ولا علامة فان في دارنا غسل وصلى عليه والا لا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۳۵ قبيل مطلب في الكفن)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: اما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب. (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

جنازہ پڑھا جاتا ہے کبھی کبھار کوچی لوگ بھیڑ بکریوں کا ریوڑ وہاں پر بٹھا دیتے ہیں اور وہ جگہ مینگنیوں سے بھر جاتی ہے جو سوکھی ہوتی ہیں کیا اس جگہ پر کھڑے ہو کر جنازہ درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فقیر حسین خطیب بابا کرم شاہ مسجد نوشہرہ صدر......۱۹۸۷ء/۱۱/۴

الجواب: گوبر اور مینگنیاں چونکہ ناپاک ہیں لہٰذا اس پر کھڑے لوگوں کی نماز جنازہ درست نہیں ہوگی، پاک اور صاف جگہ پر جنازہ پڑھا کریں کسی جگہ کی تعین ضروری نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

جنازہ میں چارپائی کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ میں چارپائی کی جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فقیر حسین امام مسجد کرم شاہ بابا نوشہرہ صدر

الجواب: چارپائی رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا مختلف فیہ ہے، والمذکور فی المضمرات عدم الاشتراط کما فی الهندیة ۱: ۱۶۷ وطهارة مکان المیت لیست بشرط. ﴿۲﴾. وھو الموق

مرزائی پر جنازہ پڑھنے والوں کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرزائی مرگیا اس پر پہلے

(بقیہ حاشیہ) قال ابن عابدین: ولا یغسل ولا یکفن.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۱: ۶۵۷ مطلب فی حمل المیت باب صلاۃ الجنائز)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: وکل ما یعتبر شرطا لصحة سائر الصلوٰت من الطهارة الحقیقیة والحکمیة واستقبال القبلة وستر العورة والنیة یعتبر شرط الصحة صلاۃ الجنازة هکذا فی البدائع. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۴ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۲ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)

مرزائیوں نے جنازہ پڑھا، بعد میں اہل اسلام نے جنازہ پڑھا، ایک مولوی صاحب نے فتوٰی جاری کیا کہ جن مسلمانوں نے اس مرزائی کا جنازہ بحیثیت مسلمان ہونے کے پڑھا ہے ان پر عورتیں طلاق ہیں توبہ کرکے دوبارہ نکاح درست کرنا چاہیے جبکہ دوسری طرف بعض لوگوں نے اس سے انکار کیا ہے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محبوب الرحمٰن رحمانی کامرس کالج جناح کالونی ایبٹ آباد......۲۳/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: ایک منسوخ اور حرام امر کا مستحل مسلمان نہیں رہ سکتا ہے لما فی ردالمحتار باب المرتد اما الجاهل فلا یفرق بین الحرام لعینه ولغیره وانما الفرق فی حقه ان ما کان قطعیا کفر به والا فلا﴿۱﴾ انتهیٰ، قلت والنهی عن الصلاة علی الکافر قطعی﴿۲﴾ وامر مجمع علیه فلا مخلص من تجدید النکاح للمستحل﴿۳﴾. وهوالموفق

قبل البلوغ مجنون اور بعد البلوغ مجنون کے جنازہ میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالغ مجنون پر بچوں کی طرح جنازہ پڑھایا جائے گا یا بالغوں کی طرح، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مظفر شاہ چراٹ نوشہرہ......۱۹۸۶ء/۲/۱۳

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۳۱۱ مطلب ما یشک فی انه ردة لا یحکم بها باب المرتد)

﴿۲﴾قال الجلال: ولما صلی النبی ﷺ علی ابن ابی نزل (ولا تصل علی احد منهم مات ابداً ولا تقم علی قبره) لدفن او زیارة (انهم کفروا بالله ورسوله وما توا وهم فٰسقون) کافرون. (تفسیر الجلالین ۱: ۲۰۰ سورة التوبة آیت: ۸۴)

﴿۳﴾ قال الملا علی القاری: ان استحلال المعصية صغيرة کانت او کبيرة کفر اذا ثبت کونها معصية بدلالة قطعية.

(شرح فقه الاکبر ۱۵۲ استحلال المعصية کفر)

الجواب: جب مجنون ایسا ہو کہ بالغ ہونے سے قبل بھی مجنون تھا تو اس پر نماز جنازہ نابالغوں کی طرح پڑھایا جائے گا، کما فی الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۱۲ ولا یستغفر فیھا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفھم ﴿۱﴾. ہاں اگر مجنون بعد البلوغ پہلے عاقل تھا بعد میں مجنون ہو گیا تو اس پر بڑوں کی طرح جنازہ پڑھایا جائے گا: کما فی الشامیۃ تحت (قولہ ومجنون ومعتوہ) ھذا فی الاصل فان الجنون والعتہ الطارئین بعد البلوغ لا یسقطان الذنوب السابقۃ کما فی شرح المنیۃ ﴿۲﴾. وھو الموفق

بعد کسر الصفوف دعا بعد الجنازہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد صفوں کی ترتیب ختم کر کے ایک مرتبہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اجتماعی حالت میں دعا برائے مغفرت قبرستان والوں کیلئے کی جاتی ہے، اس میں اختلاف پیدا ہوا ہے ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام سے یہ دعا ثابت نہیں اور فقہاء کرام بھی منع کرتے ہیں، دوسرا صاحب کہتا ہے کہ مذکورہ طریقہ ایصال نہ بدعت ہے اور نہ سنت بلکہ جائز ہے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جنگ موتہ کے شہید حضرت جعفر طیار اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور ان کیلئے دعا مانگی اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ تم بھی ان کیلئے دعائے مغفرت کرو، عبارت یوں ہے، فصلی علیہ رسول اللہ ﷺ ودعا لہ وقال استغفروا لہ، (فتح القدیر ۲: ۴۵۶ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ مصر) فقہاء احناف کے بعض بزرگ دعا بعد از سلام مکروہ کہتے ہیں اور بعض کے ہاں لابأس بہ ای بالدعاء بعد التسلیم کما فی البحر عن الفضلی، اگر یہ مسئلہ جائز ہے یا بدعت ہے تو تفصیل لکھئے۔ بینوا توجروا

المستفتی: خالد محمود عثمانی......۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۴۵ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۱: ۶۴۵ باب صلاۃ الجنائز)

الجواب: اگرعوام اس کوضروری نہ سمجھے تو بدعت نہ ہوگا بلکہ سنت ہوگا، لان السنة لا تنحصر فی فعل الرسول بل تعم القول والفعل والتقریر کما صرحوا به، اورایصال ثواب احادیث اورفقہ سے ثابت ہے خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی، لہٰذا یہ امرمشروع اور مسنون ہوگا۔

اوردعا بعدالجنازہ جب کسرالصفوف کے بعد ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں، لان اکثر الفقهاء قالوا بعدم الجواز ولکن لم یعللوه بعدم الوجود فی خیر القرون کما هو دأب الطائفة السلفیة والنجدیة. وهو حجة علیهم فی ترجمة القرآن بالهندیة والسلیمانیة وغیرها، وکذا فی تدوین العلوم بل عللوه بالتشبیه بالزیادة کما قال القاری فی المرقاة ولا یدعو للمیت لانه یشبه الزیادة فی صلوة الجنازة ۲:۶۴ ویؤدیه التعبیر بلا یقوم بالدعاء ونظیره کراهة قعود الامام متوجها الی القبلة بعد صلوة الفجر والعصر. فافهم

کسرالصفوف کے بعد دعا بعدالجنازہ پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم! .....

دعا بعدالجنازہ کے متعلق جناب کی طرف سے جواب موصول ہوا لیکن ابھی تک بندہ کے خدشات دور نہیں ہوئے ہیں، آپ نے لکھا ہے کہ دعا بعدالجنازہ جب کسرالصفوف کے بعد ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ دوسرے جز میں لکھا ہے کہ اگرعوام اس کوضروری نہ سمجھیں تو بدعت نہیں ہوگا، بلکہ سنت ہوگا، مؤدبانہ التماس ہے کہ جب حضورﷺ سے دعا بعدالجنازہ کا ثبوت نہیں ہے صحابہ کا معمول نہیں ہے، فقہاء کرام نے اسے مکروہ کہا ہے پھر یہ سنت کیسی ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: خالدمحمودعثمانی .....۳۰/محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ بدعت اس چیز کا نام ہے جو کہ خیرالقرون میں نہ

بنفسہ موجود ہواور نہ بدلیلہ موجود ہو پس حیل اور دعا بعد الصلوٰۃ والجنازۃ اور اردو وغیرہ میں قرآن کا ترجمہ کرنا اور مدارس بنانا اور تالیف وتصنیف کرنا بدعت نہ ہوں گے ﴿۱﴾ اور اگر بدعت اس چیز کا نام ہو کہ بذاتہ موجود نہ ہو تو پھر یہ تمام امور بدعات ہوں گے، یہی مقام ہے جس میں نجدی لوگ خود بھی غلطی پر ہیں اور دیگر مسلمانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں نیز واضح رہے کہ حل وحرمت دونوں احکام شرعیہ ہیں بغیر دلیل کے نہ حل ثابت ہوسکتا ہے اور نہ حرمت ثابت ہوسکتی ہے ﴿۲﴾ نجدی لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ باوجود دعویٰ حرمت کے کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے، آپ ان اصولوں کو ملحوظ رکھ کر تمام نجدیت کو ختم کر سکتے ہیں یہی اس عبارت کی تفصیل ہے۔ وھو الموفق

دعا بعد الجنازہ کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا دفن سے قبل اور نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مذکورہ طریقہ سے مانگنا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله صاحب بدعة) اى محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن فى الصدر الاول ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب والثياب كما فى شرح الجامع الصغير للمناوى عن تهذيب النووى ومثله فى الطريقة المحمدية للبر كلى.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۴۱۴ مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۲﴾ عن ابن عباس ...... فبعث الله نبيه ﷺ وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو.

(سنن ابى داؤد ۲: ۱۸۳ باب مالم يذكر تحريمه)

وعن سلمان ...... وما سكت عنه فهو مما عفى عنه رواه ابن ماجة والترمذى وقال هذا حديث غريب وموقوف على الاصح. (مشكوٰة المصابيح ۲: ۳۶۷ كتاب الاطعمة)

بدعت ہے بعض فرماتے ہیں کہ صفوف توڑ کر منتشر دعا مانگی جائے تو کوئی گناہ نہیں، بہرحال عوام الناس میں انتشار پڑ گیا ہے اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالخالق مدرسہ تعلیم القرآن مری......۱۹۷۵ء/۱/۲۳

الجواب: کسر الصفوف کے بعد دعا کرنا جائز ہے، لان الامام الفضلی جوزہ کما فی البحر ﴿۱﴾ وسائر الفقهاء وان کرهوه لاکن لا لاجل عدم الوجود فی خیر القرون کما هو داب الفرقة النجدیة السلفیة لانه منقوض بترجمة القرآن فی السلیمانیة والهندیة وتدوین الکتب وتنظیم المدارس وغیره، بل لانه یشبه الزیادة فی صلوة الجنازة کما فی المرقاة ولا یدعو للمیت لانه یشبه الزیادة فی الصلوٰة الجنازة ۴: ۶۴ مطبوعه ملتان) ولذا عبروا بلا یقوم بالدعاء. البتہ اسی کو ضروری اور لازم سمجھنا بدعت ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن نجیم: لانه لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصه وعن الفضلی لا بأس به.
(البحر الرائق ۲: ۱۸۳ فصل السلطان احق بصلاته کتاب الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیٔ دون شیٔ لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.
(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

المقالة فی الدعاء بعد الجنازة

دیگر فرعی مسائل کی طرح مسئلہ فی الدعاء بعد الجنازہ بھی عوام وخواص کے درمیان انا کا مسئلہ بن گیا تھا، اور اسی بنیاد پر کفر وشرک اور بدعت وتکفیر شروع ہوئی۔ دار الافتاء دار العلوم حقانیہ کو بھی کثیر تعداد میں یہ مسائل آنے شروع ہوئے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اس پر تحقیقی مقالہ لکھ کر مقالات میں شائع کیا، کتاب الجنائز کے ساتھ مناسبت کی بنا پر فتاویٰ میں افادہ عام کیلئے شامل کیا جاتا ہے۔......(از مرتب)

اس مقالہ میں دعا بعد الجنازہ کا مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جنازہ کے بعد کسر الصفوف سے پہلے دعا کرنا مکروہ ہے اور بعد کسر الصفوف دعا کرنا جائز ہے، البتہ دعا قبل السلام پر اکتفا کرنا تعامل سلف سے موافق ہے۔

پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین سے اس دعا کے کرنے یا نہ کرنے کی متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے، اس میں نہ دعا کرنے کی روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کی متعلق، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین نے یہ دعا نہیں کی ہے تو یہ پیغمبر علیہ السلام پر افتراء ہے۔ بہرحال دعا بذات خود عبادت اور مغز عبادت ہے لیکن یہ خاص دعا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع بلکہ مباح ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، **کما صرح به ابن الهمام وغيره ويؤيده ما رواه ابو داؤد ان ماسكت عنه فهو عفو** (سنن ابی داؤد ۲: ۱۸۳ باب مالم يذكر تحريمه)

اور اس دعا کا اذان صلاۃ عید پر قیاس کرنا غلط قیاس ہے کیونکہ اس دعا کے متعلق عدم ذکر، عدم روایت اور سکوت ثابت ہے اور اذان نماز عید کے متعلق ذکر عدم ثابت ہے، **وهو ما رواه ابو داؤد: ان رسول الله ﷺ صلى العيد بلا اذان ولا اقامة وابابكر وعمر رضى الله تعالىٰ عنهما**

(۱ : ۱۶۹) عدم ذکر سے ذکر عدم بنانا سلفیہ اوران کے متبعین کا شیوہ ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ پیغمبر علیہ السلام اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ دعا ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں: **اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء (رواه ابو داؤد ۲ : ۱۰۰)** اور امام کاسانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ سے ایک مرتبہ جنازہ ہو گیا تو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: **الصلاة علی الجنازة لا تعاد ولا کن ادع للمیت واستغفر له (بدائع ۱ : ۳۱۱)** اور اسی طرح امام کاسانی نے ابن عباس، ابن عمر اور عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ جب ان سے جنازہ ہو جاتا تو دعا پر اکتفا کرتے (بدائع ۱ : ۳۱۱)﴿۱﴾۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تمام محدثین اور فقہاء نے حدیث ابوداؤد کو دعا قبل السلام پر حمل کیا ہے اوران دوسری روایات سے جواب یہ ہے کہ جس سے جنازہ ہو جائے اور دعا کرے تو یہ محل نزاع نہیں ہے، محل نزاع جنازہ کرنے والوں کی دعا ہے۔

فائدہ:...... بہت سے مفسرین اور فقہاء کے کلام سے اس دعا کا منع معلوم ہوتا ہے اور اکثر نے کوئی دلیل نہیں ذکر کی ہے اور بعض نے دلیل ذکر کی ہے مثلاً صاحب بزازیہ فرماتے ہیں: **لا یقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه دعاء مرة لان اکثرها دعاء (هامش هندیة ۴ : ۸۰)** یعنی جنازہ دعا ہے اور اس کے بعد دعا کی جائے تو تکرار نماز جنازہ لازم آئے گا، بزازیہ کی اس عبارت سے یہ

﴿۱﴾ قال الکاسانی: ولنا ماروی ان النبی ﷺ صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیا فقال له النبی ﷺ الصلاة علی الجنازة لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر له وهذا نص فی الباب وروی ان ابن عباس وابن عمر رضی الله عنهم فاتتهما صلاة علی جنازة فلما حضرا ما زادا علی الاستغفار له، وروی عن عبد الله بن سلام انه فاتته الصلاة علی جنازة عمر رضی الله عنه فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلاة علیه فلا تسبقونی بالدعاء له. (بدائع الصنائع ۲ : ۴۸ کیفیة الصلاة علی الجنازة)

مراد نہیں ہے کہ جب سلام سے قبل ایک مرتبہ دعا ہوا تو اگر سلام کے بعد دوسری دفعہ دعا کی جائے تو تکرار دعا لازم آئے گی، اگر اس عبارت سے یہی مراد لی جائے تو ہر نماز کے بعد دعا کی منع لازم آئے گا کیونکہ سلام سے پہلے ایک بار دعا مسنون ہے یا جیسا کہ صاحب مرقاۃ ملا علی قاری فرماتے ہیں: **لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ.** (۴: ۶۴ **الفصل الثالث باب المشی بالجنازۃ**) اور تکرار نماز جنازہ اور اس پر زیادت اس وقت لازم آئے گی کہ صفوف میں کھڑے ہوں اور دعا کریں اور جب صفیں ٹوٹ جائیں تو پھر یہ توہمات لازم نہیں آئیں گے اور اس نکتہ کو ان فقہاء نے اشارہ کیا ہے جو **لایقوم بالدعاء** سے طویل تعبیر کرتے ہیں اور لا یدعو سے مختصر تعبیر نہیں کرتے اور یہی حکمت ہے فرائض کے متصل اس مکان فرائض میں سنت کے منع ہونے کا۔

جو لوگ اس دعا کی کراہیت ثابت کرنے کیلئے یہ دلیل لاتے ہیں کہ یہ دعا پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین نے نہیں کی ہے تو یہ حنفی دلیل نہیں ہے بلکہ سلفی دلیل ہے اور یہ دلیل تین وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

(۱)...... یہ افتراء ہے پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین پر، ان سے اس دعا کے متعلق کوئی روایت موجود نہیں ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوت یا غوایت ہے ﴿۱﴾۔

(۲)...... عدم فعل سے عدم جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حدیث صرف فعل کو نہیں کہا جاتا بلکہ قول، فعل اور تقریر تینوں کو کہا جاتا ہے ﴿۲﴾ اور فقہاء اور مشائخ جب یہ تعبیر کریں تو اس میں اختصار ہوتا ہے ان کا مراد یہ

﴿۱﴾ **قال العلامة مفی کفایت الله الدهلوی:** کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، **فان عدم الثبوت لا یستلزم ثبوت العدم وهذا ظاهر جداً۔**

(کفایت المفتی ۳: ۳۴۸ فصل سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار)

﴿۲﴾ **قال السید شریف الجرجانی: المرفوع هو ما اضیف الی النبی ﷺ خاصة من قول او فعل او تقریر سواء کان متصلاً او منقطعاً.**

(الرسالة فی فن اصول الحدیث الملحقه بالجامع الترمذی ص ۲)

ہوتا ہے کہ نہ کیا ہے اور نہ کہا ہے اور نہ قرار دی ہے (**فليراجع الى التعليق الممجد على هامش موطاء الامام محمد ۱۴۴**)۔

(۳)...... یہ دلیل جمعاً منعاً منقوض ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے اردو اور پشتو میں ترجمہ قرآن نہیں کیا ہے اور محققین کے نزدیک اذان نہیں دی ہے اور صحیح روایات کی بنا پر شلوار نہیں پہنی ہے اور اسی طرح رکوع کے دوران رفع الیدین کیا ہے اور نماز میں باتیں کی ہیں۔ فافہم

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ عبادت کیلئے اپنی طرف سے کوئی وقت مقرر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ صاحب بحر نے ایک تعلیل کے ضمن میں فرمایا ہے، **ولان ذكر الله اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشيئ دون شيئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع (۲: ۱۵۹)** تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرع اور وحی اس دعا کے متعلق ساکت ہے پس بنا بر حدیث ابی داوٗد : **وما سكت عنه فهو عفو** ﴿۱﴾ یہ دعا عفو اور مباح ہوگی نہ مشروع یعنی فرض واجب مستحب نہ ہوگی، اور مکروہ اس وقت ہوگی کہ نماز جنازہ کے لواحق اور مکملات کے طور پر کی جائے ورنہ مکروہ نہ ہوگی، جیسا کہ صاحب بحر نے اس کو اشارہ کیا ہے، **حيث قال في البحر ۲: ۱۵۹ ولا يكبر في طريق المصلى عند ابى حنيفة اى حكما للعيد ولكن لو كبر لانه ذكر الله تعالىٰ يجوز ويستحب﴿۲﴾انتهىٰ﴿۳﴾.**

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۲: ۱۸۳ باب مالم يذكر تحريمه)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العيدين)

﴿۳﴾ وفي منهاج السنن: قد ثبت الدعاء بعد صلاة الجنازة ممن فاتته الجنازة مثل ابن عمر وعبد الله بن سلام، واما الدعاء ممن صلىٰ عليها فذخيرة الاحاديث ساكتة عنه فمن ادعىٰ انه عليه الصلاة والسلام دعا بعدها او ادعى انه لم يدع بعدها فدخل في حديث من كذب على متعمداً فليتبؤ مقعده من النار ولو قال الخصم لو دعا بعدها لبلغ الينالجاز لنا ان نقول لو لم يدع لبلغ الينا كما بلغ الينا انه ما اذن وما اقام لصلاة العيد،...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردے کے عدم موجودگی میں جنازہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یعنی غائبانہ نماز جنازہ جس طرح کہ شاہ فیصل کی وفات پر اکثر ممالک میں کیا گیا؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل اللہ تھائی لینڈ......۲۰/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام محمد خلیل اللہ صاحب بسلامت باشد!

السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک جنازہ علی الغائب مشروع نہیں ہے اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مشروع ہے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے نجاشی پر غائبانہ جنازہ پڑھا (متفق علیہ) ﴿۱﴾۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے نجاشی کے علاوہ کسی اور غائب پر نماز جنازہ نہیں پڑھی ہے، حالانکہ پیغمبر علیہ السلام کو بعض اوقات بروقت خبر ہوئی تھی جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ زید، جعفر، ابن رواحہ رضی اللہ عنہم جو کہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے

(بقیہ حاشیہ) وبالجملة انه لا بد من الفرق بین عدم الروایة وبین روایة العلم نعم منع عنه الفقهاء، واکثرهم لم یذکروا دلیل المنع، والبعض عللوا المنع بالزیادة علی الجنازة والبعض الآخر عللوه بتکرار الجنازة، وکلتا القبیحتین انما تلزمان اذا ادعا قائما فی الصف دون بعد کسر الصف، وکذا اکثر الفقهاء یعبرون بلفظ طویل ای لا یقوم بالدعاء، ولا یعبرون بلفظ مختصر ای لا یدعو، فیکون الدعاء بعد کسر الصف عفو او مباحا لحدیث ما سکت عنه فهو عفو رواه ابوداؤد. نعم کم من مباح یصیر ممنوعا لعارض مثل الا لتزام وغیره واعلم ان الفقهاء الحنفیة لم یعللوا هذا المنع بانه لم یوجد فی خیر القرون فانه دلیل سلفی منقوض جمعاً ومنعاً. (منهاج السنن شرح جامع السنن ۳:۲۱۶ باب ماجاء فی الصلاة علی القبر)

﴿۱﴾ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ نعی النجاشی فی...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ان کی موت کی خبر پیغمبر علیہ السلام کو ہوئی تھی (رواہ البخاری) ﴿۱﴾۔ لہٰذا اس فعل خاصہ کو یا اس پر حمل کیا جائے گا کہ نجاشی کا بدن اور جسد حاضر کیا گیا تھا اور درمیان سے حجاب اٹھایا گیا تھا جیسا کہ امام واقدی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ پر حوالہ دیا ہے ﴿۲﴾ اور یا اس کو نجاشی کی خصوصیت پر حمل کیا جائے گا وھو الظاھر ﴿۳﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الیوم الذی مات فیہ وخرج الی المصلیٰ فصف بھم و کبر اربعا. (صحیح البخاری ۱: ۱۶۷ باب الرجل ینعیٰ الی اھل المیت بنفسہ)

﴿۱﴾ عن انس بن مالک قال قال النبی ﷺ اخذالرایۃ زید فاصیب ثم اخذھا جعفر فاصیب ثم اخذھا عبد اللہ بن رواحۃ فاصیب وان عینی رسول اللہ ﷺ لتذرفان ثم اخذھا خالد بن الولید من غیر امرۃ ففتح لہ. (صحیح البخاری ۱ :۱۶۷ باب الرجل ینعیٰ الیٰ اھل المیت بنفسہ)

﴿۲﴾ وفی المنھاج: والجواب عن حدیث الصلاۃ علی النجاشی انہ رفع الحجاب کما ذکرہ الواقدی عن ابن عباس ورواہ ابوعوانۃ وابن حبان فی صحیحہ عن عمر ان بن حصین فان قیل یعارضہ ما اخرجہ الطبرانی من حدیث مجمع بن جاریۃ قال فصففنا خلفہ صفین وما نری شیأ قلنا لعلھا کشفت لبعض دون بعض، او نقول کشفت للنبی ﷺ دون الصحابۃ وھو کاف لصحۃ صلاۃ المقتدین.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۲۱۷ باب صلاۃ النبی ﷺ علی النجاشی)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: وشرطھا ایضا حضورہ ووضعہ امام المصلی فلا تصح علی غائب وصلاۃ النبی ﷺ علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ قال ابن عابدین: (قولہ لغویۃ) ای المراد بھا مجرد الدعا وھو بعید (قولہ او خصوصیۃ) او لانہ رفع سریرہ حتیٰ رآہ علیہ الصلاۃ والسلام بحضرتہ فتکون صلاۃ من خلفہ علی میت یراہ الامام وبحضرتہ دون المامومین وھذا غیر مانع من الاقتداء، من جملۃ ذلک انہ توفی خلق کثیر من اصحابہ ﷺ من اعزھم علیہ القراء ولم ینقل عنہ انہ صلی علیھم مع حرصہ علی ذلک.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱: ۶۴۱ باب صلاۃ الجنائز)

بالغین اور نابالغ کے مشترکہ جنازہ میں دونوں دعائیں پڑھی جائیں گی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار مردوں کا اکٹھا جنازہ (دوزنانہ بالغ اور دو بچے ہو) بہتر ہے یا جدا جدا پڑھنا؟ اور بالغ یا نابالغ کیلئے جو دعائیں ہیں کونسی پڑھائی جائے گی؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد صادق اسماعیلہ صوابی مردان۔۔۔۔۱۹۷۲ء/۲/۱۳

الجواب: صورت مسئولہ میں ایک نماز جنازہ پڑھنا درست ہے،یشیر الیہ ما فی الھندیۃ(۱ :۱۷۵) فیصف الرجال الی جھۃ الامام ثم الصبیان ثم الخناثیٰ ثم النساء ثم المراھقات ولو کان الکل رجالا روی الحسن الخ ﴿۱﴾ وبمعناہ فی الدرالمختار والشرح الکبیر وغیرہ لیکن بہتر یہ ہے کہ الگ الگ نماز پڑھائی جائے،فی الدرالمختار ۱ :۸۲۱ اجتمعت الجنائز فافراد الصلاۃ علی کل واحدۃ اولیٰ من الجمع ﴿۲﴾ (ھامش ردالمحتار ۱ :۸۲۱) لیکن تکبیر ثالث کے بعد اللھم اغفر لحینا الخ اور اللھم اجعلہ لنا الخ دونوں دعائیں جمع کی جائیں گی (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵ :۳۶۳)﴿۳﴾ قلت ھو مقتضی القواعد ایضا فافھم. وھو الموفق

قاتل،چور،راہزن،مفروراور باغی پر جنازہ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اجرتی قاتل،چور،ڈاکو،

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱ :۱۶۵ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱ : ۶۸۴ باب الجنائز)

﴿۳﴾ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵ :۳۶۳ فصل خامس نماز جنازہ)

وقال الشرنبلالی: بقی ما اذا کان فھیم مکلفون وصغار والظاھر انہ یأتی بدعاء الصغار بعد دعاالمکلفین کما مر. (حاشیۃ الطحطاوی ۵۹۳ باب احکام الجنائز)

راہزن، مفرور اور باغی ہو اور پھر ڈاکہ یا چوری میں مارا گیا، کیا ایسے شخص کا جنازہ اور اس کو غسل دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۶ء/۱/۱۲

الجواب: ایسے شخص پر چار پانچ آدمی جنازہ پڑھیں۔ آئمہ مساجد اور علماء پر یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسے شخص پر جنازہ پڑھیں، کیونکہ جنازہ فرض کفایہ ہے اور یہ شخص قابل اکرام نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

شدید بارش کی وجہ سے مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب بارش مسلسل ہو رہی ہو تو نماز جنازہ پڑھنے کیلئے کس مقام کا انتخاب موزون ہوگا؟ اگر بوجہ بارش مسجد میں جنازہ ادا کی جائے تو اس صورت میں میت کا چہرہ دیکھنا مناسب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یعقوب قریشی ایبٹ آباد مانسہرہ......۱۹۷۳ء/۸/۲۳

الجواب: بارش وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۱ : ۸۲۹ انما تکرہ فی المسجد بلاعذر فان کان فلا ومن الاعذار المطر کما فی الخانیۃ والاعتکاف کما فی المبسوط ﴿۲﴾ اور میت کا چہرہ دیکھنا اگرچہ جائز ہے، کما فی

﴿۱﴾ قال العلامۃ الکاسانی: واذا ثبت الحکم فی البغاۃ ثبت فی قطاع الطریق، لانھم فی معناھم اذھم یسعون فی الارض بالفساد کالبغاۃ فکانوا فی استحقاق الاھانۃ مثلھم...... وقال ابویوسف یصلی علیہ وکذلک من یقتل علی متاع یاخذہ والمکابرون فی المصر بالسلاح لانھم یسعون فی الارض بالفساد فیلحقون بالبغاۃ واللہ اعلم.

(بدائع الصنائع ۲ : ۴۹ قبیل فصل فی کیفیۃ الصلاۃ علی الجنازۃ)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱ : ۶۵۴ مطلب فی کراھۃ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد)

الهندية ۵:۳۸۷ ولا بأس بان يرفع ستر الميت ليرىٰ وجهه وانما يكره ذلک بعد الدفن ﴿۱﴾ لیکن میت کو مسجد میں جنازہ کرنے کے بعد باقی رکھنا مکروہ ہے ﴿۲﴾۔وهو الموفق

جنازہ کے درود میں درود ابراہیمی کے دیگر الفاظ ثابت ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے لیکن بعض لوگ اس میں دیگر الفاظ بھی شامل کرتے ہیں جیسے وسلمت وبارکت ورحمت وترحمت الخ بندہ کا خیال ہے کہ یہ بدعت ہے یہ آخری دیگر الفاظ لوگوں نے اپنی طرف سے بنائے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرزاق غزنی مسجد حضرو اٹک......۱۹۸۹ء/۷/۲۹

الجواب: تمام فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ نماز جنازہ میں یہ نماز والا درود ابراہیمی پڑھا جائے گا ﴿۳﴾ اور چونکہ یہ دیگر الفاظ بھی غیر مشہور روایات سے ثابت ہیں ﴿۴﴾ کما لا يخفىٰ على من راجع

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زيارة القبور وقرأة القرآن)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: وهذا الاطلاق في الكراهة بناء على ان المسجد انما بنى للصلاة المكتوبة وتوابعها من النوافل والذكر وتدريس العلم وقيل لا يكره اذا كان الميت خارج المسجد وهو مبنى على ان الكراهة لاحتمال تلويث المسجد.

(البحر الرائق ۲:۱۸۷ فصل السلطان احق بصلاته)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله كما فى التشهد) اى المراد الصلاة الابراهيمية التى يأتى بها المصلى فى قعدة التشهد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ :۶۴۴ مطلب هل يسقط فرض الكفايه بفعل الصبى باب الجنائز)

﴿۴﴾عن كعب بن عجرة قال قلت يارسول الله هذا السلام عليک قد علمناه فكيف الصلاة عليک؟ قال: قولوا: اللهم صل على محمد وعلىٰ آل.....(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الی شروح دلائل الخیرات. لہٰذا اس زیادت کو بدعت قرار دینا بدعت ہے﴿۱﴾. وھو الموفق

خنثیٰ مشکل کے جنازہ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ مشکل کا جنازہ زنانہ جیسا پڑھایا جائے گا یا مردانہ جیسا، اس مسئلہ میں آئمہ کا راجح قول بیان فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شہزادگل شیوہ مردان ۱۹۷۵ء/۸/۲۴

(بقیہ حاشیہ)محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم وبارک علی محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید. قال: ابو محمد عبد الرحمن کوثر البرنی فی تعلیقه: فی اسناد المصنف یزیدبن ابی زیاد وھو ضعیف کان شیعیا، انظر التقریب (رقم ۲: ۳۶۵)ومن طریقه اخرجه احمد فی مسنده (۴: ۲۴۴) لکن اصل الحدیث ثابت صحیح من حدیث الصحیحین ففی صحیح البخاری عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال: لقینی کعب ابن عجرة فقال: الا اھدی لک ھدیة سمعتھا من النبیﷺ فقلت: بلی فاھدھا لی، فقال: سألنارسول اللهﷺ فقلنا: یار سول الله کیف الصلوٰة علیکم اھل البیت، فان الله قد علمنا کیف نسلم علیک، قال: قولوا" اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلی آل آبراھم انک حمید مجید،اخرجه البخاری فی الانبیاء (رقم: ۳۱۹۰) واخرجه مسلم(۱ :۱۷۵) الا انه لم یقل (وعلیٰ آل ابراھیم)واخرجاه من حدیث ابی حمید الساعدی رضی الله عنه ایضا ببعض اختلاف فی اللفظ.

واخرجه مسلم من حدیث ابی مسعود الانصاری رضی الله عنه ایضا وفی آخره: کما بارکت علیٰ آل ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید.

(عمل الیوم واللیلة لابن السنی ۸۵ باب کیف الصلاة علی النبیﷺ)

وھکذا جمع الشیخ المحدث مولانا محمد ذکریا الکاندھلوی عدة صیغ الصلاة الابراھیمیة فی رسالته "فضائل درود شریف" فلیراجع . (ازمرتب)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: اعلم انه لم یرد فی ھذه الروایة اجتماع (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: لم اجده صريحا فالاحوط ان يرجع اليه ضمير المذكر بتاويل الشخص او ضمير المونث بتاويل النفس فافهم فانه لا اشكال بعد البلوغ﴿۱﴾. وهوالموفق

مسلمان والدہ یاوالدین کی متابعت کی وجہ سے بچہ پرنماز جنازہ ادا کی جائے گی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچہ وفات پایا گیاایک مولوی صاحب نے جنازہ کرنے سے انکار کر دیااورانہوں نے کہا کہ بچے کی ماں کا پورا حال معلوم نہیں ہے کہ فلاں شخص سے حمل ہونے سے پہلے نکاح کیا ہے یا بعد میں،شوہراور بیوی دونوں نے کہا کہ ہم نے فلاں مولوی صاحب جو پشاورکار ہنےوالا ہے سے نکاح پڑھوایا ہے،تو یہاں پشونگڑئی سے یہ مولوی صاحب روانہ ہوکر

(بقیه حاشیه)ابراهيم و آل ابراهيم وخلت اكثر طرق حديث كعب بن عجرة عن اجتماعهما فادعى ابن تيمية وصاحبه ابن القيم عدم صحة اجتماعهما وعدم ثبوتهما فی روايه صحيحة وهذه غفلة وعجلة فقد ثبت ذلک فی حديث كعب بن عجرة فی صحيح البخاری فی كتاب الانبياء ۱ :۴۷۷ وكذا فی الشطر الثانی من حديث ابی سعيد الخدری فی الصحيح من الدعوات ۲ :۹۴۰ وفی التفسير ۲ :۲۰۸ كذا فی معارف السنن.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۳ :۳۵ باب صفه الصلوٰة على النبیﷺ)

﴿۱﴾ جب خنثیٰ مشکل بالغ ہوتواس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ بالغین مردوعورت کا جنازہ یکساں پڑھایا جاتا ہےاس میں دعا کے وقت ضمائر کا فرق نہیں ہے،البتہ جب نابالغ ہوتو نابالغین کی دعا الگ ہے جس میں ضمیر مذکر ومؤنث کا فرق موجود ہے،حیث قال العلامة شرنبلالی: اما اذا كان صغيراً او مجنونا فليقل اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا ذخراً واجعله لنا شافعا ومشفعاً (الجوهرة النيرة ۱ :۱۳۰) پس خنثیٰ مشکل میں چونکہ دونوں جہت موجود ہیں لہٰذا جوضمیر بھی راجع کرے جائز ہے، وهكذا فی فتاویٰ دار العلوم ديوبند ۵ :۳۵۰ قال الشيخ عزيز الرحمن: اللهم اجعله لنا فرطا بضمير مذکر پڑھ دیوے کیونکہ مؤنث کی طرف بھی بتاویل شخص راجع ہوسکتی ہےاور بضمیر مؤنث پڑھنا بھی درست ہے بتاویل نفس۔فقط ..... (ازمرتب)

پشاور گیا لیکن اس عالم سے نہ ملا، ادھر وارثوں نے مردہ کو دفن کر دیا بغیر جنازہ کے، اب اس مولوی صاحب نے پشاور سے واپس آ کر قبر پر جنازہ کی نماز پڑھی کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں زرین مدرسہ تعلیم القرآن پشونگڑئی نوشہرہ.....۱۹۶۹ء/۱۱/۲۰

الجواب: چونکہ یہ بچہ والدین یا صرف والدہ کی متابعت کی وجہ سے مسلمان ہے ﴿۱﴾ اور فقہاء کرام نے اس پر جنازہ کرنے سے منع نہیں کیا ہے لہٰذا اس پر جنازہ نہ پڑھنا غلطی ہے اور قبر پر جنازہ پڑھنا (ریزہ ریزہ ہونے سے پہلے) جائز اور صحیح ہے، فلیراجع الی الشرح الکبیر والدر المختار وغیرھما ﴿۲﴾. وھو الموفق

ولد الزنا کے کانوں میں اذان اور جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ولد الحرام یعنی ولد الزنا جس کا باپ معلوم نہ ہو اس کے کانوں میں مطابق شرع اذان و اقامت کہی جائے گی یا نہیں؟ نیز اگر یہ بچہ مرجائے تو اس پر جنازہ پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل کریم خطیب راجگان کہوٹہ راولپنڈی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: اى فان الصبى يصير مسلما لان الولد يتبع خير الابوين دينا.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۵۲ مطلب فى حمل الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: فيصلى على قبره ما لم يتمزق وان دفن واهيل عليه التراب بغير صلاة او بها بلا غسل او ممن لا ولاية له صلى على قبره استحسانا مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هو الاصح وظاهره انه لو شك فى تفسخه صلى عليه.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۲ باب صلاة الجنائز)
(وهكذا فى الغنية المستملى المعروف بالكبيرى ۵۴۲ الرابع فى الصلاة فصل فى الجنائز)

الجواب: یہ لڑکا صرف والدہ کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ زانی کی طرف، اور والدہ اگر مسلمان ہو تو یہ لڑکا بھی مسلمان ہوگا، لان الولد یتبع خیر الابوین . والمحقق هنا الحصر فی الام ﴿۱﴾، اور اس پر جنازہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ یہ لڑکا والدہ کی متابعت کی وجہ سے مسلمان ہے۔ نیز زانی اور زانیہ پر جنازہ پڑھنا جائز ہے، لحدیث رواہ ابو داؤد صلوا علی کل بر وفاجر ﴿۲﴾ پس ولد الزنا پر جو کہ مجرم بھی نہیں ہے بطریق اولیٰ جنازہ پڑھایا جائے گا، نیز جن اموات کو جنازہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یہ ان سے خارج ہے، فلیراجع الی الدر المختار باب الجنائز ﴿۳﴾ پس اس پر مسلمان بچوں کے احکام جاری ہوں گے۔ وهو الموفق

اوقاتِ مکروہہ میں جنازہ حاضر ہو جائے تو جنازہ مکروہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جنازہ عند الطلوع یا عند الزوال یا عند الغروب تیار ہو جائے تو کیا ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو شامی جلد اول اور عالمگیری جلد اول نے کیوں فتویٰ دیا ہے کہ سجدہ تلاوت کو مؤخر کرکے نماز جنازہ حاضر ہونے پر تاخیر نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے نماز جنازہ فوراً ادا کرے، اور حدیث سے بھی واضح ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال فی شرحه او اسلم احد ابويه يجعل مسلما تبعا سواء كان الصغير عاقلا اولم يكن لان الولد يتبع خير الابوين دينا.

(ردالمحتار ۱:۶۵۵ مطلب فی حمل الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ۱:۳۵۰ باب فی الغز ومع ائمة الجور كتاب الجهاد)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفی: وهی فرض علی كل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلی عليهم اذا قتلوا فی الحرب وكذا اهل عصبة ومكابر فی مصر بسلاح وخناق خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱:۶۴۲ باب صلاة الجنائز)

عنہ سے فرمایا تھا کہ چار چیزوں میں دیر نہ ہو ان میں سے ایک نماز جنازہ بھی ہے جس کو شامی اور شرح الیاس نے بھی نقل کیا ہے جواز اور عدم جواز کی صورت میں جو فیصلہ ہو مطلع فرمائیے۔بینوا توجروا

المستفتی: میر ولی اللہ بٹل مانسہرہ ۱۹۷۶ء/۵/۱۳

الجواب: جنازہ جب ان اوقات میں حاضر ہو جائے تو جنازہ پڑھنا مکروہ نہ ہوگا،لما ذکرہ المستفتی لکن معرفۃ الحضور امر مھم ﴿۱﴾. وھو الموفق

جنازہ کی نیت میں بعض الفاظ کا چھوڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی فوت ہوا تھا،نماز جنازہ پڑھانے والے مولوی صاحب نے نیت نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھنے والوں کو اس طرح بتلائی،چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ،ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے،دعا واسطے حاضر میت کے،پیچھے امام صاحب کے، منہ طرف کعبہ شریفہ اللہ اکبر،اس نیت میں درود واسطے پیغمبر کے نہیں بتلایا،اس کے بعد ایک اور جنازہ پڑھنا تھا

﴿۱﴾قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ فلو وجبتا فیھا) ای بان تلیت الآیۃ فی تلک الاوقات او حضرت فیھا الجنازۃ... قولہ ای تحریما فانہ اذا کان الافضل عدم التاخیر فی الجنازۃ فلا کراھۃ اصلا وما فی التحفۃ اقرہ فی البحر والنھر والفتح والمعراج لحدیث ثلاث لا یؤخرن منھا الجنازۃ اذا حضرت وقال فی شرح المنیۃ والفرق بینھا وبین سجدۃ التلاوۃ ظاھر لان التعجیل فیھا مطلوب مطلقا الا لمانع وحضورھا فی وقت مباح مانع من الصلاۃ علیھا فی وقت مکروہ بخلاف حضورھا فی وقت مکروہ وبخلاف سجدۃ التلاوۃ لان التعجیل لا یستحب فیھا مطلقا ای بل یستحب فی وقت مباح فقط فثبتت کراھۃ التنزیہ فی سجدۃ التلاوۃ دون صلاۃ الجنازۃ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱:۲۷۵ مطلب فی تکرار الجماعۃ والاقتداء بالمخالف)

جنازہ شروع کرنے سے پہلے ایک آدمی نے دوبارہ نیت نماز جنازہ سنانے کے متعلق امام صاحب کو کہا امام صاحب نے دوبارہ وہ نیت بتلائی جس پر امام صاحب کو کہا گیا کہ درود واسطے پیغمبر علیہ الصلاۃ السلام کیوں نہیں بتلاتے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ درود بیچ میں آجاتا ہے اس کے بعد بعض لوگ آمادہ بفساد ہو گئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ امام نے دشمنی اور بخیلی سے کام لیا ہے اس موقع پر جو لوگ موجود تھے گالیاں وغیرہ دیتے ہوئے چلے گئے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا جاوے کہ کیا یہ جنازہ ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسین کیملپور......۱۹۶۹ء/۵/۲۰

الجواب: نماز جنازہ میں جنازہ کرنے کی نیت ضروری نہیں اور صرف ارادہ کافی ہے ﴿۱﴾ اور باقی رہے یہ الفاظ کہ واسطے درود پیغمبر علیہ الصلاۃ السلام کے تو اس کا بولنا اور نہ بولنا برابر ہے لہٰذا امام صاحب برحق ہے اور عوام لاعلمی کی وجہ سے غلطی پر ہیں۔ وھو الموفق

قبرستان میں نماز جنازہ اور میت کو منتقل کرنے کی وجہ سے دوبارہ جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کہ زمانہ قدیم سے ایک قبرستان جس میں اب نہ کوئی قبر ہے نہ نشان قبر وغیرہ بلکہ صاف چٹیل میدان رہ گیا ہے کیا اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ (۲) ایک میت جس کا نماز جنازہ غسل کفن ودفن ہو چکا دو تین دن بعد اس میت کو دوسری جگہ لے جا کر دفنایا جائے کیا اس میت کیلئے دوبارہ غسل کفن یا نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؟ مدلل جواب

﴿۱﴾ وفی الهندية: فالامام والقوم ينوون ويقولون نويت اداء هذه الفريضة عبادة الله تعالى متوجها الى الكعبة مقتديا بالامام ولو تفكر الامام بالقلب انه يودى صلاة الجنازة يصح ولو قال المقتدى اقتديت بالامام يجوز كذا فى المضمرات.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۶۴ الفصل الخامس فى الصلاة على الميت)

سے نواز کر حکم صادر فرماویں۔ واجرکم علی اللہ

المستفتی: ایم عبدالغفور گھمبیر مری ہزارہ ۱۹۶۹ء/۱/۱۳

الجواب: (۱) نماز جنازہ قبرستان میں پڑھنا جائز ہے تو چٹیل میدان میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا، **والدلیل علیه جواز صلاة الجنازة عند محاذاة المیت اجماعا و لان الفقهاء صرحوا بجواز صلاة الجنازة علی القبر فی بعض الصور، فی الدر المختار: وان دفن بغیر صلاة صلی علی قبره ﴿۱﴾ ولان النبی ﷺ صلی علی القبر ﴿۲﴾.** (۲) اگر یہ نماز جنازہ بادشاہ اور قاضی کی اجازت سے ہوا ہو تو اعادہ نہیں ہے ورنہ نماز کا اعادہ جائز ہے اور غسل کا اعادہ نہیں ہے، **قال فی الهندیة ۱: ۱۶۴ رجل مات فی غیر بلده ثم جاء اهله فحملوه الی منزله ان کانت الصلاة باذن السلطان او القاضی لا تعاد کذا فی فتاویٰ قاضی خان ﴿۳﴾. وهو الموفق**

تمام عمر نماز نہ پڑھنے والے شخص کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو ضعیف العمر اور قریب الموت ہے تمام عمر اسی گاؤں میں بسر کرنے کے باوجود کوئی شخص بھی اس کے متعلق نماز پڑھنے کی شہادت نہیں دے سکتا کیا اس بے نمازی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: حاجی عبداللطیف بٹل مانسہرہ......۶/شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: اگر یہ شخص دعویٰ اسلام رکھتا ہو اور نماز نہ پڑھنے کو گناہ سمجھتا ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھا

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ عن ابن المسیب ان النبی ﷺ صلی علیٰ قبر ام سعد بن عبادة بعد شهر.
(جامع ترمذی ۱: ۱۲۳ باب ماجاء فی الصلوٰة علی القبر)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۴ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

جائے گا،لکونہ مسلماً مجرماً ﴿۱﴾. وھو الموفق

دوران اغوا اغوا کنندہ مقتول پر جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ قبائل کے قریب ہے ان میں ایک مخصوص قوم ہے جو اغوا برائے تاوان کرتے ہیں اب اگر یہ اغوا برائے تاوان کرنے والا آدمی قتل کیا جائے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟اور اس پر جنازہ کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۷ء/۹/۶

الجواب: اغوا کنندہ کا قتل جائز ہے عام لوگ اس کو اس جنایت کے دوران قتل کر سکتے ہیں اور حکومت ان کو ہر وقت باقاعدہ قتل کر سکتی ہے اور جب اس اغوا کنندہ کو دوران اغوا قتل کیا جائے تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا،فلیراجع الی جنائز ردالمحتار ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: ويصلى على كل مسلم مات بعد الولادة صغيراً كان او كبيرا ذكراً كان اوانثى الا البغاة وقطاع الطريق الخ.

(فتاویٰ عالمگيرية ۱:۱۶۳ الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: وهي فرض على كل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم اذا قتلوا في الحرب ولو بعده صلى عليهم لانه حد او قصاص وكذا اهل عصبة ومكابر في مصر ليلا بسلاح وخناق خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة .

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱:۶۴۲ باب صلاة الجنائز)

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال:

قال رسول الله ﷺ من شهد الجنازة حتی یصلی علیها فله قیراط، ومن شهدها حتی تدفن فله قیراطان قیل: وما القیراطان؟

قال: مثل الجبلین العظیمین.

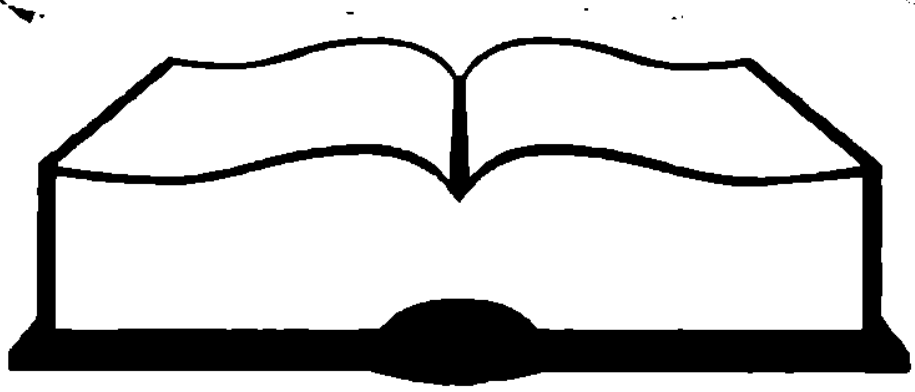
......متفق علیه......

اللّٰہُ اللّٰہُ

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاوی فریدیہ جلد سوم

فصل فی الحمل والغسل والدفن والتعزیة



فصل فی الحمل والغسل والدفن والتعزیة

جہاں موت واقع ہو وہاں کے مقبرہ میں دفن کرنا مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاندان وطن سے بارہ سو میل دور رہتا ہے اور جب اس میں سے کوئی آدمی فوت ہو جائے تو وہ اس کی میت کو وطن لے جاتے ہیں اور وہاں دفن کرتے ہیں کیا یہ نقل میت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی غوث الرحمن پٹھان کوٹ حیدر آباد..... ۱۹۶۹ء/۲/۱۶

الجواب: بہتر یہ ہے کہ مردہ جس مقام میں مرے اسی مقام کے مقبرہ میں دفن کیا جائے لیکن دفن سے پہلے نقل بھی جائز ہے، فی الھندیة ویستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم ولو مات فی غیر بلده یستحب ترکه فان نقل الی مصر آخر لا بأس به(۱:۱۶۷) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مردہ کیلئے صندوق بنا کر دفنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مردہ کو قبر میں رکھنے کی بجائے صندوق بنا کر قبر میں رکھا جاتا ہے کیا یہ صندوق جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد حسن ٹل کوہاٹ ۱۹۸۴ء/۸/۴

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۷ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

الجواب: زنانہ کیلئے تابوت بہر حال جائز ہے اور مردوں کیلئے عند الحاجت جائز ہے مثلاً جب زمین نرم یا سیم وتھور والی ہو، کما فی ردالمحتار ۱ : ۸۳۶ قوله لابأس باتخاذ تابوت ، ای یرخص ذلک عند الحاجة و الا کره کما قدمناه آنفا وفی المحیط واستحسن مشائخنا اتخاذ التابوت للنساء یعنی ولو لم تکن الارض رخوة فانه اقرب الی الستر و التحرز عن مسها عند الوضع فی القبر ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کو دوبارہ غسل دینا اور سلی ہوئی قمیص وشلوار پہنانا تعامل امت سے مخالف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) ہمارے علاقوں میں میت کو دوبار غسل دینے کا رواج بن گیا ہے ایک فوراً مرنے کے بعد اور ایک لوگوں کو مطلع کرنے پر یعنی قریب دفن وغیرہ۔ (۲) مسنون کفن کے علاوہ اب سلی ہوئی قمیص اور شلوار بھی پہناتے ہیں شرعی حکم سے مطلع فرماوے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام سرور گھوٹی راولپنڈی

الجواب: (۱) دوبارہ غسل دینا تعامل امت سے مخالف ہے ﴿۲﴾ نیز اس میں مردہ کا دو دفعہ بے حجاب کرنا ہے، پس یہ رواج لازم الترک اور قبیح رواج ہے خصوصاً اس میں غسل اول کی عدم کفایت کا توہم موجود ہے۔ (۲) یہ رسم بھی تعامل امت سے متصادم ہے ﴿۳﴾ نیز اس میں اسراف اور تبذیر موجود ہے بلکہ اس میں تعذیب میت کا خطرہ بھی موجود ہے، لکونه راضیا به حال حیوته. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ : ۶۶۰ مطلب فی دفن المیت)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: والواجب هو الغسل مرة واحدة...... فان خرج منه شئ غسله ولا یعید غسله ولا وضوءه ثم ینشفه بثوب کیلا تبتل اکفانه. (فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۵۸ الفصل الثانی فی الغسل)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: ویسن فی الکفن ازار وقمیص ولفافة، وقال ابن عابدین: وفی صحیح مسلم عنه ﷺ اذا کفن احدکم اخاه فلیحسن کفنه وروی ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

بعد الغسل اور جنازہ لے جاتے وقت میت کا سر اور پاؤں کس جانب ہو؟ اور لوگوں کا دفن سے پہلے چلے جانے وغیرہ مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں (۱) بعد الغسل میت کا سر اور پاؤں کس جانب ہوں؟ (۲) جنازہ کو لے جانے کے وقت پاؤں کس سمت ہوں؟ (۳) بعد از جنازہ لوگ بغیر تعاون مٹی ڈالنے کے چلے جاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ (۴) قبر کتنی اونچی ہو؟ (۵) تیاری قبر کے بعد سر اور پاؤں کی جانب کھڑے ہو کر کچھ پڑھنا کس طرح ہے؟ (٦) میت کو بروز جمعہ دفن کرنے کے بعد تیسرے دن چنوں کالانا اور اس کو دم کر کے کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ رمز احمد ٹالھی تھرپارکر سندھ ۳۱/۱۲/۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) اس حکم میں تنگی نہیں ہے بلکہ جو آسان ہو وہ کرے، کما فی العالمگیریة (۱:۱٦۷) والاصح انه یوضع کما تیسر ﴿۱﴾.

(۲) پاؤں پیچھے اٹھانے والوں کی طرف کئے جائیں گے، کما فی الهندیة ۱:۱٦۲ وفی حالة المشی بالجنازه یقدم الرأس کذا فی المضمرات ﴿۲﴾.

(بقیه حاشیه) ابو داؤد عنه ﷺ لا تغالوا فی الکفن فانه یسلب سلبا سریعا و جمع بین الحدیثین بان المراد بتحسینه بیاضه ونظافته لا کونه ثمیناً حلیة وهو فی معنی ما مر عن النهر. (الدر المختار مع ردالمحتار ۱: ۷۳۲ مطلب فی الکفن) وقال الشرنبلالی: ولا یجعل لقمیصه کم لانه یکون لحاجة الحی ولا دخریص لانه یفعل للحی لیتسع الاسفل للمشی فیه ولا جیب وهو الشق النازل علی الصدر لانه لحاجة الحی ولو کفن فی قمیص حی قطع جیبه ولبنته کذا فی التبیین ولا تلف اطرافه لعدم الحاجة الیه. (امدادالفتاح شرح نور الایضاح ۶۱۴ مطلب فی التکفین)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۵۸ الفصل الثانی فی الغسل)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱٦۲ الفصل الرابع فی حمل الجنازة)

(۳) جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ دفنانے تک انتظار کرے، قال رسول اللہ ﷺ من اتبع جنازة مسلم ایمانا و احتسابا و کان معه حتی یصلی علیها و یفرغ من دفنها فانه یرجع من الاجر بقیراطین کل قیراط مثل احد و من صلی علیها ثم رجع قبل ان تدفن فانه یرجع بقیراط ﴿۱﴾ متفق علیه (مشکوٰۃ ۱۴۸)۔

(۴) ایک بالش اونچائی ہونی چاہئے، کما فی الهندیه ۱: ۱۶۷ و یسنم القبر قدر الشبر ﴿۲﴾.

(۵) سنت ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۸۳۸ و کان ابن عمر یستحب ان یقرء علی القبر بعد الدفن اول سورة البقرة و خاتمتها ﴿۳﴾.

﴿۱﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۴۴ باب المشی بالجنازۃ الفصل الاول)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۶ الفصل السادس فی القبر و الدفن و النقل من مکان الی آخر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: فقد ثبت انه علیه الصلاة و السلام قرأ اول سورة البقرة عند رأس میت و آخرها عند رجلیه. (ردالمحتار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

و قال ابن قیم الجوزیة: و قد ذکر عن جماعة من السلف انهم اوصوا ان یقرأ عند قبورهم وقت الدفن قال عبد الحق: یروی ان عبد الله بن عمر امر ان یقرأ عند قبره سورة البقرة و ممن رأی ذلک المعلی بن عبد الرحمن و کان الامام احمد ینکر ذلک اولا حیث لم یبلغه فیه اثر ثم رجع عن ذلک و قال الخلال فی الجامع القراء ة عند القبور: اخبرنا العباس بن محمد الدوری حدثنا یحی بن معین...... قال ابی: اذا انامت فضعنی فی اللحد و قل بسم الله و علی سنة رسول الله و سن علی التراب سنا، و اقرأ عند رأسی بفاتحة البقرة فانی سمعت عبد الله بن عمر یقول ذلک (اخرجه البیهقی فی السنن الکبریٰ باب ما ورد فی قراء ة القرآن عند القبر)

قال عباس الدوری: سألت احمد بن حنبل قلت: تحفظ فی القراء ة علی القبر شیأ؟ فقال لا و سألت یحیٰ بن معین فحدثنی بهذا الحدیث. و قال الخلال: و اخبرنی الحسن بن احمد الوراق و حدثنی علی بن موسیٰ الحداد و کان صدوقا، قال: کنت مع احمد بن حنبل و محمد بن قدامة الجوهری فی جنازة، فلما دفن المیت جلس رجل ضریر یقرأ (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(٦) ثواب کی نیت سے اس چنوں کا کھانا بدعت ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دفنانے کے بعد وقت تعزیت شروع ہوجاتی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دریا میں ڈوب گیا اور اس کی لاش گم ہوگئی پھر چند دن گزرنے کے بعد لاش مل گئی، اب تعزیت کس وقت سے شروع ہوگی ڈوبنے کے وقت سے یا دفنانے کے بعد؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل مولیٰ جلبئی صوابی.....۱۹۸۳ء/۸/۱۶

الجواب: قواعد کی رو سے دفنانے کے بعد وقت تعزیت شروع ہوتی ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ٦٣٠ ﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عند القبر، فقال له احمد: یاھذا ان القراء ة عند القبر بدعة. فلما خرجنا من المقابر قال محمد بن قدامة لاحمد بن حنبل: یاابا عبد الله ما تقول فی مبشر الحلبی: قال. ثقة، قال: کتبت عنه شیأ؟ قال: نعم، فاخبرنی مبشر عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللحلاج، عن ابیه انه اوصیٰ اذا دفن یقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة وخاتمتها. وقال سمعت ابن عمر یوصی بذلک فقال له احمد: فارجع وقل للرجل یقرأ (اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر ۴: ۱۵۴) وقال الحسن بن الصباح الزعفرانی: سالت الشافعی عن القراء ة عند القبر فقال: لا بأس بها.

(کتاب الروح لابن القیم ۱۸ المسئلة الاولیٰ)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به.

(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وھی بعد الدفن افضل منھا قبله لان اھل المیت مشغولون قبل الدفن بتجھیزہ ولان وحشتھم بعد الدفن لفراقه وھذا اذا لم یرمنھم جزع شدید والاقدمت لتسکینھم جوھرة. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ٦٦٥ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

بیوی کیلئے شوہر کو اور شوہر کیلئے بیوی کو غسل و دفن وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) شوہر مر جائے تو بیوی مردہ شوہر کی چار پائی پر بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟ (۲) عورت فوت ہو جائے تو شوہر بیوی کی چار پائی جنازہ کے وقت اٹھا سکتا ہے؟ نیز اسے غیر محرم قبر میں اتار سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک کرم بخش نمبردار کیملپور ...۱۷/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) بیٹھ سکتی ہے غسل بھی دے سکتی ہے (شامی وغیرہ) ﴿۱﴾۔ (۲) چار پائی اجانب بھی اٹھا سکتے ہے البتہ قبر میں محارم اتاریں گے اور اگر محارم نہ ہوں یا نا کافی ہوں تو دیگر رشتہ داروں سے خاوند مقدم اور حقدار ہے اور ضرورت کے وقت اجانب بھی اتار سکتے ہیں (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

شوہر کیلئے مردہ بیوی کو غسل دینے میں حدیث تجرید البخاری سے استدلال صحیح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تجرید البخاری میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا تھا اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق کیا ہے؟ کیا ایک آدمی اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی نور البصر مقام جلوزی پشاور ...۱۹۶۹ء/۴/۱۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وهي لا تمنع من ذلك، قال ابن عابدين: (تحت قوله وهي لا تمنع من ذلك) اى من تغسيل زوجها دخل بها او لا.

(ردالمحتار ۱:۶۳۴ مطلب فی حديث كل سبب ونسب منقطع الاسببي ونسبي صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ذوالرحم المحرم اولى بادخال المرأة من غيرهم كذا في الجوهرة النيرة وكذا ذوالرحم غير المحرم اولى من لاجنبي فان لم يكن فلا بأس للاجانب وضعها كذا في البحر الرائق.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۱۶۶ الفصل السادس في القبر والدفن)

الجواب: اولاً یہ ثابت نہیں اور ثانیاً یہ خصوصیت پر محمول ہے لہٰذا دوسرا شخص اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ فی الدر المختار: ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الاصح وقالت الائمة الثلاثة یجوز لان علیا غسل فاطمة رضی الله عنها قلنا هذا محمول علی بقاء الزوجیة لقوله علیه السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابة انکر علیه ﴿۱﴾ (وفی ردالمحتار ۱:۸۰۳). قال فی شرح المجمع لمصنفه فاطمة رضی الله عنها غسلتها ام ایمن حاضنته ﷺ ورضی عنها فتحمل روایة الغسل لعلی رضی الله تعالیٰ عنه علی معنی التهیئة والقیام التام باسبابه ولان ثبتت الروایة فهو مختص به الا تری ان ابن مسعود رضی الله عنه لما اعترض علیه بذلک اجابه بقوله اما علمت ان رسول الله ﷺ قال ان فاطمة زوجتک فی الدنیا والاخرة فادعاء الخصوصیة دلیل علی ان المذهب عندهم عدم الجواز انتهیٰ. وهو الموفق

میت کے کانوں میں اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) اذان میت جو بعض علاقوں میں مروج ہے کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟ (۲) کیا یہ سچ ہے کہ عشرہ مبشرہ میں ایک صاحب کی وفات کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے ان کے کانوں میں اذان دی تھی اگر سچ ہے تو پھر یہ مستحب یا سنت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور الہادی اسماعیلہ مردان ...... ۸/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) خلاف سنت ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۱:۶۳۳ مطلب فی حدیث کل سبب ونسب باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) یہ حدیث ثابت نہیں ہے﴿۱﴾ یہ تمام بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ وھو الموفق

قبر پر اذان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان علی القبر کی شرعی حقیقت کیا ہے، سنت ہے یا بدعت؟ بینوا توجروا

المستفتی: اول شیر ایڈووکیٹ یار حسین مردان.... ۱۹۸۴ء/ ۷/ ۲۴

الجواب: بعض شوافع کے نزدیک قبر میں اذان کہنا مستحب ہے لیکن محققین شوافع نے اس کی تردید کی ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۳۵۸ قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا لاکن رده ابن حجر فی شرح اللعاب ﴿۲﴾. اورمشائخ احناف نے اس اذان

(بقیه حاشیه) صرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قیاسا علی ندبهما للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب.

(ردالمحتار ۱: ۶۲۰ مطلب فی دفن المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۱﴾قال الامام الربانی رشید احمد الجنجوهی: اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلثہ میں اس کا ثبوت نہیں چنانچہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے، تنبیه: فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارة الیٰ انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت اور علامہ خیر الدین رملی نے حاشیہ بحر الرائق میں لکھا ہے: قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه من الدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب انتهیٰ. اور درالبحار میں لکھا ہے: من البدع التی شاعت فی بلاد الهند الاذان علی القبر بعد الدفن انتهیٰ اور توشیح شرح تنقیع محمود البلخی میں مذکور ہے، ما فی الاثور من الاذان علی القبر ولیس بشئ انتهیٰ کذا فی التفهم المسائل.

(فتاویٰ رشیدیه ۱: ۱۳۶ قبر پر اذان دینا)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۲۸۳ مطلب فی المواضع التی یندب لها الاذان فی غیر الصلاة)

کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے البتہ بعض محققین یعنی علامہ شامی نے ردالمحتار ۱: ۸۳۷ میں اس بارے میں کراہیت کی طرف اشارہ کیا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مردہ پیدا شدہ بچے کو قبرستان میں دفنایا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مردہ پیدا شدہ بچے کو قبرستان میں دفن کیا جائے گا یا کسی خاص جگہ میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گلزمان کورنگی روڈ کراچی نمبر۴.....۱۰/صفر ۱۳۹۷ھ

الجواب: کافی تتبع کے باوجود صریح جزیہ نہیں ملا، قواعد کی رو سے عام قبرستان میں دفنایا جائے گا، لان فیہ اکراما کما فی الغسل والتسمیة ، قال صاحب الدرالمختار والا یستھل غسل وسمی ﴿۲﴾. وھوالموفق

قبر میں رضائی وغیرہ ساتھ رکھنا خلاف سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کیساتھ کفن کے علاوہ دیگر اشیاء رضائی وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالقیوم کوہ مری راولپنڈی

الجواب: ماسوائے کفن کے دیگر اشیاء کا قبر میں رکھنا خلاف سنت ہے (شامی ۱: ۸۳۶) ﴿۳﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۲۲۰ مطلب فی دفن المیت)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۲۵۵ باب صلاة الجنازة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ویحسن الکفن) بان یکفن..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دفن کے وقت قبر گر کر دوبارہ مرمت کی جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دفن کے وقت ایک قبر گر جائے جبکہ مردہ کو لحد میں رکھا گیا تھا، تو ایسے موقع پر کونسا عمل بہتر ہے نئی قبر بنالی جائے یا اس کو درست کر کے مردے کو دفن کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل قدم مقام لنڈیوابنوں ۱۹۷۷ء/۸/۱۷

الجواب: اس قبر کی اصلاح (مرمت) کرنی چاہئے فقہاء کرام نے جن وجوہات کی وجہ سے اخراج میت کو جائز کہا ہے ان میں قبر گرنے کو شمار نہیں کیا ہے، کما فی شرح التنویر ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الالحق آدمی الخ ﴿۱﴾. وهو الموفق

قبر کے سر اور پاؤں کی جانب سورۃ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا اور تلقین بعد الممات کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعد الدفن قبر کے پاؤں اور سر کی جانب سورۃ البقرہ کا اول وآخر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز تلقین بعد الممات کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بانڈہ سیدان ضلع وتحصیل مانسہرہ......۲۶/ذی الحجہ۱۳۹۶ھ

الجواب: واضح رہے کہ سورۃ بقرہ کا اول وآخر (قبر کے سر اور پاؤں کے پاس) پڑھنا مسنون ہے، لحدیث ورد بذلک رواه البیهقی عن ابن عمر کما فی المشکواۃ (۱: ۱۴۹) ﴿۲﴾

(بقیہ حاشیہ) بکفن مثله وهو ان ینظر الی ثیابه فی حیاته للجمعة والعیدین وفی المرأة ما تلبسه لزیارة ابویها کذا فی المعراج فقول الحدادی وتکره المغالاة فی الکفن یعنی زیادة علی کفن المثل نهر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۶ مطلب فی الکفن باب صلاة الجنازة)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن عمر قال سمعت النبی ﷺ یقول......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن تلقین بعد الممات کے متعلق نہ" ایں کارے کنم و نہ انکارے کنم" کا طرزِ عمل معمول رکھنا چاہئے ، کما فی شرح التنویر ولا یلقن بعد تلحیده وان فعل لا ینهی عنه (هامش ردالمحتار ۱:۷۹۷)﴿۱﴾. وهو الموفق

دفن کے بعد میت کے سرہانے اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مردہ کو دفن کرنے کے بعد بعض علماء قبر کے سر اور پاؤں کی طرف کھڑے ہوکر سورۃ بقرہ کا اول اور آخر پڑھاتے ہیں اور پھر دعا کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد مدرس خان بنوں کرکلہ......۱۰/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: قبر کے سر اور پاؤں کی طرف کھڑے ہوکر سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا جائز اور مشروع ہے﴿۲﴾ کما رواه البیهقی مرفوعا ولیقرء عند رأسه فاتحة البقرة

(بقیہ حاشیہ) اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الی قبره ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة رواه البیهقی فی شعب الایمان.

(مشکواة المصابیح ۱: ۱۴۹ باب دفن المیت الفصل الثالث)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱:۲۲۸ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾قال الامام جلال الدین السیوطی: واخرج الطبرانی والبیهقی فی الشعب عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الی قبره ولیقرأ عند راسه فاتحة الکتاب ولفظ البیهقی فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة سورة البقرة فی قبره. واخرج الطبرانی عن عبد الرحمن بن العلاء بن الجلاج قال قال لی ابی یابنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم الله وعلی ملة رسول الله ثم سن علی التراب سنا ثم اقرأ عند رأسی بفاتحة البقرة وخاتمتها فانی سمعت رسول (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وعند رجلیه بخاتمة البقرة وقال البیهقی و الصحیح انه موقوف علی عبد الله بن عمر ﴿۱﴾، قلت لکنه مما لا یدرک بالرائ فافهم، فی ردالمحتار ۱ :۸۴۳ فقد ثبت انه علیه السلام قرء اول سورة البقرة عند رأس المیت و آخرها عند رجلیه ﴿۲﴾. وهو الموفق

دفن کے بعد مسئلہ میراث بیان کرنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر دفن کے بعد مسئلہ میراث بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الحق پشاور......۱۹۷۶ء/۱/۲۶

الجواب: قبر کے پاس دفن کے بعد نہ مسئلہ میراث بیان کرنا ضروری ہے اور نہ دوسرا کوئی مسئلہ

(بقیہ حاشیہ) الله ﷺ یقول ذلک. (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ۴۳ باب مایقال عند الدفن و التلقین)

قال ابن القیم الجوزیة: قال عباس الدوری: سألت احمد بن حنبل قلت تحفظ فی القراء ة علی القبر شیأ؟ فقال: لا، وسألت یحی بن معین فحدثنی بهذا الحدیث، قال الخلال: کنت مع احمد بن حنبل و محمد بن قدامة الجوهری فی جنازة فلما دفن المیت جلس رجل ضریر یقرأ عند القبر فقال له احمد: یا هذا ان القراء ة عند القبر بدعة، فلما خرجنا من المقابر قال محمد بن قدامة لاحمد بن حنبل یا أبا عبد الله ما تقول فی مبشر الحلبی؟ قال: ثقة، قال: کتبت عنه شیأ؟ قال: نعم، فاخبرنی مبشر عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج، عن ابیه انه اوصی اذا دفن یقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة و خاتمتها، وقال سمعت ابن عمر یوصی بذلک، فقال له احمد: فارجع وقل للرجل یقرأ.

(کتاب الروح لابن القیم ۱۸ هل تعرف الاموات زیارة الاحیاء)

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ۱: ۱۴۹ باب دفن المیت الفصل الثالث)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

بیان کرنا ضروری ہے البتہ قرآن پڑھنا اور تثبیت کیلئے دعا کرنا مسنون ہے، کما فی ردالمحتار ١: ٨۴٣ المطلوب هناک القراء ة و الدعاء للمیت بالتثبیت ﴿١﴾ اور مسئلہ میراث وغیرہ نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے۔ وهو الموفق

غسل دینے کے بعد میت پر ایک رات گزر جائے غسل کا اعادہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو اگر رات کے وقت غسل دیا جائے اور پھر کفن دفن کا انتظام نہ ہو سکے بلکہ صبح تک میت ایسی رہ جائے تو کیا صبح کے وقت دوبارہ غسل دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید چمکنی پشاور

الجواب: غسل کا اعادہ نہیں ہے خواہ کتنا وقت گزر جائے بے شک اگر نجاست خارج ہو جائے تو صرف اسی جگہ کو دھویا جائے گا ﴿٢﴾ هکذا فی جمیع معتبرات الفقه. وهو الموفق

میت کے ساتھ بطور تبرک حدیث و وظائف کی کتابوں کا دفن کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک متوفی نے اپنی موت سے قبل وصیت کی تھی کہ میرے وظائف کی کتاب اور قرآن کا نسخہ کسی پرہیزگار شخص کو دے دینا یا میرے پاس دفن کرنا، لیکن بجائے دینے کے وہ مذکور کتب شریف میت کے ساتھ بطور تبرک دفن کئے گئے، اس واقعہ کے بعد ہمارے علاقہ پر آثار عذاب نازل ہونے شروع ہوئے فتنہ و فساد روز بروز بڑھ رہا ہے بارش بھی بند ہوگئی ہے

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ١: ٦٦٥ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

﴿٢﴾ قال الحصکفی: ولا یعاد غسله ولا وضوء ه بالخارج منه لان غسله ما وجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتنجسه بالموت کسائر الحیوانات الدمویة الا ان المسلم یطهر بالغسل کرامة له وقد حصل. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ١: ٦٣٣ باب صلاة الجنائز)

کیا اس بارے میں کوئی روایت موجود ہے کہ یہ کام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نذیر احمد مسجد سنگر یڑی ہزارہ......۱۹۷۰ء/۹/۱۲

الجواب: میت کے ساتھ لحد میں دفنانا جائز نہیں ہے اور مستقل جگہ میں (جو کہ قبر کے کسی جانب میں بنایا گیا ہو اور پھر بند کیا گیا ہو) دفنانا جائز ہے، یدل علیه ما فی ردالمحتار وقد منا عن الفتح انه تکره کتابة القرآن واسماء الله تعالیٰ علی الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش وماذلک الا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوه مما فیه اهانة فالمنع هنا (عند الکتابة علی الکفن) بالاولیٰ ما لم یثبت عن المجتهد او ینقل فیه حدیث (۱:۸۴۷)﴿۱﴾ وفی الهندیة (۵:۳۵۸) المصحف اذا صار خلقا لا یقرء منه ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن ودفنه اولیٰ من الخ﴿۲﴾، ان روایات سے دفنانے کا جواز جب نجاست سے دور ہو معلوم ہوتا ہے اور صریح جزیہ اس کے متعلق نہیں ملی۔ وهو الموفق

خنثیٰ مشکل کو غسل دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ مشکل کو کون غسل دے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مدرسہ ریاض القرآن دتہ خیل شمالی وزیرستان......۸۸ء/۱/۲۳

الجواب: خنثیٰ مشکل جب مر جائے تو اس کو باقاعدہ تیمم دیا جائے گا﴿۳﴾ اور یا حوض، دریا

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۶۶۹ مطلب فیما یکتب علی کفن المیت قبیل باب الشهید)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۵:۳۲۳ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلة والمصحف)

قال الشاه عبد العزیز محدث الدهلوی: شجرہ کو میت کے پاس کفن میں یا کفن کے اوپر رکھنے کو فقہاء منع کرتے ہیں اس سے بزرگوں کے نام کے بارے میں بے ادبی ہوتی ہے، البتہ مردہ کے سرہانے قبر میں چھوٹا طاق بنادیں اور اس میں شجرہ کا کاغذ رکھ دیں۔ (ماخوذ از رسالہ فیض عام) (فتاویٰ عزیزی ۲۰۴ باب التصوف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: والخنثیٰ المشکل المراهق لا یغسل رجلا ولا امرأة ولم یغسلها رجل ولا امرأة ویتیمم وراء ثوب کذا فی الزاهدی. (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۰ الفصل الثانی فی الغسل)

میں غوطہ دیا جائے گا(فلیراجع الی الهندية)﴿۱﴾. وھو الموفق

تعزیت میں دعا، جنازہ کے بعد دعا اور حیلہ اسقاط میں دور قرآن کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ ہمارے ہاں تعزیت کا طریقہ یہ ہے کہ دفن کے بعد لوگ آکر کہتے ہیں کہ دعا کرو، سب ملکر دعا کرتے ہیں اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، پھر دعا بھی مقرر نہیں ہے کوئی سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے کوئی جنازہ کی دعا وغیرہ، صحیح طریقہ کیا ہے؟
(۲) جنازہ کے بعد صفوں میں بیٹھ کر کبھی توڑ کر اجتماعی دعا کرتے ہیں بعض لوگ اس دعا کو سنت کہتے ہیں کہ حضورﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پر مدینہ منورہ میں جنازہ پڑھا اور دعا کے، بحواله فتح القدير، نصب الرايه، كبيرى. جبکہ بعض علماء اس دعا سے منع کرتے ہیں، حال ہی میں ۲۳/جنوری کو حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتوی کے جنازے میں یہ دعا نہیں ہوئی وہاں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بھی غالباً موجود تھے یہ خبر رسالہ تعلیم القرآن ماہ جنوری میں بندہ نے پڑھی ہے۔
(۳) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حبیبہ بنت عریدز وجہ قلاب کے جنازہ میں حیلہ اسقاط کے دوران دور قرآن کیا ہے؟ کیا یہ روایت واقعی ابواللیث سمرقندی نے ذکر کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی نور عالم رانیکا راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۲/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامة شرنبلالی: وكذا الخنثیٰ المشكل يتيمم فيظاهر الرواية وقيل يجعل فی كوارة فيغسل. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۱۱ مطلب فی تغسيل من لا يتمكن من غسله)
ملاحظہ: خنثیٰ مشکل اگر چھوٹا بچہ تھا تو اسے بہر حال غسل دیا جائے گا خواہ مرد غسل دے یا عورت، اور اگر یہ خنثیٰ مشکل بالغ تھا یا حد شہوت تک پہنچا تھا تو اسے تیمم دیا جائے گا غسل نہیں، قال العلامة الشيخ الشبلی: ولو كان الميت خنثی مشكلا فانه ينظر ان كان صغيراً غسل على كل حال سواء كان الغاسل رجلاً او امرأة وان كان بلغ حد الشهوة لا يغسل للتعذر بل يتيمم ثم ان كان المتيمم ذارحم منه يتممه بغير خرقة وان كان غير محرم فبخرقة ويعرض عن ذراعيه.
(هامش تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ۱ :۲۳۵ باب الجنائز) (ازمرتب)

الجواب: (۱) میت کیلئے مغفرت مانگنا بھی تعزیت ہے، یدل علیہ ما فی الهندیة ۱: ۱۶۷ ویستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفر الله لمیتک الخ ﴿۱﴾ وفی ردالمحتار ۱: ۸۴۱ قوله وبتعزیة اهله ای تصبیرهم والدعاء لهم به ﴿۲﴾۔

(۲) خواص کیلئے نہ کرنا بہتر ہے اور عوام کو کسر الصفوف کے بعد دعا کرنے سے منع نہ کیا جائے ﴿۳﴾۔

(۳) ہمارے ہاں یہ کتاب موجود نہیں ہے لہذا تحقیق کرنے سے ہم معذور ہیں۔ وهو الموفق

قبر پر سیمنٹ کے بنے ہوئے پتھر رکھ کر مٹی ڈالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک کی زمین انتہائی سخت ہے اسلئے ہم سیدھی قبریں بنا کر اس کی دونوں طرف اوپر ڈیڑھ گز لمبے پتھر پانچ چھ عدد رکھتے ہیں جس کو سنگ لحد کہتے ہیں اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ لمبے لمبے سنگ لحد نہیں ملتے اسلئے عوام نے مشورہ کیا کہ سیمنٹ اور لوہے سے سنگ لحد بنا کر رکھ دیں گے چونکہ قبروں پر اوپر سیمنٹ لگانا اور پختہ کرنا تو ممنوع ہے کیا سنگ لحد کیلئے سیمنٹ اور لوہے کی سلاخ سے بنے ہوئے پتھر اور سلے بنانا جائز ہوں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سلطان ٹانک

الجواب: چونکہ ان زیر تجویز سنگہائے لحد کی صناعت میں آگ پر توقف نہیں ہے لہذا اس کا استعمال جائز ہے خصوصاً جبکہ قدرتی سنگہائے لحد نہیں ملتے، ونظیره التابوت من حدید ووجه عدم الكراهة الحاجة ولان هذا التابوت لا يعمل الا بالنار بخلاف هذه الحجارة

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۷ ومما یتصل بذلک مسائل التعزیة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۸۴۱ مطلب فی الثواب علی المصیبة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: وعن الفضلی لا بأس به.

(البحر الرائق ۲: ۱۸۳ فصل السلطان احق بصلاته کتاب الجنائز)

المصنوعة (هذا ما اخذه من كلام ردالمحتار ۱ : ۸۳٦ فليراجع)﴿۱﴾. وهو الموفق

تلقین میت بعد الدفن کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ کو بعد از دفن تلقین کس طرح ہے، ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ جب دفن کیا جاتا ہے تو ایک شخص قبر کو منہ کر کے کہتا ہے ''اے فلاں اگر بھول گیا ہو تو یاد کر منکیر نکیر اگر پوچھ لے تو کہہ دینا کہ میں مسلمان مراہوں میں حضور ﷺ کا امتی ہو گھبرانا مت'' اس تلقین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمود شاہ لتمبر کرک کوہاٹ......۲۵/صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: تلقین بعد الدفن نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، نہ ایں کار ے کنیم و نہ انکار ے کنیم﴿۲﴾

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱ : ٦٦٠ مطلب فی دفن المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ ☆...... قال الشامی: (قوله ولا يلقن بعد تلحيده وان فعل لا ينهىٰ عنه) ذكر فی المعراج انه ظاهر الرواية ثم قال وفی الخبازية والكافی عن الشيخ الزاهد الصفار ان هذا علی قول المعتزلة لان الاحياء بعد الموت عندهم مستحيل اما عند اهل السنة فالحديث ای لقنوا موتاكم لا اله الا الله محمول علی حقيقته لان الله تعالیٰ يحييه علی ماجاء ت به الآثار وقد روی عنه عليه السلام انه امر بالتلقين بعد الدفن الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱ : ۹۲۹ مطلب فی التلقين بعد الموت)

☆......قال العلامة ابن الهمام: واما التلقين بعد الموت وهو فی القبر فقيل يفعل لحقيقة ما روينا ونسب الی اهل السنة والجماعة وخلافه الی المعتزلة وقيل لايؤمر به ولا ينهىٰ عنه.

(فتح القدير ۲ : ٦۸ باب الجنائز)

☆......قال العلامة ابراهيم الحلبی: واما التلقين بعد الدفن فقيل يفعل لحقيقةما رويناه وقيل لا يؤمر به ولا ينهىٰ عنه وانما لا ينهی عنه التلقين بعد الدفن لانه لا ضرر فيه بل فيه نفع فان الميت يستانس بالذكر علی ما ورد فی الآثار ففی...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قال فی شرح التنویر ولا یلقن بعد تلحیده وان فعل لا ینهیٰ عنه ﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ۱:۷۹۶). وهوالموفق

میت کادوسرے وطن منتقل کرنے اور مسلمان کااہل کتاب کے مقبرہ میں دفن کرنے کا مسئلہ

سوال: مایقول العلماء الکبار فی المسائل الاتیة: (۱) هل یجوز نقل المیت من بلد الی بلد وحالة المیت تتغیر بسبب تغییر فی الجو ومضی المدة علیه وما هی طریقة السلف الصالح فی هذا؟ (۲) هل یجوز دفن المیت المسلم فی مقبرة تکون واقعة علیحدة ولکن فی سور واحد مع مقابر اهل الکتاب وهل فیه هناک حدیث النبی ﷺ یمنع هذا؟

المستفتی: دارالاصلاح والدعوة بنوری منزل یوکے.....۲۴/رمضان۱۴۰۵ھ

الجواب: (۱) ما فی الهندیة ۱:۱۶۷ ویستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم (خلاصه)﴿۲﴾ وکذا لو مات فی غیر بلده

(بقیه حاشیه) صحیح مسلم عن عمر وبن العاص قال اذا دفنتمونی اقیموا عند قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها حتی استأنس بکم وانظر ما اذا اراجع رسل ربی.

(غنیة المستملی المعروف بالکبیری ۵۲۹ فصل فی الجنائز)

☆.....وقال الشیخ محمد فرید دامت برکاتهم: (قوله تلقین المریض عند الموت والدعاء له) اشار الیٰ ان المراد من المیت هو قریب الموت لا المیت الحقیقی فانه لا یلقن وهو ظاهر الروایة. (منهاج السنن ۳:۱۸۹ باب ماجاء فی تلقین المریض عند الموت)

☆..... وفی اعلاء السنن: ولکن الآن صار شعاراً لروافض وترکه اهل السنة ففیه خوف التهمة فلا یلقن. (اعلاء السنن ۸:۲۴۷ ابواب الجنائز باب ما یلقن المحتضر)

﴿۱﴾ (الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار ۱:۶۲۸ مطلب فی التلقین بعد الموت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۷ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

یستحب ترکه (قاضیخان)﴿١﴾ وفی شرح التنویر ولاباس بنقله قبل دفنه ﴿٢﴾. قلت والاصل فیه ما رواه الترمذی من نقل عبد الرحمن بن ابی بکر من الحبشی الی مکة﴿٣﴾ وما روی ان یعقوب ویوسف علیهما السلام نقلا بعد الدفن فقال ابن الهمام فی الفتح القدیر هو شرع من قبلنا ﴿٤﴾ ولا یبعد ان یقال ان اجساد الانبیاء علیهم السلام لا تأکله الارض فلا یقاس علیهم غیر الانبیاء. (٢) انی لم اجده ما حضر عندی من الکتب، نعم کلام الفقهاء کالحلبی یدل علی التعامل بکون مقابر المسلمین منفردة من مقابر المشرکین (فلیراجع الی الشرح الکبیر ٥٥٩) ﴿٥﴾. وهو الموفق

دفن سے پہلے لاش کو دوسری جگہ لے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا انتقال لاہور میں ہوا، اب اس کی میت دفنانے کیلئے پشاور لے جانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد خان کوٹ ادو مظفر گڑھ ١٩٨٥ء/٤/٢٣

الجواب: دفنانے سے قبل مردہ کو وطن لیجانا قابل اعتراض نہیں ہے، علامہ شامی نے ایک روایت اسی طرح بھی ذکر فرمائی ہے﴿٦﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ (فتاویٰ خانیة علی هامش الهندیة ١:١٩٥ بیان ان النقل من بلد الی بلد مکروه)

﴿٢﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ١:٦٦٣ باب صلاة الجنائز)

﴿٣﴾ (سنن ترمذی ١:١٢٥ باب ماجاء فی الزیارة القبور للنساء)

﴿٤﴾ (فتح القدیر ٢:١٠١ فصل فی الدفن باب الجنائز)

﴿٥﴾ قال العلامة الحلبی: واما الدفن فقیل یدفنون فی مقابر المسلمین وقیل فی مقابر المشرکین وقیل تتخذلهم مقابر علی حدة وتسوی قبورهم ولا تسنهم وهو قول ابی جعفر الهندوانی. (غنیة المستملی المعروف بالشرح الکبیر ٥٥٨ فصل فی الجنائز)

﴿٦﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ولاباس بنقله قبل دفنه) (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نوزائیدہ مردہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ بچہ پیدا ہوا کیا اس نوزائیدہ مردہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد عزیز حاجی شاہ موڑ اٹک ..... ۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: مردہ نوزائیدہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے کما فی الدر المختار والا یستهل غسل وسمی عند الثانی وهو الاصح فیفتیٰ به ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کو غسل دینے کا حقدار اور اجرت پر غسل دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجرت پر میت کو غسل دینا کیسا ہے اور غسل دینے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نور محمد نوشہرہ ..... ۱۷/ صفر ۱۳۸۹ھ

الجواب: غسل میت پر اجرت لینا جائز ہے اگر چہ اور لوگ موجود ہوں، صرح به فی الهندیة ۱: ۱۶۹ ﴿۲﴾. اور غسل کا حقدار اقرب ہے، کذا فی الهندیه والکبیری بیٹا، پوتا، باپ،

(بقیه حاشیه) قیل مطلقا وقیل الی مادون مدة السفر وقیده محمد بقدر میل او میلین لان المقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فیکره فیما زاد قال فی النهر عن عقد الفرائد وهو الظاهر

(ردالمحتار ۱: ۶۶۳ مطلب فی الثواب علی المصیبة باب صلاة الجنائز)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۵ باب الجنائز)

﴿۲﴾ وفی الفتاویٰ الهندیة: والافضل ان یغسل المیت مجانا وان ابتغی الغاسل الاجر فان کان هناک غیره یجوز اخذالاجر والا لم یجز هکذا فی الظهیریة

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۵۹ الفصل الثانی فی الغسل الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)

دادا، بھائی، بھتیجا، چچا وغیرہ ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بالشت سے اونچی قبر بنانا اور اس پر کسی درخت کی شاخ گاڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالشت بھر سے اونچی قبر بنانا اور اس پر کسی درخت کا ہری شاخ گاڑنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ محمد، فیض العلوم پشین......۲۲/ جولائی ۱۹۸۴ء

الجواب: بالشت سے اوپر یعنی تھوڑا اونچا قبر بنانا ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾ نیز قبر پر شاخ خرما وغیرہ رکھنا بھی ممنوع نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

غسل کے وقت میت کے پاؤں بجانب قبلہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل کے وقت میت کی ٹانگیں بجانب قبلہ کیوں کی جاتی ہے جبکہ قبلہ کو پاؤں یا پیٹھ کرنا منع ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ابراہیم واہ کینٹ راولپنڈی......۱۶/ ستمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: میت کو غسل دیتے وقت اس کی ٹانگیں قبلہ کی طرف کرنا ضروری نہیں اس میں توسع

﴿۱﴾ وفی الفتاویٰ الهندیة: ویستحب للغاسل ان یکون اقرب الناس الی المیت فان لم یعلم الغسل فاهل الامانة والورع کذا فی الزاهدی.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۵۹ الفصل الثانی فی الغسل الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فتحمل الکراهة علی الزیادة الفاحشة وعدمها علی القلیلة المبلغة له مقدار شبراً وما فوقه قلیلا. (ردالمحتار ۱: ۶۶۱ مطلب فی دفن المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقد ذکر البخاری فی صحیحه ان بریدة بن الخصیب رضی الله عنه اوصی بان یجعل فی قبره جریدتان.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۸ مطلب فی وضع الجرید باب صلاة الجنائز)

ہے (شامی کتاب الجنائز)معذور مریض کی ہیئت نماز پر قیاس کا تقاضا یہی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

میت کے تیسرے دن میت کے کپڑے وغیرہ دھونا رسم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عموماً یہ رواج ہے کہ میت کے دفن کے تیسرے دن لازماً میت کے رہے سہے کپڑے دھوئے جاتے ہیں یہ صفائی جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی معلم مڈل سکول درازندہ ڈی آئی خان......۲۶/۱۱/۱۹۷۲ء

الجواب: یہ تمام رسومات ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے۔وھو الموفق

جنب میت کو دودفعہ غسل دینا کسی کا مذہب نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص بیوی سے جماع کرے اور پھر وفات ہوجائے کیا اس کو دودفعہ غسل دیا جائے گا یا وہ پہلے والا غسل کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ حجاج ولی نائب خطیب دوسلی کیمپ بنوں......۱۳/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

الجواب: جنابت وغیرہا میں وفات شدہ گان کو دودفعہ غسل دینا کسی کا مذہب نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ویوضع کما تیسر فی الاصح) وقیل یوضع الی القبلة طولا وقیل عرضا کما فی القبر افاده فی البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۱ باب صلاة الجنائز مطلب فی القرأة عند المیت)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امین ابن عابدین: (قوله بلا مضمضة واستنشاق) هذا لو کان طاهراً اما لو کان جنبا او حائضا او نفساء فعلا تتمیما للطهارة کما فی الامداد عن شرح المقدسی وفی حاشیة الرملی اطلاق المتون والشروح یشمل من مات جنباً وکذلک اطلاق الفتاویٰ والعلة تقتضیه ولم ارمن صرح به لکن الاطلاق یدخله، وفی حاشیة مسکین انهما لا یفعلان وعزاه الی الزیلعی. (منحة الخالق هامش البحر الرائق ۲: ۱۷۲ کتاب الجنائز)

وقال الشرنبلالیة: وعلی القول بانه بلا مضمضة ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

قبر کے اردگرد چاروں طرف پتھر کے تختے لگانا اور درمیان میں مٹی ڈالنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر کے اردگرد چاروں طرف بڑے بڑے کالے پتھروں یعنی کالے سنگ مرمر کے تختے جو تانبے وغیرہ کے ذریعے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور درمیان میں قبر کچی ہو یعنی مٹی ہو، بعض لوگ اسے جائز کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معتصم باللہ متعلم حقانیہ ۲۲/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں اس کو ناجائز کہا گیا ہے، فلیراجع الیھا (۵:۳۷۷)(۵:۳۹۵)(۵:۴۰۶)﴿۱﴾. وھوالموفق

قبر تیار ہو اور جنازہ بھی ہوا ہو تو کسی کی زیارت کے انتظار میں میت رکھنا بہتر نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر تیار ہو اور جنازہ بھی ہوا ہو پھر بھی کسی کیلئے میت کو اسی طرح رکھا ہے کہ وہ آکر زیارت کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محب اللہ شیرانی مدرسہ اشرف العلوم باغبان پورہ گجرانوالہ ۱۹۹۰ء/۱۱/۷

(بقیہ حاشیہ) واستنشاق مخصوص بغیر الجنب فلذا قال الا ان یکون جنبا فیتکلف لفعلهما تتمیما لطهارته کما فی شرح العلامة المقدسی قلت وکذا الحائض والنفساء للاشتراک فی افتراض المضمضة والاستنشاق فیما بینهم. (امداد الفتاح ۶۰۹ مطلب فیما یفعل بالمیت)

﴿۱﴾ فتاوی دارالعلوم دیوبند ۵:۳۷۷، ۳۹۵، ۴۰۶ فصل سادس قبر دفن)

وقال المفتی اعظم هند مفتی کفایت الله: قبر کے گرد پتھر لگانے سے بشرطیکہ قبر پختہ نہ ہونے پائے صرف یہی مقصود ہو سکتا ہے کہ آثار قبر مٹنے نہ پائیں اس صورت میں خوبصورت و بدصورت پتھر دونوں ایک ہی سا کام دیں گے اور اگر یہ خیال ہو کہ لوگ دیکھ کر خوش ہوں اور ریا وسمعہ مقصود ہو تو اس صورت میں خوبصورت کیا بدصورت کا لگانا بھی حرام ہوگا (۴:۶۲) اور (۴:۴۹) میں ہے۔ سوال: اوپر قبر کے قبر کا حصہ (یعنی پورا تعویذ) خام چھوڑ کر مثل چار دیواری دوفٹ اونچی بوجہ نقصان پہنچانے مویشیوں کی قبر کو بنوانا جائز ہے یا نہیں۔ جواب: یہ صورت بہتر نہیں۔ (کفایت المفتی ۴:۶۲، ۴۹ فصل چهارم قبرو دفن)

الجواب: بہتر نہیں ہے﴿۱﴾وھو الموفق

نوزائیدہ مردہ بچے کے دفنانے کفنانے کیلئے لوگوں کا جمع ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ بچہ جب پیدا ہو جائے تو اس کو دفنانے کیلئے لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام اور کفن دینا بدعت مقبوحہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ثناء اللہ......۱۹۷۴ء/۴/۷

الجواب: چونکہ مردہ پیدا شدہ بچے کا دفنانا اور ایک کپڑے میں کفنانا مشروع ہے﴿۲﴾لہٰذا اس کیلئے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وھو الموفق

نماز جنازہ کے بعد فوراً جنازہ اٹھالینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض جگہوں میں ایسا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازے کو اٹھالیا جاتا ہے جبکہ بعض لوگ اس کے مخالف بن جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نعمت اللہ بڈھ بیر پشاور......۱۸/مئی ۱۹۸۸ء

﴿۱﴾ قال العلامة حسن ابن عمار الشرنبلالی: ویستحب الاسراع بها لقوله ﷺ اسرعوا بالجنازة ای مادون الخبب کما فی روایة ابن مسعود: فان تک صالحة فخیر تقدمونها الیه وان تک غیر ذلک فشر تضعونه عن رقابکم وکذا یستحب الاسراع بتجهیزه کله، قال الطحطاوی: ای من حین موته فلو جهر المیت صبیحة یوم الجمعة یکره تاخیر الصلاة علیه لیصلی علیه الجمع العظیم بعد صلاة الجمعة ولو خافوا فوت الجمعة بسبب دفنه یؤخر الدفن. (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۶۰۴ فصل فی حملها ودفنها)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وادرج فی خرقة ودفن ولم یصل علیه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۵ باب صلاة الجنائز)

الجواب: یہ اختلاف رائے ہے جو کہ مذموم نہیں ہے البتہ تشدد مذموم اور قبیح ہے، صرح به النواوی فی شرح المسلم ﴿۱﴾. وهو الموفق

دفن سے پہلے میت کے چہرہ سے کفن ہٹا کر لوگوں کو زیارت کرانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ سے پہلے سب لوگ میت کے چہرہ دیکھنے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں اور میت کے چہرہ سے کفن ہٹا کر سب لوگ زیارت کرتے ہیں از روئے شرع یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد حاجی شاہ موز کیملپور ۱۸/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: مردہ کے چہرہ دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، کما فی الهندیة ۵: ۳۸۷ ولا بأس بان یرفع ستر المیت لیری وجهه وانما یکره ذلک بعد الدفن کذا فی القنیة ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال یحیٰ بن شرف النواوی: (قوله اسرعوا بالجنازة) فیه الامر بالاسراع للحکمة التی ذکرها صلی الله علیه وسلم قال اصحابنا وغیرهم یستحب الاسراع بالمشی بها ما لم ینته الی حد یخاف انفجارها او نحوه وانما یستحب بشرط ان لا یخاف من شدته انفجارها او نحوه وحمل الجنازة فرض کفایة قال اصحابنا ولا یجوز حملها علی الهیئة المزریة ولا هیئة یخاف معها سقوطها قالوا ولا یحملها الا الرجال وان کانت المیتة امرأة لانهم اقوی لذلک والنساء ضعیفات وربما انکشف من الحامل بعض بدنه وهذا الذی ذکرناه من استحباب الاسراع بالمشی بها وانه مراد الحدیث هو الصواب الذی علیه جماهیر العلماء ونقل القاضی عن بعضهم ان المراد الاسراع بتجهیزها اذا تحقق موتها وهذاقول باطل مردود بقوله ﷺ فشر تضعونه عن رقابکم وجاء عن بعض السلف کراهة الاسراع وهو محمول علی الاسراع المفرط الذی یخاف معه انفجارها وخروج شئ منها.

(شرح النواوی تحت الصحیح لمسلم ۱: ۳۰۶ فصل فی الاسراع بالجنازة)

﴿۲﴾ (فتاوی عالمگیریة ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرأة القرآن فی المقابر)

بعد از تکفین مردہ کے چہرے کو دیکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو بعد از تکفین دیکھنا کیسا ہے؟ ابن ماجہ صفحہ ۱۰۷ پر روایت ہے، عن انس بن مالک لما قبض ابراهيم بن رسول الله ﷺ قال لهم النبی ﷺ لا تدرجوه فی اكفانه حتى انظر اليه فاتاه فانكب عليه وبكى، حدیث مذکور میں حتى انظر کی قید سے بعد از تکفین میت کے دیکھنے کی ممانعت معلوم نہیں ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیع اللہ شیدو نوشہرہ ۱۹۸۶/۸/۳

الجواب: بعد از تکفین مردہ کو دیکھنا جائز ہے، لهذا الحديث ﴿۱﴾ ولما فی الهندية ۵ : ۳۸۷ ولا بأس بان يرفع ستر الميت ليرىٰ وجهه وانما يكره ذلك بعد الدفن كذا فی القنية ﴿۲﴾. وهو الموفق

ملاحظہ: ہر امر مشروع کو امر مطلوب قرار دینا منکرات سے ہے ﴿۳﴾۔

میت کی پہلی رات قبر کے اردگرد آگ جلانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کی پہلی رات قبر کے چاروں طرف ہمارے علاقے میں آگ جلائی جاتی ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحیم اللہ ۱۹۷۴/۵/۱

﴿۱﴾ (سنن ابن ماجة ۱ : ۱۰۷ باب ماجاء فی النظر الى الميت اذا ادرج فی اكفانه)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگیریة ۵ : ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زيارة القبور وقرأة القرآن فی المقابر)

﴿۳﴾ قال الحصكفی: لان الجهلة يعتقدونها سنة او واجبة وكل مباح يودى اليه فمكروه، قال ابن عابدين الظاهر انها تحريمية لانه يدخل فی الدين ما ليس منه.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۱ : ۵۷۷ مطلب فی سجدة الشكر)

الجواب: یہ آگ جلانا اگر کسی موذی جانور سے مدافعت کیلئے ہوتو جائز ہے اور اگر دین سمجھ کر اعتقادی ہوتو بدعت ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

کفن دفن سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں تعزیت جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعائے تعزیت کفن دفن سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟ یا صرف دفن کے بعد ہی تعزیت کی جائیگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۴/۳

الجواب: واضح رہے کہ اہل میت کے پاس جا کر دعا کرنا بطور تعزیت کے ہر وقت جائز ہے خواہ غسل سے قبل ہو یا بعد ہو، لحدیث الترمذی و ابن ماجة من عزی مصابا فله مثل اجره﴿۲﴾ وفی روایة ما من مؤمن یعزی اخاه بمصیبة الاکساه الله من حلل الکرامة یوم القیٰمة (رواه ابن ماجه)﴿۳﴾ وفی ردالمحتار و التعزیة ان یقول اعظم الله اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک (۱: ۸۴۱) ﴿۴﴾. وفی الهندیة (۱ :۱۷۷) ووقتها من حین یموت الی ثلثة ایام (الی ان قالوا) وهی بعدا لدفن اولیٰ منها قبله وهذا اذا لم یرمنهم جزع شدید فان رؤی ذلک قدمت التعزیة ﴿۵﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاهلیة والباطل والغرور کذا فی المضمرات. (فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۱۶۷ قبیل الفصل السابع فی الشهید)

﴿۲﴾ اخرجه الترمذی باب ماجاء فی اجر من عزی مصابا (۱ :۱۲۷) وابن ماجة باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا(۱ :۱۱۶)

﴿۳﴾ (ابن ماجة ۱ :۱۱۶ باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا)

﴿۴﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ : ۶۶۳ مطلب فی الثواب علی المصیبة باب صلاة الجنائز)

﴿۵﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۱۶۷ ومما یتصل بذلک مسائل التعزیة)

غیر کی ملکیت میں دفن کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی میت کو دوسرے کی ملکیت میں زبردستی سے دفن کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق مغلکی نوشہرہ......۲۵/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: کسی کی ملکیت میں بلا اجازت تصرف کرنا ظلم ہے لہٰذا یہ دفن کنندہ ظالم ہوگا، اور مالک زمین اس مردہ کے اخراج کا مجاز ہوگا، کما فی الھندیة ۱:۱۷۷ اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا کذا فی التجنیس ﴿۱﴾. وھوالموفق

عیدین میں تعزیت کیلئے دوبارہ جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے بلاد میں یہ رواج ہے کہ میت کے گھر عیدین میں دوبارہ لوگ تعزیت کیلئے جمع ہو جاتے ہیں جو جانبین پر شاق گزرتا ہے لیکن اب یہ تعامل الناس بن گیا ہے اگر کوئی نہ جائے تو اسے ملامت کرتے ہیں کیا عیدین میں تعزیت کیلئے دوبارہ جانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالودود......۱۹۷۴ء/۳/۲۴

الجواب: یہ دعا تعزیت کیلئے کی جاتی ہے اور یہ میت کے تین دن کے بعد مکروہ ہے اور اسی طرح دوبارہ تعزیت مکروہ ہے، قال فی الدرالمختار وتکرہ بعدھا الا لغائب وتکرہ التعزیة ثانیا وفی ردالمحتار ۱: ۸۴۲ قولہ وتکرہ بعدھا لانھا تجدد الحزن الخ ﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۶۷ الفصل السادس فی القبر والدفن)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۶۵ باب صلاة الجنائز مطلب فی زیارة القبور)

جنب میت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی رفیقہ حیات سے صحبت کی لیکن نہ تیمم کیا نہ غسل کیا اور اسی حالت میں فوت ہوا اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار محمد کوثر پڑانگ چارسدہ ۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: جنابت نہ اسلام سے منافات رکھتا ہے اور نہ تقویٰ سے لہٰذا اس شخص کو دیگر اموات کی طرح غسل دیا جائے گا﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بنسبت مسجد کے حجرہ میں تعزیت کیلئے بیٹھنا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر گاؤں میں محلہ کا مشترکہ حجرہ برائے غمی وشادی موجود ہو لیکن بعض اوقات اس میں لہو ولعب اور کھیل تماشے بھی ہوتے ہیں تو کیا ایسے حجرہ میں تعزیت کی دعا منعقد کرانا چاہئے یا مسجد میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: باچا استاذ زیدہ صوابی ۱۹۹۰ء/۱۲/۲۳

الجواب: یہ دعا بہ نسبت مسجد کے قومی حجرہ میں بہتر ہے، عوام کے مکان وزمان بھی جامع ہوتے ہیں﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويوضأ من يؤمر بالصلاة بلا مضمضة واستنشاق للحرج وقيل يفعلان بخرقة وعليه العمل اليوم ولو كان جنبا او حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتميما للطهارة كما في امداد الفتاح. قال ابن عابدين: (قوله ولو كان جنبا) نقل ابو السعود عن شرح الكنز للشلبي ان ما ذكره الخلخالي اى في شرح القدوري من ان الجنب يمضمض ويستنشق غريب مخالف لعامة الكتب. (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ۱: ۶۳۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ وفي الفتاوى الهندية ولا بأس لاهل المصيبة ان يجلسوا في البيت او في مسجد ثلاثة ايام والناس يأتونهم ويعزونهم. (فتاوى عالمگيرية ۱: ۱۶۷ ومما يتصل بذلک مسائل التعزية)

دوبارہ جنازہ اور غسل میت سے قبل تعزیتی دعا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) کہ یہاں آزاد کشمیر والے لوگ دو جنازے پڑھتے ہیں ایک اپنے وطن میں اور دوسرا جہاں موت واقع ہوئی ہو یعنی دوسرے ملک میں اس کا کیا حکم ہے؟ (۲) کیا قبل غسل یا قبل جنازہ دعا تعزیت مکروہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فخر الدین برمنگھم انگلینڈ ۱۵/۸/۱۹۷۲ء

الجواب: (۱) اگر پہلا جنازہ ولی (بیٹا، باپ بھائی وغیرہ) یا مسلمان بادشاہ اور قاضی کی اجازت سے ادا ہوا ہو تو وطن میں اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا ورنہ اعادہ کیا جائے گا (عالمگیری) ﴿۱﴾۔ (۲) تعزیت جائز ہے ﴿۲﴾ اور دعا کا التزام ناجائز ہے۔ ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

کفن پر روشنائی یا مٹی سے مبارک کلمات لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے کفن پر روشنائی یا مٹی وغیرہ سے مبارک کلمات مثل بسم اللہ، کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟ فقہ حنفی کی رو سے وضاحت مطلوب ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ربانی جھنگ ہزارہ یکم جولائی ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ وفی الفتاوی الھندیة: ولو صلی علیه الولی وللمیت اولیاء اخر بمنزلته لیس لھم ان یعیدوا کذا فی الجوھرة النیرة. (فتاوی عالمگیریة ۱: ۱۶۴ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: ووقتھا (ای التعزیة) من حین یموت الی ثلاثة ایام ویکرہ بعدھا. (فتاوی عالمگیریة ۱: ۱۶۷ قبیل الفصل السابع فی الشھید)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر اللہ تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیٔ دو شیٔ لم یکن مشروعاحیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع. (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

الجواب: صرف انگشت سے لکھنا جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۱ :۸۴۷ نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الخ ﴿۱﴾ اور روشنائی سے لکھنا جائز نہیں ہے اس میں بے احترامی اور توہین موجود ہے البتہ اگر مٹی سے لکھا جائے اور وہ خط محو ہو جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہوگا۔ وهو الموفق

برزخی حیات تزوج زوجہ اور ارث وغیرہ کے منافی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک بندہ دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو عدت گزارنے کے بعد بیوی کو اجازت ہے کہ دوسری شادی کرے لیکن میرا یہ عقیدہ ہے، المؤمنون لا یموتون بل ینقلون من دار الفناء الی دار البقاء، اور قرآن میں ہے ، ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات، الآیة، پس اگر یہ زندہ ہے تو بیویوں کو نکاح کی اجازت کیوں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمتین چمکنی میاں عمر صاحب پشاور ۱۹۸۴ء/۶/۱۴

الجواب: موت دنیوی کے بعد ہر مردہ کو حیات برزخی دی جاتی ہے جو کہ تزوج زوجہ اور ارث وغیرہ سے منافی نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

منہدم شدہ قبر کا دوبارہ بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک قبر منہدم ہوگئی

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱ : ۶۶۹ مطلب فیما یکتب علی کفن المیت)

﴿۲﴾ بخلاف الانبیاء لان حیاتهم البرزخیة حیاة قویة حتی لا یجوز نکاح ازواجه المطهرات باحاد الامة وهذا اثر الحیاة القویة وکونها امهات المؤمنین وجه آخر لحرمة نکاحهن کما فی الاحزاب: ۶ وایضاً قال الله تعالیٰ: ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا(الاحزاب) ......(ازمرتب)

پھراس کادوبارہ بنانا کیسا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان

الجواب: جائز ہے، کما یشیر الیہ جواز التطین قال العلامۃ الشامی فی ردالمحتار ۱: ۸۳۹ ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ انتھیٰ ﴿۱﴾ قلت حدیث اتعلم بھا قبراخی الخ ﴿۲﴾ ایضا یقتضی جوازہ کما یقتضی جواز الکتابۃ لاتحاد المقصد. وھوالموفق

مرزائی اوررافضی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کئے جائیں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱)ایک مرزائی کومسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا گیادس دن بعد مسلمانوں نے احتجاج کیا جس کی وجہ سے مرزائی کونکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا گیا کیایہ عمل صحیح ہے؟(۲)اگر واقعی مرزائی مرتد اوراقلیت ہیں تو صحابہ کرام اور خلفاء راشدین میں سے تین کونہ ماننے والے اورگالی دینے والےلوگ کیامسلمان ہیں یا کافر؟اوران کومسلمانوں کےقبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یاناجائز؟بینوا توجروا

المستفتی: ملک سجاداحمد سکھر.......۲۷/شعبان۱۴۰۳ھ

الجواب: مرزائی اورروافض ضروریات دین سے انکارکی وجہ سے کافرہیں ان کواہل اسلام کے

﴿۱﴾ (ردالمحتار ۱: ۶۶۲ مطلب فی دفن المیت باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ عن المطلب قال لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازتہ فدفن فامر النبیﷺ رجلاً ان یاتیہ بحجر فلم یستطع حملہ فقام الیھا رسول اللہﷺ وحسر عن ذراعیہ قال ثم حملھا فوضعھا عند رأسہ وقال اتعلم بھا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی.

(سنن ابی داؤد ۲: ۱۰۱ باب جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم) .

قبرستان میں نہیں دفنایا جائے گا (ماخوذ از عالمگیری ۱:۱۵۹)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نامعلوم قاتل کے مقتول کو غسل دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص اپنے گھر کے سامنے مارا گیا قاتل بھاگ گئے جن کی شناخت نہ ہوسکی کیا اس مقتول کو غسل دیا جائے گا؟ (۲) ایک شخص اپنے بستر پر مردہ پایا گیا جب دیکھا گیا وہ بندوق سے مارا گیا تھا اب قاتل کا پتہ نہیں لگتا کیا اس مقتول کو غسل دیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید محمود شاہ گیلانی سخا کوٹ ملاکنڈ ایجنسی ......۱۹/ رجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: ان دونوں صورتوں میں غسل دیا جائے گا، کما فی شرح التنویر ویغسل من وجد قتیلا فی مصر او قریة ای فی موضع تجب فیه الدیة ولم یعلم قاتله الخ (ھامش ردالمحتار ۱: ۸۵۱) ﴿۲﴾. وھو الموفق

میت پر آیۃ الکرسی وغیرہ کلمات سے منقش چادر ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض چادروں پر آیۃ الکرسی وغیرہ کلمات قرآنیہ منقش ہوتے ہیں اور جنازہ کی چارپائی کے اوپر ڈالے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور بادشاہ خنک شکردرہ کوہاٹ ......۲۳/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: کافی تتبع کے باوجود جزئیہ نہیں ملا، البتہ قواعد کی رو سے یہ استعمال جائز ہے، کیونکہ اس

﴿۱﴾ وفی الفتاویٰ الهندیة: واختلف المشائخ فی دفنهم قال بعضهم فی مقابر المشرکین وقال بعضهم فی مقابر المسلمین وقال بعضهم یتخذلهم مقبرة علی حدة کذا فی المضمرات. (فتاویٰ عالمگریه ۱: ۱۵۹ الفصل الثانی فی غسل المیت)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۷۱ باب الشهید)

میں کوئی توہین نہیں ہے﴿۱﴾بخلاف ما اذا کتب القرآن علی الکفن او البساط فانهم صرحوا بعدم الجواز کما فی آخر الجنائز ردالمحتار وقبیل میاه ردالمحتار ﴿۲﴾. وهوالموفق

میت کودس دس قدم لے جا کر تین مرتبہ رکھ کر اٹھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ میت کوگھر سے اٹھا کر دس دس قدموں پر تین مرتبہ رکھ کر اٹھاتے ہیں اس طریقہ کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی غلام نبی کوہاٹ ۲۱/شعبان ۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ چونکہ ہمارے دیار میں عموماً مردوں کو لے جانے کیلئے مخصوص چارپائی استعمال کی جاتی ہے جس کے اوپر سریہ یا لکڑی کا پنجرہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ چادر جسد میت سے اوپر ہوتی ہے پس اگر میت سے کچھ ناپاک رقیق رطوبت وغیرہ خارج ہوجاتی ہے تو اس مخصوص چارپائی کی وجہ سے تلویث چادر کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا نیز یہ چادر عوام بطور تبرک با قاعدہ حفاظت کے ساتھ میت کے اوپر ڈالتے ہیں نہ کہ بطور توہین، تاہم اگر اہانت کا مظنہ غالب ہو مثلاً اتنی بڑی چادر کہ جنازہ اٹھاتے اور رکھتے وقت اس پر پاؤں رکھے جاتے ہوں یا خالص جسد میت پر بغیر کسی فاصلے کے رکھا جاتا ہو اور تلویث کا خطرہ ہو تو پھر اس مظنہ نجاست واہانت کی وجہ سے ڈالنا جائز نہیں ہوگی . قال العلامة ابن عابدین: وقد افتی ابن الصلاح بانه لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰس و الکهف ونحوهما خوفا من صدید المیت فالاسماء المعظمة باقیة علی حالها فلا یجوز تعریضها للنجاسة وما ذاک الا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوه ممّا فیه اهانة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ : ۶۶۹ قبیل باب الشهید) (ازمرتب)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: بساط او غیره کتب علیه الملک لله یکره بسطه واستعماله لا تعلیقه للزینة قلت وظاهره انتفاء الکراهة بمجرد تعظیمه وحفظه علق او لا زین به او لا

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱ : ۱۳۱ قبیل باب المیاه)

قال ابن عابدین: وقد افتی ابن الصلاح بانه لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰس و الکهف ونحوهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ :۶۶۸ مطلب فیما یکتب علی کفن المیت قبیل باب الشهید)

الجواب: میت کو ہر چار جوانب سے دس دس قدم لے جانا مندوب ہے﴿۱﴾ لیکن یہ ہیئت مذکورہ(المسطورة فی الاستفتاء) ثابت نہیں ہے۔وهو الموفق

رسم چہلم کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چہلم کا کیا حکم ہے کیا یہ رسم جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: احمد خان گدوال راولپنڈی.....۱۹۸۳ء/۱۲/۱۹

الجواب: چہلم وغیرہ کی تخصیص احداث فی الدین اور ممنوع ہے اگر چہ نفس خیرات بہترین عبادت ہے﴿۲﴾۔وهو الموفق

میت کے پیچھے قل خوانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قل خوانی یعنی تیسرے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واذا حمل الجنازة وضع ندبا مقدمها علی یمینه عشر خطوات لحدیث من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنه اربعین کبیرة ثم وضع مؤخرها علی یمینه کذلک ثم مقدمها علی یساره ثم مؤخرها.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ١ :٦٥٧ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ٢ : ١٥٩ باب العیدین)

وقال ابن البزاز: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الی القبر فی المواسم الخ.

(فتاویٰ بزازیة علی هامش الهندیة ٤: ٨١ قبیل حکم المسجد)

دن ایصال ثواب میت کیلئے قرآن شریف پڑھنے اور پڑھانے کا شرعی حکم کیا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی احمد تونسہ ڈیرہ غازی خان

الجواب: ایصال ثواب حق ہے مگر یہ رسم ناحق ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عالم کیلئے میت کو غسل دینا بطور پیشہ مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عالم کیلئے میت کو غسل دینا جائز ہے یا ناجائز؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گل محمد لکی چشمہ کوئٹہ.....۲۰/شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب: عالم کیلئے مردہ کو غسل دینا مشروع ہے ﴿۲﴾ البتہ اسے بطور پیشہ اور ذریعہ معاش قرار دینا مکروہ ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن البزاز: ویکره اتخاذ الطلعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والمقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاکل یکره.(فتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة ۴: ۸۱ قبیل حکم المسجد)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: غسل المیت حق واجب علی الاحیاء بالسنة واجماع الامة کذا فی النهایة ولکن اذا قام به البعض سقط عن الباقین کذا فی الکافی.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۵۸ الفصل الثانی فی الغسل)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمة غیره والا لا لتعینه علیه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱ : ۶۳۴ باب صلاة الجنازة).....وقال العلامة ابن عابدین: انه ینبغی جریان هذا القید فی العبد والاعرابی.....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مکہ مکرمہ سے لائی گئی چادر میت پر بچھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مکہ معظمہ سے لائی ہوئی چادر اور شال میت پر بچھائی جاتی ہے جیسا کہ بعض علاقوں میں مروج ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی الرحمٰن مہمندی   یکم اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ عوامی تبرک ہے اسلامی تبرک نہیں ہے البتہ یہ جذبہ بذات خود نیک جذبہ ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وولد الزنا ونازعه في النهر بانه في الهداية علل الكراهة بغلبة الجهل فيهم وبان في تقديمهم تنفير الجماعة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۴۱۴ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کنت نهيتكم
عن زيارة القبور فزوروها فانها
ترق القلب وتدمع العين وتذكر
بالآخرة فزوروها ولاتقواهجراً.
......رواه البيهقى......

اللہ اللہ

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاوی فریدیہ جلد سوم

فَصْلٌ فِیْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ وَاِیْصَالِ الثَّوَابِ وَغَیْرِہَا

فصل فی زیارۃ القبور وایصال الثواب وغیرھا

زیارت روضہ مطہرہ اور زیارۃ القبور کے آداب ومستحبات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ اولیاء کرام اور دیگر صالحین کے مزارات پر حاضر ہو کر کن کن آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے، نیز مزار پر حاضری دیتے وقت ایصال ثواب کرتے ہوئے رو بقبلہ کھڑا ہونا بہتر ہے یا رو بقبر کھڑا ہونا؟ خصوصا سیدنا محمد ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام ودعا پڑھتے وقت قبر شریف کی طرف رخ یا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر کونسا رویہ اختیار کیا جاوے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعزیز چمکنی مسجد کلاں میاں عمر صاحب......۱۹۶۹ء/۳/۱۴

الجواب: (۱) زیارۃ القبور جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے طہارت کی حالت میں مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ اول سلام اور بعد میں ایصال ثواب کرے، نیز یہ بھی مستحب ہے کہ پاؤں کی طرف سے رو بہ میت ہو کر حالت قیام میں زیارت کرے، اور بیٹھنا بھی جائز ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ سجدہ، بوسہ، طواف، وضع الید والاصابع اور رجوع قہقری سے اجتناب کرے۔ فی ردالمحتار ۱: ۸۴۳ بعد تفصیل ما "فتحصل ان یوم الجمعۃ افضل" وفیہ ایضا بعد اسطر قال فی الفتح والسنۃ زیارتھا قائماً والدعاء عندھما قائما وفی شرح اللباب ثم من اداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یأتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل رأسہ لانہ اتعب لبصر المیت ومن ادابھا ان یسلم بلفظ السلام علیکم ثم یدعو قائما وان جلس یجلس بعیداً او قریبا بحسب مرتبتہ فی حال حیاتہ انتھیٰ باختصار یسیر ﴿۱﴾ (وفی الطحطاوی ۳۷۶) قال

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور باب صلاۃ الجنائز)

فی الاحیاء والمستحب فی زیارۃ القبور ان یقف مستدبر القبلۃ مستقبلا وجہ المیت وان یسلم ولا یمسح القبر ولا یقبلہ ولا یمسہ،قال فی شرح المشکوٰۃ بعد کلام وحدیث فیہ دلالۃ علی ان المستحب فی حال السلام علی المیت ان یکون لوجہہ وان یستمر کذلک فی الدعاء ایضا وعلیہ عمل عامۃ المسلمین انتھیٰ باختصار یسیر ﴿۱﴾ قلت (وما فی شرح الکبیر ۵۱۱) ویدعو قائما مستقبل القبلۃ ﴿۲﴾ فھذا معمول بعض المسلمین وکذا یردہ ما سیاتی فی الفتح.

(۲) پیغمبر علیہ السلام کے روضہ مطہرہ کے پاس بھی رو بہ قبر کھڑا ہونا بہتر ہے۔قال ابن الھمام فی الفتح ۳:۹۵ ثم یاتی القبر الشریف فیستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ وما عن ابی اللیث انہ یقف مستقبل القبلۃ مردود بما روی ابو حنیفۃ فی مسندہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلۃ وتجعل ظھرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجھک ثم تقول السلام علیک ﴿۳﴾ (باختصار یسیر). وھو الموفق

قبرستان میں دعاوسلام کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں یا کسی قبر پر جا کر سلام زیارت اور دعا کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اور ہاتھ اٹھانا بوقت دعا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: منصور احمد خان شیر شاہ کالونی کراچی.....۲۵/ جولائی ۱۹۸۹ء

الجواب: قبرستان میں جا کر السلام علیکم یا اہل القبور الخ پڑھنا چاہئے ﴿۴﴾ اور میت سے

﴿۱﴾ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۶۲۱ فصل فی زیارۃ القبور)

﴿۲﴾ (غنیۃ المستملی ۵۲۰ فصل فی الجنائز الثامن فی مسائل متفرقۃ من الجنائز)

﴿۳﴾ (فتح القدیر شرح الھدایۃ ۳:۹۵ مسائل منثورہ)

﴿۴﴾ قال الشرنبلالی: والسنۃ زیارتھا قائما والدعاء عندھا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مغرب کی طرف ہو کر میت کی طرف منہ کر دے جبکہ پیٹھ قبلہ کی طرف ہو جائے گی، ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے،

قال فی شرح شرعة الاسلام قال فی الاحیاء والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه المیت ۰۵۸۰ ﴿۱﴾. وھو الموفق

مقبرہ میں ایصال ثواب مسنون اور تخصیص سورت وعدد التزام کی وجہ سے بدعت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد امام صاحب لوگوں کو کہہ دے کہ اول وآخر درود شریف اور گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر میت کی روح کو ثواب بخش دیں اور دعا کریں، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید کلاچی ڈی آئی خان......۶/ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر مقبرہ میں یہ تلاوت کی جائے اور تمام اموات کو ایصال ثواب کیا جائے تو مسنون ہے، لما فی الدر المختار وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرة ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعد دالا موات انتھیٰ ﴿۲﴾ رواہ العینی فی شرح البخاری

(بقیہ حاشیہ) قائما کما کان یفعل رسول اللهﷺ فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء الله بکم لا حقون اسأل الله لی ولکم العافیه کذا فی الفتح. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ۶۴۳ فصل فی زیارة القبور)

وعن ابن عباس قال مر النبیﷺ بقبور بالمدینة فاقبل علیھم بوجھه فقال السلام علیکم یا اھل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب. (مشکواة المصابیح ۱: ۱۵۴ باب زیارة القبور)

﴿۱﴾ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۶۲۱ فصل فی زیارة القبور)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۶۶۶ باب صلاة الجنائز)

من غیر نکیر ﴿۱﴾. اوراگر مقبرہ نہ ہوتو ایصال ثواب اگرچہ جائز ہےلیکن تخصیص (سورت، عدد) بلا دلیل ہے، لہٰذا التزام کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہوگی، لما فی البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع بہ لانہ خلاف المشروع﴿۲﴾. وھو الموفق

میت کے پیچھے مختلف خیرات کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں میت ہونے پر آئندہ جمعرات کو فقراء و مساکین کی دعوت کرتے ہیں جس کا نام کچی دعا ہے پھر چالیسویں اور برسی پر خیرات کرتے ہیں خواہ اس کی ادائیگی کیلئے زمین وجائیداد رہن کرنا یا قرضہ لینا پڑے بصورت دیگر میت کے ورثاء کو لوگ کنجوس اور مطعون کہتے ہیں اس امر میں میت کی وصیت کا اعتبار نہیں کرتے اور نہ بیوہ و یتیموں کا لحاظ رکھا جاتا ہے اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید امام مسجد سکنہ کرنی

الجواب: اہل میت کی طرف سے تصدق علی المساکین والطلبہ ہر وقت جائز ہے جبکہ مال میں غائب اور یتیم کی شرکت نہ ہواور یا مال وصیت سے ہو﴿۳﴾......

﴿۱﴾ وفی مراقی الفلاح: وعن علی رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال من مر علی المقابر فقرء قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطیٰ من الاجر بعدد الاموات رواہ الدار قطنی (طحطاوی ۲۲۶) وایضاًاخرج ابو محمد السمرقندی فی فضائل قل ھو اللہ احد عن علی مرفوعاً. (شرح الصدور للسیوطی ۱۳۰)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: بجواز تبرع الوارث باخراجھا وعلیہ فلا بأس بادارۃ الولی للزکاۃ ثم ینبغی بعد تمام ذلک کلہ ان یتصدق علی ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اورضیافت ودعوت تین دن تک ناجائز ہے﴿۱﴾اوررسم ورواج کی پابندی ہروقت ناجائز ہے،والتفصیل فی ردالمحتار ۱: ۸۴۲ ﴿۲﴾ والھندیۃ ۵: ۳۸۰ ﴿۳﴾ اورصورت مسئولہ میں مذکورہ امورقسم ثالث میں داخل ہیں لہٰذاان سے اجتناب ضروری ہے۔وھوالموفق

میت کے ایصال ثواب کیلئے بشب جمعہ خیرات اورچہلم وغیرہ کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے ایصال ثواب کیلئے بشب جمعہ خیرات کرنانیز چہلم وغیرہ کاکیاحکم ہے؟بینواتوجروا

المستفتی:بسم اللہ شاہ پشاور......۲۸/محرم۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ)الفقراء بشیئ من ذلک المال او بما اوصی بہ المیت ان کان اوصی.

(ردالمحتار ۱:۵۴۳ مطلب فی بطلان الوصیۃ بالختمات والتھالیل باب قضاء الفوائت)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی والثالث.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱:۶۶۴ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وفی البزازیۃ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام اوالاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ وفیھا من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعام للفقراء کان حسنا او اطال فی ذلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ . (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱:۶۶۴ مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت باب صلاۃ الجنازۃ)

﴿۳﴾ وفی فتاویٰ الھندیۃ:ولا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لا بأس بالاکل منہ وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ کذا فی التاتارخانیۃ.

(فتاویٰ عالمگیریۃ ۵:۳۴۴ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات)

الجواب: تصدق اور ایصال ثواب بذات خود مشروع ہے البتہ اپنی طرف سے زمان، نوع وغیرہ کا تعین مکروہ ہے، کما یدل علیہ ما فی البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیئ دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع بہ ﴿۱﴾ وفی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ ۴: ۸۱ ویکرہ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ ﴿۲﴾.

خلاصہ یہ کہ تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے اور پابندی رسم ورواج ہر وقت ممنوع ہے وھـــذا ملخص ما فی ردالمحتار ۱: ۸۴۱ ﴿۳﴾ والھندیۃ ۵: ۳۸۰ ﴿۴﴾ فلیراجع. وھو الموفق

پانچ آدمیوں کیلئے ختم القرآن کرنے میں بے ترتیبی مخل ثواب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک نابینا حافظ القرآن پانچ

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۲﴾ (البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ ۴: ۸۱ قبیل باب فی حکم المسجد)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وفی البزازیۃ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء ۃ للختم او لقرأۃ سورۃ الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ وفیھا من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا واطال فی ذلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۶۶۴ مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت باب صلاۃ الجنازۃ)

﴿۴﴾ وفی فتاویٰ الھندیۃ: ولا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لاباس بالاکل منہ وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ کذا فی التتار خانیۃ.
(فتاویٰ عالمگیریۃ ۵: ۳۴۴ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات)

آدمیوں کیلئے ختم قرآن شروع کرے ایک کیلئے چھبیسواں پارے تک دوسرے کیلئے ایک سے ستائیسواں پارے تک تیسرے اور چوتھے کیلئے اول سے اٹھاویسواں پارے تک پانچویں کیلئے انتیسواں پارے تک پھر ایک کیلئے ختم مکمل کرتا ہے کیا اس ترتیب کے سقوط کی وجہ سے ثواب میں کوئی نقصان آتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل اللہ......۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

الجواب: یہ بے ترتیبی ادائے ختم میں خلل انداز نہیں ہے۔ وھو الموفق

دفن کرتے وقت پتھروں پر سورۃ ملک پڑھ کر قبر میں ڈالنا اور جنازہ سے پہلے جائے نماز تقسیم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) مردہ کے دفن کرتے وقت ائمہ حضرات پتھروں یا مٹی پر سورۃ ملک پڑھ کر قبر میں ڈالتے ہیں اس کا کوئی اصل ہے یا نہیں؟

(۲) نماز جنازہ سے پہلے علماء میں جو جائے نماز تقسیم کئے جاتے ہیں اگر چہ صدقہ میں شامل سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: (۱) کوئی اصل نہیں رکھتا ﴿۱﴾ بعض علماء نے بطور عمل کے بلاحوالہ ذکر کیا ہے کہ فلاں

﴿۱﴾ سورۃ ملک کے فضائل احادیث میں وارد ہیں بالخصوص اس کے قاری کیلئے تخفیف عذاب قبر اور اس سورت کا شفیع ہونا ثابت ہے لیکن یہ ثبوت قاری کیلئے ہے نہ کہ کوئی دوسرا پڑھ کر مٹی پر دم کر کے قبر میں ڈالتے ہیں اگر بطور عمل کیا جائے اور سنت نہ سمجھا جائے اور نہ التزام ہو تو نفس عمل جائز ہوگا اور سنت والتزام کی صورت میں بدعت ہوگا،

قال العلامة عماد الدين فی فضائل سورة الملک: (۱) عن عباس الجشمی عن ابی هريرة عن رسول اللهﷺ قال ان سورة فی القرآن ثلاثين آية شفعت لصاحبها حتی غفر له، تبارک الذی بيده الملک. (۲) عن انس قال قال رسول اللهﷺ سورة فی القرآن خاصمت عن صاحبها حتی ادخلته الجنة تبارک الذی بيده الملک. (۳) عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبیﷺ خبائه علی قبر وهو لا يحسب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیت پڑھ کرمٹی پر دم کر کے قبر میں ڈالنا موجب تخفیف عذاب ہے﴿۱﴾۔(۲) اگر علماء اور ائمہ کی تعظیم مقصود ہوتو کار ثواب ہے اور اگر پابندی رسم مقصود ہوتو اضاعت مالی ہے۔ وھو الموفق

میت کو جمعہ کیلئے گھر پر رکھنا، میت کے پیچھے خیرات، دعا بعد الجنازہ دائرہ اسقاط وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) میت کو جمعۃ المبارک کیلئے گھر پر رکھنا۔(۲) موت میت کے بعد تین روز کے اندر خیرات نہ کرنا۔(۳) میت کے جنازہ کے بعد دعا نہ کرنا۔(۴) جنازہ کے بعد دائرہ نہ بنانا۔(۵) گیارہویں شریف کا خیرات نہ کرنا۔(٦) اولیاء اللہ خود بے بس ہیں۔(۷) ختم قرآن پر کھانا نہ کھانا۔(۸) سنت نماز کے بعد دعا نہ کرنا۔ بینوا توجروا

المستفتی: واحد گل، تورے خان نیو گرین مارکیٹ پشاور......۱۹۷۲ء/۴/۱۱

الجواب: (۱) اگر نماز جمعہ سے قبل کفن دفن ہوسکتا ہے تو تاخیر گناہ ہے﴿۲﴾۔(۲) تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے اور رسم ورواج یعنی حفظ وقار اور دفع عار کے طور سے ہر وقت مکروہ ہے اور ضیافت

(بقیہ حاشیہ) انہ قبر، فاذا قبر انسان یقرأ سورۃ الملک تبارک حتی ختمھا فقال رسول اللہ ﷺ ھی المانعۃ ھی المنجیۃ تنجیہ من عذاب القبر. (۴) عن ابن عباس انہ قال لرجل: الا اتحفک بحدیث تفرح بہ؟ قال: بلیٰ، قال اقرأ تبارک الذی بیدہ الملک وعلمھا اھلک وجمیع ولدک وصبیان بیتک وجیرانک، فانھا المنجیۃ والمجادلۃ تجادل او تخاصم یوم القیامۃ عند ربھا لقارئھا، وتطلب لہ ان ینجیہ من عذاب النار وینجی بھا صاحبھا من عذاب القبر، قال رسول اللہ ﷺ لوددت انھا فی قلب کل انسان من امتی.(تفسیر ابن کثیر ۴: ۵۰۷ تفسیر سورۃ املک)

﴿۱﴾ قال العلامۃ السید احمد الطحطاوی: وفی کتاب النورین من اخذ من تراب القبر بیدہ وقرأ علیہ سورۃ القدر سبعاً وترکہ فی القبر لم یعذب صاحب القبر ذکرہ السید.

(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ۳۳۵ فصل فی حملھا ودفنھا)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: وکرہ تأخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ٦۵۷ باب صلاۃ الجنائز)

تین دن تک ناجائز ہے﴿۱﴾شامی۔(۳)کسر الصفوف کے بعد دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ نہ کرنا بہتر ہے﴿۲﴾(خلاصہ الجزیات)۔(۴)دائرہ کرنا جائز ہے جبکہ شرائط کی مراعات لی گئی ہو ورنہ اسقاط ذمہ کیلئے بے سود ہے(خلاصہ الجزیات)۔(۵)گیارہویں شریف بدعت ہے﴿۳﴾۔(۶)کرامت بعد الممات حق ہے﴿۴﴾لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کو حاجت روائی کا منصب حوالہ نہیں کیا ہے۔(۷)اعزازی طور سے جائز ہے نیز مکافات اور تصدق کے طور پر بھی جائز ہے البتہ اجرت کے طور سے

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفی البزازية ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرأة سورة الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة لاجل الاكل يكره وفيها من كتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۴ مطلب فی كراهة الضيافة من اهل الميت)

﴿۲﴾ قال ابن نجيم: وعن الفضلی لا بأس به.

(البحر الرائق ۲: ۱۸۳ فصل السلطان احق بصلاته كتاب الجنائز)

﴿۳﴾ قال ابن نجيم : ولان ذكر الله تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشیئ دون شیئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ص ۲: ۱۵۹ باب العيدين).

﴿۴﴾اما مذهب اهل الحق انه تبقى الكرامة بعد الموت كما ان النبوة لا تنقطع بالموت وكما ان ايمان المومن لا ينقطع بالموت ، قال الشيخ عبد الغنی النابلسی فی حاشية الحديقة الندية على الطريقة المحمديه ۱: ۲۹۲ كرامة الولی لا تنقطع بالموت، وفی سنن ابی داؤد ۱: ۳۴۹ باب مايرى من النور عند قبر الشهيد عن عائشة كنا نتحدث انه لا يزال نور عند قبر النجاشی وهذا ليس الالكرامة بعد الموت، وقال الآلوسی فی تفسير النازعات ۲۸: ۱۰۸ ان الله قد يكرم من شاء من اوليائه بعد الموت كما يكرمه قبل الموت بما شاء، وايضا ذكر فی المشكواة فی باب فضائل القرآن تلاوة سورة الملک من قبر وسماع صحابی فافهم.(ازمرتب)

مختلف فیہ ہے﴿۱﴾۔(۸)ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا پیغمبر علیہ السلام کا معمول نہیں تھا نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد البتہ حدیث قولی سے دونوں کا جواز معلوم ہے اور جمہور احناف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ رواتب کے بعد کی جائے البتہ بعض احناف (امام بقالی) کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فرائض کے بعد متصل کی جائے،والامر اوسع. وھوالموفق

اولیاء کی قبروں پر گنبد اور چاردیواری بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر چاردیواری یا گنبد بنانا کار ثواب ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:گل مست خان سرحد ٹکسٹائل ملز پشاور

الجواب: گنبد بنانا حسب تصریح حدیث﴿۲﴾وفقہ﴿۳﴾ناجائز ہے اور چاردیواری ضرورت حفاظت کے وقت جائز ہے﴿۴﴾ورنہ فضول خرچی اور ناجائز ہے۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال تاج الشريعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لاللميت ولا للقارى وقال العينى فی شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لا يجوز فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۳۹ مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الاستيجار على التلاوة كتاب الاجارة)

﴿۲﴾وعن جابر قال نهىٰ رسول الله ﷺ ان يجصص القبر وان يبنىٰ عليه وان يقعد عليه رواه مسلم. (مشكواة المصابيح ۱ :۱۴۸ باب دفن الميت)

﴿۳﴾ وفى فتاوىٰ الهندية : ويكره ان يبنىٰ على القبر مسجد او غيره كذا فى السراج الوهاج. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱ :۱٦٦ الفصل السادس فى القبر والدفن)

﴿۴﴾ قال الشرنبلالی: وكره وضع الآجر ... والخشب ... لان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میت کے پاس قبل الدفن تلاوت کرنااورآیات قرآنیہ سے منقش چادر چارپائی پرڈالنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین مسائل ذیل کے بارے میں(۱) کہ قبل الدفن مردہ کے پاس یعنی چارپائی کےنزدیک تلاوت قرآن جائز ہے یانہیں؟(۲) آج کل مردوں کے جنازہ پرایسی چادربچھی ہوتی ہےجس پرآیۃ الکرسی یااورآیتیں لکھی ہوتی ہیں مردہ کے جنازہ پر یہ چادرڈالنامستحب ہے یامکروہ یا صرف جواز ہے؟کسی سے یہ بھی سنا ہےکہ مجموعۃ الفتاویٰ میں اس کی اجازت دی گئی ہے؟بینواتوجروا

المستفتی :نورالہادی مردان.....۲۶/شوال۱۳۹۹ھ

الجواب: (۱)چونکہ قول راجح کی بناپرمیت محدث ہےنجس نہیں لہٰذااس کے پاس قرآن کی تلاوت بہرحال جائز ہے﴿۱﴾ (والتفصیل فی ردالمحتار ۱ :۷۹۹).

(۲)قواعدکی روسےجائزہے﴿۲﴾۔وهوالموفق

(بقیہ حاشیہ) الکراهة لکونهما للاحکام والزینة ولذا قال بعض مشایخنا انما یکره الآجر اذا ارید به الزینة اما اذا ارید به دفع اذی السباع او شیئ آخر لا یکره.

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۶۱۰ فصل فی حملها ودفنها)

﴿۱﴾ قال الحصكفی: تكره القراءة عنده حتی یغسل..... لتجنسه بالموت قیل نجاسة خبث وقیل حدث وعلیه فینبغی جوازها كقراءة المحدث، قال ابن عابدین: فانه اذاجاز للمحدث حدثا اصغر القراءة فجوازها عند المیت المحدث بالاولیٰ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱ :۶۳۰ مطلب فی القراءة عند المیت)

﴿۲﴾ چونکہ یہ چادربطورتبرک میت کےاوپرکمانی وغیرہ لگاکررکھاجاتاہےجس میں اہانت کی کوئی پہلونظرنہیں آتی بخلاف ما اذا كتب القرآن علی الكفن اوالبساط فانهم صرحوا بعدم الجواز كما فی آخر الجنائز وقبیل باب المیاه قال الحصكفی: قلت وظاهره انتفاء الكراهة بمجرد تعظیمه وحفظه (الدرالمختار ۱ :۱۲۰)ہاں اگرمظنہ نجاست واہانت موجودہوے ....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوت اوراس کے حق میں دعا کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوت قرآن صحیح نہیں نیز اس کیلئے دعا بھی نہیں کی جائے گی براہ کرم بندہ کیلئے وضاحت فرمائیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فخر الدین ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ ،منگہم

انگلینڈ......۱۹۹۰ء/۱۰/۱۳

الجواب: فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ مردہ کے پاس قبل از غسل قرآن پاک پڑھنا جائز ہے یا ناجائز لیکن تحقیق جواز کی ہے،**لان سبب الغسل ان الموت حدث**﴿۱﴾ اوردعا قبل از غسل سے کسی فقیہ نے منع نہیں کیا ہے۔**وھو الموفق**

(بقیہ حاشیہ)ادبی اورمیت سے نجاست خارجہ سے ملوث ہونے کا اندیشہ ہوتو پھراس سے احتراز لازمی ہے۔

قال ابن عابدین: وتکره کتابة القرآن علی الدراهم والمحاریب وقال ما ذاک الا لاحترامه وخشیة وطنه ونحوه مما فیه اهانة. (ردالمحتار ۱:۲۰۷) (ازمرتب)

﴿۱﴾**قال العلامة ابن عابدین: (قول وقیل حدث) یویده ما ذکره فی البحر من کتاب الطهارة ان الاصح کون غسالته مستعملة وان محمداً اطلق نجاستها لانها لا تخلو من النجاسة غالباً قلت لکن ینافیه ما مر من الفروع الا ان یقال ببنائها علی قول العامة قال فی فتح القدیر وقدروی فی حدیث ابی هریرة سبحان الله ان المؤمن لا ینجس حیا ولا میتا فان صحت وجب ترجیح انه للحدث. وقال فی الحلیة وقد اخرج الحاکم عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ لا تنجسوا موتاکم فان المسلم لا ینجس حیا ولا میتا وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم فیترجح القول بانه حدث.**

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۲۳۰ مطلب فی القرأة عند المیت)

بدھ یا جمعرات کو دفن شدہ کی قبر پر جمعہ تک پہرہ دینے کا رسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں جب کوئی مردہ بدھ یا جمعرات کے دن دفن کیا جاتا ہے تو جمعہ کی شام تک اس پر دو آدمیوں کا پہرہ مقرر کیا جاتا ہے بایں غرض کہ اس مردہ سے قبر میں پوچھا نہ جائے کیا یہ واقعی اور ثابت بات ہے کہ جمعہ کو مردے سے سوالات نہیں کئے جاتے، اور بالفرض اگر یہ صحیح ہو تو بدھ یا جمعرات کے مردے کو جمعہ تک دفن نہ کرنے میں کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحیم اللہ چنگلئی بونیر سوات......۱۹۸۵ء/۱۲/ ۱۷

الجواب: عوام کا یہ عقیدہ کہ لوگوں کی موجودگی میں سوال وجواب نہیں ہوتے غلط عقیدہ ہے اور حدیث ابوداؤد سے مخالف ہے، وھو ما نصہ کان رسول اللہ ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم واسالوا له بالتثبیت فانه الآن یسئل ﴿۱﴾ انتھیٰ قلت وحدیث وانه لیسمع قرع النعال اتاه ملکان ﴿۲﴾ محمول علی ما اذا رجعوا بعد الدفن فوراً ﴿۳﴾. نیز عوام کا یہ عقیدہ کہ جمعرات تک دفنانے میں تاخیر کرنا موجب تخفیف ہے حدیث میں یہ منقبت اس شخص کیلئے ہے کہ جمعرات یا جمعہ کو فوت ہوجائے ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۲: ۱۰۳ باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف)

﴿۲﴾ (صحیح البخاری ۱: ۱۷۸ باب المیت یسمع خفق النعال کتاب الجنائز)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری: (قوله اذا وضع فی قبره وتولی) ای ادبروا عرض عنه اصحابه ای عن قبره والعبرة بالاکثر او عن وضعه...... اتاه ملکان ای قبل ان یمضی زمان طویل الخ. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوۃ ۱: ۳۳۹ باب اثبات عذاب القبر)

﴿۴﴾ عن عبد اللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ ﷺ ما من مسلم یموت یوم الجمعة او لیلة الجمعة الاوقاه اللہ فتنة القبر رواه احمد والترمذی وقال هذا ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میت کا کسی کو خواب میں قبر تبدیل کرنے کا حکم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیندار آدمی فوت ہو چکا ہے دفن کے ایک مہینہ بعد اس کے بیٹے اور ایک دوسرے آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتا ہے کہ میں جس جگہ دفن کیا گیا ہوں یہاں میں خوش نہیں ہوں تم یہاں سے مجھے نکالو، دوسری جگہ مجھے دفن کرو، کیا یہ تعمیل حکم جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حبیب نواب کلی مہمند ایجنسی ۲۵/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: شر القرون کی منامات کو خیر القرون کی منامات پر قیاس کرنا امر منکر ہے ﴿۱﴾ بہرحال ان منامات کی وجہ سے اس مردہ کو نکالنا ممنوع ہے، فقہاء کرام نے جن وجوہات کی وجہ سے اخراج کو جائز کہا ہے تو اس صورت میں ان وجوہات سے کوئی وجہ موجود نہیں ہے بلکہ اس میں میت کی توہین موجود ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) حدیث غریب ولیس اسنادہ بمتصل، وفی المنهاج لکن له شواهد اخرجه ابو یعلی والبیهقی وغیره.

(منهاج السنن شرح سنن ترمذی ۴: ۲۴۰ باب ماجاء فی من یموت یوم الجمعة)

﴿۱﴾ وفی هداية القاری: ما یسمعه الراء ی لا یکون حجة لاحتمال الاختلاط من الشیطان بصوته ولان النوم حالة الغفلة ولانه لیس بارفع من الکشف فی حالة الیقظة.

(هداية القاری شرح صحیح البخاری ۱: ۱۹۶ باب اثم من کذب علی النبی ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامة شرنبلالی: ولا یجوز ای المیت نقله بعد دفنه بان اهیل علیه التراب واما قبله فیخرج بالاجماع ای باجماع ائمتنا طالت مدة دفنه او قصرت للنهی عن نبشه والنبش حرام حقا لله تعالیٰ الا ان تکون الارض مغصوبة او اخذت بالشفعة وینبش القبر لمتاع کثوب ودرهم سقط فیه وقیل لا ینبش بل یحفر من جهة المتاع ولا ینبش بوضعه لغیر القبلة او علی یساره او جعل رأسه موضع رجلیه.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۴۱ فصل فی حملها ودفنها)

ایک قبر سے دوسری قبر کو شعلہ اٹھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر تک ایک شعلہ سا اٹھتا ہے اور دوسری قبر پر غائب ہوجاتا ہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شہاب الدین اکوڑوی نوشہرہ......۱۹۸۹ء/۹/۱۶

الجواب: یہ کبھی روح ہوتی ہے اور کبھی نیک عمل ہوتا ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نابالغ بچوں سے نکیر منکر کا سوال وجواب

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو نابالغ بچے مرجاتے ہیں اوران پر جنازہ پڑھ کر کفن دفن کردیئے جاتے ہیں تو کیا ان سے نکیر منکر سوال کرتے ہیں اوران کے ہاں آتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاسم شاہ کیران اٹک......۱۹۸۵ء/۷/۴

﴿۱﴾ واخرج ابن منده وابواحمد والحاكم في الكنى بسند ضعيف على طلحة بن عبيد الله قال اردت مالي بالغابة فادركني الليل فأويت الى قبر عبد الله بن عمرو بن حزام فسمعت قراءة من القبر ما سمعت احسن منها فجئت الى رسول الله ﷺ فذكرت ذلك له فقال ذلك عبد الله الم تعلم ان الله قبض ارواحهم فجعلها في قناديل من زبرجد وياقوت ثم علقها وسط الجنة فاذا كان الليل ردت اليهم ارواحهم فلا تزال كذلك حتى اذا طلع الفجر ردت ارواحهم الى مكانها الذى كانت فيه انتهى، ففي هذا الحديث بيان سرعة انتقال ارواحهم من العرش الى الثرى ثم انتقالها من الثرى الى مكانها ولهذا قال مالك وغيره من الائمة ان الروح مرسلة تذهب حيث شاءت وما يراه الناس من ارواح الموتى ومجيئهم اليهم من المكان البعيد امر يعلمه عامة الناس ولا يشكون فيه.

(كتاب الروح لابن القيم ۱۳۵ المسألة الخامسة عشر ومثله في شرح الصدور ۷۹)

وعن عائشة رضي الله عنها قالت لما مات النجاشي كنا نتحدث انه لا يزال يرى على قبره نور. (سنن ابى داؤد ۱: ۳۴۹ باب في النور يرى عند قبر الشهيد)

الجواب: نابالغ بچوں سے منکر اور نکیر کے سوال وجواب میں اختلاف ہے بعض اثبات کرتے ہیں اور بعض نفی، والوجه فيه عدم النص فمن نظر الى عموم الحديث قال بسوال الصبيان ومن نظر الى عدم كونه مكلف انكر عليه والتفصيل في ردالمحتار ۱ :۷۹۷ فليراجع ﴿۱﴾. وهو الموفق

قبر کی مٹی تبرکاً یا علاجاً کھانا امر منکر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مزاروں کی قبروں سے مٹی لا کر خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی بطور تبرک کھلاتے ہیں بعض لوگ جب کوئی مرجاتا ہے تو جو شخص اس مرنے پر زیادہ رنجیدہ ہو اس کو اس میت کی قبر کی مٹی کھلائی جاتی ہے تاکہ دل کو صبر ہو جائے کیا یہ دونوں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ومن لا يسئل) اشار الى ان سوال القبر لا يكون لكل احد ويخالفه ما في السراج كل ذي روح من بني آدم يسئل في القبر باجماع اهل السنة لكن يلقن الرضيع الملك وقيل لا بل يلهمه الله تعالىٰ كما الهم عيسى في المهد، لكن في حكاية الاجماع نظر فقد ذكر الحافظ ابن عبد البر ان الآثار دلت على انه لا يكون الا لمؤمن او منافق ممن كان منسوبا الى اهل القبلة بظاهر الشهادة دون الكافر الجاحد وتعقبه ابن القيم لكن رد عليه الحافظ السيوطي وقال ما قاله ابن عبد البر هو الارجع ولا اقول سواه ونقل العلقمي في شرحه على الجامع الصغير ان الراجح ايضا اختصاص السوال بهذه الامة خلافا لما استظهره ابن القيم ونقل ايضا عن الحافظ ابن حجر العسقلاني ان الذى يظهر اختصاص السؤال بالمكلف وقال وتبعه عليه شيخنا يعني الحافظ السيوطي ثم ذكر ان من لا يسئل ثمانية الشهيد والمرابط والمطعون والميت زمن الطاعون بغيره اذا كان صابرا محتسبا والصديق والاطفال والميت يوم الجمعة او ليلتها والقارى كل ليلة تبارك الملك وبعضهم ضم اليها السجدة والقارى في مرض موته قل هو الله احد، واشار الشارح الى انه يزاد الانبياء عليهم الصلاة والسلام لانهم اولى من الصديقين.

(ردالمحتار ۱ . ۶۲۹ مطلب ثمانية لا يسئلون في قبورهم باب صلاة الجنائز)

طریقے شرعادرست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مریڑھ حسن راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۳/۲۴

الجواب: واضح رہے کہ روایات حدیثیہ وغیرہا سے تبرک باثار الصالحین کی جواز ﴿۱﴾ روز روشن کی طرح ثابت ہے لیکن ان تبرکات میں اس امر کی رعایت رکھی جائے گی کہ خیر القرون میں اس کی کوئی نظیر بلانکیر متحقق ہوا ہے یا شر القرون کے عوام نے اپنی خواہش سے اس کا اختراع کیا ہے پس اول مشروع ہوگا اور دوم غیر مشروع ہوگا، اور مٹی کھانا اگرچہ بذات خود بھی مکروہ ہے، **لما فی الهندية ۵: ۳۷۷ اکل الطين مكروه هكذا ذكر فی فتاویٰ ابی الليث** ﴿۲﴾ لیکن اس کو تبرکاً کھانا یا علاجاً کھانا خیر القرون میں غیر ثابت ہے لہٰذا یہ تبرک اور علاج امر منکر ہے اس کو حکمت سے بند کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے فقط۔ **وهو الموفق**

عورتوں کیلئے مصالح خارجیہ کی بناپر زیارۃ القبور ممنوع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے زیارۃ القبور کا کیا حکم ہے؟ اور مقبرے میں ان زیارتوں کے پاس دعا کا کیا حکم ہے؟ شرعی حکم سے روشناس فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مصنف شاہ گدر مردان......۵/رجب ۱۴۰۱ھ

الجواب: اصل مذہب میں زیارۃ القبور للنساء مسنون ہے **لحديث الا فزوروها** ﴿۳﴾

﴿۱﴾ وعن اسماء بنت ابی بكر انها اخرجت جبة طيالسة كسر وانية لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج وقالت هذه جبة رسول اللهﷺ كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها وكان النبیﷺ يلبسها فنحن نغسلها نستشفی بها رواه مسلم.

(مشكواة المصابيح ۱: ۳۷۴ كتاب اللباس)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگيرية ۵: ۳۴۰ الباب الحادی عشر فی الكراهة فی الاكل وما يتصل به)

﴿۳﴾ عن بريدة قال قال رسول اللهﷺ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها...... رواه مسلم، وعن ابن مسعود ان رسول اللهﷺ قال كنت نهيتكم عن (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

البتہ مصالح خارجیہ کی بناپر ممنوع ہے، ونظیرہ حضورهن المساجد ﴿۱﴾ واضح رہے کہ اہل القبور کو حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک ہے اوران کے توسل سے دعا مانگنا جائز ہے﴿۲﴾۔وهو الموفق

مزارات پر بعض عوامی امور کی شرعی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مزار ہے جس پر بعض لوگ معترض ہیں کہ یہ شکرانہ جو تم لیتے ہو یہ حرام ہے اس کو فروخت کرنا بھی حرام ہے نیز مزاروں پر آنے والی عورتوں کو دم کر کے ان پر جھاڑو مارنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصيل وتوجروا عند الجليل

المستفتی: اعجاز حسین ہی نوشہرہ.....۱۹۸۴ء/۱۰/۱۵

الجواب: زیارۃ القبور کے بعض احکام:......(۱) مردوں کیلئے زیارۃ القبور مسنون ہے﴿۳﴾

(بقيه حاشيه) زيارة القبور فزوروها فانها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة رواه ابن ماجة، وعن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ لعن زوارات القبور، رواه احمد والترمذى وابن ماجة وقال الترمذى هذا حديث حسن صحيح وقال (اى الترمذى) وقد راى بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان يرخص النبى ﷺ فى زيارة القبور فلما رخص دخل فى رخصته الرجال والنساء.
(مشكواة المصابيح ۱: ۱۵۴ باب زيارة القبور)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقال الخير الرملى ان كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز وعليه حمل حديث لعن الله زائرات القبور وان كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلابأس اذا كن عجائز ويكره اذا كن شواب كحضور الجماعة فى المساجد.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فى زيارة القبور)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقال السبكى يحسن التوسل بالنبى الى ربه ولم ينكره احد من السلف ولا الخلف الا ابن تيميه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۸۱ فصل فى البيع)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: اى لا بأس بها بل تندب (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اورعورتوں کیلئے مفتیٰ بہ قول کی بنا پرممنوع ہے﴿۱﴾۔(۲)......قبوراولیاءاللہ سے حاجات مانگنا شرکیات سے ہیں اورتوسل بالصالحین(یعنی یا اللہ میری اس حاجت کواس ولی کی حرمت اورطفیل سے پورا فرما) جائز ہے﴿۲﴾اس سے منکر سلفی اوروہابی ہے۔(۳)......زائرین کودم کرنا جائز ہے لیکن ان پرجھاڑوپھیرنا خود ساختہ عوامی تبرک ہے﴿۳﴾۔(۴)......مجاورین کواعزاز یا اعانت کے ارادہ سے شکرانہ دینا ممنوع نہیں ہے البتہ اولیاء کے نام پرنذرونیاز کرنااوران کی خوشنودی اورتقرب کیلئے کوئی رقم دینا شرکیات ہیں﴿۴﴾۔

(بقیہ حاشیہ) كما فى البحر عن المجتبى فكان ينبغى التصريح به للامر بها فى الحديث المذكور كما فى الامداد وتزار فى كل اسبوع كما فى مختارات النوازل قال فى شرح لباب المناسك الا ان الافضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس فقد قال محمد بن واسع الموتى يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوماً قبله ويوم بعده فتحصل ان يوم الجمعة افضل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فى زيارة القبور باب صلاة الجنازة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقيل تحرم عليهن والاصح ان الرخصة ثابتة لهن بحر وجزم فى شرح المنية بالكراهة لما مر فى اتباعهن الجنازة وقال الخير الرملى ان كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوزوعليه حمل الحديث لعن الله زائرات القبور وان كان للاعتبار والترحم من غير بكاء.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فى زيارة القبور باب صلاة الجنازة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقال السبكى يحسن التوسل بالنبى الى ربه ولم ينكره احد من السلف ولا الخلف الا ابن تيمية.(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۸۱ فصل فى البيع)

﴿۳﴾ عن انس قال رخص رسول الله ﷺ فى الرقية من العين والحمة والنملة رواه مسلم. وعن عوف بن مالك الاشجعى قال كنا نرقى فى الجاهلية فقلنا يا رسول الله كيف ترى فى ذلك فقال اعرضوا على رقاكم لابأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك رواه مسلم.

(مشكواة المصابيح ۲: ۳۸۸ كتاب الطب والرقى)

﴿۴﴾؟؟؟قال العلامة الحصكفى: واعلم ان النذر الذى يقع (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵)......جوشکرانہ قبر پر رکھا جائے وہ مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا ہے اور جوشکرانہ بذریعہ صندوق یا چادر یا دستی موصول ہو وہ مالک کی ملکیت سے خارج ہو جاتا ہے۔(۶)......نمبر کا فروخت کرنا، رہن کرنا وغیرہ باطل اور کالعدم امور ہیں لان استحقاق الھدایا لیس بمال ولا بحق واجب فلا یجری فیہ البیع ولا الرھن ولا النزول عن الحق بعوض. وھو الموفق

سگ اصحاب کہف کو ایصال ثواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اصحاب کہف کے کتے کو ایصال ثواب کیلئے صدقہ وخیرات کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن شہاب خیل لکی مروت

الجواب: کتوں کو ایصال ثواب کرنا احمقانہ اور جاہلانہ کام ہے لعدم احتیاج الکلب الی الثواب. وھو الموفق

دریا برد ہونے کی وجہ سے قبروں کا منتقل کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قبر پر چار سال کا عرصہ گزرا ہے اور یہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ دریا برد ہونے کا شدید خطرہ ہے اہل قرابت کی خواہش پر کیا قبر کھول کر اس ڈھانچے کو محفوظ مقام پر منتقل کیا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میجر محمد اسلم پشاور کینٹ......۱۹۷۵ء/۱/۲

(بقیہ حاشیہ) للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع الزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام (قولہ باطل وحرام) لوجوہ منھا انہ نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون لمخلوق. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۳۹ مطلب فی النذر الذی یقع للاموات قبیل باب الاعتکاف)

الجواب: اگر دریابرد ہونے کا یقین یاظن غالب موجود ہوتو اس کا منتقل کرنا جائز نہ ہوگا، یدل علیہ ما فی شرح الصدور ۱۳۲ اخرج مالک ان عمروبن الجموح وعبد اللہ بن عمرو الانصاریین حفر قبرھما لیغیرا من مکانھما لان السیل حفر قبرھما واخرج البیھقی ان معاویة لما اراد ان یجری کظامة نادیٰ من کان لہ قتیل باحد فلیشھد فخرج الناس الی قتلاھم فوجدوھم رطابا، واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف لما صرف معاویة عینہ التی تمر علی قبور الشھداء فاجریت علیھما یعنی علی قبر عبد اللہ بن عمروبن جرام وعمروبن الجموح فاخرجناھما الخ﴿۱﴾ قلت فلعل مراد الفقھاء من کراھیة الاخراج ھو فی غیر محل الضرورة ھذا ما عندی ولعل عند غیری احسن منہ. وھو الموفق

بدعات ورسومات کی وجہ سے قبروں کو منہدم کرنا جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ساتھ متصل تین سو سال پرانا کسی ولی کا قبر ہے جس پر مرد اور عورتیں نذر و نیاز رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بارش ہونا اور ژالہ باری روکنا اس قبر ہی کی وجہ ہے باہر کے لوگ بھی اس قبر کی وجہ سے اس گاؤں والوں کا احترام کرتے ہیں اب محلے میں چند آدمیوں نے مشورہ کیا ہے کہ اس قبر کو ہموار کی جائے تاکہ یہ بدعات اور رسومات ختم ہو اور اس کی جگہ مسجد میں شامل کر کے طلباء کیلئے کمرہ بنایا جائے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق ہزارہ......۱۶/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ جن اشیاء کی اہانت ممنوع نہ ہو مثلاً بت، درخت، پتھر، تو سد اللباب ان کا محو کرنا جائز بلکہ واجب ہوگا، اور جن اشیاء کی اہانت ممنوع ہو مثلاً قبر، مسجد، تو بدعات اور شرکیات کی انسداد کیلئے ان کا محو کرنا ناجائز اور خلاف تعامل ہوگا، خلافا للطائفة السلفیة النجدیة. وھو الموفق

﴿۱﴾ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور للامام السیوطی ۱۳۳ باب نتن المیت وبلاء جسدہ)

قبر وتعزیہ کو چومنے، قبر کے پتھر بدن پر ملنے وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں (۱) قبور کو بوسہ دینا، تعزیہ کو چومنا تبرکاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲) قبروں پر رکھے ہوئے پتھر جسم پر ملنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۵ء/۱۱/۹

الجواب: (۱) قبر کا چومنا مکروہ ہے کما فی الھندیۃ۵: ۳۸۷ ولا یمسح القبر ولا یقبلہ ﴿۱﴾ قلت فالتعزیۃ لا تقبل بطریق الاولی لانھا لیست من الاشیاء العظمۃ وکذا ھو من شعائر الروافض ﴿۲﴾۔ (۲) تبرک مشروع ہے ﴿۳﴾ لیکن ہم اس کے ذمہ دار نہیں کہ عوام کالانعام کے خود ساختہ تبرکات کی مشروعیت کے درپے ہوں۔ (۳) سجدہ اور رکوع کرنا شرک ہے جبکہ بطور عبادت ہو

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقرأۃ القرآن فی المقابر)

﴿۲﴾ قال العلامۃ شاہ عبد العزیز المحدث الدھلوی: تعزیہ داری جو عشرہ محرم الحرام میں معمول ہے اور بنانا ضرائح وصورت قبور وغیرہ کا درست نہیں، اس واسطے کہ تعزیہ داری سے مراد یہ ہے کہ ترک لذت اور ترک زینت کرے اور اپنی صورت محزون وغمگین کے مانند بنائے یعنی عورت سوگ کرنے والی کے مانند بیٹھے حالانکہ مرد کیلئے یہ کسی حالت میں شرعاً ثابت نہیں ہوتا...... اور تعزیہ داری بدعت ہے اور ایسا ہی بنانا ضرائح اور صورت قبور اور علم وغیرہ کا ہے یعنی یہ سب بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے اور حال بدعت سیئہ کا یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے: شر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ مسلم...... اس مجلس میں بنیت زیارت وگریہ وزاری کے بھی حاضر ہونا ناجائز ہے اس واسطے کہ اس جگہ کوئی زیارت نہیں کہ زیارت کے واسطے جائے اور وہاں چند لکڑی جو تعزیہ دار کی بنائی ہوئی ہوتی ہے وہ قابل زیارت نہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہے الخ۔ (فتاویٰ عزیزی ۱: ۱۸۴ باب التصوف)

﴿۳﴾ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اورحرام ہے جبکہ غیراللہ کوبطور تعظیم ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

بوقت جنازہ غربا میں کپڑوں کی تقسیم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بوقت جنازہ غرباءاور مساکین میں کپڑوں کی تقسیم جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۶ء/۱/۱۰

الجواب: یہ ایک عرفی اعزاز ہے نہ ممنوع ہےاور نہ مطلوب ہے۔وھو الموفق

میت یا قبر کے پاس تلاوت قرآن مجید کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ کے پاس قبل ازدفن گھر میں یا بعدازدفن قبر پرتلاوت قرآن مجید کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:مولانارحیم اللہ باجا اضاخیل بالا......۱۹۷۵ء/۹/۲۵

الجواب: میت کے پاس قرآن پڑھنا مطلقاً جائز ہےجبکہ سراًہواور یادور سےہواور یامردہ

(بقیہ حاشیہ) الغداۃ جاء خدم المدینۃ بآنیتھم فیھا الماء فما یؤتی باناء الاغمس یدہ فیہ وربما جاء ہ فی الغداۃ الباردۃ فیغمس یدہ فیھا، عن انس قال لقد رأیت رسول اللہ ﷺ والحلاق یحلقہ واطاف بہ اصحابہ فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل. (رواھما مسلم) وقال النووی وفیہ التبرک بآثار الصالحین وبیان ما کانت الصحابۃ علیہ من التبرک واکرامھم ایاہ ان یقع شیئ منہ الا فی ید رجل سبق الیہ.

(الصحیح مسلم مع شرح النواوی ۲ :۲۵٦ باب قربہ ﷺ من الناس وتبرکھم بہ)

﴿۱﴾ وفی فتاویٰ الھندیۃ: من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ او قبل الارض بین یدیہ لا یکفر ولکن یأثم لارتکابہ الکبیرۃ ھو المختار قال الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ وان سجد للسلطان بنیۃ العبادۃ او لم تحضرہ النیۃ فقد کفر کذا فی جواھر الاخلاطی.

(فتاویٰ عالمگیریۃ ۵:۳٦۸ الباب الثامن والعشرون فی ملاقاۃ الملوک والتواضع لھم الخ)

پوشیدہ ہو البتہ جب قریب سے ہو اور مردہ پوشیدہ نہ ہو اور قرأت جہراً کی جاتی ہو تو بعد الغسل اتفاقاً جائز ہے اور قبل الغسل مختلف فیہ ہے احتیاط نہ کرنے میں ہے والتفصیل فی ردالمحتار ۱: ۵۷۳ ﴿۱﴾. اور قبر کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے کما فی الھندیة ۱: ۱۷۷ قراءة القرآن عند القبور عند محمد رحمه الله لا تکره ومشائخنا اخذوا بقوله﴿۲﴾. وهو الموفق

مٹی دم کر کے قبر میں رکھنے اور ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) مردہ دفن کرتے وقت چند اصحاب مٹی دم کر کے مردہ کے ساتھ دفن کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) قبر تیار ہونے کے بعد تین مٹھی مٹی لیکر منها خلقنا کم الخ آیت پڑھ کر قبر میں گاڑھ دیتے ہیں کیا یہ بدعت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی عبدالحق......۱۹۷۴ء/۳/۲۶

الجواب: (۱) بے اصل کام ہے﴿۳﴾۔ (۲) فقہاء نے جائز لکھا ہے (کما فی الھندیة ۱: ۱۷۶). ﴿۴﴾ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویقرأ عنده القرآن الی ان یرفع الی الغسل. قال ابن عابدین: کرهوا القرأة بعد موته حتی یغسل. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۰ مطلب فی القرأة عند المیت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۶۶ الفصل فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

﴿۳﴾ طحطاوی علی المراقی میں ہے: وفی کتاب النورین من اخذ من تراب القبر وقرء علیه سورة القدر سبعاً وترکه فی القبر لم یعذب صاحب القبر ذکره السید (۵۰۴) اسی طرح بعض دیگر کتب عملیات وفضائل سور میں مختلف اعمال لکھے ہیں جو بلا حوالہ بطور عمل مذکور ہیں، لہٰذا احکام شرع سے متصادم اور مبنی نہ ہونے کی وجہ سے نہ مطلوب ہیں اور نہ ممنوع ہیں بلکہ مباح ہیں: لان الاصل فی الاشیاء الاباحة ولحدیث ابی داؤد: وما سکت عنه فهو عفو، البته التزام ما لا یلزم بدعت ہے۔ (ازمرتب)

﴿۴﴾ فی الهندیة: ویستحب لمن شهد دفن المیت ان ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

قبر پر ہری شاخ رکھنا جائز اور اندر رکھنا ابداع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص مرجاتا ہے اس کی قبر پر ہری شاخ لگاتے ہیں تاکہ اس پر عذاب قبر سہل ہوجائے کیا یہ جائز ہے؟ اور قبر کے اندر شاخ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سعید راولپنڈی.....۲۷/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: قبر پر ہری شاخ رکھنا جائز ہے، کما ورد فی حدیث صحیح وروی البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الخصیب اوصی بان یجعل علی قبرہ جریدتان (فلیراجع الی ردالمحتار ۱: ۸۴۶) ﴿۱﴾ لیکن قبر میں اندر رکھنے کا جواز قرآن وحدیث اور فقہ میں مصرح نہیں ہے بلکہ ابداع ہے۔ وھو الموفق

قبر پختہ کرنے اور اس پر غلاف رکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) قبر کو پختہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(بقیہ حاشیہ) یحثو فی قبرہ ثلاث حثیات من التراب بیدیہ جمیعاً ویکون من قبل رأس المیت ویقول فی الحثیۃ الاولیٰ منھا خلقناکم وفی الثانیۃ وفیھا نعیدکم وفی الثالثۃ ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ.(الھندیۃ ۱: ۱۶۶ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ویؤخذ من ذلک ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ وصرح بذلک ایضا جماعۃ من الشافعیۃ وھذا اولی مما قالہ بعض المالکیۃ من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکۃ یدہ الشریفۃ ﷺ او دعائہ لھما فلا یقاس علیہ غیرہ وقد ذکر البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الخصیب رضی اللہ عنہ اوصیٰ بان یجعل فی قبرہ جریدتان واللہ تعالیٰ اعلم.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۶۲۸ قبیل باب الشھید مطلب فی وضع الجرید)

(۲) ایک بزرگوار عالم یا کسی ولی کی لحد پر چادر، غلاف وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر احمد کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰/۴/۴

الجواب: (۱) ناجائز ہے **لقول الفقهاء ولا يجصص** لیکن اگر سیلاب کے خطرہ کی وجہ سے گرداگرد دیوار پختہ بنایا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) اس کے متعلق جواز اور کراہیت دونوں مروی ہیں لہٰذا نہ کرنا اولیٰ ہے اور دلیل بھی اس طرف کی قوی ہے ﴿۲﴾۔ **وهو الموفق**

مردہ کے پاس قرآن رکھنا اور امام کی جائے نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ مردہ کے ساتھ قرآن رکھنا کیسا ہے خواہ حیلہ اسقاط ہو یا نہ ہو، بعض لوگ مردہ کی چارپائی کے ساتھ قرآن رکھ کر جنازہ لے جاتے ہیں **لا على التعين**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفي شرح المنية عن منية المفتي المختار انه لا يكره التطيين وعن ابي حنيفة يكره ان يبنى عليه بناء من بيت او قبة او نحو ذلك لما روى جابر نهى رسول الله ﷺ عن تجصيص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها رواه مسلم وغيره، نعم في الامداد عن الكبرىٰ واليوم اعتادوا التسنيم باللبن صيانة للقبر عن النبش ورأوا ذلك حسنا وقال ﷺ ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۲ مطلب في دفن الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: كره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والاولياء قال في فتاوىٰ الحجة وتكره الستور على القبور ولكن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظيم في عيون العامة حتىٰ لا يحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلين الزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات وان كان بدعة فهو كقولهم بعد طواف الوداع يرجع القهقرى حتى يخرج من المسجد اجلالاً للبيت حتى قال في منهاج السالكين انه ليس فيه سنة مروية ولا اثر محكي وقد فعله اصحابنا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۵۶ قبيل فصل في النظر والمس)

خواہ یہ قران میت کا اپنا ہو یا دوسرے کا ہو یا مسجد کا وقف قرآن ہو یا کسی گھر سے عاریۃً لیا گیا ہو؟ (۲) امام جنازہ کیلئے جائے نماز کیا چیز ہے؟ یہ کفن سے جز ہے یا کوئی خیراتی چیز ہے؟ یا اس میں کوئی شرعاً تبرک ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نور محمد پیش امام مصری بانڈہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: (۱) توسل بالقرآن ناجائز نہیں ہے لیکن اس توسل کا اختراع عبث اور خطرناک ضرور ہے۔ (۲) جائے نماز کوئی ضروری چیز نہیں ہے رکھنے اور نہ رکھنے میں کوئی گناہ یا ثواب نہیں ہے اگر امام یا عالم کی تعظیم مقصود ہو تو کار ثواب ہے۔ وھو الموفق

میت دفنانے کے بعد تین بار دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر ایک یا تین بار دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی غلام نبی چورنگی کوہاٹ......۲۱/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: زیارۃ القبور کے وقت ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ دعا کرنے کی روایت صحیح مسلم میں مسطور ہے ﴿۱﴾ اور دفنانے کے بعد دعا کی مشروعیت میں شک نہیں ہے، لحدیث و اسئلوا له بالتثبيت فانه الآن يسئل او كما قال عليه السلام ﴿۲﴾ لیکن اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن عائشه الا احدثكم عني وعن رسول الله ﷺ حتى جاء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت الخ.
(الصحيح مسلم ۱: ۳۱۳ باب التسليم على اهل القبور والدعاء والاستغفار لهم)

﴿۲﴾ (سنن ابى داؤد ۲: ۱۰۳ باب الاستغفار عند القبر للميت فى وقت الانصراف)

﴿۳﴾ قبر کے پاس بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھائے ہوئے اور بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے اور دوسرے رخ پر کسی بھی طریقہ سے دعا جائز اور مباح ہے، اور دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے لہٰذا بعض الناس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میڈیکل کالجوں میں جسد میت پر تجربات کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میڈیکل کالجوں میں انسانی لاش اور میت پر مختلف تجربات کئے جاتے ہیں اور تا آخر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دفن کفن نہیں کی جاتی کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ربی دوکاندار ٹوپی......۱۹/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: انسان کا ابتذال اور تختۂ مشق بنانا نا جائز ہے اگر چہ بال کیوں نہ ہو، قال اللہ تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم ﴿۱﴾ وفی الھدایۃ ولا یجوز بیع شعور الانسان ولا الانتفاع بھا لان الآدمی مکرم لا مبتذل فلا یجوز ان یکون شیئ من اجزاله مھانا مبتذلا(۳:۵۵) ﴿۲﴾ وبمعناہ فی جمیع کتب الفتاویٰ ، لہٰذا انسان کے بدن پر تجربات کرنا حرام ہوگا، تجربہ ربڑ یا پلاسٹک وغیرہ سے بنے ہوئے اعضا پر بھی ہوسکتا ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) کا اس دعا میں ہاتھ اٹھانے سے مطلق منع چنداں معنیٰ نہیں رکھتا اس میں ایک حدیث مسلم ہے کہ، جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات، اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں کہ، فیه استحباب اطالة الدعاء وتکریرہ ورفع الیدین وفیه ان دعاء القائم اعلیٰ من دعاء الجالس فی القبور (نووی شرح مسلم ۱ : ۳۱۳) فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے، عن ابن مسعود رایت رسول اللہ ﷺ فی قبر عبد اللہ بن ذی البجادین الحدیث وفیه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا یدیه اخرجه ابو عوانة فی صحیحه (۱۱ : ۱۲۲ باب الدعاء مستقبل القبلة). اور بہتر یہ ہے کہ منہ بجانب قبلہ کرے اور بجانب قبر بھی جائز ہے، قال العلامة الحلبی: ویستحب زیارة القبور للرجال وتکرہ للنساء ویدعو قائما مستقبل القبلة وقیل یستقبل وجه المیت وھو قول الشافعی. (غنیة المستملی ۵۹۰ مسائل شتیٰ کتاب الجنازة)......(ازمرتب)

﴿۱﴾ (سورۃ بنی اسرائیل پارہ:۱۵ رکوع:۷ آیت:۷۰)

﴿۲﴾ (الھدایة علی صدر فتح القدیر ۶ :۶۳ باب البیع الفاسد)

قبر پر آیات، احادیث، تاریخ وفات اور نام وغیرہ لکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر آیات قرآنی، احادیث، تاریخ وفات اور نام لکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی رحیم اللہ باچا اضاخیل نوشہرہ......۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: نام اور تاریخ وفات کے علاوہ یہ دیگر امور خلاف سنت ہوں گے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اولیاء اللہ اور صلحاء کی قبروں پر جھنڈے لگانا اور غلاف چڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) کیا کسی شہید، ولی اور صالح کی قبر پر غلاف چڑھانا اور جھنڈے لگانا جائز ہیں؟ (۲) کیا رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر کوئی غلاف یا جھنڈا ہے؟ (۳) کسی شہید وغیرہ کی قبر پر غلاف یا جھنڈا رکھنے کو منع کرنے والا شخص حق بجانب ہے یا کسی سزا کا مستحق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لقمان شاہ......۲۳/ مارچ ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله لا بأس بالكتابة) لان النهي عنها وان صح فقد وجد الاجماع العملي بها فقد اخرج الحاكم النهي عنها من طرق ثم قال هذه الاسانيد صحيحة وليس العمل عليها فان ائمة المسلمين من المشرق الى المغرب مكتوب على قبورهم وهو عمل اخذ به الخلف عن السلف، ويقوى بما اخرجه ابو داؤد باسناد جيد ان رسول الله ﷺ حمل حجر فوضعها عند رأس عثمان بن مظعون وقال اتعلم بها قبر اخي وادفن اليه من مات من اهلي فان الكتابة طريق الى تعرف القبر بها نعم يظهر ان محل هذا الاجماع العملي على الرخصة فيها ماذا كانت الحاجة داعية اليه في الجملة كما اشار اليه في المحيط بقوله وان احتيج الى الكتابة حتى لا يذهب الاثر ولا يمتهن فلا بأس به فاما الكتابة بغير عذر فلا حتى انه يكره كتابة شيئ عليه من القرآن او الشعر او اطراء مدح له.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۲ مطلب في دفن الميت باب صلاة الجنائز)

الجواب: (۱) قرآن وحدیث اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال میں اس غلاف اور جھنڈا کے متعلق کوئی ذکر نہیں ہے حتی کہ آپ کو ان سے جواب دیا جائے نعم جاز ان یستبط ھذا الحکم من الحدیث المسطور (ما امرنا ان نکسر الحجارۃ الحدیث) لکن ھذا الاستنباط لیس من مطلوبکم لانہ رأی المستنبط وقولہ. (۲) پیغمبر علیہ السلام کی قبر کے متعلق پوچھنا لایعنی بات ہے کیونکہ وہاں کردہ شدہ کام دلیل نہیں ہے۔ (۳) غلاف کے متعلق فقہاء کرام نے کراہیت بھی نقل کی ہے اور بعض فقہاء کرام سے جواز بھی مروی ہے، کما فی ردالمحتار ۵: ۳۱۹ کرہ بعض الفقھاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاویٰ الحجۃ وتکرہ الستور علی القبور ولکن نحن نقول الان اذا قصد بہ التعظیم فی عیون العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فھو جائز الی آخر ما ذکر فی کشف النور ﴿۱﴾، پس قاعدہ کے مطابق محرم کو ترجیح دی جائے گی لیکن مخالفین پر اشد انکار نہ کیا جائے گا۔ وھو الموفق

قبرستان پر گزرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان سے گزرتے ہوئے اہل قبور کی مغفرت کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے یا کوئی سورت پڑھ کر ہاتھ اٹھائے بغیر دل میں دعا مانگی جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خواجہ عبدالسلام از ارندر چترال ۱۹۸۴ء/۵/۲۰

الجواب: ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے (مسلم شریف) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۵: ۲۵۶ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحۃ)

﴿۲﴾ جاء النبی ﷺ البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات ثم انحرف.

(الصحیح مسلم ۱: ۳۱۳ فصل فی التسلیم علی اھل القبور والدعاء والاستغفار لھم)

شرکاءِ جنازہ کیلئے میت کے گھر میں کھانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کی تدفین کے بعد اعلان کرنا کہ جنازہ میں شریک لوگ میت کے گھر میں کھانا کھا کر جائیں، کیاحکم رکھتا ہے؟ جبکہ اب یہ عام رواج بن گیا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :اہالیان کنڈی ہری پور......۱۸/ جمادی الثانی۱۴۰۱ھ

الجواب: اہل میت کی طرف سے تصدق علی المساکین ہروقت جائز ہےاور پابندی رسم ورواج (فخر وریا) ہروقت ناجائز ہے﴿۱﴾ اوردعوت وضیافت تین دن تک ناجائز ہے پس یہ دعوت مسئولہ ناجائز ہے﴿۲﴾(ماخوذازشامی۱:۸۴۲وہندیہ۵:۳۸۲)۔وھو الموفق

میت کے بارے میں مختلف مسائل

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین مسائل ذیل کے بارے میں کہ(۱)ہر جمعہ کوقبرستان جانے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یانہیں؟ (۲) مردہ اپنی قبر پر جانے والوں کو پہچانتا ہے یا نہیں؟(۳)مردہ زندہ کاامدادکرسکتا ہے یانہیں؟(۴)زندہ کومردہ سےامداد مانگنا جائز ہے یانہیں؟

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: بجواز تبرع الوارث باخراجها وعلیه فلا بأس بادارة الولی للزکاة ثم ینبغی بعد تمام ذلک کله ان یتصدق علی الفقراء بشیء من ذلک المال او بما اوصی به المیت ان کان اوصی.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ :۵۴۳ مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی والثالث. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱ :۶۶۴ باب صلاة الجنائز) وفی الهندیة: ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام فی ایام المصیبة واذا اتخذ لا بأس بالاکل منه کذا فی خزانة المفتین. (فتاویٰ عالمگیریة ۵ : ۳۴۴ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات)

(۵) قبروں کو دنبہ چاول وغیرہ لے جانا یا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۶) مردہ اپنی قبر پر بیٹھنے والی چڑیا کے نر و مادہ کو پہچان سکتا ہے یا نہیں؟ (۷) مردہ غسل دینے والے چار پائی کے ساتھ چلنے والے کفنانے دفنانے والوں کو پہچانتا ہے یا نہیں؟ (۸) مردہ کو شرقاً غرباً غسل دینا کہ پاؤں قبلہ کو ہو امام اعظم کے مذہب کے خلاف ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی شاہ محمد خان، عبدالقاسم خان اٹک.....۱۹۷۸ء/۷/۳۰

الجواب: علی ترتیب السوالات: (۱) جمعہ کے دن زیارت القبور سنت رسول ﷺ ہے ﴿۱﴾۔ (۲) پہچانتا ہے ﴿۲﴾۔ (۳) باذنہ تعالیٰ کر سکتا ہے۔ (۴) توسل بالصالحین جائز ہے جس سے استمداد بالغیر کی تعبیر جائز ہے البتہ استمداد من الغیر ما فوق الاسباب شرک ہے ﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: وتزار فی کل اسبوع کما فی مختارات النوازل قال فی شرح الباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعده فتحصل ان یوم الجمعه افضل.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱:۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ قال الملا علی القاری: واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمهید عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیافیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام صححه عبد الحق واخرج ابن ابی الدنیا والبیهقی فی الشعب عن ابی هریرة قال اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیه ردعلیه السلام وعرفه واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام ای ولم یعرفه.

(مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۴:۱۱۶ باب زیارۃ القبور الفصل الثالث)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلک کفر اللهم الا ان قال یا الله انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) یہ اعمال شرکیہ سے ہے (جبکہ نذر لغیر اللہ کے قبیل سے ہو)۔ (۶) ممکن ہے۔ (۷) قواعد کی رو سے پہچاننا اقرب معلوم ہوتا ہے(۱)۔ (۸) اس میں توسع ہے(۲)۔ وھو الموفق

قبرستان میں کھانا کھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں طعام کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی از جناب ولی خان تحصیل غازی شاہ ۹ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

الجواب: قبرستان میں کھانا مکروہ نہیں البتہ التزام مالا یلزم اور تخصیص بلا مخصص بدعت سیئہ ہے(۳)۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) او الامام الشافعی او الامام الليث او اشترى حصر المساجدهم او زيتا لو قودها او دراهم لمن يقوم بشعائرها الى غير ذلک مما يكون فيه نفع للفقراء والنذر لله عزوجل وذكر الشيخ انما هو محل لصرف النذر لمستحقيه القاطنين برباطه او مسجده فيجوز بهذا الاعتبار.

(ردالمحتار ۲/ ۱۳۹ قبيل باب الاعتكاف مطلب في النذر الذي يقع للاموات من اكثر العوام)

(۱) قال الملا على القارى. وقد اخرج احمد والطبرانى وابن ابى الدنيا والمروزى وابن منده عن ابى سعيد الخدرى ان النبى ﷺ قال ان الميت يعرف من يغسله ومن يحمله ومن يكفنه ومن يدليه في حفرته. (مرقاة المفاتيح ۴/ ۲۰ باب المشى بالجنازة والصلاة عليها)

(۲) قال العلامة الحصكفى ويوضع كما مات كما تيسر في الاصح

(قوله في الاصح) وقيل يوضع الى القبلة طولا وقيل عرضا كما في القبر.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱/ ۶۲۳ باب صلاة الجنائز)

(۳) قال العلامة ابن نجيم. ولان ذكر الله تعالى اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ۲/ ۱۵۹ باب العيدين)

زیارۃ القبور جائز اور عبادۃ القبور ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرامت اولیاء بعد الموت حق ہے یا نہیں اور زیارۃ القبور کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صاحبزادہ گل ظریف خان بلرام ۱۹۸۹ء/۲/۵

الجواب: کرامت اولیاء اللہ حق ہے زندگی میں بھی اور بعد الموت بھی البتہ الوہیت اور ولایت میں فرق کرنا ضروری ہے (۱) اور مرد و خواتین کیلئے زیارۃ القبور جائز ہے (۲) البتہ عبادۃ القبور نارینہ اور زنانہ دونوں کیلئے ناجائز ہے۔ وھو الموفق

قبر تیار ہو کر اندر سورۃ یٰسٓ پڑھ کر مٹی دم کر کے قبر میں بچھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں دو آدمیوں نے جنازہ پڑھ کر دفنانے سے پہلے قبر کے اندر ایک سرہانے اور ایک پائنتی میں کھڑے ہو کر سورت یٰسٓ تلاوت کی اور مٹی پر دم کر کے لاش کے نیچے بچھادی کیا یہ طریقہ شرعی لحاظ سے درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ...۱۹۷۴ء/۲/۱۱

---

(۱) قال ابن عابدین: وعبارة النسفي في عقائده وكرامات الاولياء حق فتظهر الكرامة على طريق نقض العادة للولي من قطع المسافة البعيدة في المدة القليلة وظهور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة والمشي على الماء والهواء وكلام الجماد والعجماء واندفاع المتوجه من البلاء وكفاية المهم من الاعداء وغير ذلك من الاشياء.

(ردالمحتار ۳: ۲۸۴ مطلب في ثبوت كرامات الاولياء والاستخدامات فصل في ثبوت النسب)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: وان كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة القبور الصالحين فلا بأس اذا كن عجائز (ردالمحتار ۱: ۶۶۵ مطلب في زيارة القبور باب صلاة الجنائز)

الجواب: مقبرہ میں سورۂ یٰس پڑھنا جائز ہے؛ (۱) لیکن اس سے خاک دم کرنا اور اسے قبر میں بچھانا بدعت ہے؛ (۲) نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ خیر القرون میں کیا گیا ہے اور نہ ائمہ دین اور فقہائے کرام سے مروی ہے۔ وھو الموفق

---

(۱) قال العلامۃ ابن عابدین: من دخل المقابر فقرء سورۃ یٰس خفف اللہ عنھم یومئذ وکان لہ بعدد من فیھا حسنات بحر. (رد المحتار ھامش الدر المختار ۱/۶۶۲ مطلب فی القرأۃ للمیت واھداء ثوابھا لہ باب صلاۃ الجنائز)

وقال الجلال السیوطی: اخرج عبد العزیز صاحب الخلال بسندہ عن انس ان رسول اللہ ﷺ قال من دخل المقابر فقرأ سورۃ یٰس خفف اللہ عنھم وکان لہ بعد دفن فیھا حسنات وقال القرطبی فی حدیث اقرء واعلی موتاکم یٰس ھذا یحتمل ان تکون ھذہ القراءۃ عند المیت فی حال موتہ ویحتمل ان تکون عند قبرہ قلت وبالاول قال الجمھور کما تقدم فی اول الکتاب وبالثانی قال ابن عبد الواحد المقدسی فی الجزء الذی تقدمت الاشارۃ الیہ وبالتعمیم فی الحالین قال المحب الطبری من متأخری اصحابنا وفی الاحیاء للغزالی والعاقبۃ لعبد الحق عند احمد بن حنبل قال اذا دخلتم المقابر فاقرءوا بفاتحۃ الکتاب والمعوذتین وقل ھو اللہ احد واجعلوا ذلک لاھل المقابر فانہ یصل الیھم قال القرطبی وقد قیل ان ثواب القراءۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلک تلحقہ الرحمۃ قال اللہ تعالیٰ واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون. قال ولا یبعد فی کرم اللہ تعالی ان یلحقہ ثواب القراءۃ والاستماع معا ویلحقہ ثواب ما یھدی الیہ من القراءۃ وان لم یسمع کالصدقۃ والدعاء وفی فتاوی قاضی خان من الحنفیۃ من قرأ القرآن عند القبور فان نوی بذلک ان یؤنسھم صوت القرآن فانہ یقرأ وان لم یقصد ذلک فاللہ یسمع القراءۃ حیث کانت (شرح الصدور ۱۳۰ باب قراءۃ القرآن للمیت او علی القبر)

(۲) قال العلامۃ ابن نجیم: ولان ذکر اللہ تعالی اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیء دون شیء لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع بہ لانہ خلاف المشروع.

(البحر الرائق ۲/۱۵۹ فصل فی العیدین)

بعض جانوروں کا جنت جانا

سوال: کیا کسی روایت میں ہے کہ کتا جنت جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن محمود آباد گڑھی کپورہ مردان ۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: حموی نے شرح اشباہ میں صفحہ ۳۹۹ پر مقاتل سے دس حیوانات کے متعلق روایت کی ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے، وعد منها کلب (اصحاب الکھف) (۱). وھو الموفق

---

(۱) قال العلامة سيد احمد بن محمد الحموى: وفى شرح شرعة الاسلام قال مقاتل عشرة من الحيوانات تدخل الجنة ناقة محمد ﷺ وناقة صالح عليه السلام وعجل ابراهيم عليه السلام وكبش اسماعيل عليه السلام وبقرة موسى عليه السلام وحوت يونس عليه السلام وحمار عزير عليه السلام ونملة سليمان عليه السلام وهد هد بلقيس عليه السلام وكلب اهل الكهف كلهم يحشرون كذا فى مشكاة الانوار. (غمزعيون البصائر على الاشباه والنظائر ۱: ۲۶۱ الفن الثالث فائدة يدخل فى الجنة خمس حيوان)

قال العلامة آلوسى: وجاء فى شان كلبهم انه يدخل الجنة يوم القيامة فعن خالد بن معدان: ليس فى الجنة من الدواب الا كلب اصحاب الكهف وحمار بلعم ورأيت فى بعض الكتب ان ناقة صالح وكبش اسماعيل ايضا فى الجنة، ورأيت ايضا ان سائر الحيوانات المستحسنة فى الدنيا كالظباء والطوا وليس وما ينتفع به المؤمن كالغنم تدخل الجنة على كيفية تليق بذلك المكان وتلك النشأه ويس وما ينتفع به المؤمن كالغنم تدخل الجنة على كيفية تليق بذلك المكان وتلك النشأة ويس فيما ذكر خبر يعول عليه فيما اعلم، نعم فى الجنة حيوانات مخلوقة فيها، وفى خبر يفهم من كلام الترمذى صحته التصريح بالخيل منها، والله تعالى اعلم وقد اشتهر القول بدخول هذا الكلب الجنة.

(تفسير روح المعانى ۹: ۲۲۷ سورة كهف آيت: ۱۸)

مسئلہ اطعام من اہل المیت

اہل میت کی جانب سے مسئلہ اطعام نے عوامی غلو اور افراط وتفریط کی وجہ سے ایک متنازعہ شکل اختیار کی تھی یہاں تک کہ تکفیر وابداع تک یہ سلسلہ پہنچا، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے مقالات میں دوسرے مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی فقہی حوالوں کے ساتھ افراط وتفریط سے پاک امت کے سامنے پیش کیا برائے افادہ عام فتاویٰ میں شامل کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

اہل میت کی جانب سے تصدق علی المساکین بروقت جائز ہے جبکہ ورثاء میں نابالغ اور غائب نہ ہو **کما فی الھندیة ۵: ۳۴۴ وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکة کذا فی التتارخانیة،** اور اہل میت کی جانب سے پابندی رسم ورواج بروقت ناجائز ہے، **کما فی البزازیة علی ھامش الھندیة ۴: ۸۱ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد وفی جنائز ردالمحتار عن المعراج، قال ھذہ الافعال کلھا للسمعة والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجه اللہ تعالیٰ .**

اور اہل میت کی جانب سے ضیافت اور دعوت تین دن تک ممنوع ہے یعنی یہ کام منع ہے کھانا منع نہیں ہے، **کما فی الھندیة۵: ۳۴۴ ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام فی ایام المصیبة واذا اتخذ لا بأس بالاکل منه، کذا فی خزانة المفتین،** البتہ خواص کھانے سے اپنے آپ کو بچائیں گے اگر خواص کھانے سے منع نہ ہوجائیں تو عوام پکانے سے منع نہیں ہوں گے اور اہل میت کی جانب سے طعام حاجت اور ضرورت جائز ہے مثلاً اہل میت کے متعلقین نہ ہو یا بے مروت ہو اور طعام کے

خرید وفروخت کا کوئی انتظام نہ ہو اور یہی محمل ہے اثر ابوذر رضی اللہ عنہ کا کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے مہمانوں کیلئے بھیڑ ذبح کریں گے (کما فی البدایة والنهایة ۷: ۱۶۵).

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اہل میت کی جانب سے دعوت وضیافت جائز ہے اور اس کیلئے دلیل حدیث ابوداؤد شریف لاتے ہیں، فلما رجع ﷺ استقبله داعی امرء ته فجاء، فجيئ بالطعام فوضع يده الى اخر الحديث. کہ پیغمبر ﷺ نے اہل میت کی جانب سے دعوت قبول کی اور کھانے کا ارادہ کیا، لیکن معلوم ہوا کہ یہ بھیڑ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح ہوا ہے تو اس سے نہیں کھایا۔

(رواه ابو داؤد فی باب اجتناب الشبهات من كتاب البيوع)

لیکن دیگر فقہاء نے اس سے موافقت نہیں کی ہے کیونکہ حدیث میں دو نسخے ہیں ایک نسخہ داعی امرأة بغیر اضافت کی ہے اور یہ نسخہ صحیح ہے اور اس نسخہ پر ان بعض فقہاء کا استدلال صحیح نہیں ہوتا اور دوسرا نسخہ داعی امرأته ہے اضافت کے ساتھ یعنی میت کی بیوی پھر استدلال صحیح ہو جاتا ہے لیکن یہ حدیث معارض ہے حدیث ابن ماجہ اور حدیث مسند امام احمد کے ساتھ جنہوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة، اور یہ حدیث قولی ہے اور محرم ہے اور تشریع عام ہے تو یہ حدیث ابوداؤد سے راجح ہوگا کیونکہ وہ فعل ہے اور مبیح ہے اور جزوی واقعہ ہے اور یا حدیث ابوداؤد کو طعام حاجت پر حمل کیا جائے گا اور اسی طرح حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے انها كانت اذا مات الميت من اهلها فاجتمع لذلک النساء ثم تفرقن الا اهلها وخاصتها امرت ببرمة من تلبينة فطبخت ثم صنع ثريد فصبت التلبينة عليها قالت كلن منها، فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول التلبينة مجمة لفؤاد المريض تذهب ببعض الحزن (رواه البخاری ۲: ۸۱۵) یہ طعام حاجت پر محمول ہے کہ گھر کے لوگ کھائیں اور طبیعت سے بوجھ کم ہو جائے۔

بوسیدہ قبر میں فلش گٹر Gutter بنانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم اپنے گھر میں فلش گٹر بنارہے تھے کہ قبر کے تختے نکل آئے اور پھر میت کی وجود کا بہت بوسیدہ مٹی نکل آئی پہلے یہ جگہ فصل کی زمین تھی دس سال سے اس جگہ پر ہمارا مکان بنا ہے میت کی بوسیدہ مٹی چار فٹ پر نکل آئی ہے اور فلش گٹر دس فٹ نیچے تک بنانا ہوگا کیا اس جگہ گٹر بنانا جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی :ظہوراحمد ۱۹۹۰ء/۱/۳۱

الجواب: میت کا بدن اوراعضاواجب الاحترام ہوتے ہیں ﴿۱﴾ انقلاب کے بعداحکام بدل جاتے ہیں تاہم اس مخصوص خاک کو پاک جگہ میں رکھنا مناسب ہوتا ہے ﴿۲﴾ ۔وھو الموفق

بچے کی موت کے بعد بکری ذبح کرنے اور ہڈیوں کوقبر کے پاس دفن کرنے کی رسم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کوئی بچہ فوت ہوجاتا ہے تو بکری کا بچہ ذبح کرتے ہیں اس خیال سے کہ قیامت کے دن وہ براق پر سوار ہو

﴿۱﴾ قال ابن نجیم: واما الآدمی فقد قال بعضهم ان جلده لا یحتمل الدباغة حتی لو قبلها طهر لانه لیس بنجس العین لکن لا یجوز الانتفاع به ولا یجوز دبغه احتراما له وعلیه اجماع المسلمین کما نقله ابن حزم وقال بعضهم ان جلده لا یطهر بالدباغة اصلا احتراما له فالقول بعدم طهارة جلده تعظیم له حتی لا یتجرأ احد علی سلخه ودبغه واستعماله

(البحر الرائق ۱: ۱۰۱ الا جلد الخنزیر والآدمی کتاب الطهارة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة. ویکره ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیه او یوطأ علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط کذا فی التبیین.

(فتاوی عالمگیریة ۱: ۱۶۶ الفصل السادس فی القبر والدفن)

کروالدین کو با آسانی جنت پہنچائے گا، نیز وہ ہڈیاں اس قبر کے پاس دفن کی جاتی ہیں کیا اس سلسلے میں کوئی شرعی حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جناب نعیم گل صاحب خرم ضلع کرک ۱۹۷۳ء/۵/۷

الجواب: یہ ایک رسم قبیحہ ہے ﴿۱﴾ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اس سے اجتناب کرے ایسے امور صرف وحی سے معلوم ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی وحی ثابت نہیں ہے، ومن ادعی فعلیه البیان، نیز کسی معمر اور معتمد عالم نے بھی اس کا حکم نہیں دیا ہے ﴿۲﴾، قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد او کما قال ﴿۳﴾. وھو الموفق

قبر کے اندر سورۃ یٰس پڑھنا، جنازہ کے دوران ذکر کرنا اور ناخواندہ کا جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ میت کو قبر کی طرف لے جاتے ہوئے جنازہ کو قبر کے متصل باہر رکھ کر ائمہ مساجد قبر میں اتر کر یٰس پڑھتے ہیں پھر میت کو قبر میں اتارتے ہیں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ویکره کل ما لم یعھد من السنة والمعھود منھا لیس الا زیارتھا والدعأ عندھا قائما.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱:۶۶۷ مطلب فی وضع الجرید والآس علی القبور)

﴿۲﴾ قال العلامة شربلالی (قوله بدعة) ای قبیحة کالمسمی بالکفارة ذکر ابن الحاج فی المدخل فی الجزء الثانی ان من البدع القبیحة ما یحمل امام الجنازة من الخبز والخرفان ویسمون ذلک عشاء القبر فاذا او صلوا الیه ذبحوا ذلک بعد الدفن وفرقوه مع الخبز وذکر مثله المناوی فی شرح الاربعین فی حدیث من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد. قال: ویسمون ذلک بالکفارة فانه بدعة مذمومة قال ابن امیر حاج ولو تصدق بذلک فی البیت سرا لکان عملا صالحا (الطحطاوی ۶۰۲ فصل فی حملھا و دفنھا)

﴿۳﴾ (مشکواۃ المصابیح ۱-۲ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

اور اس طریقہ کو فرض اور لازمی سمجھا جاتا ہے کیا یہ فعل ثابت ہے؟ اگر نہیں تو ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ قبرستان میں دنیاوی باتیں کرتے ہیں اور بعض ذکر بالجہر کیا یہ درست ہے؟ اور جب لوگ باتیں کر رہے ہوں تو اس حالت میں یہ قرآن خوانی جائز ہے؟ ایک عالم اور خطیب متقی کے ہوتے ہوئے ایک ناخواندہ نماز جنازہ پڑھائے کیا یہ جنازہ درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مقبول الرحمٰن مولیا کو بالہ مری

الجواب: (۱) یہ طریقہ تخصیص بلا مخصص ہونے کی وجہ سے بدعت ہے، قال صاحب البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر الله اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیئ دون شی لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به انتهی ﴿۱﴾. قلت نعم ورد الشرع بقرأته علی الموتی والمراد منهم الذی قربوا الموت او المقبورون فافهم ﴿۲﴾. (۲) نیز اس امر مستحب کو اگر کوئی فرض قرار دے تو مبتدع ہوگا، لان التزام ما یلزم بدعة کما هو مبرهن فی

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۲﴾ عن معقل بن یسار قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا سورة یٰسٓ علی موتاکم رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجة، وقال السیوطی ورواہ ابن ابی شیبة والنسائی والحاکم وابن حبان واخرج ابن ابی الدنیا والدیلمی عن ابی الدرداء عن النبی ﷺ قال ما من میت یقرأ عند رأسه سورة یٰسٓ الا هون الله علیه، وفی روایة صحیحة ایضا یٰسٓ قلب القرآن لا یقرؤها عبد یرید الدار الآخرة الاغفر الله له ما تقدم من ذنبه فاقرؤها علی موتاکم، قال ابن حبان المراد به من حضره الموت ویؤیدہ ما اخرجه ابن ابی الدنیا وابن مردویه ما من میت یقرأ عنده یٰسٓ الاهون الله علیه وخالفه بعض محققی المتاخرین فاخذ بظاهر الخبر فقال بل یقرأ علیه بعد موته وهو مسجی وذهب بعض الی انه یقرأ علیه عند القبر ویؤیدہ خبر ابن عدی وغیرہ من زار قبر والدیه او احدهما فی کل جمعة فقرأ عندهما یٰسٓ غفر له بعدد کل حرف منها.

(مرقاة المفاتیح شرح المشکوٰة ۴: ۱۰۲ باب مایقال عند من حضره الموت)

موضعہ ﴿۱﴾۔ (۳) ذکر جب جہر سے ہو بہتر نہیں ہے لیکن جائز ہے ﴿۲﴾۔ (۴) قرآن خوان پر کوئی وبال نہیں ہے، وبال باتیں کرنے والوں پر ہے۔ (۵) جب ناخواندہ امام محلہ ہو تو درست ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: لان الجهلة (اذا) يعتقدون (المباحة) سنة او واجبة وكل مباح يؤدي اليه فمكروه.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۵۷۷ قبيل باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: وينبغي لمن تبع جنازة ان يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقرأة القرآن وغيرهما في الجنازة والكراهة فيها كراهة تحريم في فتاوىٰ العصر وعند مجد الائمة التركماني وقال علاء الدين الناصري ترك الاولى.

(البحر الرائق ۲: ۱۹۲ فصل السلطان احق بصلاته)

فصل فی احکام الشهید

بندوق کے ذریعے ظلماً مقتول شہید ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱)ایک شخص نے ظلماً بندوق سے ایک آدمی کو قتل کیا تمام شرائط موجود ہونے پر اس مقتول کو شہید کہا جائے گا یا نہیں؟ اور بندوق پر آلہ جارحہ کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟(۲)اگر یہ معلوم نہ ہو کہ مقتول ظلماً قتل ہوا ہے،اور مقتول کئی بار اقدام قتل بھی کر چکا ہے تو اس پر احکام شہید جاری ہوں گے یا نہیں؟۔(۳)ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر اس دوسرے شخص کے ورثاء نے اس قاتل کو قتل کیا اس کا کیا حکم ہے؟ شہید ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:ہدایت اللہ کڈی صوابی ۱۹۸۵ء/۱۰/۱۲

الجواب: (۱)چونکہ بندوق سے قتل موجب قصاص ہے لہٰذا اس سے قتل شدہ شخص شہید ہے اور بندوق آلہ وقذ اور آلہ جرح ہے لیکن آلہ ذبح نہیں ہے۔(۱) ۔(۲)بغیر ثبوت کے حکم بالشہادت یا بعدم الشہادت کرنا بے قاعدہ امر ہے۔(۳)جب تک ہم کو قتل کی نوعیت معلوم نہ ہوتو ہم فتویٰ دینے سے عاجز ہیں۔وھو الموفق

شہید کی شہادت اخروی کا دارمدار نیت پر ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرقی پاکستان میں جو بنگالی اپنے حقوق اور عزت وناموس کی خاطر افواج مغربی پاکستان کے ہاتھوں مارے گئے وہ شہید اخروی ہیں کہ نہیں

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما بغير حق بجارحة اى بما يوجب القصاص يكون شهيدا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۷۰ باب الشهيد)

اور شہید عند اللہ ہونے کی صورت میں کیا دلیل ہے؟ نیز نماز جنازہ کا نہ ہونا اور ان کا خون ہدر ہونا سیاسی مصلحت کی بنا پر ہے یا کوئی اور وجہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ننگ اسلاف مولوی محمد صادق ۲۹/رجب المرجب

الجواب: یہ لوگ شہید وطن ہیں کیونکہ ان کی قربانیاں وطن کی آزادی کی خاطر تھیں ہم ان کو نہ شہید اخروی میں داخل کرتے ہیں اور نہ ان سے خارج کرتے ہیں کیونکہ اس کا دارمدار نیت پر ہے ﴿۱﴾ اور صحیح نیت کی توقع ہر دو جانبین سے نہیں تھی کما لا یخفی. وھو الموفق

شہید کو انزال اور جنابت کی وجہ سے غسل دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی ظلماً قتل ہو جائے اور اس کا انزال ہو گیا ہو تو کیا انزال کی وجہ سے اسے غسل دیا جائے گا، کیونکہ شہید تو خون آلود کپڑوں کے ساتھ بلا غسل دفن کیا جاتا ہے کیا جب شہید کا بھی یہ حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ولی اللہ......۱۹۷۳ء/۲/۱۰

الجواب: شہید کو شہادت کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا ہے نہ کہ انزال اور جنابت کی وجہ سے ﴿۲﴾ روایات میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور شہید کیلئے اپنا خون پاک ہے یہ مسئلہ واضحات اور اجماعیات سے ہے فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی الخ متفق علیه. (مشکواۃ المصابیح ۱: ۱۱ قبیل کتاب الایمان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فاذا استشهد الجنب یغسل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۲۲۹ باب الشهید)

﴿۳﴾ قال العلامة شرنبلالی: وکان المقتول مسلما بالغا خالیا عن حیض ونفاس و جنابة ولم یرتث ای حمل من المعرکة رثیثا ای جریحا وبه رمق کذا (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شہدا کی حیات قرآن واحادیث سے ثابت ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ساتھ ایک وہابی اور نجدی شخص رہتا ہے جو عجیب عجیب باتیں کرتا ہے اور شہدا کے بارے میں کہتے ہیں کہ مرجاتے ہیں ان کی حیات کا کوئی ثبوت نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس کے ساتھ میرا اکٹھا رہنا اور ایک ساتھ کھانا کھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فتح خان ۱۹۷۴ء/۹/۱۶

الجواب: شہدا فی سبیل اللہ کی حیات قرآن اور احادیث سے ثابت ہے ﴿۱﴾ اس سے انکار کرنا جہالت اور ضلالت ہے آپ اس شخص کے ساتھ اجتماعی زندگی بسر کر سکتے ہیں البتہ ان مسائل میں بحث سے اجتناب کیا کریں۔ وھو الموفق

ثوابی اور عرفی شہید میں فرق اور میت کو تیمم دینے کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین ان مسائل کے بارے میں (۱) دریا میں ڈوب جانے، آگ

(بقیہ حاشیہ) فی الصحاح والمراد هنا ما هو اعم مما يصيره خلفا فی الشهادة بالارتثات بعد انقضاء الحرب فيكفن بدمه ای مع دمه من غير تغسيل لقولهﷺ زملوهم بدمائهم فانه ليس كلمه تكلم فی سبيل الله الا تأتی يوم القيامة تدمى لونه لون الدم والريح ريح المسك. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۲۴ مايصنع مع الشهيد)

﴿۱﴾ قال الله تعالى: ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون. (سورة البقرة پاره: ۲ ركوع: ۳ آيت: ۱۵۴)

وقال الله تعالى: ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا. (سورة آل عمران آيت ۱۶۹)

عن ابن كعب بن مالك عن ابيه ان رسول اللهﷺ قال ان ارواح الشهداء فی طير خضر تعلق من ثمر الجنة او شجر الجنة هذا حديث حسن صحيح

(جامع الترمذى ۱: ۱۹۷ باب ماجاء فی ثواب الشهداء)

میں جلنے اور گاڑی یا ریل کے نیچے دب کر مرجانے والا شہید ہے یا نہیں؟ اس کو غسل کی حاجت ہے یا نہیں؟ (۲) جو شخص کسی تیز رفتار گاڑی یا بھاری بوجھ تلے دب کر مرجائے اور لاش پاش پاش ہو جائے اگر غسل کی بجائے تیمم دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳) کن کن حالتوں میں میت کو غسل نہیں دیا جاتا؟ (۴) تیمم میت کیلئے کونسی حالت میں جواز رکھتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمن گمبت مردان ۱۹۷۵.۸.۲۶

الجواب: (۱) یہ اشخاص ثوابی شہداء ہیں لحدیث ورد بذلک ﴿۱﴾، عرفی شہداء نہیں، لان الشہید العرفی وھو الکامل ھو کل مکلف مسلم طاھر قتل ظلما بجارحة ولم یجب بنفس القتل مال ولم یرتث ﴿۲﴾ (ماخوذ از درمختار) لہٰذا اس کو غسل دیا جائے گا۔ (۲) اگر تمام یا اکثر بدن باقی ہو ورنہ اگر بعض بدن یعنی غیر اکثر پایا جائے تو اس پر جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا، کما فی ردالمحتار ﴿۳﴾ والشرح الکبیر ﴿۴﴾، تو غسل کی ضرورت بھی نہیں رہے گی باقی مردہ کو پانی

﴿۱﴾ عن ابی ھریرة قال: قال رسول اللہ ﷺ ما تعدون الشھداء فیکم؟ قالوا: یا رسول اللہ من قتل فی سبیل اللہ فھو شھید، قال: ان شھداء امتی اذاً لقلیل، قالوا: فمن یا رسول اللہ؟ قال: من قتل فی سبیل اللہ فھو شھید، ومن مات فی سبیل اللہ فھو شھید، ومن مات فی الطاعون فھو شھید، ومن مات فی البطن فھو شھید، والغریق شھید. (رواہ مسلم رقم: ۱۹۱۵) وعنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: الشھداء خمسة: المطعون، والمبطون، والغریق، وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ متفق علیہ.

(ریاض الصالحین ۴۰۳ رقم حدیث ۱۳۴۳، ۱۳۵۴ باب الشھداء)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ٦٦٩ باب الشھید)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین وکذا یغسل لو وجد النصف مع الرأس. (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۱: ٦۳۴ مطلب فی حدیث کل سبب ونسب منقطع باب صلاة الجنائز)

﴿۴﴾ قال الحلبی: عن ابن المنذر فی الاشراف لم یصح ذلک (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے یا عورت متوفاۃ کیلئے عورت غاسلہ نہ ہونے کے وقت تیمم کیا جائے گا۔﴿۱﴾زخم کی وجہ سے تیمم دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔(۳) شہید عر فی بغاۃ،قطاع الطریق اور اپنی ظالم قوم سے عصبیت کی طور سے مدافعت کرنے والے کو غسل نہیں دیا جائے گا(ردالمحتار)﴿۲﴾۔ (۴) مر سابقاً. وهو الموفق

شہید کے اقسام اور کفن دفن کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ شہید کی تعریف ذیل کی صورتوں میں صادق ہے یا نہیں؟ (الف) بنابرآں کوئی اگر وارث بدلہ میں از خود اقدام کر کے قاتل کو قتل کرے، آیا اس

(بقیہ حاشیہ)عنها واذا لم يرد اثر بالصلوة على العضو لا يصلى عليه اذا كان فى حكم الكل بان وجد اكثره او النصف ومعه الرأس اذ للاكثر حكم الكل وكذا النصف مع الرأس لاشتماله على اكثر الاعضاء الرئيسة بخلاف ما لو وجد نصفه مشقوقا طولا فانه لا يصلى عليه لئلا يؤدى الى تكرار الصلوة على ميت واحد فانه غير مشروع.

(غنية المستملى شرح منية المصلى ۵۴۲ كتاب الجنازة باب الصلوة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال فى الفتح ولو لم يوجد ماء فتيمم الميت وصلوا عليه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۲ مطلب فى الكفن باب صلاة الجنائز)

قال العلامة كاساني: اما المرأة فنقول اذا ماتت امرأة فى سفرفان كان معها نساء غسلنها وليس لزوجها ان يغسلها عندنا ولنا ما روى عن ابن عباس رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ سئل عن امرأة تموت بين رجال فقال تيمم بالصعيد.

(بدائع الصنائع ۲: ۳۵ فصل فى بيان من يغسل صلاة الجنازة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: والمكابرون فى المصر ليلا بمنزلة قطاع الطريق كما فى البحر عن شرح المجمع فمن قتلوه ولو بغير محدد فهو شهيد كما لو قتله القطاع وكذا من قتله اللصوص ليلا كما سيأتى وذكر فى البحر انه زاد فى المحيط سببا رابعا وهو من قتل مدافعا ولو عن ذمى فانه شهيد باى آلة قتل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۷۰ مطلب فى تعداد الشهداء باب الشهيد)

اقدام سے موجودہ شخص کو قاتل اور گنہگار سمجھا جائے گا یا وارث اور صاحب حق سمجھ کر عند اللہ بری الذمہ ہوگا، اور جو فی الحال مقتول ہوا اس کو شہید کہا جائے گا یا قصاص میں سمجھا جائے گا۔ (ب) اگر کسی شخص نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا تو یہ مقتول شہید کہلائے گا یا صرف مقتول، یعنی غسل وکفن وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟ (ج) ہمارے صوبہ سرحد میں اکثر وارادات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اکثر بے گناہ یا ایسی باتوں پر آدمی کو مارا جاتا ہے جس کا کوئی شرعی جواز نہیں ہوتا، ایسے مقتولین پر مظلوم وشہید کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل مولیٰ گورنمنٹ مڈل سکول بابوزئی مردان ۱۹۶۹ء/۱۱/۱۸

الجواب: (ا) شہید کی تین قسمیں ہیں اول وہ جو کہ دنیوی احکام میں شہید ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا جاتا ہو اور خاص کفن نہ پہنایا جاتا ہو تو اس کی تعریف یہ ہے کہ، **کل مکلف مسلم طاهر قتل ظلما بجارحة ولم يجب بنفس القتل مال ولم يرتث** (تنویر الابصار) ﴿۱﴾۔ اور دوم وہ ہے جو کہ اخروی احکام میں شہید ہو مثلاً مطعون، مبطون، غریق وغیرہم (**کما فی حدیث صحیح**) ﴿۲﴾۔ اور سوم وہ جو کہ دنیا وآخرت دونوں کے احکام میں شہید ہو وہ مقتول فی سبیل اللہ ہے جس کی نیت اور ارادہ بھی صحیح ہو ﴿۳﴾ (**وللتفصیل موضع آخر**)۔ ﴿۴﴾

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۹ باب الشهيد)

﴿۲﴾ وعن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ما تعدون الشهيد فيكم قالوا يا رسول الله من قتل فی سبيل الله فهو شهيد قال ان شهداء امتی اذا لقليل من قتل فی سبيل الله فهو شهيد ومن مات فی الطاعون فهو شهيد ومن مات فی البطن فهو شهيد رواه مسلم
(مشكوٰة المصابيح ۱: ۳۳۱ كتاب الجهاد)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: والمراد بشهيد الآخرة من قتل مظلوما او قاتل لاعلاء كلمة الله تعالى حتى قتل فلو قاتل لغرض دنيوی فهو شهيد دنيا فقط
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۷۲ مطلب فی تعداد الشهداء باب الشهيد)

﴿۴﴾ وفی المنهاج: الشهداء ثلاثة انواع الاول: من يكون (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) جب یہ قتل معاینہ سے معلوم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ قاتل نے عمداً قتل کیا ہے تو اس صورت میں وارث کیلئے قصاص لینا جائز ہے یعنی عنداللہ مجرم نہ ہوگا، فی الدر المختار وبه علم ان القضاء ليس بشرط لاستيفاء القصاص والاموال وفي ردالمحتار فلو قتل الولي القاتل قبل القضاء لم يضمن وفيه ايضا ۵: ۲۶۴ قال في الهندية: واذا قتل الرجل عمداً وله ولي واحد فله ان يقتله قصاصا قضى القاضي به او لم يقض انتهىٰ ﴿۱﴾ لكن في الاشباه وشرحه ص ۱۰۱ السابعة الحدود سوى حد القذف لايتوقف على الدعوىٰ بخلاف القصاص لا بد فيه من الدعوىٰ انتهى ﴿۲﴾ فالظاهر ان بعد الدعوىٰ لا يشترط القضاء فافهم.

(۳،۴) اگر یہ شخص مظلوم ہو اور مقتول بقتل عمد ہو اور اس نے خوراک اور علاج وغیرہ نہ کیا ہو تو دنیوی احکام میں شہید ہوگا ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) شهيدا في احكام الدنيا كترك الغسل واحكام الآخرة كالصون من العذاب وتغير البدن في القبر، وهو من قتل في سبيل الله محتسباً، والثاني: من يكون شهيداً في احكام الدنيا دون الآخرة وهو من قتل في سبيل الله غير محتسب، والثالث: من يكون شهيداً في احكام الآخرة دون الدنيا كالمطعون والمبطون.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ۴: ۲۳۴ باب في الشهداء منهم)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۳۹۰ قبيل باب القود فيما دون النفس)

﴿۲﴾ (غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر ۲: ۱۱۸ كتاب الجنايات)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وكذا في الهداية والبدائع معللا بانه ما نال شيأ من راحة الدنيا. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۷۲ مطلب في تعداد الشهداء باب الشهيد).

(وهكذا في غنية المستملي ۵۵۳ في احكام الشهيد)

بم دھماکوں میں مرنے والے شہید ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پشاور میں بم پھٹ گیا یہ بم عموماً روس کے ایجنٹ یا روسی کفار رکھتے ہیں اس دھماکے میں پانچ افراد مر گئے کیا یہ شہید ہیں؟ اور کیا ان کو غسل دیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۴/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ مقتولین شہداء ہیں اور ان کو غسل نہیں دیا جائے گا، کیونکہ کفار اس بم کو قتل کے ارادہ سے رکھتے ہیں، کما یشیر الیہ ما فی البحر (۲: ۱۹۲) لان ما قصد به القتل فهو تسبیب وما لا فلا ﴿۱﴾ انتهیٰ. فافهم

نامعلوم شخص کے فائرنگ سے مرنے والا شہید ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے مکان کے کشادہ صحن میں عشاء کے وقت نامعلوم شخص کے فائرنگ سے قتل ہوا کیا یہ شہید ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال سنگوے ضلع دیر......۲۳/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: بظاہر یہ شخص شہید ہے، کما فی الشامیة ۲: ۲۴۹ طبع المصطفیٰ البابی والمکابرون فی المصر لیلا مثلاً بمنزلة قطاع الطریق ﴿۲﴾. فافهم

صحرا میں مردہ پایا جائے تو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رات کے وقت صحرا

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۹۲ باب الشهيد)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۷۰ باب الشهيد)

میں عمداً قتل ہوا شہر سے قدرے دور بیابان میں پایا گیا کیا یہ شخص شرعاً شہید ہے یا نہیں اور غسل وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی بہرام الدین ڈیرہ اسماعیل خان یکم فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر اس مقتول کو قطاع الطریق اور چوروں نے قتل کیا ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اگر قاتل معلوم نہ ہو تو غسل دیا جائے گا، **قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ۱ : ۸۵۱ وخرج مالو وجد فی مفازة لیس بقربها عمران فانه لا تجب فیه قسامة ولا دیة فلا یغسل وفیه ایضا وکذا من قتله قطاع الطریق خارج المصر بسلاح او غیره فانه شهید ﴿۱﴾. فافهم**

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱ : ۶۷۱ مطلب فی تعداد الشهداء باب الشهید)

قال اللہ تعالیٰ

وفی اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم.

......(المعارج)......

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

کتاب الزکوٰۃ

(وجوب الزکوٰۃ)

کتاب الزکوٰۃ

باب وجوب الزکوٰۃ

انما الصدقات للفقراء والمساکین (الآیۃ) میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں مردوں کو ایصال ثواب کیلئے لوگ کھانا پکاتے ہیں اور امیر وغریب لوگ بغیر فرق کے اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں اب ایک آدمی کہتا ہے کہ خیرات وغیرہ کیلئے بھی فقیر ومسکین لوگوں کا ہونا شرط ہے اور دلیل میں آیت قرآن "انما الصدقات للفقراء والمساکین (الآیۃ)" پیش کرتا ہے براہ کرم اس مسئلہ کی وضاحت تفصیل ودلائل کے ساتھ ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل کیجئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالرحمٰن حقانی واڑی ضلع دیر...... یکم جولائی ۱۹۸۶ء

الجواب: یہ آیت زکوٰۃ پر محمول ہے نہ کہ نفلی صدقات پر، کما صرح بہ ارباب التفسیر ﴿۱﴾ اور غنی کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے ﴿۲﴾ البتہ صاحب ہدایہ کے نزدیک یہ صدقہ صدقہ ہوگا اور بعض کے نزدیک یہ درحقیقت ہبہ ہے (فلیراجع الی ردالمحتار ۴: ۵۲۳) ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال السیوطی: انما الصدقات ای الزکوات مصروفة.

(تفسیر جلالین سورۃ التوبہ پارہ: ۱۰ آیت: ۶۰ رکوع: ۷)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: لا تحل صدقة لغنی خرج النفل منها لان الصدقة علی الغنی ھبة کذا فی البدائع. (البحر الرائق ۲: ۲۴۵ باب المصرف)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله صدقة) والصدقة کالھبة وفی المضمرات ولو قال وھبت منکما ھذه الدار والموھوب لھما فقیران صحت...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ حاجات اصلیہ مثل سواری وغیرہ حاصل نہ ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مالک نصاب ہے لیکن حاجات اصلیہ مثلاً اسلحہ، سواری، خادم وغیرہ نہیں ہیں اب اگر یہ شخص یہ مال ان چیزوں پر خرچ کرے تو پھر مالک نصاب نہیں رہتا، کیا اس شخص (مالک نصاب) پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اور کیا ان اشیاء کی ضرورت نہ ہونے کی صورت میں یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۵ء/۳/۱۰

الجواب: اگر یہ شخص مقروض نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ دینا فرض ہے اور زکوٰۃ لینا حرام ہے

(والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۸)﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) الهبة بالاجماع تاترخانية لكن قال بعده وفى الاصل هبة الدار من رجلين لا تجوز وكذا الصدقة فيحتمل ان قوله وكذا الصدقة اى على غنيين والاظهر ان فى المسئلة روايتين قال فى البحر وصحح فى الهداية ما ذكره من الفرق (قوله كالغنيين) هذا قوله وقال يجوز وفى الاصل ان الهبة لا تجوز وكذا الصدقة عنده ففى الصدقة عنه روايتان خانية .

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ۴: ۵۷۴ قبيل باب الرجوع فى الهبة)

وقال العلامة مرغيناني: وفى الجامع الصغير اذا تصدق على محتاجين بعشرة دراهم او وهبها لهما جاز ولو تصدق بها على غنيين او وهبها لهما لم يجز وقالا يجوز للغنيين ايضا جعل كل واحد منهما مجازا عن الآخر والصلاحية ثابتة لان كل واحد منهما تمليك بغير بدل وفرق بين الصدقة والهبة فى الحكم وفى الاصل سوى بينهم فقال وكذلك الصدقة لان الشيوع مانع فى الفصلين لتوقفهما على القبض ووجه الفرق على هذه الرواية ان الصدقة يراد بها وجه الله تعالىٰ وهو واحد والهبة يراد بها وجه الغنى وهما اثنان وقيل هذا هو الصحيح . (هداية على صدر فتح القدير ۷: ۴۹۷ كتاب الهبة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: اذا امسكه لينفق منه كل......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نابالغ اور مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا ایک بالغ بھائی مجنون (پاگل) ہے اور دو بھائی نابالغ ہیں ان کا مشترکہ مال ہے کیا اس سب مشترکہ مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا صرف زید کے حصہ پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۳/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس صورت میں مجنون اور نابالغوں پر زکوٰۃ واجب نہیں صرف زید کے اپنے حصے پر زکوٰۃ واجب ہے، کما فی الهندیة ۱ : ۱۸۲ ومنها العقل والبلوغ فلیس الزکوٰة علی صبی ومجنون اذا وجد منه الجنون فی السنة کلها هکذا فی الجوهرة النیرة﴿۱﴾. وهو الموفق

لفظ صدقہ سے کوئی چیز زکاۃ کی نیت سے دی جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بکر کو دس روپیہ دیئے اور کہا کہ یہ دس روپیہ صدقہ خدا کے نام پر قبول کرو لیکن اس کی نیت زکوٰۃ کی تھی اور اس کے ذمہ دس روپیہ زکوٰۃ کے بھی تھے یہ زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل وہاب امجد آباد رستم مردان ۱۹۷۳ء/۲/۲۰

الجواب: چونکہ زکوٰۃ بھی صدقات میں داخل ہے، قال الله تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء الخ (الآیة) لہٰذا اس شخص کی زکوٰۃ ادا ہوئی ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) ما یحتاجه فحال الحول وقد بقی معه منه نصاب فانه یزکی ذلک الباقی.

(ردالمحتار ۲ : ۷ مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة)

﴿۱﴾ (فتاوی عالمگیریة ۱ : ۱۷۲ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ومن اعطی مسکینا دراهم وسماها (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نصاب شرعی سے کم مال میں وجوب زکوٰۃ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس پچاس روپے سال بھر رہے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ واجب ہے تو پھر بہشتی زیور کا یہ مسئلہ واضح کیا جائے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دوسو روپے موجود ہیں اور ڈیڑھ سو روپے قرض ہے تو قرض ادا کرنے کے بعد پچاس روپیہ رہ گئے اور پچاس میں زکوٰۃ واجب نہیں اب مطلب آخری فقرہ میں ہے کہ پچاس میں زکوٰۃ واجب نہیں حالانکہ یہ پچاس دوسو میں سے سال بھر سے موجود ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم .....

الجواب: میرے پاس بہشتی زیور موجود نہیں ہے فی الحال یہ توجیہ لکھی جاتی ہے کہ بہشتی زیور میں دوسو روپیہ شرعی مراد ہے اور اس سے کم نصاب نہیں ہے لہٰذا پچاس روپیہ میں وجوب زکوٰۃ نہیں ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مال بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گھر میں چار بھائی رہتے ہیں ہر ایک کی بیوی کے پانچ تولہ سونا مہر ہے انفرادی طور پر ہر ایک کا مہر نصاب سے کم ہے البتہ اجتماعی طور پر نصاب سے زیادہ بن جاتا ہے کیا اس سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: امین اللہ زنڈو بانڈہ پشاور

(بقیہ حاشیہ) هبة او قرضا ونوى الزكاة فانها تجزيه وهو الاصح هكذا في البحر الرائق.
(فتاوىٰ عالمگيرية ۱ : ۱۷۱ كتاب الزكاة)

﴿۱﴾ یہ اس زمانے کا حکم ہے جب روپیہ چاندی کا ہوتا تھا یا سونے کا اور اس دور میں کاغذی کرنسی رائج ہے اسلئے اب حکم یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنے روپیہ یا نوٹ موجود ہوں جس کی قیمت بازاری بھاؤ کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ (از مرتب)

الجواب: بہ ظاہران پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ ہرایک کی انفرادی ملکیت نصاب سے کم ہے﴿۱﴾۔ وھوالموفق

سونے اور چاندی کے خلط اورانفراد کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس چارتولہ سونے کے زیورات ہیں اور چاندی یا نقد رقم نہیں ہے اس میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ اور دیگر میرے پاس تین تولہ سونے کے زیورات اور پچیس تولے چاندی کے زیورات ہیں اس کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق پشاور......۱۹۷۷ء/۸/۱۰

الجواب: (۱) اگر آپ کے پاس صرف چارتولہ سونا ہے چاندی اور نقد نوٹ وغیرہ آپ کے پاس نہ ہوں تو آپ غنی نہیں ہیں آپ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے﴿۲﴾۔ (۲) اگر آپ کے پاس تین تولہ سونا اور پچیس تولہ چاندی ہے تو آپ پر زکوٰۃ واجب ہے دونوں کی قیمت کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا، ضم اور اختلاط کی صورت میں انفع للفقراء کی رعایت کی جائے گی، کما فی ردالمحتار ۲: ۴۶ ولکن یجب ان یکون التقدیم بما ھو انفع للفقراء رواجاً ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: (قوله وسببه ملک نصاب حولی)..... ذکر فی البدائع من الشروط الملک المطلق قال وھو الملک یدا او رقبة وقال ان السبب ھو المال الخ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۴ مطلب الفرق بین السبب والشرط والعلة) وفی الھندیة: ومنھا کون المال نصابا فلا تجب فی اقل منه. (عالمگیریة ۱: ۱۷۲ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾قال العلامة الحصکفی: نصاب الذھب عشرون مثقالا، قال ابن عابدین: (قوله عشرون مثقالا) فما دون ذلک لا زکاة فیه. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱ باب زکاة المال)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۳۷ باب زکاة المال)

حرمان زکوٰۃ کا نصاب

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرمان زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر علی وزیرستانی متعلم حقانیہ

الجواب: جو شخص حوائج اصلیہ کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا پندرہ روپیہ فی تولہ کے حساب سے سات سو اٹھاسی روپیہ تقریباً یا اس مقدار رقم کا مال تجارت (یا دیگر اشیاء خواہ نامی ہو یا غیر نامی) وغیرہ رکھتا ہو تو وہ غنی ہے زکوٰۃ نہیں لے سکتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زکوٰۃ کی فرضیت کیلئے بلوغ شرط ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض بیوہ گان جن کو شوہر مرحوم سے جو ورثہ مل جاتا ہے وہ یہ رقم اپنے یتیم نابالغ بچوں کے نام جمع کرادیتی ہیں اور فی الوقت یہ مسئلہ بہت عام بن گیا ہے تو اس نابالغ بچوں کے نام پر جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالٰہی کھولہ جہلم

الجواب: واضح رہے کہ یہ رقم اگر ان نابالغ بچوں کی ملکیت ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، قال رسول الله ﷺ رفع القلم من ثلث وعن الصبي حتى يبلغ ﴿۲﴾ وفي الدر المختار

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين: لا بأس ان يعطى من الزكاة من له مسكن وما يتأثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم ان كان من اهله فان كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتى درهم حرم عليه اخذ الصدقة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷۰ مطلب في الحوائج الاصلية باب المصرف)

﴿۲﴾رواه الترمذى وابوداؤد ورواه الدارمى عن عائشة وابن ماجة عنهما

(مشكواة المصابيح ۲: ۲۸۴ باب الخلع والطلاق الفصل الثاني)

وشرط افتراضها عقل وبلوغ (۲: ۴)﴿۱﴾. وهو الموفق

نقد روپیہ میں ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے دور واقع ہونے کی وجہ سے کچھ اراضی بعوض بیس ہزار روپیہ فروخت کی اور رقم اپنے پاس محفوظ رکھی غرض یہ تھی کہ کہیں نزدیک کوئی بہتر اراضی مل جائے تو خریدلوں گا اس دوران ایک سال کا عرصہ گزر گیا لیکن مطلوبہ اور پسند کی اراضی نہ مل سکی، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم میں زکوٰۃ واجب ہے؟ کیا ہر سال جب تک یہ رقم کسی دوسرے کام میں خرچ نہ کی جائے زکوٰۃ فرض ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید خیبرٹو بیکومردان

الجواب: اس رقم سے ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ دینی پڑے گی، کما فی ردالمحتار ۲: ۸ ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع الخ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۴ كتاب الزكاة)

وقال الكاساني: ولنا انه لا سبيل الى الايجاب على الصبي لانه مرفوع القلم بالحديث ولان ايجاب الزكوٰة ايجاب الفعل وايجاب الفعل على العاجز عن الفعل تكليف ماليس في الوسع ولا سبيل الى الايجاب على الولي ليؤدى من مال الصبي لان الولي منهي عن قربان مال اليتيم الا على وجه الاحسن بنص الكتاب واداء الزكاة من ماله قربان ماله لا على وجه الاحسن لما ذكرنا في الخلافيات الخ.

(بدائع الصنائع ۲: ۸۱ شرائط فرضية الزكاة)

وفي الهندية: ومنها العقل والبلوغ فليس الزكاة على صبي ومجنون الخ.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ مطلب في زكاة ثمن المبيع كتاب الزكاة)

اوزان نصاب زکوٰۃ میں حضرت تھانوی اور محقق لکھنوی کا اختلاف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ از تخریج مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور از تخریج مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نصاب سونا پانچ تولہ اور اڑھائی ماشہ ہے اور نصاب چاندی چھتیس تولہ اور ساڑھے پانچ ماشہ ہے ان میں تطبیق اور تصحیح کی صورت کیا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ضیاء الدین ہنگو کوہاٹ......۳۰/رجب ۱۳۹۹ھ

الجواب: حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا حساب درست ہے، مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ نے بڑے تولوں سے جو کہ ابھی رائج نہیں، سے اندازہ لگایا ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾سونے اور چاندی کے سلسلہ میں احکام واوزان قدیم عربی اوزان کے مطابق ہیں اب خود عرب ممالک میں وہ قدیم اوزان رائج نہیں ہیں اسی طرح پاک و ہند میں دوسری طرح کے اوزان اور پیمانے رائج ہیں بلکہ اب عالمی سطح پر بین الملی اوزان رائج ہو گئے ہیں اسلئے اس اختلاف کی وجہ سے قدیم سے علماء نے مستقل رسالوں اور متفرق فتاویٰ میں مفصل مطول اور مختصر بحثیں کی ہیں، مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کی ایک مستقل کتاب اوزان شرعیہ ہی کے موضوع پر ہے اور مذکورہ نصاب کی تخریج کی ہے جبکہ دوسری طرف مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ نے یہ دوسرا نصاب مقرر کیا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اختلاف یہاں سے پیدا ہوا کہ مولانا لکھنوی رحمہ اللہ نے ستر جو جو مقدار درہم ہے اس کو دو ماشہ ڈیڑھ رتی قرار دیا اور جمہور علماء ہند نے تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا قرار دیا ... احقر نے ستر جو علیحدہ اور سو جو علیحدہ پوری احتیاط کے ساتھ وزن کئے کہ حسب تصریح فقہاء جو بھی متوسط لئے جو سب ذم بریدہ غیر مقشورہ تھے پھر خود بھی چند بار وزن کیا اور متعدد صرافوں سے وزن کرایا، اول رائج الوقت ماشہ کے ساتھ وزن کرایا تو ستر جو تین ماشہ پانچ رتی کے ہوئے اور سو جو پانچ ماشہ دو رتی کے ہوئے لیکن رائج الوقت ماشہ تولہ اصل تولہ ماشہ سے کسی قدر کم ہے کیونکہ اس وقت بازار میں سکہ انگریزی روپیہ کو ایک تولہ قرار دے دیا گیا ہے جو حقیقتاً ساڑھے گیارہ ماشہ ہے ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انکم ٹیکس زکوٰۃ کا متبادل نہیں ہوسکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہلے زمانے میں اسلامی حکومت زکوٰۃ خود وصول کیا کرتی تھی لیکن فی زمانناحکومت انکم ٹیکس وصول کرتی ہے کیا یہ انکم ٹیکس زکوٰۃ کا متبادل ہوسکتا ہے؟ یا وہ رقم شرعی زکوٰۃ کی رقم سے منہا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مثلاً زید کے ذمہ کسی سال دو ہزار روپیہ زکوٰۃ ہے اور اسی سال حکومت زید سے چھ سو روپے انکم ٹیکس وصول کرتی ہے اب زید مبلغ چودہ سو روپیہ ادا کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن مشین محلہ ۲ جہلم شہر

الجواب: حکومت کا انکم ٹیکس وصول کرنا ایک غیر اسلامی عمل ہے یعنی نہ اس میں شرائط زکوٰۃ کی رعایت کی جاتی ہے اور نہ مصارف شرعیہ میں صرف کی جاتی ہے، لہٰذا اس ٹیکس کو زکوٰۃ سے گرداننا غیر صحیح ہے اور بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسی رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے (جس کو دی جاتی ہے اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دیوے) دینے سے ذمہ فارغ ہوجاتا ہے لیکن یہ معاملہ خلاف احتیاط ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اور اصل تولہ سے چار رتی کم ہے الخ (اوزان شرعیہ ۱۰) پس ہر دور کے تولوں اور رتوں میں فرق ہوتا رہا، اسی طرح بہت قریب وقت میں مختلف سیر رائج تھے مثلاً سیر اکبری ساڑھے باون تولہ، سیر شاہ جہانی ستر تولہ، سیر عالمگیری ستتر تولہ، سیر فرخ شاہی چور اسی تولہ، سیر انگریزی اسی تولہ قبائلی سیر ایک سو آٹھ تولہ وغیرہ، اسلئے اب علماء کا رجحان اسی وزن کی طرف ہے جو اکابرین دیوبند کی تحقیق ہے اور اسلئے فتویٰ اسی ہی پر ہے۔...... (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال في التجنيس والولوالجية السلطان الجائر اذا اخذ الصدقات قيل ان نوى بادائها اليه الصدقة عليه لا يؤمر بالاداء ثانيا لانه فقير حقيقة ومنهم من قال الاحوط ان يفتى بالاداء ثانيا كما لو لم ينو لانعدام الاختيار الصحيح واذا لم ينو منهم من قال يؤمر بالاداء ثانيا وقال ابو جعفر لا لكون السلطان له ولاية الاخذ فيسقط عن ارباب الصدقة فان لم يضعها موضعها لا يبطل اخذه.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ریڈیو، ٹی وی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ حوائج اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں؟ ان پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۵ء/۹/۱۰

الجواب: آلات لہواور آلات عیاشی حاجات اصلیہ میں داخل نہیں ہیں البتہ ان کی قیمت میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے صرف موجب غنا ہیں ﴿۱﴾ اور جولوگ حکومت یا سیاست میں حصہ لیتے ہیں ان کیلئے یہ

(بقیہ حاشیہ) وبه يفتى، وهذا فى صدقات الاموال الظاهرة اما لو اخذ منه السلطان اموالا مصادرة ونوى اداء الزكاة اليه فعلى قول المشائخ المتأخرين يجوز والصحيح انه لا يجوز وبه يفتى لانه ليس للظالم ولاية اخذ الزكاة من الاموال الباطنة...... قلت وشمل ذلك مايأخذه المكاس لانه وان كان فى الاصل هو العاشر الذى ينصبه الامام لكن اليوم لا ينصب لاخذ الصدقات بل لسلب اموال الناس ظلما بدون حماية فلا تسقط الزكاة باخذه كما صرح به فى البزازية فاذا نوى التصدق عليه كان على الخلاف المذكور.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ٢: ٢٦ مطلب فيما لو صادر السلطان رجلا فنوى بذلك اداء الزكاة اليه باب زكاة المال)

﴿١﴾ قال العلامة ابن نجيم: وفسرها (اى الحاجة الاصلية) فى شرح المجمع لابن الملك بما يدفع الهلاك عن الانسان تحقيقا او تقديرا فالثانى كالدين والاول كالنفقة ودور السكنىٰ وآلات الحرب والثياب المحتاج اليها لدفع الحر او البرد وكالآلات الحرفة وآثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لاهلها...... وشرط ان يكون النصاب ناميا والنماء...... فى الشرع هو نوعان حقيقى وتقديرى فالحقيقى الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات والتقديرى تمكنه من الزيادة بكون المال فى يده او يد نائبه فلا زكوٰة على من لم يتمكن منها فى ماله كمال الضمار الخ. (البحر الرائق ٢: ٢٠٦ كتاب الزكاة)

آلات حاجات اصلیہ شمار ہوں گے۔﴿۱﴾۔وھو الموفق

سواری کیلئے موٹر کار، قالین، ریڈیو، دکان کے فرنیچر وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس ضروریات زندگی کی چیزیں مثلاً سواری کیلئے موٹر کار، گھر میں قالین، ریڈیو اور دکان کے فرنیچر وغیرہ ہیں ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اینڈ کو کمیسٹ پشاور......۱۹۷۴ء/۸/۱۵

الجواب: ان چیزوں میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ یہ اموال نامیہ نہیں جبکہ تجارت کیلئے نہ ہوں، کما فی الهندية: ۱: ۱۸۳ ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس فی دور السكنىٰ وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوٰة﴿۲﴾ انتهىٰ، وصرحوا ان المال النامی هو مال التجارة والسوائم والنقدان ﴿۳﴾.فافهم، وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن نجيم: فغير مفيد لان كلامهم فی بيان ما هو من الحوائج الاصلية ولا شك ان الكتب لغير الاهل ليست منها وهو تقييد مفيد كما لا يخفىٰ قال ابن عابدين فی المنح: قوله وهو تقييد مفيد كما لا يخفی قال فی النهر هذا غير سديد اذالكلام فی شرائط وجوب الزكاة التی منها الفراغ عن الحوائج الاصلية ومقتضی القيد وجوبها علی غير الاهل لما انها ليست من الحوائج الاصلية فی حقهم الخ. (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۰۶ كتاب الزكوة)

﴿۲﴾ (فتاوی عالمگيرية ۱: ۱۷۲ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال الشامی: (نام ولو تقديراً) وفی الشرع هو نوعان حقيقی وتقديری فالحقيقی الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات والتقديری تمكنه من الزيادة بكون المال فی يده او يد نائبه بحر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ كتاب الزكاة)

زکوٰۃ میں تاخیر مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سال کی زکوٰۃ دوسرے سال تک بقایا رہ جائے اور پھر دوسرے سال ادا کی جائے شرعاً اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ ٹل کوہاٹ......۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر مکروہ ہے ﴿۱﴾ البتہ تاخیر سے ادا کرنے کو قضا نہیں کہا جائے گا بلکہ ادا ہوگی۔ وھو الموفق

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تعجیل افضل ہے تاخیر بہتر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں فرض ادا کرنے کا ثواب ستر گنا ہوتا ہے جبکہ بعض لوگ ماہ رجب میں زکوٰۃ دینے اور وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالغفار منگورہ سوات......۴/شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنے سے یہ ستر گنا ثواب حاصل ہوتا ہے ﴿۲﴾ البتہ زکوٰۃ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: ما ذكر الفقيه ابو جعفر عن ابى حنيفة انه يكره ان يؤخرها من غير عذر. (فتح القدير ۲:۱۱۴ كتاب الزكاة)

وفى الهندية: وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتاخيره من غير عذر وفى رواية الرازى على التراخى حتى يأثم عند الموت والاول اصح كذا فى التهذيب. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۱۷۰ كتاب الزكاة الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة على بن سلطان القارى: ومن ادى فريضة فيه بدنية او مالية كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه اى من الاشهر وهذا فيما سوى الحرم اذحسناته عن مأة الف فى غيره. (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۷:۲۳۷ كتاب الصوم الفصل الثالث)

میں تعجیل افضل ہے قصداً عمداً تاخیر کرنا بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾ پس جس پر زکوٰۃ رجب ۱۳۹۷ھ میں واجب الادا ہونے والی ہوا گر یہ شخص رمضان ۱۳۹۶ھ میں زکوٰۃ دیدے تو اس ثواب کا مدرک ہوگا۔ وھو الموفق

صاحب مال کی زکوٰۃ خود اس کے ذمہ ہے دوسرے کے ذمہ پر نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر نے زید کو کاروبار کیلئے رقم دی ہے سال بھر گزرنے کے بعد زید اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے لیکن عمر زکوٰۃ نہیں دیتا جبکہ وہ بھی صاحب نصاب ہے اس صورت میں عمر کے مال کی زکوٰۃ زید کے ذمہ ہے یا صرف اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی رئیس خان عادل مارکیٹ بنوں ۱۶/رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر عمر نے زید کو یہ رقم بطور قرض دی ہو تو مقدار قرض کی زکوٰۃ عمر کے ذمہ واجب ہے ﴿۲﴾ اور اس سے زائد آمدنی کی زکوٰۃ زید کے ذمہ واجب الادا ہے اور اگر عمر نے زید کو یہ رقم بطور مضاربت یا بطور شرکت کے دی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمر پر اس رقم کے حصہ آمدنی کی زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۳﴾ (ماخوذ از ردالمحتار والھندیة). وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فیأثم بتاخیرها) ظاهره الاثم بالتأخیر ولو قل کیوم او یومین لانهم فسروا الفور باول اوقات الامکان وقد یقال المراد ان لا یؤخر الی العام القابل لما فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم. فتأمل.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: اعلم ان الدیون عند الامام ثلاثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتها اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درهما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارة فکلما قبض اربعین درهما یلزمه درهم.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زکاة المال)

﴿۳﴾قال الحصکفی: وان تعدد النصاب تجب اجماعا (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

غنی بننے کے وقت سے قمری سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رجب یعنی زکوٰۃ کے مہینے میں میں ملازم ہوا اور ہر ماہ ایک ہزار روپے بچت ہوتی ہے سال بھر گزرنے کے بعد رجب کے مہینے میں میرے پاس بارہ ہزار روپے جمع ہوئے اب زکوٰۃ کا کیا مسئلہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید یو،اے،ای ... ۲۸/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ جس تاریخ سے غنی بن گئے ہیں تو اسی تاریخ پر آپ قمری سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کریں گے خواہ درمیان سال میں دیگر رقم حاصل ہوئی ہو یا نہیں ہوئی ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

والد کے اموال میں بیٹوں کیلئے اباحت اور اجازت عامہ کی صورت میں زکوٰۃ وغیرہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے تین چار بیٹے ہیں اور اس کے مال میں عام طور پر تصرف کرتا ہے حتی کہ اس سے سائیکل موٹر سائیکل وغیرہ بھی خریدتے ہیں اور والد کو پتہ نہیں ہوتا اور نہ والد کو مال کا حساب کتاب معلوم ہے اور والد ان کو یہ بھی کہتا ہے کہ یہ آپ کا مال ہے جس طرح چاہے تصرف کیا کریں کیا ان پر اس کی وجہ سے فریضہ حج، اضحیہ، زکوٰۃ وغیرہ احکام لاگو ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نخبۃ اللہ بلوچستان ۲۶/اگست ۱۹۷۵ء

(بقیہ حاشیہ)ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی فان بلغ نصیب احدھما نصابا زکاہ دون الآخر. قال الشامی: صورتہ ان یکون لھما مأۃ وثلاث وعشرون شاۃ لاحدھما الثلثان وللآخر الثلث فالواجب شاتان فیأخذ من کل منھما شاۃ فیرجع صاحب الثلثین بالثلثین من الشاۃ التی دفعھا صاحب الثلث ویرجع صاحب الثلث بالثلث من شاۃ دفعھا صاحب الثلثین الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۸ قبیل مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصد)

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ومنھا حولان الحول علی المال العبرۃ فی الزکاۃ للحول القمری کذا فی القنیۃ. (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱: ۱۷۵ کتاب الزکاۃ)

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں والد کی طرف سے اباحت اور اجازت عامہ موجود ہے نہ کہ تملیک ﴿۱﴾ لعدم الھبۃ وغیرھا من اسباب الملک، لہٰذا ان اولاد کیلئے حج کرنا اور تصدق کرنا درست ہیں البتہ ان پر فریضہ عائد نہیں ہے، لعدم ملک الزاد ولعدم ملک النصاب. وھو الموفق

نصاب سے کم سونا اور کچھ رقم اور مہر مؤجل کی صورت میں شوہر پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں! (۱) زید کے پاس پانچ تولے سونے کے زیورات اور دوسو روپے سے زائد رقم ہے کیا وہ سال بھر گزرنے پر سونے اور رقم دونوں سے زکوٰۃ دیگا یا صرف رقم سے؟ اور سونا جو نصاب سے کم ہے اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ (۲) زید پر مہر کا حق باقی ہے سال گزر جانے پر شوہر زکوٰۃ ادا کرے گا یا عورت؟ اس صورت میں شوہر عورت کا مقروض ہے اور عورت کے قبضے میں مال نہیں ہے کیا اس صورت میں دونوں بریٔ الذمہ ہیں؟ حالانکہ زید کے پاس جو مال ہے اس کی باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد مغل آباد راولپنڈی صدر ۱۹۶۹ء/۱۰/۲۰

الجواب: (۱) افضل یہ ہے کہ سونے کی قیمت اور نقد دونوں کے حاصل جمع سے زکوٰۃ ادا کرے ﴿۲﴾۔ (۲) چونکہ حق مہر دین ضعیفہ میں داخل ہے لہٰذا عورت پر حق مہر کی زکوٰۃ نہیں ہے یعنی وصول

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: واطلق الملك فانصرف الى الكامل وهو المملوك رقبة ويداً. (بحر الرائق ۲: ۲۰۳ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو ضم احد النصابين الى الاخر حتى يؤدى كله من الذهب او من الفضة لاباس به لكن يجب ان يكون التقويم بما هو انفع للفقراء قدرا ورواجا والايؤدى من كل واحد ربع عشر كذا في محيط السرخسي.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۹ الفصل الاول في زكاة الذهب والفضة)

کرنے سے پہلے ﴿۱﴾ اور چونکہ شوہر پر مہر قرضہ ہوتا ہے لہٰذا وہ مقدار مہر کی زکوٰۃ نہیں دے گا مقدار مہر سے زائد اگر نصاب تک پہنچتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

والد کے ذمہ بیٹوں کا قرضہ ہو تو اس قرض کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کے ذمہ بیٹوں کا قرضہ ہو لیکن والد کی استطاعت نہ ہو کہ وہ ادا کر کے فارغ ہو اور یہ بالغ بیٹے بھی مطالبہ نہیں کر سکتے ہو یا مطالبہ کا خیال نہ ہو اب اس رقم کی زکوٰۃ بیٹوں پر واجب ہوگی یا والد پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ (ر) کمانڈر ایف سی خیر آباد پشاور ۱۹۶۹ء/۹/۲۰

الجواب: اگر بیٹوں نے یہ قرضہ والد کو معاف کیا ہو اور مطالبہ کا خیال نہ ہو تو اس کی زکوٰۃ کسی پر نہیں ہے اور اگر معاف نہیں کیا گیا ہو تو بیٹوں کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

گیارہ تولے سونے میں شریک والد و بیٹوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے چار بیٹے ہیں اور سب شادی شدہ ہیں اور اکٹھے رہتے ہیں ان کے پاس گیارہ تولے سونا ہے مگر بیس ہزار روپے کے مقروض

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: واما المرأة فلان مهرها علی الزوج دین ضعیف وقد استحق الزوج نصفه قبل القبض فلا زکاة علیها مالم یمض حول جدید بعد القبض للباقی تأمل. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴ قبیل باب العاشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: فلا زکاة علی مکاتب ومدیون للعبد بقدر دینه فیزکی الزائدان بلغ نصابا. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۸،۷ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو کا الدین علی مقرملئ او فوصل الی ملکه لزم زکاة مامضی. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۰ کتاب الزکاة)

بھی ہیں ان کے متعلق زکوٰۃ کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الرحمن سیر گلہ مری ۱۶/۸/۱۴۰۱ھ

الجواب اگر والد اور بیٹے اس سونے کے مشترکہ طور پر مالک ہوں تو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے، لعدم السبب ﴿۱﴾ اور اگر اس کا واحد مالک والد ہو اور قرضہ پانچوں پر ہو تو والد پر زکوٰۃ فرض ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بیٹے کے صاحب نصاب ہونے سے والد غنی نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ فقیر اور بیٹا غنی ہے بیٹے کے غنی ہونے کی وجہ سے والد غنی ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ ورانہ ضلع کرک ۱۴/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: بیٹے کی غنا سے والد غنی نہیں ہوتا ﴿۳﴾ اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے خواہ الگ رہتا ہو یا اکٹھا۔ وھو الموفق

زکوٰۃ کی رقم گم ہونے کی صورت میں دوبارہ ادائیگی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے سرمایہ میں سے سال بھر گزرنے کے بعد زکوٰۃ کی رقم جدا کرلی، اور مستحقین کو پہنچانے کیلئے جیب میں رکھ دی اسی دوران

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: ولان سبب وجوب الزکاة ملک النصاب.
(بدائع الصنائع ۲: ۸۳ شرائط فرضیة الزکاة کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: الزکاة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملکا تاما وحال علیه الحول. (فتح القدیر ۲: ۱۱۲ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ویجوز صرفها الی الاب المعسر وان کان ابنه موسرا کذا فی شرح الطحاوی. (فتاوی عالمگیریة ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

جیب کترے نے یہ رقم چرالی اور اسے کوئی پتہ نہ چلا اب یہ شخص دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گا یا وجوب زکوٰۃ سے فارغ ہوگیا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض الوہاب اضاخیل نوشہرہ ۱۹۸۸ء/۹/۲۷

الجواب: مالک سے ہلاکت کی صورت میں یہ زکوٰۃ برحال خود عائد ہے﴿۱﴾ البتہ جب عامل (زکواۃ کا چیئرمین) سے گم ہو جائے یا ہلاک ہو جائے تو ملاک کے ذمے فارغ ہیں (ہندیہ)﴿۲﴾۔وهو الموفق

وکیل زکوٰۃ سے چوری ہونے کی صورت میں مالک کیلئے دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی آدمی کو زکوٰۃ کا مال دیا کہ اسے فقراء میں تقسیم کرے، وہ مال زکوٰۃ اس آدمی سے چوری ہوگیا یا جیب کترے نے لے لیا کیا مالک پر یہ زکوٰۃ دوبارہ دینا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام احمد عفی عنہ

الجواب: ہاں مالک پر اس زکوٰۃ کا دوبارہ ادا کرنا لازمی ہے کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں اگرچہ نیابت جائز ہے،لما فی الدر المختار: العبادة المالية كزكوٰة وكفارة تقبل النيابة عن المكلف

﴿۱﴾ قال العلامة الطاهر بن عبد الرشيد البخارى: رجل عزل زكوٰة ماله ووضعها فى ناحية بيته فسرقها سارق لا يقطع يده للشبهة وعليه ان يزكيها.

(خلاصه الفتاوىٰ ۱ :۲۳۸ قبل الفصل السادس كتاب الزكاة)

وقال ابن عابدين: فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكاة ولو مات كان ميرا ثاعنه بخلاف ما اذا ضاعت فى يدالساعى لان يده كيد الفقراء. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ :۱۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفى الهندية: ولو هلك المال فى يد العامل او ضاع سقط حقه واجزا عن الزكاة عن المؤدين. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱ :۱۸۸ الباب السابع فى المصارف)

مطلقا عند القدرة والعجز (کتاب الحج)﴿۱﴾ لیکن فراغت ذمہ نیت کے ساتھ ادا سے حاصل ہوتا ہے خواہ اصالۃً ہو یا وکالۃً ہو جو یہاں نہیں پائی گئی، بخلاف ما اذا هلک عند الساعی والعامل لانه وکیل الفقراء دون الملاک، فی الدرالمختار او مقارنته بعزل ما وجب کله او بعضه ولا یخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء الی الفقراء. قال الشامی: قوله لا یخرج عن العهدة بالعزل فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکوٰة ولو مات کان میراثا عنه بخلاف ما اذا ضاعت فی ید الساعی لان یده کید الفقراء (ردالمحتار ۲: ۱۵) ﴿۲﴾ قلت وید الوکیل ید الموکل فافترقتا. وهوالموفق

زکوٰۃ کی ادائیگی میں موجودہ شہر کی قیمت معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تاجر پشاور سے مبلغ دوسو روپے پر گڑ کی بوری خرید کر لاتا ہے اب یہاں کوہاٹ میں دوسو ستر روپے پر فروخت کرتا ہے اب رجب کا مہینہ آ گیا لیکن بوری تا حال فروخت نہیں ہوئی ہے اب زکوٰۃ دوسو روپے کے حساب سے دیں گے یا دوسو ستر روپے کے حساب سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ جہان ملنگ کرک ضلع کوہاٹ... ۱۲/رجب ۱۳۹۷ھ

الجواب: زکوٰۃ کی بابت اس شہر کی قیمت معتبر ہوگی جس میں یہ مال موجود ہو، کما فی شرح التنویر ۲: ۳۰ ویقوم فی البلد الذی المال فیه ﴿۳﴾. وهوالموفق

تکمیل نصاب کے وقت سے حولان حول معتبر ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس تقریباً سات

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۵۷ باب الحج عن الغیر)
﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲ کتاب الزکاة)
﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

تولہ سونا بوقت بیاہ زیورات موجود تھے ایک سال گزرنے کے تین چار مہینے بعد اس کو دو تولے کا ایک زیور اور مل گیا اب ادا زکوٰۃ کیلئے بیاہ کے وقت حولان حول معتبر ہوگا یا آخری زیور ملنے کے بعد معتبر ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: اگر اس عورت کے پاس اس سونے کے علاوہ چاندی اور روپے نہیں تھے تو حولان حول آخری زیور ملنے کے وقت سے معتبر ہوگا، لتحقق الغنا عندها لا قبلها ﴿۱﴾. وهو الموفق

حاجات اصلیہ میں صرف نہ کی گئی رقم پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مہاجر کے پاس پاکستان میں دو لاکھ روپیہ موجود ہے اگر یہ شخص اس کی زمین خرید کر گھر بنائے تو یہ دو لاکھ اس پر خرچ ہوتے ہیں لیکن اس نے ابھی تک گھر نہیں بنایا ہے اگر ان روپوں پر سال بھر گزر جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ وزیر مارکیٹ میران شاہ ....۱۸/ شعبان ۱۴۰۹ھ

الجواب: اکثر فقہاء کے نزدیک اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۲﴾ ويؤيده ما قالوا زائد عن الحوائج الاصلية ولم يقولوا زائد عن قيمة الحوائج الاصلية. وهو الموفق

زکاۃ کی رقم مقروض کے قرضہ میں دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو قرضہ کی ضرورت تھی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله لحولانه عليه اى لان حولان الحول على النصاب شرط لكونه سببا وهذا علة للنسبة وسمي الحول حولا لان الاحوال تتحول فيه او لانه يتحول من فصل الى فصل من فصوله الاربع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۵ مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: في المعراج في فصل زكاة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں نے کسی دوسرے آدمی کے نام رقعہ دیکر اس سے قرضہ لے لیا بعد میں اس کا کاروبار بھی دیوالیہ ہوگیا، اب قرضہ ادا کرنے کیلئے اس کے پاس رقم نہیں رہی اب اگر میں زکوٰۃ کی رقم اس مقروض کے قرضہ میں ادا کروں تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں سراج الدین نوشہرہ صدر.....۱۳/رجب ۱۳۹۳ھ

الجواب: آپ اس مقروض (دیوالیہ) کا قرض اس کے حکم کے بعد مال زکوٰۃ میں سے ادا کر سکتے ہیں یعنی آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہوگی اور قرضہ سے اس کا ذمہ بھی فارغ ہو جائے گا، کما فی ردالمحتار ۱: ۲۰۲ ولو قضى دين الفقير بزكوٰة ماله ان كان بامره يجوز وان كان بغير امره لا يجوز وسقط الدين ﴿۱﴾. وهو لموفق

مقروض پر قرضہ کی زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے مکان کی تعمیر کیلئے حکومت سے قرضہ حاصل کرلیا اور کسی وجہ سے تعمیر شروع نہیں کی اب اس قرضہ پر سال گزر گیا ہے کیا اس قرض کی رقم پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مشتاق احمد صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد.....۱۹۹۱ء/۵/۲

الجواب: آپ جس تاریخ کو باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو اسی وقت اسی قرضہ اور دیگر قرضہ

(بقیہ حاشیہ) العروض ان الزكاة تجب فى النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا فى البدائع فى بحث النماء التقديرى.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ :۷ مطلب فى زكاة ثمن المبيع كتاب الزكاة)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ :۶۸ باب المصرف وهكذا فى فتاوىٰ عالمگيرية ۱ :۱۹۰ الباب السابع فى المصارف)

جات کوزکوٰۃ سے مستثنیٰ کیا کریں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

قرض کی زکوٰۃ مقروض پرنہیں قرض دہندہ پر ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱)اگرکوئی شخص کسی سے قرضہ لے لےاور یہ رقم سال بھرمقروض کے پاس رہےاگر چہ واپس کرنے کی طاقت رکھتا ہےلیکن وہ اس پر کاروبارکرتا ہےاب زکوٰۃ کس پرواجب ہوگی؟(۲)دو بھائی کاروبار میں شریک تھےتقسیم کے بعد بڑے بھائی کے ذمہ بیس ہزارروپے چھوٹے بھائی کوادا کرنے پڑےلیکن سال بھرمیں یہ رقم ادانہیں کی اوراس پر کاروبارکرتارہااب زکوٰۃ کس پرواجب ہوگی؟بینوا توجروا

المستفتی:محمدانورصوابی......۱۰/ذی القعدہ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱)مقدارقرض کی زکوٰۃ قرض لینے والے سے ساقط ہے﴿۲﴾اورقرض دینے والے پرفرض ہے(شامی،بحر،ہندیہ)۔(۲)صورت مسئولہ میں اس رقم کی زکوٰۃ اس قارض (چھوٹے بھائی)پرفرض ہوگی نہ کہ بڑے بھائی پر(شامی،بحر،ہندیہ)﴿۳﴾۔وھو الموفق

مقروض کوزکوٰۃ میں قرضہ چھوڑنے سے زکوٰۃ ادانہیں ہوتی

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک آدمی کےذمہ میراقرضہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: فلازكاة على مكاتب ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائد ان بلغ نصابا. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۸،۷ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائدان بلغ نصابا (قوله بقدر دينه) متعلق بقوله فلا زكاة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۸ مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولوكان الدين على مقر ملئ فوصل الى ملكه لزم زكاة ما مضى. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۰ مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

ہو اور ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور شرم کے مارے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے قرضہ زکوٰۃ میں چھوڑ دے لہٰذا اگر میں خود بخود قرضہ میں زکوٰۃ چھوڑ دوں کیا یہ زکوٰۃ ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نظیر بادشاہ کوہاٹ ۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: قرضہ چھوڑنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے لہٰذا قارض کیلئے ضروری ہے کہ پہلے مقروض کو زکوٰۃ دیدے اور قبض کے بعد اس سے یہ رقم اپنے قرضہ میں وصول کرے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بینک کی زکوٰۃ فنڈ میں نفع نقصان کی بنیاد پر زیادتی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آزاد کشمیر میں بھی پاکستان کی طرح زکوٰۃ وصول اور تقسیم کی جاتی ہے جب یہ رقم بینکوں میں نفع نقصان کی بنیاد پر جمع کی جاتی ہے تو اس پر کچھ نفع آتا ہے اب یہ نفع زکوٰۃ ہی کا حصہ ہے یا مالکان کا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سردار محمد ابراہیم خان چیف ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ مظفر آباد کشمیر ۱۹۷۶ء/۶/۹

الجواب: یہ حقیقت ہے کہ بینکوں میں ارباب الاموال کے اموال مخلوط رکھے جاتے ہیں مسلم، غیر مسلم، باسود، بلا سود، زکوٰۃ غیر زکوٰۃ وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا البتہ ان میں کاغذی اور اعتباری فرق ہوتا ہے پس کاغذات میں جب زکوٰۃ کے متعلق کاروائی ہو تو اس وقت سے یہ زکوٰۃ گویا حکومت نے کاٹی اور وصول کی، اس کے بعد اس میں جو زیادتی ہوگی وہ بیت المال اور فقراء کے حق میں ہوگی نہ کہ ارباب

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه قال في الشامية (قوله واعلم) الثانية اداء دين عن دين سيقبض كما تقدم عن البحر وهو مالو ابرأ الفقير عن بعض النصاب ناويا به الاداء عن الباقي. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۳ كتاب الزكاة)

الاموال کےحق میں ، ونظیرہ ابل الزکوٰۃ والاضحیۃ اذ ولدت﴿۱﴾ فافھم. وھو الموفق

بینک کا طریقہ اخذ زکوٰۃ درست نہ ہونے کی صورت میں خود ادائیگی کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بینک میں رقم جمع کرادی بینک والوں نے سود کی رقم اس میں شامل کردی بینک نے اس رقم سے ایک سال بعد زکوٰۃ بھی کاٹ دی جبکہ زید کہتا ہے کہ میں زکوٰۃ خود دوبارہ ادا کروں گا کیونکہ حکومت زکوٰۃ کی رقم صحیح مصارف پر خرچ نہیں کرتی، اب اس دوبارہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع راولپنڈی......۱۶/ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب: بینک میں جمع شدہ رقم سے حکومت جبری طور سے زکوٰۃ کاٹ سکتی ہے البتہ ارباب حکومت اوران کا عملہ بے علمی یا بے دینی کی وجہ سے اس زکوٰۃ کو باقاعدہ مصارف پر صرف کرنے سے قاصر ہے پس افضل یہ ہے کہ ملاک باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرے﴿۲﴾ اور کٹوتی کو سودی رقم میں شمار کیا کرے، مثلاً اگر

﴿۱﴾ مطلب یہ ہے کہ جب حکومت نے بینک سے زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کے کھانے میں درج کی تو اب اس پر جو اضافہ اور نفع آتا ہے وہ فقراء میں تقسیم ہوگی کیونکہ بینک میں علیحدگی کی صورت میں مالک کی ملکیت سے یہ رقم نکل چکی ہوتی ہے مثلاً عامل جب زکوٰۃ میں اونٹ وغیرہ وصول کرلے تو خزانہ شاہی کے مد زکوٰۃ میں جمع ہوتا ہے اس دوران وہ جو بچہ پیدا کرلے تو وہ صدقے ہی کا حساب ہوتا ہے، اسی طرح یہ ہے مثلاً قربانی کیلئے جانور خریدا اور ذبح سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے تو تعین قربانی کی وجہ سے اس کا بچہ بھی ذبحہ کیا جاتا ہے یا صدقہ کیا جاتا ہے۔

قال الحصکفی: ولدت الاضحیۃ ولداً قبل الذبح یذبح الولد معھا وعند بعضھم یتصدق بہ بلا ذبح. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۵: ۲۲۷ باب الاضحیۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الکاسانی: واما سلاطین زماننا الذین اذا اخذوا الصدقات والعشور والخراج لا یضعونھا مواضعھا فھل تسقط ھذہ الحقوق عن اربابھا؟ اختلف المشائخ فیہ ذکر الفقیہ ابو جعفر الھندوانی: انہ یسقط ذلک کلہ وان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملاک کو ساڑھے سات روپے فی صد سود ملتا ہے تو یہ سمجھے کہ ان کو پانچ روپے سود مل چکا ہے اور ڈھائی روپے حکومت نے کٹوتی کی ہے۔ وھو الموفق

تاحال حکومتی نظام زکوٰۃ درست اور باقاعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس کو حکومت کی جانب سے جو زکوٰۃ ملتی ہے اس کا لینا شرعاً کیسا ہے؟ جبکہ یہ نظام شرعی اصولوں کے مطابق نہیں ہے کیا یہ زکوٰۃ لینا اس غلط نظام کی تائید نہ ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نثار اللہ باچا اضاخیل بالا نوشہرہ......۱۹۸۵ء/۱۱/۱۹

الجواب: تاحال یہ نظام زکوٰۃ حسب تحریر حکومت اور حسب عمل درست اور باقاعدہ ہے اس کو نظام زکوٰۃ کہنا غلط نہیں ہے منیجروں اور کارندوں کے معاملات کی وجہ سے اس کو غیر اسلامی قرار دینا بے قاعدہ کام ہے۔ وھو الموفق

بینکوں میں جمع شدہ رقوم سے سرکاری طور پر زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ سال سے مالک میں سرکاری طور پر زکوٰۃ کی وصولی کا قانون نافذ ہے جس کے مطابق حکومت سیونگ بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی زکوٰۃ ایک خاص تاریخ کو کاٹ لیتی ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی وہ اس کی چند وجوہات بیان کرتے ہیں۔ (۱) جب تک حکومت غیر اسلامی امور کو ختم نہ کرادے اور غیر شرعی امور کی سرپرستی نہیں چھوڑ دے تب تک حکومت کو وصول زکوٰۃ کا حق حاصل نہیں پس ان حالات میں حکومت

(بقیہ حاشیہ) کانوا لا یضعونها فی اهلها لان حق الاخذ لهم فیسقط عنا بأخذهم ثم انهما ان لم یضعوها مواضعها فالوبال علیهم.

(بدائع الصنائع ۲: ۱۳۷ فصل واما شرط ولایة الاخذ کتاب الزکاة)

کا زکوٰۃ کا شمار درست نہیں۔ (۲) زکوٰۃ کا انتظامیہ جو تشکیل دیا گیا ہے اس میں مسلم وغیر مسلم سب شامل ہیں لہٰذا اس طرح کا انتظامیہ زکوٰۃ وصول کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ (۳) شرعاً بچوں اور مجانین پر زکوٰۃ نہیں ہے اس طرح جو مقروض ہوں اور قرض منہا کرانے کے بعد اس کے پاس نصاب کی بقدر رقم باقی نہ رہے اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں اور حکومت بلا امتیاز سب کے کھاتے سے زکوٰۃ کاٹتی ہے۔ (۴) اسلامی حکومت کو صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ لینے کا حق ہے اموال باطنہ کی زکوٰۃ اگر حکومت زبردستی وصول کرے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

الغرض اس مسئلہ کے بارے میں آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا سلیم اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ (کراچی) ۱۴۰۱/۶/۱۳ھ

الجواب: واضح رہے کہ ہمارے نزدیک یہ مخالفین حق پر ہیں کیونکہ یہ معہود رقم اموال ظاہرہ میں داخل ہو سکتی ہے ﴿۱﴾ اور مقرض کی طرف سے اذن وتوکیل بھی حاصل ہو سکتی ہے لیکن ارباب حکومت کی بے علمی بے دینی اور علماء پر بے اعتمادی کی وجہ سے ان سے یہ توقع نہیں کہ وہ باقاعدہ موافق شریعت اخذ وصرف زکوٰۃ کرے پس حکومت کو وصول زکوٰۃ کا فتویٰ دینا اضاعت زکوٰۃ میں ناجائز معاونت ہے۔ **وھو الموفق**

پاکستانی حکومت کے مروجہ نظام زکوٰۃ پر تنقید اور اسے شرک کے مترادف قرار دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ۱۳/ جولائی کو کراچی میں پاکستان چٹائی کانفرنس کے کنوینر مختار علی نے زکوٰۃ کے مروجہ نظام حکومت پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ (۱) مروجہ نظام کمیٹی برائے زکوٰۃ نہ تقسیم زکوٰۃ کا حقدار ہے اور نہ وصولی زکوٰۃ کا حقدار ہے، یہ حقوق اللہ کو حقوق العباد میں تبدیل کرنے کی مترادف ہے۔ (۲) اور یہ عمل شرک یا مترادف شرک ہے۔ (۳) اور موجودہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والاموال الظاهرة هي التي ياخذ زكاتها الامام وهي السوائم وما فيه العشر والخراج وما يمر به على العاشر. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۲۶ مطلب فيما لو صادر السلطان رجلا فنوىٰ بذلك اداء الزكاة كتاب الزكاة)

حکومت صحیح معنوں میں اسلامی ریاست نہیں ہے اس قسم کی باتوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: خلیل انور ادینہ صوابی ۲۷/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) اسلامی حکومت اموال ظاہرہ سے زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے (بدائع وغیرہ) ﴿۱﴾ اور حقوق اللہ کی تبدیلی اس موجودہ نظام تقسیم میں نہیں ہے بلکہ اس معترض کے نظام مجوزہ میں مظنون ہے اور حقوق کی ذوات میں تبدیلی نہیں آسکتی البتہ احکام کے اجراء میں آسکتی ہے۔ (۲) یہ خودساختہ شرک ہے۔ (۳) پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت ہے تاہم اسلامی حکومت نہیں ہے اور نہ اس میں تاحال اسلامی نظام کا اجرا ہوا ہے۔ وھو الموفق

کاغذی نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک فقیر کو سو روپے کا نوٹ زکوٰۃ میں دے دیا قبضہ کرنے کے بعد وہ نوٹ اس سے گم ہو گیا یا جل گیا چونکہ یہ مال نہیں بلکہ رسید اور سند ہے کیا اس سے میری زکوٰۃ ادا ہو چکی؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولانا فضل غنی ڈومیل بنوں.....۱۹۸۷ء/۳/۱۰

الجواب: نوٹ ثمن عرفی اور ثمن رائج ہے مثل فلوس کے تو جس طرح اس سے غنا حاصل ہوتی

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: اما الظاهر فللامام ونوابه وهم المصدقون من السعادة والعشار ولاية الاخذ والساعي هو الذى يسعى فى القبائل ليأخذ صدقة المواشى فى اماكنها، والعاشر هو الذى يأخذ الصدقة من التاجر الذى يمر عليه والمصدق اسم جنس، والدليل على ان للامام ولاية الأخذ فى المواشى والاموال الظاهرة الكتاب، والسنة، والاجماع واشارة الكتاب. (بدائع الصنائع ۲: ۱۳۵ فصل واما بيان من له المطالبة باداء الواجب فى السوائم والاموال الظاهرة كتاب الزكوٰة)

ہے اسی طرح اس سے زکوٰۃ بھی ادا ہوتی ہے، جنس پر تبادلے کی ضرورت نہیں ہے، لان الشخص الفقیر کما یصیر غنیا بالنوت لاستحقاقه الفضة فی خزانة الحکومة (سٹیٹ بینک) فکذلک الفقیر یکون مالکا لهذا القدر من الفضة فی خزانة الحکومة بقبض النوت فی الزکاة فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ یہ مسئلہ علماء کے مابین مختلف فیہ رہا ہے کہ کاغذی نوٹ کی حیثیت ثمن کی ہے یا محض وثیقہ اور سند ہیں حضرت تھانوی، مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ اور بہت سے علماء کی رائے ہے کہ اس کی حیثیت محض وثیقہ اور قرض کی سند کی ہے اور یہ گویا اس بات کا ایک کاغذی ثبوت ہے کہ روپیہ والے کا اتنا مال حکومت کے ذمہ قرض ہے (کما فی امداد الفتاویٰ ۲:۵ کتاب الزکوٰۃ والصدقات، وآلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۹۷) جبکہ حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ کے بعض فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو قیمت اور مستقل مال کی حیثیت دیتے ہیں مثلا کتاب البیع مسئلہ ۲۴ میں فرماتے ہیں: نوٹ ہر چند کہ خلقۃً ثمن نہیں مگر عرفاً حکم ثمن میں ہے بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے کہ اگر سو روپیہ کا نوٹ کوئی ہلاک کردے تو اصل مالک سو روپیہ کا تاوان لیتا ہے الخ۔
(مجموعة الفتاویٰ ۲:۱۳۶ کتاب البیوع)

چونکہ اس زمانے میں کاغذی نوٹوں کا استعمال ہی مروج ہے اس لئے اکثر علماء کے نزدیک مروجہ کرنسی نوٹ ثمن عرفی، فلوس نافقہ اور مستقل مال کے حکم میں ہیں، اور یہی راجح ہے، حضرت مفتی اعظم شیخ الحدیث دامت برکاتہم منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳:۱۲۷ باب ماجاء فی زکوٰۃ الذهب والورق میں فرماتے ہیں: اختلف الاکابر فی حقیقة النوت قال بعضهم انه قبالة الحوالة ولیس بثمن فلا تتأدیٰ به الزکوٰۃ مالم یستبدله الفقیر بالجنس، وقال بعضهم هو ثمن رائج لانه یتوسل به الی حصول الاجناس مثل الدراهم المغلوبة الفضة والفلوس، وکذا لا یقصد به عند الاخذ والاعطاء الا ما یقصد عند اخذا لدراهم الرائجة والفلوس واعطائها ولا یخطر ببال احد ما یقصد من الحوالة والقبالة فافهم. واعلم انه لما کفی تملکه لوجوب الزکوٰۃ کفیٰ تملیکه لفراغ الذمة ایضا کما لا یخفیٰ، قلت ویزید کونه اثمانا رائجة ان المتعارف ان من اقترض عدداً من النوت لا یؤدی المقرض الا هذا العدد وان تفاوتت الدراهم فی قدر الفضة. (ازمرتب)

کاغذی کرنسی کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امداد المفتیین ۴۵ میں ہے "نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ نوٹ خود مال نہیں ہے بلکہ مال کی رسید ہے جس طرح بینک کا چیک ہوتا ہے الخ" مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ نوٹ بھی چاندی کی طرح ہے آپ صاحبان اپنی رائے لکھ کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ملا عبید اللہ تحصیل کی بلوچستان..... ۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

الجواب: نوٹ فلوس کی طرح ثمن عرفی ہے جس طرح ان کاغذی نوٹوں سے غنا اور وجوب زکوٰۃ متحقق ہوتا ہے اسی طرح ان کی ادائیگی سے ذمہ بھی فارغ ہو جاتا ہے﴿۱﴾ وفی کونها حوالة او قبالة اشكالات لا تنحل. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزيرى: جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة فى الاوراق المالية (البنكنوت) لانها حلت محل الذهب والفضة فى التعامل ويمكن صرفها بالفضة بدون عسر، فليس من المعقول ان يكون لدى الناس ثروة من الاوراق المالية، ويمكنهم صرف نصاب الزكاة منها بالفضة، ولا يخرجون منها زكاة ولذا اجمع فقهاء ثلاثة من الائمة على وجوب الزكاة فيها. (الفقه على المذاهب الاربعة ۱:۵۲۸ زكوٰة الاوراق المالية)

وقال الدكتور وهبة الزحيلى: (الاوراق النقدية والنقود المالية) ان هذا النظام ظهر حديثا بعد الحرب العالمية الاولىٰ فلم يتكلم فيه فقهاء نا القدامى وقد بحث فقهاء العصر حكم زكوٰة هذه النقود الورقية فقرر واوجوب الزكاة فيها عند جمهور الفقهاء (الحنفية، والمالكية، والشافعية) لان هذه النقود اما بمثابة دين قوى على خزانة الدولة او سندات دين او حوالة مصرفية بقيمتها دينا على المصرف ... والحق وجوب الزكاة فيها لانها اصبحت هى اثمان الاشياء، وامتنع التعامل بالذهب ولم تسمح اى دولة باخذ الرصيد المقابل لاى فئة من اوراق التعامل ولا يصح قياس هذه النقود على الدين، لان هذا الدين لا ينتفع به صاحبه وهو الدائن ولم يوجب الفقهاء زكاته الا بعد قبضه ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مروجہ کرنسی ثمن عرفی ہے لہٰذا اس سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ میں کاغذی نوٹ جو اصل مال کا قائم مقام ہے یا اس کی رسید ہے دیا جاتا ہے کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی رحمان الدین شرینگل ضلع دیر ۔۔۔ ۱۹۷۷ء/۸/۳

الجواب: نوٹ کے متعلق اکابر مختلف الرائے ہیں، بعض اس کو حوالہ یا رسید کہتے ہیں اور بعض اس کو ثمن عرفی قرار دیتے ہیں، وهو الراجح لانه المتعارف والمتفاهم ولان في عكسه اشكالات لا تنحل كما في الصورة القرض والوديعة اذا غلا السعر ولانه كما حصل به الغناء لكان الاداء به ايضا حاصلا فافهم وتدبر ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه)لاحتمال عدم القبض. اما هذه النقود فينتفع بها حاملها فعلا كما ينتفع بالذهب الذى اعتبر ثمنا للاشياء وهو يحوزها فعلا فلا يصح القول بوجود اختلاف في زكاة هذه النقود والقول بعدم الزكاة فيها لا شك بانه اجتهاد خطأ الخ.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۸۲۴ زكاة النقود)

وقال الشيخ المفتي الاعظم محمد فريد: اختلف الاكابر في حقيقة النوت، قال بعضهم انه قبالة الحوالة وليس بثمن فلاتتأدى به الزكاة مالم يستبدله الفقير بالجنس وقال بعضهم هو ثمن رائج لانه يتوسل به الى حصول الاجناس مثل الدراهم المغلوبة الفضة والفلوس وكذا لا يقصد به عند الاخذ والاعطاء الا ما يقصد عند اخذ الدراهم الرائجة والفلوس واعطائها ولا يخطر ببال احد ما يقصد من الحوالة والقبالة فافهم، واعلم انه لما كفى تملكه لوجوب الزكاة كفى تمليكه لفراغ الذمة ايضا كما لا يخفىٰ، قلت ويؤيد كونه اثمانا رائجة ان المتعارف ان من اقترض عدداً من النوت لا يؤدى المقرض الا هذا العدد وان تفاوتت الدراهم في قدر الفضة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۳: ۱۲۷ زكوٰة الذهب الورق)

﴿۱﴾مر تفصيله قريباً فليراجع.

شیعہ کو زکوٰۃ کا عامل بنانے یا زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں چند گھرانے اہل سنت کے ہیں اور عموماً یہاں شیعہ آباد ہیں اس علاقے میں برائے وصولی زکوٰۃ شیعہ چیئرمین مقرر کئے گئے ہیں وہ ہم سے زکوٰۃ وصول کر کے حکومت کو دیتے ہیں اور پھر اس میں سے اہل تشیع کو بھی دیا جاتا ہے اگر ہم دینے سے انکار کر دیں تو وہ زبردستی لے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں ہماری زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک عبداللہ کا بگرہ ڈی آئی خان ۱۹۸۷ء/۳/۱۵

الجواب: چونکہ شیعہ عموماً خارج از اسلام ہیں لہٰذا ان کو زکوٰۃ کا چیئرمین مقرر کرنا اضاعت زکوٰۃ ہے﴿۱﴾ کیونکہ عامل کو بھی زکوٰۃ ہی سے حصہ دیا جاتا ہے۔﴿۲﴾ وھو الموفق

زکوٰۃ سے بچنے کیلئے اپنے آپ کو شیعہ اور جعفری کہنا اور لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان بغیر کسی جبر واکراہ مع بقائے ہوش وحواس محض حکومتی سطح پر زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کیلئے بینک میں اپنے آپ کو شیعہ اور جعفری لکھ دے اور فارم پر شیعہ مجتہد کا دستخط بھی ہوتا ہے اور گواہوں کے دستخط بھی ہوں، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطا محمد شاہ کندیاں شریف میانوالی ۱۹۸۸ء/۶/۲۲

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ویشترط فی العامل ان یکون حراً مسلماً غیر ھاشمی کذا فی البحر ناقلا عن الغایة. (فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۸۳ الباب الرابع فیمن یمر علی العاشر)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: واما اھل الذمة فلا یجوز صرف الزکاة الیھم بالاتفاق.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱ :۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

الجواب: (۱) جو شخص باوجود دعویٰ اسلام کے ضروریات دین سے منکر ہو تو اس کو مرتد کہا جاتا ہے اور اسی بنا پر شیعہ کافر ہیں ﴿۱﴾۔ (۲) اور جو شخص شیعہ ہونے کا دعویٰ کرے خواہ اعتقاداً ہو یا ہزلاً ﴿۲﴾ وہ بھی کافر ہے۔ وھو الموفق

گاڑی تجارت کیلئے نہ ہو تو اس کی آمدنی میں زکاۃ واجب ہوگی قیمت میں نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس رقم پر سال نہیں گزرا ہے اور اس کی گاڑی کرایہ اور آمدنی کیلئے خریدی گئی اس گاڑی میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت اللہ ماڑی پور کراچی

الجواب: اس گاڑی کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، البتہ حاصلات اور آمدنی سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کی جائے گی ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

دکان کی عمارت اور فرنیچر پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے پچھلے سال ایک میڈیکل

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والكفر شرعاً تكذيبه ﷺ في شيئ مما جاء به من الدين ضرورة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۳: ۳۱۱ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال القارى: وفى المحيط وفتاوىٰ الصغرىٰ ايضا: من لقن غيره كلمة الكفر ليتكلم بها كفر الملقن وان كان على وجه اللعب والضحك.

(شرح فقه الاكبر ۱۸۲ فصل فى الكفر صريحا وكناية)

وفى الهندية: الهازل او المستهزئ اذا تكلم بكفر استخفافا واستهزاء ومزاحا يكون كفرا عندالكل وان كان اعتقاده خلاف ذلك. (فتاوىٰ عالمگيرية ۲: ۲۷٦ مايتعلق بتلقين الكفر الخ باب حكام المرتدين)

﴿۳﴾ وفى الهندية: ولو اشترىٰ قدوراً من صفر يمسكها ويؤاجرها لا تجب فيها الزكاة كما لاتجب فى بيوت الغلة. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۸۰ قبيل مسائل شتىٰ كتاب الزكاة)

سٹور بنایا زمین کسی اور کی ہے دکان میں نے بنائی فرنیچر وغیرہ بھی میں نے بنوالیا اب سوال یہ ہے کہ اس فرنیچر اور دکان کی عمارت پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ حالانکہ میں بیس ہزار روپے کا مقروض بھی ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: احسان اللہ یونیورسٹی میڈیکوز زرعی یونیورسٹی پشاور ۱۹۸۶ء/۲/۲۴

الجواب: عمارت اور فرنیچر یعنی الماریاں وغیرہ کی قیمت میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے ﴿۱﴾ آپ نقد زیورات، دوائیوں کی قیمت، بینک میں جمع شدہ رقم اور قرضہ کو جمع کریں، اور حاصل جمع سے یہ بیس ہزار منفی کر کے باقی سے چالیسواں دیا کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حولان حول کے بعد مزید رقم آنے کی صورت میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس اگست ۱۹۶۸ء سے تا حال قریباً مبلغ دوصد روپیہ حاجات سے بچ کر رہے ہیں اور ماہ اگست ۱۹۶۹ء میں قریباً ایک ہزار یا کچھ زیادہ رقم ہاتھ آئی جو کہ اب یہ شخص ماہ اگست کے بعد اس کا مالک ہوا کیا یہ شخص مبلغ دوصد سے زکوٰۃ ادا کرے گا یا ایک ہزار کا بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد مجیب خان کھنڈ وصوابی ۱۹۶۹ء/۹/۲۵

الجواب: اگر یہ دوسری رقم اس وقت ہاتھ میں آئی ہو کہ اول رقم پر حولان حول ہوا ہو یعنی سال بھر گزرا ہو تو یہ شخص صرف دوسو روپیہ کی زکوٰۃ دے گا ﴿۳﴾ اور اگر حولان حول سے پہلے یہ دوسری رقم حاصل

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا في ثياب البدن واثاث المنزل ودور السكنى ونحوها وكذلك آلات المحترفين. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲:۸ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابا.

(هداية على صدر فتح القدير ۲:۱۱۷، ۱۱۸ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ وفي الهندية: فان استفاد بعد حولان الحول فانه لا يضم (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہوگئی ہوتو دونوں رقموں کی زکوٰۃ دینی ضروری ہے۔﴿۱﴾ والمسئلة مذکورة فی جمیع کتب الفقه. وهو الموفق

درمیان سال مال مستفاد حولان حول میں سابقہ نصاب کا تابع ہوتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نقد مال میں صاحب نصاب ہے حولان حول سے قبل اس نے ایک ٹرک بیچ دیا مشتری پر قسط وار دین رہ گیا اب یہ دین (ٹرک کی قیمت) مال مستفاد کے قبیل سے ہوکر پہلے سے موجود نصاب کے ساتھ ملحق کیا جائے گا یا اس کیلئے علیحدہ حولان حول شرط ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالجلال دارالعلوم حسینیہ رزمک ۱۹/رجب ۱۳۹۳ھ

الجواب: یہ مال مستفاد دوسرے اموال کے ساتھ ضم کرکے زکوٰۃ دینا لازمی ہے اس رقم (ٹرک کی قیمت) پر مستقل حولان حول ضروری نہیں ہے، کما فی الدر المختار ۲: ۳۱ المستفاد ولو بهبة او ارث ادخل فیه المفاد بشراء او میراث او وصیة وما کان حاصلا من الاصل کالاولاد والربح کما فی النهر وسط الحول یضم الی نصابه من جنسه فیزکیه بحول الاصل انتهیٰ ﴿۲﴾ وبمعناه فی الهندیة ۱: ۱۸۶ ﴿۳﴾ لیکن اس قرضہ کی زکوٰۃ قسطوار ادا

(بقیہ حاشیہ) ویستأنف له حول آخر بالاتفاق. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۵ الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها کتاب الزکوٰة)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الی ماله وزکاه. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۵ الباب الاول فی تفسیرها وشرئطها کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۵ باب زکاة الغنم)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الی ماله وزکاه سواء کان المستفاد من نمائه او لاوبای وجه استفاد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کرے گا یعنی جتنی رقم وصول کرے اس کی زکوٰۃ دینی ہوگی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حولان حول سے قبل خریدی ہوئی گاڑی پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس نقد مال ہے اور کئی نصابوں کا مالک ہے اس نے حولان حول سے پہلے اس مال پر مزدوری کیلئے ایک لاری خریدی اس لاری کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنا لازمی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی دلبر گندھاب ۱۹۷۹ء/۸/۱۸

الجواب: صورت مسئولہ میں زید پر لاری کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے، اور نقد اموال وغیرہ اموال زکوٰۃ ہیں لیکن اس پر حولان حول شرط ہے اور لاری جو کہ مزدوری کیلئے ہو خرید و فروخت کیلئے نہ ہو یہ مال زکوٰۃ نہیں ہے، ونظیره ما فی مجموعة الفتاویٰ ۱: ۳۶۳ ولو اشتریٰ قدورا من الصفر يمسكها ويوادع لايجب فيها الزكاة كما لا يجب فی بيوت الغلة كذا فی قاضی خان ﴿۲﴾. وهو الموفق

با قاعدہ ہبہ وتملیک کی صورت میں زکاۃ موہوب لہ پر فرض ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے تمام بالغ اولاد کی

(بقيه حاشيه) ضمه سواء كان بميراث او هبة او غير ذلك.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۵ كتاب الزكاة)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: فتجب زكوتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

﴿۲﴾ مجموعة الفتاوىٰ ۱: ۳۶۳ كتاب الزكاة)

شادی کرادی ہے اب صرف ایک لڑکی باقی ہے جس کی شادی کیلئے میں نے سرمایہ مختص کیا ہے اور وہ سرمایہ فی الحال م ے کاروبار میں چل رہا ہے اب زکوٰۃ میں خود ادا کروں گا یا وہ بچی ادا کرے گی اور یہ زکوٰۃ اس کے اپنے ن بھائیوں کو دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عارف نوشہرہ کینٹ ۱۹۹۰ء/۱۱/۱۹

الجواب: اگر آپ نے اس بیٹی کو اس سرمایہ کا باقاعدہ مالکہ بنایا ہو تو اس سرمایہ کی زکوٰۃ ادا کرنا اس بیٹی پر باقاعدہ فرض ہوگی ﴿۱﴾ اور یہ لڑکی اس زکوٰۃ کو غریب برادران وخواہران کو دے سکتی ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مہتمم چندہ دہندہ گان کا وکیل ہوتا ہے طالبان کا نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہتمم جو زکوٰۃ لوگوں سے وصول کرتا ہے اور طلباء پر تقسیم کرتا ہے کیا یہ مہتمم طلباء کا وکیل ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ رقم مہتمم سے راستہ میں ضائع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبداللہ مدرسہ مفتاح العلوم ہنگو ۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ مہتمم زکوٰۃ دہندہ گان کا وکیل ہے نہ طلباء کا پس اس مہتمم سے اگر مال زکوٰۃ ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان لازم نہ ہوگا اور دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ دہندہ گان کے ذمے زکوٰۃ سے فارغ نہیں ہوئے ہیں ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۱۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد الخ. وقال ابن عابدين: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولىٰ لانه صلة وصدقة. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۹۲ باب المصرف)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: او مقارنة بعزل ماوجب كله او بعضه ولا (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

مختلف مزکین کی زکاۃ کو جمع اور خلط کرنے کی صورت میں حیلہ تملیک کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رجب میں دکانداروں سے زکوٰۃ جمع کر کے کسی مسکین مدرس یا طالب علم پر قبض کر کے حیلہ تملیک کرائی جاتی ہے لیکن ہر ایک شخص کی زکوٰۃ جدا جدا طریقے سے تملیک نہیں ہوتی بلکہ آپس میں مخلوط کر کے یکجا حیلہ تملیک کی جاتی ہے کیا یہ طریقہ تملیک خلط کی صورت میں جائز ہے؟ حالانکہ فتح المعین حاشیہ کنز ۱:۳۷۶ سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی داد سرائے نورنگ لکی مروت ۱۹۸۴ء/۸/۱۵

الجواب: یہ جزیہ درست ہے لیکن یہ حکم خلط بلا اذن کی صورت میں ہے اور اذن صریحاً یا عرفاً سے خلط مانع فراغت ذمہ نہیں ہے (شامی ۲:۱۰۷)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فقیر کو زکوٰۃ کی رقم دیکر واپسی کا تقاضا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں اسی گھروں پر مشتمل ہے اور ہم سب مہاجر ہیں اور سب غریب ہیں کوئی پندرہ سال پہلے ہم نے ایک مسجد تعمیر کی، اب اس کا حجرہ گرنے کے قریب ہے اور مسجد کی لپائی اور مرمت کی بھی سخت ضرورت ہے میرے پاس زکوٰۃ کی رقم تھی ایک عالم دین

(بقیہ حاشیہ) یخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء. قال ابن عابدين: قوله ولا يخرج عن العهدة بالعزل فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكات ولو مات كانت ميراثا عنه بخلاف ما اذا ضاعت في يد الساعي لان يده كيد الفقراء. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲ كتاب الزكاة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ويتصل بهذا العالم اذا سال للفقراء شيأ وخلط يضمن، قلت ومقتضاه انه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حينئذ دلالة والظاهر انه لا بد من علم المالك بهذا العرف ليكون اذنا منه دلالة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲ مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

سے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ مستحق زکوٰۃ کی ملکیت میں دیدی جائے پھر وہ آدمی اس رقم کو مسجد پر خرچ کر سکتا ہے اس طرح شرعی جواز نکل آتا ہے بہر حال ہمارے گاؤں میں ترکھان ہے اسی سالہ وہ پنجوقتہ نماز ادا کرتا ہے اس کے دو بیٹے حافظ قرآن ہیں میں نے اس شخص سے ایک دفعہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کچھ دولت عطا فرماوے تو تم مسجد کی خدمت کرو گے؟ اس نے کہا کہ ضرور، دو تین دن یوں ہی تذکرہ ہوتا رہا پھر میں نے پانچ سو روپیہ اس کے لڑکے کے سامنے اس کو دے دیئے اس نے روپیہ جیب میں رکھ لئے چند روز بعد میں نے اس کو اس کا وعدہ یاد دلایا تو وہ فرمانے لگے اچھا توفیق ہوئی تو دیں گے اور اب تک ایک پائی بھی مسجد کو نہیں دی۔

(۱) کیا اب اس سے اس رقم کا تقاضا کیا جا سکتا ہے میری طرف سے تو نہیں ہو سکتا البتہ گاؤں کی پنچایت کی طرف سے ایسا ہو سکتا ہے۔ (۲) کیا اس کی تشہیر کی جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مشتاق احمد چک نمبر ۵ کندیاں میانوالی ۱۹۷۰ء/۹/۱۸

الجواب: اس رقم کا تقاضا نہ آپ کر سکتے ہیں اور نہ پنچایت کی طرف سے یہ مطالبہ جائز ہے ﴿۱﴾ بلکہ آپ کی خاموشی بہتر ہے، قال اللہ تعالیٰ لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ ﴿۲﴾. وھو الموفق

کسی مدرسہ کو زکوٰۃ دینے کا وعدہ کیا اور ادا کسی اور مدرسہ میں کر دی......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں یکم جولائی

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل ھذه الاشیاء وھل له ان یخالف امره لم اره والظاھر نعم. قال ابن عابدین: لانه مقتضی صحة التملیک قال الرحمتی والظاھر انه لا شبھة فیه لانه ملکه ایاه عن زکاة ماله وشرط علیه شرطا فاسداً والھبة والصدقة لا یفسد ان بالشرط الفاسد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۲۶۴ رکوع: ۴ پارہ: ۳)

کوایک مدرسہ کیلئے سو روپیہ زکوٰۃ دوں گا لیکن یکم جولائی کو کہا کہ میں نے وہ زکوٰۃ کسی دوسری جگہ میں دی ہے کیا یہ عمل درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج غلام محمد صاحب ٹیکسلا

الجواب: جب نذر شرعی میں تعین مکان اور تعین فقیر کی رعایت لازمی نہیں ہے تو محض وعدہ میں بطریق اولیٰ لزوم نہ ہوگا، کما فی ردالمحتار ۳: ۶۷ والمراد انه یلزمه الوفاء باصل القربة التی التزامها لابکل وصف التزامه لانه لو عین درهماً او فقیراً او مکاناً للتصدق او للصلاۃ فالتعین لیس بلازم﴿۱﴾. وهو الموفق

جماعتی زکاۃ فنڈ میں جب تملیک کی رعایت نہ ہو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعتی فنڈ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کا خرچ بھی جماعتی سطح پر ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: امیر بادشاہ ناظم جماعت اسلامی ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: چونکہ صحت زکوٰۃ کیلئے تملیک فقیر شرط ہے﴿۲﴾ پس اگر اس فنڈ کے صرف کرتے وقت تملیک فقیر کی رعایت کی جاتی ہے تو ملاک کا ذمہ فارغ ہوگا ورنہ نہیں (ماخوذ از روح المعانی ﴿۳﴾

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۶۷ مطلب فی احکام النذر کتاب الایمان)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۸)

﴿۳﴾ قال العلامة محمود الآلوسی: (انما الصدقات للفقراء والمساکین) الخ. یعنی ان الذی ینبغی ان یقسم مال الله علیه من اتصف باحدی هذه الصفات دون غیره الخ.

(روح المعانی ۲: ۱۲۴ سورة التوبة آیت: ۲۰)

وبدائع الصنائع ﴿۱﴾. وهو الموفق

زکوٰۃ کا فنڈ مضاربت میں دے کر اس کا منافع کھانا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ فنڈ کی رقم کسی کو مضاربت پر دے کر اس کا نفع خود کھانا اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عجب نور روانا کیمپ وزیرستان ۱۳/شوال ۱۴۰۵ھ

الجواب: ناجائز اور حرام ہے، هذه المسئلة من الواضحات ﴿۲﴾. وهو الموفق

ڈاک پر زکوٰۃ بھیجنے کا خرچ بھیجنے والے پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زکوٰۃ کی رقم اپنے قریبی رشتہ دار کو دینا چاہتا ہے جو کہ بہت غریب اور انڈیا میں مقیم ہے پاکستان سے سو روپیہ بھیج دینے پر تیس روپیہ ڈاک خرچ آتا ہے یعنی اس کو انڈیا میں ستر روپیہ ملیں گے اس صورت میں یہ ڈاک خرچ زکوٰۃ سے منہا کیا جائے گا یا الگ سے دینا پڑے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید عباسی واہ کینٹ ۱۹۸۶ء/۲/۱۰

الجواب: چونکہ قبل از وصولی اس زکوٰۃ کا یہ مرسل الیہ مالک نہیں ہے، لہٰذا اس صد روپیہ پہنچانے کا خرچ آپ پر ہے ہاں اگر پاکستان میں اس کو صد روپیہ زکوٰۃ ملتی تو اس کے بعد صد سے ستر بننے

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: جعل الله تعالىٰ الصدقات للاصناف المذكورين بحرف اللام وانه للاختصاص فيقتضي اختصاصهم باستحقاقها فلو جاز صرفها الى غيرهم لبطل الاختصاص وهذا لا يجوز. (بدائع الصنائع ۲: ۱۵۰ فصل واما الذى يرجع الى المؤدى)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

میں نقصان نہ ہوتا﴿۱﴾۔وھو الموفق

زکوٰۃ چیئر مین کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت جو زکوٰۃ کی کٹوتی کرتی ہے اور لوگوں پر تقسیم کر رہی ہے میں بھی اپنے حلقہ میں زکوٰۃ کا چیئر مین ہوں اسلئے مجھے اس سے سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے کیا مدز کوٰۃ سے میرے لئے یہ رقم لینا جائز اور درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سید احمد لال قلعہ ضلع دیر......۱۹۹۰ء/۱/۲۹

الجواب: بظاہر یہ مال زکوٰۃ ہے سود نہیں ہے اور چیئر مین عاملین سے ہے اس کیلئے یہ تنخواہ لینا جائز ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ ملاحظہ: جب دو مختلف ممالک کی کرنسی الگ الگ ہو اور بین الاقوامی مالیاتی نظام کے لحاظ سے اس کے درمیان کمی بیشی کا فرق ہو مثلاً اس سو روپیہ پاکستانی کی قیمت ستر روپیہ ہندوستانی ہو یا ایک سو تین روپیہ ہندوستانی ہو تو قیمت کی اس کمی بیشی کے لحاظ سے مزکی کی زکوٰۃ پر اثر نہیں پڑتا جیسا کہ دراہم و دنانیر کی قیمت پاکستانی روپیہ کے لحاظ سے زیادہ ہے، مثلاً ایک مزکی نے دس دراہم زکوٰۃ میں دیئے اور پاکستانی کو پندرہ روپے فی درہم کے لحاظ سے ایک سو پچاس روپیہ مل گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ (از مرتب)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وهو من نصبه الامام لاستيفاء الصدقات والعشور ويعطيه ما يكفيه واعوانه بالوسط مدة ذهابهم وايابهم مادام المال باقيا الا اذا استغرقت كفايته الزكاة فلا يزاد على النصف. (فتاوى عالمگيرية ۱:۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

اللہ اللہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب زکوٰۃ الاموال

قال اللّٰہ تعالیٰ

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها

......(التوبة)......

باب الزکوٰۃ فی الأموال

دوسو دراہم اور چاندی کا نصاب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سونے اور چاندی کا نصاب کیا ہے؟ نیز آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کس طرح دوسو دراہم کے برابر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالغفور گام میلہ ضلع دیر ۲۸/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اور چاندی کا ساڑھے باون تولہ ہے ﴿۱﴾ اور دوسو دراہم اس طریقہ پر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوں گے کہ وزن سبعہ کے اعتبار سے دس دراہم سات مثقال کے برابر ہوں گے ﴿۲﴾ تو دوسو دراہم ایک سو چالیس مثقال کے برابر ہوں گے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماسہ کا ہوتا ہے تو ایک سو چالیس کو ساڑھے چار میں ضرب دینے سے چھ سو تیس ماسہ ہو گئے اب اس سے تولے بناؤ، تو بارہ پر تقسیم کرنے سے یہی ساڑھے باون تولے بن جائیں گے۔ وھو الموفق

نصاب سے کم خالص سونا اور پچاس روپے کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس چھ تولہ سونا ہے

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين: ليس فيما دون مائتي درهم صدقة فاذا كانت مائتين وحال عليه الحول ففيها خمسة دراهم ليس فيما دون عشرين مثقال من الذهب صدقة فاذا كانت عشرين مثقالا ففيها نصف مثقال. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۵۸، ۱۶۲ باب زكاة المال)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين: والمعتبر في الدراهم وزن سبعة وهو ان تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۶۰ باب زكاة المال)

اور چاندی بالکل نہیں ہے اور ضرورت کیلئے جیسے دوائی، صابن، سرمہ وغیرہ کیلئے پچاس روپیہ بھی پاس ہے اس صورت میں کہ سونا شرعی نصاب سے کم ہے اس رقم کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہوگی یا سونے کے نصاب کو پہنچانا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی افسر گل میر علی شمالی وزیرستان ۱۹۷۵ء/۲/۴

الجواب: چونکہ پاکستانی روپیہ نہ فضہ ہے اور نہ غالب الفضہ ہے بلکہ سامان اور عروض تجارت سے ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں ضم کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زکوٰۃ اور قربانی واجب ہوں گی، نظیرہ ما فی ردالمحتار ۲ :۴۵ وفی النهر قال الزاهدی وله ان یقوم احد النقدین ویضمه الی قیمة العروض عند الامام وقالا لا یقوم النقدین بل العروض ویضمها، وفائدته تظهر فی من له حنطة للتجارة قیمتها مأة درهم وله خمسة دنانیر قیمتها مأة تجب الزکوٰة عنده خلافا لهما﴿۱﴾. وهو الموفق

نصاب سے کم سونے مع نقد رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ اور عبارت بہشتی زیور کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس چند تولہ سونا ہے جو مقدار نصاب سے کم ہے اور اس کے پاس دوسو روپے نقد بھی ہیں کیا یہ شخص دونوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا جبکہ سونا مقدار واجبہ (نصاب) تک نہیں پہنچا ہے؟ یا صرف نقد مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا، نیز بہشتی زیور صفحہ ۲۳۷ باب الزکوٰۃ مسئلہ :۹ کی عبارت میں بظاہر کچھ التباس معلوم ہوتا ہے اس کی وضاحت فرمادیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شمس الحق سانگھڑ سندھ

الجواب: جس شخص کے پاس دوصد روپیہ (شرعی) اور ایک یا دو تولہ سونا بھی ہو تو اس صورت

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲ :۳۷ باب زکاة المال)

میں سونے کی قیمت پر بھی زکوٰۃ واجب ہے،وھی مسئلة الضم المذکورة فی سائر کتب الفقه﴿۱﴾ اور جس عبارت کے متعلق بہشتی زیور میں شبہ پڑ گیا ہے تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ جب دو تولہ سونا کے ساتھ کچھ روپیہ بھی ہو اور سونے کا نرخ مثلاً پچیس روپیہ فی تولہ ہو اور ایک روپیہ کی ڈیڑھ تولہ چاندی ملتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے، لکونه نصابا بعد الضم فافهم﴿۲﴾. وھو الموفق

گندم اور سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں: (۱) زید کے پاس پچیس من گندم سال بھر محفوظ رہا اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ (۲) سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس میں استعمال کی شرط لگاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نور الحق دار العلوم اشاعۃ التوحید والسنۃ تورڈھیر.....۱۹۷۵ء/ ۸/ ۲۴

الجواب: (۱) گندم جب تجارت کیلئے نہ ہو تو یہ مال نامی نہیں ہے لہٰذا اس میں زکوٰۃ نہیں ہے﴿۳﴾۔(۲) سونے یا چاندی کے زیورات خواہ استعمال کے ہوں یا دیگر مقاصد کیلئے اس میں زکوٰۃ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی النهرقال الزاهدی وله ان یقوم احد النقدین ویضمه الی قیمة العروض عند الامام، وقالا لا یقوم النقدین بل العروض ویضمها وفائدته تظهر فیمن له حنطة للتجارة قیمتها مائة درهم وله خمسة دنانیر قیمتها مائة تجب الزکاة عنده خلافا لهما.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۳۷ باب زکاة المال)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فلو ضم حتی یؤدی کله من الذهب او الفضة فلا بأس به عندنا ولکن یجب ان یکون التقویم بما هو انفع للفقراء رواجا.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۳۷ باب زکاة المال)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ویشترط ان یتمکن من الاستنماء بکون المال فی یده او ید نائبه فان لم یتمکن من الاستنماء فلا زکاة علیه. (فتاوی عالمگیریه ۱:۱۷۴ الباب الاول کتاب الزکاة)

فرض ہے جبکہ مقدار نصاب سے کم نہ ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

تعمیری کام کیلئے رکھی گئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ متاثرین تربیلا ڈیم کو حکومت کی طرف سے جو رقم مل گئی ہے اگر وہ سال دو سال بینک میں پڑی ہو یا گھر میں، اس خیال سے کہ اس پر تعمیری کام کیا جائے گا، چونکہ مکان ضروریات سے ہے اور اس وقت تک دوسرا مکان تعمیر نہیں کیا گیا ہے کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد حنیف خانپور ہزارہ.....۱۹۷۵ء/ ۸/ ۲۷

الجواب: اس پر زکوٰۃ فرض ہے، خلافا لابن الملک ﴿۲﴾ فلیراجع الی البدائع ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان الزكاة تجب فى النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا فى البدائع فى بحث النماء التقديرى.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ مطلب فى زكاة ثمن المبيع كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: نعم تظهر الفائدة فى ذكر القيدين على ما قرره ابن ملك من ان المراد بالاول النصاب من احد النقدين المستحق الصرف اليها فيكون التقييد بالنماء احترازا عن اعيانها والتقييد بالحوائج الاصلية احترازا عن اثمانها فاذا كان معه دراهم امسكها بنية صرفها الى حاجته الاصلية لا تجب الزكاة فيها اذا حال الحول وهى عنده لكن اعترضه فى البحر بقوله ويخالفه ما فى المعراج فى فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب فى النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا فى البدائع فى بحث النماء التقديرى.الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾قال العلامة الكاسانى: وتجب الزكاة فى كل مال سواء كان نامياً فاضلاً عن الحاجة الاصلية او لا كثياب البذلة والمهنة والعلوفة والحمولة والعمولة من (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نصاب سے کم سونا اور چاندی ہو اور مجموعہ کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً میرے پاس ساڑھے سات تولے سونا نہیں بلکہ کم ہے اور چاندی کے تین یا چار تولے ہیں نقدی بھی نہیں ہے سوائے جی پی فنڈ کے جو کہ حکومتی قبضے میں ہے اور ماشاء اللہ زرعی اراضی بھی ہے اس صورت میں سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اکبر کلرک محکمہ نقول مردان... ۱۹۷۴ء/۶/۱۹

الجواب: جب سونا ساڑھے سات تولہ سے کم ہو اور چاندی ساڑھے باون تولہ سے کم ہو تو دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ضم کیا جائے گا مثلاً آپ کے پاس چار تولے چاندی ہے اور دو تولے سونا ہے جس سے پچاس تولے چاندی خریدی جاسکتی ہے تو آپ چون تولے چاندی کا مالک بن کر آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سونے چاندی کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس کچھ سونا یا چاندی ہے اور نقد نوٹ بھی ہیں تو جس طرح سونے کو چاندی میں یا چاندی کو سونے میں تبدیل کی جاتی ہے تو اس طرح زکوٰۃ کی بابت سونے اور چاندی کو نوٹ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبید اللہ تحصیل و ضلع کرک ۱۴/صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

(بقیہ حاشیہ) المواشی وعبید الخدمة والمسكن والمراكب وكسوة الاهل وطعامهم.

(بدائع الصنائع ۲: ۹۱ كتاب الزكاة مراتب الديون)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ويضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية ومن هذا الوجه صار سببا ثم يضم بالقيمة عند ابى حنيفة رحمه الله.

(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۶۹ فصل في العروض كتاب الزكاة)

الجواب: چونکہ زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے ﴿۱﴾ لہٰذا سونے یا چاندی کی نوٹوں سے قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ دینا بلاشک وشبہ جائز ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

زکوٰۃ کی رقم اپنے پیسوں سے خلط ہوکر خرچ ہوا تو دیگر رقم دینے سے ذمہ فارغ ہوجاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مزکی نے کسی شخص کو وکیل بنا کر زکوٰۃ کی رقم دے دی، اس نے اپنی رقم سے ملا کر خرچ کیا، اب یہ وکیل اپنے پیسوں سے بمقدار اس زکوٰۃ کی رقم لے کر مصارف کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مالک کو یہی رقم واپس کر سکتا ہے یا نہیں اور یہ زکوٰۃ ہوسکتی ہے یا دوبارہ ادا کرنی ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت مولانا اسید اللہ صاحب ہزاروی سابق مدرس جامعہ ہذا.....۳۰/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ عرف میں ایسے وکیل کو اختلاط اور اپنی طرف سے ادا کرنے کی اجازت ہوتی ہے لہٰذا اس مزکی کا ذمہ فارغ ہے ﴿۳﴾ (ماخوذ از قواعد فقہ)۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وجاز دفع القیمة فی زکاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة غیر الاعتاق. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

﴿۲﴾ قال العبدالرحمن الجزیری: الحنفیة: قالوا! یعتبر فی المغشوش الغالب من الذهب او الفضة او غیرهما فالذهب المخلوط بالفضة ان غلب فیه الذهب زکی زکاة ذهب واعتبر کله ذهبا وان غلب فیه الفضة فحکمه کله حکم الفضة فی الزکاة فان بلغ نصابا زکی والا فلا اما ان کان الغالب النحاس فان راج فی الاستعمال رواج النقد وبلغت قیمته نصاباً زکی کالنقود وکذلک یزکی زکاة النقد ان کان الخالص فیه تبلغ نصاباً، فان لم یرج ولم یبلغ خالصه نصابا، فان نوی به التجارة کان کعروض التجارة فیقوم وتزکی القیمة والا فلا تجب فیه الزکاة. (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۵۳۳ زکاة الذهب والفضة المخلوطین)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو تصدق (الوکیل) بدراهم نفسه اجزأ ان کان علی نیة الرجوع وکانت دراهم الموکل قائمة وفی ردالمحتار

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اصل زر اور سود کے مجموعہ سے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل حکومت نے دیہات کی سطح پر زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی ہیں چونکہ حکومت پاکستان یہ زکوٰۃ سیونگ اکاونٹس سے وصول کرتی ہے جس میں سود کی رقم بھی آجاتی ہے یعنی اس سے بھی کٹوتی ہوتی ہے کیا یہ زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور کمیٹیاں جو زکوٰۃ تقسیم کرتی ہیں یہ کام باعث اجر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرؤف ویسہ مسجد قبا اٹک......۲۶/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: سود اور اصل زر کے مجموعہ سے زکوٰۃ دینے کی وجہ سے اصل زر کی زکوٰۃ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے﴿۱﴾ البتہ کمیٹی پر ضروری ہے کہ علماء کی رہنمائی میں صرف زکوٰۃ کیا کرے۔ وھو الموفق

(بقیه حاشیه) (قوله ولو تصدق) ای الوکیل بدفع الزکاة اذا امسک دراهم الموکل ودفع من ماله لیرجع ببدلها فی دراهم الموکل صح بخلاف ما اذا انفقها اولا علی نفسه مثلا ثم دفع من ماله فهو متبرع. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲ مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة)

وقال العلامة خالد الأتاسی: المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً ای المعروف المعتاد بین الناس وان لم یذکر صریحاً..... المعروف بین التجار کالمشروط بینهم وفی ص۱۲۷ اذا بطل الاصل یصار الی البدل یعنی ان الذی یجب اداءه هو الاصل فاذا تعذر ایفاءه بالفوات او التفویت یصار الی البدل. (شرح المجله ۱: ۱۰۰، ۱۲۷ ماده: ۴۳، ۴۴، ۵۳)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: ان المراد لیس هو نفس الحرام لانه ملکه بالخلط وانما الحرام التصرف فیه قبل اداء بدله ففی البزازیة قبیل کتاب الزکاة ما یأخذه من المال ظلماً ویخلطه بماله وبمال مظلوم آخر یصیر ملکاً له وینقطع حق الاول فلا یکون اخذه عندنا حراما محضاً نعم لا یباح الانتفاع به قبل اداء البدل فی الصحیح من المذهب.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۹ قبیل مطلب استحلال المعصیة کفر)

وقال العلامة ابن نجیم: ولذا قالوا لو ان سلطانا (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نصاب سے کم زیورات اورمہر مؤجل میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) سونے چاندی کے زیورات پر جو عورت کے استعمال میں ہوں اوران کاوزن ساڑھے سات تولے سے کم ہومگراس کی قیمت دوسوروپے سے زیادہ ہوکیااس میں زکوٰۃ واجب ہے؟ یازیورات کاوزن ساڑھے سات تولہ سے زیادہ ہومگر قیمت دوسوروپے سے کم ہوکیااس میں پھربھی زکوٰۃ واجب ہے؟ (۲) زید نے ایک عورت سے ایک ہزارروپیہ حق مہر پرنکاح کیا شادی ہوگئی لیکن حق مہرآج کل کے دستور کے مطابق ادانہیں کیااورزید کاپکاارادہ ہے کہ حق مہردے دوں لیکن ابھی تک دینے کے قابل نہیں ہواہے کیااس عورت پراس کی زکوٰۃ واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: (۱) سونے چاندی میں زکوٰۃ کادارمدارنصاب پرہے نہ کہ قیمت پر،لہٰذاساتھ تولے سونے کے زیورات پرزکوٰۃ نہیں اگرچہ قیمت اس کادوہزارروپیہ ہواورساڑھے سات تولے سونے میں زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ قیمت کوئی چیز نہ ہو۔[۱] (۲) حق مہر جب تک عورت نے قبض نہیں کیاہواس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے[۲] (ردالمحتار)۔ وھوالموفق

(بقیہ حاشیہ) غصب مالا وخلطه صار ملكاً له حتى وجبت عليه الزكاة وورث عنه على قول ابى حنيفة لان خلط دراهمه بدراهم غيره عنده استهلاك اما على قولهما فلا.

(البحر الرائق ۲: ۲۰۵ كتاب الزكاة)

[۱] وفي الهندية: ومنها كون المال نصاب فلا تجب في اقل منه هكذا في العيني شرح الكنز. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۲ الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها كتاب الزكاة)

[۲] قال العلامة ابن عابدين: و اما المرأة فلان مهرها على الزوج دين ضعيف وقد استحق الزوج نصفه قبل القبض فلا زكاة عليها ما لم يمض حول حديد بعد القبض.

(ردالمحتار ۲: ۱۴ قبيل باب العاشر)

بینکوں میں جمع شدہ رقوم اموال ظاہرہ کے حکم میں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بینکوں میں جو رقوم جمع کی جاتی ہیں حکومت اس سے زکوٰۃ وصول کرتی ہے کیا یہ اموال ظاہرہ ہیں یا باطنہ؟ جیسا کہ شامیہ ۲:۴۲ میں ہے، فان مال الزکاۃ نوعان ظاهر وهو المواشی ويمر به التاجر على العاشر وباطن وهو الذهب والفضة والاموال التي في مواضعها وايضا في الصفحة ۴۲ والاموال الباطنة بعد اخراجها من البلد لانها بالاخراج الحقت بالاموال الظاهرة فكان الاخذ فيها للامام الخ، کیا بینکوں میں جمع کرنے سے امام کی حمایت میں یہ داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محبوب اللہ حقانی فاضل جامعہ حقانیہ ... ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

الجواب: بینکوں میں جمع شدہ مال اموال ظاہرہ سے شمار ہوگا (۱) کما فی الشامیۃ ۲: ۳۲

---

(۱) بینکوں میں جو روپیہ اور نقد مالیت رکھی جاتی ہے اگر چہ یہ اموال باطنہ ہیں لیکن بینک سسٹم ایک قسم کا حکومتی نظام ہے جس کی حفاظت اور حمایت حکومتی انتظامیہ ہی کی مرہون منت ہے اسلئے ان بیوت الربا میں رقوم رکھنا اموال ظاہرہ بن جاتے ہیں، قال الشامی: ان مال الزكاة نوعان ظاهر وهو المواشي وما يمر به التاجر على العاشر وباطن وهو الذهب والفضة واموال التجارة في مواضعها بحر ومراده هنا بالباطنة ما عدا المواشي بقرينة قوله المارين باموالهم والا فكل ما مر به على العاشر فهو من نوع الظاهر وسماها باطنة باعتبار ما كان قبل المرور. (ردالمحتار ۲: ۴۲ قبيل مطلب ما ورد في ذم العشار).

نیز جب ارباب حکومت کو یہ معلوم ہو جائے کہ عوام اموال باطنہ کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو حکومت اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں، قال الخوارزمي: وفي التفاريق ايضا ان وقف على اهل بلدة لا يؤدون زكاة الاموال الباطنة طالبهم بها وكذا من عرف بذلك وطولب بالاداء. (كفاية في ذيل فتح القدير ۲: ۱۷۲ باب فيمن يمر على العاشر) وقال الملا علي قاري: وهذا لا يسقط طلب الامام اصلا ولهذا لو علم ان اهل بلدة لا يؤدون زكاتهم طالبهم بها (مرقات ۴: ۱۳۶)

نیز حکومت وقت کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ لوگوں کے اموال سے زکوٰۃ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والاموال الظاهرة هي التي ياخذ زكاتها الامام وهي السوائم ومافيه العشر والخراج وما يمر به على العاشر﴿۱﴾. وهو الموفق

حج کیلئے رکھی گئی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کے ایک شخص نے بینک میں حج کیلئے روپیہ داخل کرادیئے سال بھر گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شہباز خان حقانی بڈھ بیر پشاور.....۱۹۸۶ء/۶/۲۶

(بقیہ حاشیہ) وصول کرکے مستحقین تک پہنچادے، موطاامام محمد میں ہے، كان ابوبكر اذا اعطى الناس اعطياتهم يسأل الرجل هل عندك من مال قد وجبت فيه الزكوة فان قال نعم اخذ من عطاءه زكوة ذلك المال وان قال لا سلم اليه عطاءه قال محمد وبهذا نأخذ وهو قول ابى حنيفة.

(موطا امام محمد ۱۷۰ باب الرجل يكون له الدين هل عليه فيه زكوٰة)

اوردوسری روایت میں ہے: عن عائشه بنت قدامة عن ابيها انه قال كنت اذا جئت عثمان بن عفان اقبض عطائى سألنى هل عندك من مال وجبت فيه الزكاة؟ قال: فان قلت نعم اخذ من عطائى زكوٰة ذلك المال وان قلت لا دفع الى عطائى.

(موطا امام مالك ۲۷۲ الزكوة فى العين من الذهب والورق)

اسلئے ہمارے شیخ دامت برکاتہم منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی میں فرماتے ہیں: وحق الأخذ للامام فى الاموال الظاهرة وهى السوائم ومافيه العشر والخراج وما يمر به على العاشر كما فى ردالمحتار وغيره ولعل ما يوضع فى البنك يدخل فى ما يمر على العاشر فى ردالمحتار عن مختصر الكرخى اذا اخذها الامام كرها فوضعها موضعها اجزء لان له ولاية اخذ الصدقات فقام اخذه مقام دفع المالك. (منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۱۴۱ باب كراهية اخذ خيار المال فى الصدقة) (ازمرتب)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶ مطلب فيما لو صادر السلطان رجلا فنوى بذلك اداء الزكاة كتاب الزكاة)

الجواب: چونکہ یہ رقم تا حال اس شخص کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی ہے لہٰذا اس شخص پر اس رقم کی عدہ زکوٰۃ فرض ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

موجودہ کاغذی نوٹ اور چاندی کا نصاب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کے پاس موجودہ حکومت کا مہر شدہ باؤن روپے کا نوٹ موجود ہو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ اگر موجودہ نوٹوں یا نقد روپیہ سے زکوٰۃ دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ چار تولہ (چاندی) سے زکوٰۃ دی لہٰذا نصاب زکوٰۃ کیا ہوگا یہ نوٹ یا چاندی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۹/۲/۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ موجودہ روپیہ نہ خالص الفضہ ہیں اور نہ غالب الفضہ، لہٰذا اس کو سلعہ کا حکم دیا جائے گا پس ساڑھے باون تولہ چاندی پر جتنے مہر شدہ نوٹ بنتے ہیں وہ مقدار نصاب شرعی ہوگا، اور چونکہ نوٹ قائم مقام دراہم ہیں لہٰذا ان کا بھی یہی حکم ہوگا، اور نوٹ عند التحقیق وثیقہ نہیں بلکہ ثمن عرفی ہے نیز اگر وثیقہ بھی تسلیم کیا جائے تو سرکاری نرخ اور حساب کے موافق قائم مقام بنایا جائے گا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: فی المعراج فی فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب فی النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة و كذا فی البدائع فی بحث النماء التقديری.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العبد الرحمن الجزيری: جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة فی الاوراق المالية لانها حلت محل الذهب والفضة فی التعامل الحنفية قالوا الاوراق المالية، البنكنوت، من قبيل الدين القوی الا انها يمكن صرفها فضة فوراً فتجب فيها الزكاة فوراً.

(الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۵۲۷ زكاة الاوراق المالية البنكنوت)

پاکستان کرنسی کے لحاظ سے نصاب زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی کرنسی (نقدنوٹوں) میں نصاب زکوٰۃ کس طرح بنتا ہے؟ کیا دوسو روپے میں زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حیان الحق دانشکول چارسدہ ... ۴/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ پاکستانی روپیہ نہ خالص الفضہ ہے اور نہ غالب الفضہ بلکہ عادم الفضہ ہے، لہٰذا اس میں مال تجارت کی طرح قیمت معتبر ہوگی، کما فی البدائع ۲: ۱۷ وان کان الغالب هو الغش والفضة فيها مغلوبة فان كانت اثمانا رائجة او كان يمسكها للتجارة يعتبر قيمتها فان بلغت قيمتها مأتى درهم تجب فيها الزكوٰة والا فلا ﴿۱﴾ پس اگر چاندی کا نرخ مثلاً ستر روپے فی تولہ ہو تو نصاب پاکستانی روپیہ سے (۷۰×۲/۱۰۵=۳۶۷۵) اور اس کا چالیسواں حصہ دینا فرض ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۰۳ فصل واما صفة النصاب فی الفضة كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: ويقدر نصاب (الاوراق النقدية) كما ابنت بسعر صرف نصاب الذهب المقرر شرعا وهو عشرون دينارا او مثقالا. ويختار ان يكون وزنها ذهبا ۸۵ غراما، ومن الفضة ۵۹۵ غراما عملاً بالدرهم العربى وهو (۲.۹۷۵غم) والا صح تقدير النصاب الورقى بالذهب لانه المعادل لنصاب الانعام ولارتفاع مستوى المعيشة وغلاء الحاجيات، وان كان يرى كثير من علماء العصر تقدير النصاب بالفضة لانه انفع للفقراء وللاحتياط فی الدين ولان نصاب الفضة مجمع عليه وثابت بالسنة الصحيحة وكان يساوى فی الماضی ستة وعشرين ريالا مصريا وتسعة قروش وثلثی قرش، ونحو خمسين ريالا فی السعودية ودولة الامارات ونحو ۲۰ او ۵۵ روبية فی باكستان والهند.

(الفقه الاسلامی وادلته ۲: ۱۸۳۴ زكاة الاوراق النقدية)

وقال الشيخ والمفتی الاعظم محمد فريد: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صرف چاندی یا چاندی اور سونے دونوں میں زکوٰۃ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس صرف چاندی ہے اور نصاب سے زیادہ ہے لیکن اس کے پاس روپیہ نہیں ہے تو اس چاندی میں زکوٰۃ قیمت کے اعتبار سے روپیہ میں دی جائے گی یا بعینہ چاندی دی جائے گی اور اگر چاندی دینا ہو تو نصاب چاندی میں سے کتنی چاندی دی جائے گی اور اگر اس کے پاس تھوڑا سونا بھی ہو تو پھر کس طرح زکوٰۃ دی جائے گی روپیہ میں یا چاندی میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن بنوں ۱۹۷۵ء/۳/۳۰

الجواب: ساڑھے باون تولہ میں (۴/۳) تولہ چاندی یا اس کی قیمت ادا کی جائے گی اور جس کے پاس سونا چاندی دونوں ہوں تو قیمت کے حساب سے زکوٰۃ (چالیسواں حصہ) دیا جائے گا (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۱﴾. وھوالموفق

سونا چاندی میں حولان حول کے وقت کی قیمت معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سونا جو سو روپے فی تولہ خریدا گیا ہو

(بقیہ حاشیہ) قوله فاذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم) اريد من الدراهم ما تكون كل عشرة منها وزن سبعة مثاقيل، والمأتان منها بالوزن المعروف فى ديارنا اثنان وخمسون تولجة وست ما هجات، فالدراهم الخالصة الفضة وكذا الغالب الفضة من غير وزن سبعة مثاقيل اذا بلغ وزنها اثنين وخمسين تولجة وست ما هجات تكون نصاباً.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۱۲۶ باب زكوٰة الذهب والورق)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: فلو ضم حتى يؤدى كله من الذهب او الفضة فلا بأس به عندنا ولكن يجب ان يكون التقويم بما هو انفع للفقراء رواجا والايؤدى من كل منهما ربع عشرة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۷ باب زكاة المال)

اوراب آٹھ سوروپے فی تولہ ہے تو زکوٰۃ کس شرح پرادا کی جائے گی؟بینوا توجروا

المستفتی:بشیراحمد شیخ.....۱۹۷۵ء/۱/۲۸

الجواب: حولان حول کے وقت جو نرخ ہو وہ معتبر ہوگا۔﴿۱﴾۔وھو الموفق

بیوی کومہر کے علاوہ دیئے گئے زیورات میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی بیاہ کے سلسلے میں غریب سے غریب آدمی بھی حق مہر کے علاوہ دوتین ہزارروپے کے زیورات بناتے ہیں اور کچھ زیورات تو باقاعدہ حق مہر میں دے دیتے ہیں اب جبکہ شوہر بدستورقرض دار ہے اورزیورات بیوی کے پاس بکس میں محفوظ ہیں کیامہر کے علاوہ ان دیگرزیورات میں بھی زکوٰۃ بیوی پرواجب ہے یاشوہر پر؟بینوا توجروا

المستفتی:یارمحمد عباس خیل ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ.....۱۸/ذی قعدہ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر یہ زیورات بیوی کے پاس ملکیت کےطور پر ہوں تو بیوی پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی﴿۲﴾ اور اگر عاریت کے طور پر ہوں اور مالک درحقیقت شوہر ہو تو بیوی پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۲۴ باب زكاة الغنم)

وفي الهندية: وان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب لان الواجب احدهما ولهذا يجبر المصدق على قبوله وعندهما يوم الاداء الخ. (فتاوى عالمگيرية ۱:۱۸۰ الفصل الثاني في العروض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وسببه اى سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولانه عليه. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۴،۵ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ وفي الهندية: (ومنها الملك التام) وهو ما اجتمع فيه الملك واليد واما اذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض او وجد اليد (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

استعمال کیلئے چالیس پچاس جوڑے کپڑوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے منگنی کی ہے اورلڑکی کیلئے چالیس پچاس جوڑے کپڑے خریدے ہیں اور یہ استعمال کے خیال سے رکھے ہیں تجارت کیلئے نہیں کیاان کپڑوں پرزکوٰۃ واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرزاق کھنڈہ صوابی......۱۵/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: ان کپڑوں پرزکوٰۃ واجب نہیں ہے، لعدم النماء ﴿۱﴾ البتہ ان کپڑوں میں قربانی اورصدقۃ الفطر واجب ہےاوراس کی وجہ سے کسی سے زکوٰۃ نہیں لی جاسکتی ہے ﴿۲﴾ (شامی، بحر، هندیه) . وهو الموفق

(بقیه حاشیه)دون الملک کملک المکاتب والمدیون لا تجب فیه الزکاة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۲ الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها کتاب الزکاة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیها لدفع الحر والبرد.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۸ کتاب الزکاة)

وفی الهندیة: ومنها کون النصاب نامیا حقیقة بالتوالد والتناسل والتجارة او تقدیراً بان یتمکن من الاستنماء بکون المال فی یده او فی ید نائبه وینقسم کل واحد منهما الی قسمین خلقی وفعلی، فالخلقی الذهب والفضة والفعلی ما سواهما ویکون الاستنماء فیه بنیة التجارة او الاسامة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۷۴ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا بأس ان یعطی من الزکاة من له مسکن وما یتأثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم ان کان من اهله فان کان له فضل عن ذلک تبلغ قیمته مائتی درهم حرم علیه اخذ الصدقة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷۰ باب المصرف)

کان کی پیداوار میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی کان ہے جو اجارہ پر ہے اس کی آمدنی سے درجہ ذیل ٹیکس ماہانہ ادا کئے جاتے ہیں۔

(۱) مالکان پہاڑ کو بحساب فی ٹن رقم ادا کی جاتی ہے۔ (۲) محکمہ معدنیات کو فی ٹن کے حساب سے رائلٹی ٹیکس ادا کیا جاتا ہے۔ (۳) سال کی پوری آمدنی پر حکومت آمدنی ٹیکس لیتی ہے۔

اس ٹوٹل آمدنی سے مذکورہ بالا ٹیکسز ادا کرنے کے بعد بقیہ رقم پر کس حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالناصر مہتمم دارالعلوم عرفانیہ شیروان ایبٹ آباد.... ۲۹ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اس شخص کے دیگر اموال پر جس وقت حولان حول ہوتا ہے تو یہ شخص اس کان سے خارج شدہ جواہر پر اس تاریخ کو زکوٰۃ دے گا، بشرطیکہ یہ جواہر فروخت شدہ ہوں کوئی ٹیکس منہا نہ کرے گا اگر یہ جواہر فروخت شدہ نہ ہوں تو یہ معاف ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کما فی البدائع وغیرہ۔[۱] وھو الموفق

مکان بنانے کیلئے رکھی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کرایہ کے مکان میں سکونت پذیر

---

[۱] قال الکاسانی: واماما لا یذوب بالاذابة فلا خمس فیه ویکون کله للواجد لان الزرنیخ والجص والنورة ونحوها من اجزاء الارض فکان کالتراب، والیاقوت والفصوص من جنس الاحجار الا انها احجار مضیئة ولا خمس فی الحجر. (بدائع الصنائع ۲:۱۹۴ زکاة المعادن)

وقال الحصکفی. لازکاة فی اللآلی والجواهر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۱۵ قبیل باب السائمة)

ہے اور گھر بنانے کیلئے پچاس ہزار روپیہ جمع کر رکھے ہیں اب اگر یہ رقم خرچ نہ ہو جائے تو بعد از حولان حول زکوٰۃ اس میں واجب ہوگی یا نہیں؟ بعض علماء وجوب کے قائل ہیں اور بعض عدم وجوب کے، کیونکہ درمختار میں ہے، **فاذا کان لہ دراھم مستحقة یصرفھا الی تلک الحوائج صارت کالمعدومة** (۲: ۶) اور درمختار ۲: ۷ پر ہے، **فاذا کان معه دراھم امسکھا بنیة صرفھا الی حاجة الاصلیة لا تجب الزکوٰۃ فیھا اذا حال الحول وھی عندہ،** یہ عبارت ابن ملک کی ذکر کی گئی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں، **ما قاله ابن ملک موافقا لظاھر عبارات المتون،** اس سے معلوم ہوا کہ عدم وجوب زکوٰۃ متون سے اور وجوب زکوٰۃ شروح سے ثابت ہے لہٰذا متون کو ترجیح ہوگی، اسی طرح طحطاوی ۳۸۹ میں ہے، **فاذا کان عندہ دراھم اعدھا لھذہ الاشیاء وحال علیھا الحول لا تجب فیھا الزکوٰۃ.** مذکورہ عبارت سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے۔

بعض علماء وجوب زکوٰۃ کیلئے بحر الرائق ۱: ۲۰۶ کی عبارت پیش کرتے ہیں، **ویخالفه ما فی المعراج فی فصل زکوٰۃ العروض ان الزکوٰۃ تجب فی النقود کیفما امسکه للنماء او لنفقة وکذا فی البدائع فی بحث النماء التقدیری.** بحر نے عدم وجوب کا قول نقل کرنے کے بعد آخر میں معراج و بدائع کا قول نقل کر کے وجوب زکوٰۃ کو ترجیح دی ہے جیسا کہ لفظ "**ویخالفه**" سے ظاہر ہے اسلئے شامی میں "**لکن اعترضه البحر**" لکھا ہے اسی طرح طحطاوی نے بھی عدم وجوب زکوٰۃ نقل کر کے آخر میں" **وھو مخالف لما فی المعراج والبدائع ان الزکوٰۃ تجب فی النقد کیف امسکه للنفقة او للنماء،** سے وجوب زکوٰۃ کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے اسی طرح شامی میں بھی وجوب زکوٰۃ کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، **فالاولی التوفیق بحمل ما فی البدائع وغیرھا علی ما اذا امسکه لینفق منه کل ما یحتاجه فی الحول وقد بمعنی معه منه نصاب فانه یزکی ذلک الباقی وان کان قصدہ الانفاق منه ایضا فی المستقبل لعدم استحقاق صرفه الی حوائجه**

الاصلیة وقت حولان الحول بخلاف ما اذا حال الحول وهو مستحسن الصرف الیها، شامی (۲:۷) ای بالفعل وهو محمل ما قاله ابن ملک تقریرات رافعی ۱۲۷، شامی کی توفیق سے وجوب زکوٰۃ بالاتفاق معلوم ہوتی ہے رقم مذکورہ مکان بنانے میں فی الحال صرف نہیں کی گئی تو اس صورت میں ابن ملک و بدائع وغیرہ کے نزدیک زکوٰۃ دینی واجب ہوگی، تو اس صورت میں متون وشروح موافق ہوئے تو ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا الخ، جواب اور قول راجح کا تعین کر کے بندہ کو ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محبوب اللہ حقانی بن مولانا غریب اللہ فاضل دیوبند صوابی ۱۹۸۷/۱۲/۹

الجواب: واضح رہے کہ شیخ الحدیث (مولانا نصیر الدین) غرغشتوی قدس سرہ وجوب زکوٰۃ کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ ارباب متون نے "فارغا عن الدین وعن الحوائج الاصلیة" اور" لیس فی دور السکنیٰ وثیاب البدن" فرمایا ہے ﴿۱﴾ اور یہ نہیں فرمایا ہے کہ" فارغا عن قیمة الحوائج الاصلیة " یا "لیس فی قیمة دور السکنی"۔ پس بہرحال صورت مذکورہ میں زکوٰۃ دینی چاہئے۔ وهو الموفق

بیوی کے زیورات سے اطلاع دیئے بغیر زکوٰۃ وفطرانہ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر صاحب نصاب بیوی کی طرف سے (جب کہ بیوی کے پاس نقدی نہ ہو صرف زیورات ہوں) بغیر اطلاع اور بغیر بیوی کے کہے زکوٰۃ یا فطرانہ ادا کرے کیا بیوی کی طرف سے یہ ادائیگی ہو جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی ۳/ جون ۱۹۷۱ء

الجواب: فطرانہ بغیر اذن صریح کے صحیح ہے ﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۱۰۳)

﴿۱﴾ (هدایة علی صدر فتح القدیر ۲:۱۱۸، ۱۱۹ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ولو ادی عنهما) ای عن (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اور زکوٰۃ کے متعلق بنایہ اور نہایہ شروح ہدایہ باب صدقۃ الفطر میں لکھا ہے کہ بلا اذن زکوٰۃ دینا صحیح نہیں ہے۔﴿۱﴾۔وھو الموفق

رہن میں رکھے ہوئے زیور میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کا زیور تقریباً بیس تولہ سونے کا ہے میں نے قرضہ چکانے کیلئے وہ زیور بیوی سے لے کر نیشنل بینک میں رہن لکھا ہوا ہے تقریباً دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے تین ہزار روپیہ قرضہ اس زیور کی کفالت پر لیا ہوا ہے کیا ایسا زیور جو کہ اپنے قبضہ میں بھی نہ ہو اور زیر بار بھی ہو اس زیور پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سیف الرحمٰن آدم جی پیپر ملز امان گڑھ نوشہرہ...... ۱۹۷۴ء/۹/۸

الجواب: آپ ہر سال اس زیور کی قیمت سے مقدار قرضہ خواہ بینک سے لیا ہو یا اور کسی سے لیا ہو تفریق کرکے باقی زیور سے زکوٰۃ فی الحال ادا کریں گے بشرطیکہ مقدار نصاب سے کم نہ ہوا ہو﴿۲﴾۔وھو الموفق

بینک وغیرہ سے لئے ہوئے قرضے بھی نصاب زکوٰۃ سے منہا کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرکاری ملازمین حکومت سے

(بقیہ حاشیہ) الزوجة والولد الكبير وقال في البحر وظاهر الظهيرية انه لو ادى عمن في عياله بغير امره جاز مطلقا بغير تقييد بالزوجة والولد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۲ باب صدقة الفطر)

﴿۱﴾ قال الامام اكمل الدين البابرتي: (الزكوة) عبادة محضة لا تصح بدون الاذن صريحاً.

(شرح العناية على هامش فتح القدير ۲: ۲۲۱ باب صدقة الفطر)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابا.

(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۱۷، ۱۱۸ كتاب الزكاة)

بینک سے یا کارپوریشن سے جو قرضے لیتے ہیں اور اس کی ادائیگی مقررہ قواعد کے تحت بالاقساط کرتے ہیں اس قسم کے قرضہ کو نصاب زکوٰۃ سے منہا کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مشتاق احمد سیکرٹری صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد..... ۱۹۸۵ء/۷/۱۹

الجواب: یہ قرضہ بھی دیگر قرضوں کی طرح منہا کیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

زر ضمانت پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بکر سے دکان کرایہ پر لی ہے بکر نے دکان دے دی مگر کرایہ کے علاوہ آٹھ ہزار روپے زر ضمانت بھی طلب کیا ہے اور دکان چھوڑنے کی صورت میں یہ رقم قابل واپسی بھی ہوگی، اب اس آٹھ ہزار روپے کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمتین تیمرگرہ کالج ضلع دیر..... ۸/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ یہ آٹھ ہزار روپے زید کی ملک سے خارج نہیں ہوئے ہیں اور امانت یا قرض ہے زر اجارہ نہیں ہے پس وصولی کے بعد زید اس رقم کی (تمام سالوں کی) زکوٰۃ ادا کرے گا (الدر المختار ۲:۴۸) ﴿۲﴾. وھو الموفق

دکان کے زر ضمانت اور پگڑی میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض دکاندار ایک دکان پر مالک کو

﴿۱﴾ وفی الهندية: ومنها الفراغ عن الدين قال اصحابنا كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: (قوله ويعتبر ما مضى من الحول) اى فى الدين المتوسط لان الخلاف فيه واما القوى فلا خلاف فيه لما فى المحيط من انه تجب الزكاة فيه بحول الاصل لكن لا يلزمه الاداء حتى يقبض منه اربعين درهما واما المتوسط ففيه روايتان الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۹ مطلب وجوب الزكاة فى دين المرصد)

زرضمانت دیتا ہے جو مالک مکان کے پاس محفوظ ہوتا ہے جب بھی یہ دکاندار دکان چھوڑے گا مالک یہی رقم واپس ادا کرے گا، کیا اس زرضمانت میں زکوٰۃ واجب ہے؟ اور ایک صورت پگڑی کی ہوتی ہے کیا سال گزرنے کے بعد دکاندار پگڑی کی رقم میں بھی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم قاری مشتاق احمد طبیب ہمدرد مردان ۱۹۸۴ء/۴/۲۱

الجواب: زرضمانت چونکہ مالک دکان کے پاس امانت ہے لہٰذا اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے﴿۱﴾ اور پگڑی مال ضمار یا پیشگی اجرت ہے اس پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی ہے﴿۲﴾۔ **وھو الموفق**

کاروبار کے پلاٹوں اور سرمایہ میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں: (۱) بندہ زمینوں کی خرید وفروخت اور کاروبار کرتا ہے کیا میرے اپنے سرمایہ اور منافع پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ (۲) سال

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله فلو له بينة تجب لما مضى)..... والظاهر على القول بالوجوب ان حكمه حكم الدين القوى اى فتجب عند قبض اربعين درهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: واما زكاة الاجرة المعجلة عن سنين فى الاجارة الطويلة التى يفعلها بعض الناس عقود اويشترطون الخيار ثلاثة ايام فى رأس كل شهر فتجب على الأجر لانه ملكها بالقبض وعند الانفساخ لا يجب عليه رد عين المقبوض بل قدره فكان كدين لحقه بعد الحول وفى فتاوى قاضى خان استشكل قول السرخكتى بانه لو اعتبر دينا عند الناس وهو اعتبار معتبر شرعا ينبغى ان لا تجب على الآجر والبائع لانه مشغول بالدين ولا على المستأجر والمشترى ايضا لانه وان اعتبر دينا لهما فليس بمنتفع به لانه لا يمكنه المطالبة قبل الفسخ ولا يملكه حقيقة فكان بمنزلة الدين على الجاحد وثم لا يجب ما لم يحل الحول بعد القبض انتهى يعنى فيكون فى معنى الضمار

(فتح القدير ۲: ۱۲۱ كتاب الزكاة)

گزرنے کے بعد جو پلاٹ میرے قبضے میں ہوتے ہیں کیا اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ بینوا توجروا
المستفتی: محمد نواز خان پشتہ خرہ بالا پشاور ۱۹۸۹ء/۴/۳۰

الجواب: (۱) زمین کی خرید وفروخت اور کاروبار میں ان پلاٹوں کی قیمت میں باقاعدہ زکوٰۃ فرض ہے﴿۱﴾۔ (۲) آپ باقاعدہ حولان حول کے بعد نقد اور پلاٹوں کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کریں گے، کما فی شرح التنویر، او فی عرض تجارۃ قیمته نصاب ما لیس بنقد﴿۲﴾. وھو الموفق

پلاٹ کی قیمت میں ہر سال زیادتی کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے ساٹھ ہزار روپیہ کا ایک پلاٹ خریدا، نصف میں مکان کی تعمیر کی اور باقی نصف برائے فروخت رکھدیا، ایک سال گزرنے پر اس حصہ کی قیمت چالیس ہزار ہوگئی دوسرے سال کے بعد ساٹھ ہزار اور تیسرے سال کے بعد اس کی قیمت نوے ہزار ہوگئی، پھر اس کو نوے ہزار پر فروخت کیا، کیا زید پہلے اور دوسرے سال کی قیمت کا بھی زکوٰۃ ادا کرے گا یا صرف تیسرے سال گزرنے کے بعد یعنی نوے ہزار کا زکوٰۃ دے گا؟ بینوا توجروا
المستفتی: محمد زمان غربی چوک فتح جنگ اٹک ۸/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اس قیمت یعنی نوے ہزار پر جب سال گزر جائے قصداً یا تبعاً تو اس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اور فروخت کرنے سے پہلے اس کی پیداوار میں عشر یا خراج ہوتا ہے، کما فی ردالمحتار ۲۶۸:۲ کما لو اشتریٰ ارض خراج او عشر للتجارۃ لم یکن علیه زکوٰۃ التجارۃ ﴿۳﴾.

﴿۱﴾ وفی الهندیة: واما الدلالة فهی ان یشتری عینا من الاعیان بعروض التجارۃ او یواجر دارہ التی للتجارۃ بعرض من العروض فتصیر للتجارۃ وان لم ینو التجارۃ صریحا. (فتاوی عالمگیریة ۱۷۴:۱ الباب الاول فی تفسیرها وصفتها ومنها کون النصاب نامیا کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۳ باب زکاۃ المال)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱ مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاۃ)

ملاحظہ:......اگر یہ پلاٹ تجارت کی نیت سے خریدا ہوا نہ ہوتو بطریق سابق زکوٰۃ دی جائے گی۔وھو الموفق

غیر منقولہ جائیداد میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جائیداد غیر منقولہ میں غنا متصور ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس جائیداد سے اس کی ضروریات زندگی خوراک کپڑے وغیرہ پوری نہ ہوتی ہوں؟بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالرحمٰن مہتمم دار العلوم تجوید القرآن واڑی ضلع دیر ۔۔ ۱۹۸۹ء/۶/۲۵

الجواب: جائیداد غیر منقولہ میں پیداوار منظور نظر ہوتی ہے نہ کہ قیمت (ہندیہ) ﴿۱﴾۔وھو الموفق

رہائش یا تجارت کی نیت سے تعمیر کردہ مکان میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے رہائش گاہ بنانے کیلئے کچھ زمین خرید کر اس پر تعمیر شروع کر دی نصف تعمیر کے بعد میں نے ارادہ تبدیل کیا کہ مکان تعمیر کر کے منافع پر فروخت کر دیا جائے اب اس مذکورہ مکان میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: سید احمد تاج چیئر مین ٹاؤن کمیٹی ۲ پی نوشہرہ ۱۴۰۱/۷/۵ھ

الجواب: اس مکان کی زمین اور وہ آبادی جو نیت فروخت سے قبل ہوئی ہے زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے البتہ اس نیت فروخت کے بعد مزید آبادی کی قیمت کو دیگر اموال سے جمع کر کے زکوٰۃ دینی ہوگی اگر چہ اس مزید آبادی پر وقت نیت سے پورا سال نہ گزرا ہو (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها ويواجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب فی بيوت الغلة ولو دخل من ارضه خنطة تبلغ قيمتها قيمة نصاب ونوى ان يمسكها او يبيعها فامسكها حولاً لا تجب فيه الزكاة (قاضی خان).

(فتاویٰ عالمگيرية ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلی: نية التجارة حال الشراء: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رہائش کیلئے خریدی گئی زمین میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک قطعہ زمین اپنی رہائش کیلئے بعوض پچاس ہزار روپیہ کے خریدا، پندرہ ہزار روپیہ ادا کئے گئے ہیں باقی رقم کیلئے میں نے کہا کہ رواں ماہ کے اندر اندر ادا کروں گا لیکن بیوی کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اب اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی تک اس کا رجسٹریشن نہیں ہوا ہے اور نہ مکمل قیمت ادا کی گئی ہے اور پہلے اس کی تجارت کا مسئلہ نہیں تھا، بلکہ ذاتی رہائش کیلئے خریدا تھا اب اس میں زکوٰۃ کی صورت کیا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسین میر محلہ نیاریاں راولپنڈی

الجواب: چونکہ آپ نے خریدنے کے بعد تجارت کی نیت کی ہے لہٰذا آپ پر زکوٰۃ عائد ہونے کی

(بقیہ حاشیہ) ان ینوی المالک بالعروض التجارة حالة شرائها، اما اذا كانت النية بعد الملک فلا بد من اقتران عمل التجارة بنية، ويشترط ايضا عند الحنفية ان يكون الشيئ المتجر فيه صالحا لنية التجارة فلو اشترى ارضا خراجية للتجارة ففيها الخراج لا الزكاة ولو اشترى ارضا عشرية وزرعها وجب في الزرع الناتج العشر دون الزكاة.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۸٦۸ شروط زكاة عروض التجارة)

وقال الحصكفي: وشرط مقارنة النية لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة او استقراض ولو نوى التجارة بعد العقد او اشترى شيئا للقنية ناويا انه ان وجد ربحا باعه لازكاة عليه كما لو نوى التجارة فيما خرج من ارضه كما مر وكما لو شرى ارضا خراجية ناويا التجارة او عشرية وزرعها او بذرا للتجارة وزرعه لا يكون للتجارة لقيام المانع. (الدرالمختار ۲: ۱٦ قبيل باب السائمة)

وقال: واما عدم صحة النية في نحو الارض الخراجية فلقيام المانع كما قدمنا لا لان الارض ليست من العرض فتنبه. (۲: ۲۳ باب زكاة المال)

کوئی وجہ نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ مبیعہ بھی غیر منقول ہو﴿۱﴾(شامی۲: ۱۶ کتاب الزکاۃ)۔وھو الموفق

کرایہ پر دیئے گئے مکانات ودکانات میں زکوٰۃ نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرایہ پر دیئے گئے مکانات یا دکانات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زمان ہائی سکول پشاور صدر......۲/جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ

الجواب: ان مکانات اور دکانات کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ ان کے کرایہ سے باقاعدہ زکوٰۃ دینا پڑے گا، کذا فی خزانة الروایات (ماخوذ از مجموعة الفتاویٰ ۱: ۳۶۳)﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو نوی التجارة بعد العقد او اشتری شیأ للقنیة ناویا انه ان وجد ربحا باعه لا زکاة علیه. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲ ۱ قبیل باب السائمة کتاب الزکاة)

وقال العلامة مرغینانی: من اشتریٰ جاریة للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزکاة لاتصال النیة بالعمل وهو ترک التجارة وان نواها للتجارة بعد ذلک لم تکن للتجارة حتی یبیعها فیکون فی ثمنها زکوٰة لان النیة لم تتصل بالعمل اذ هو لم یتجر فلم تعتبر.
(هدایه اولین ص۱۶۷ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامةعبد الحی: وفی مجمع البرکات: رجل اشتری اعیانا منقولة یواجرها میاومة ومشاهرة ومسانهة ویحصل له من المنقولات مال عظیم لا یجب الزکوٰة فیها لانها لیست بمال التجارة فانها یمسکها وینتفع بها نوع انتفاع فصار کالاستعمال فلم یجب فی ذلک شیئ کذا فی خزانة الروایات. اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے، لو اشتریٰ الرجل داراً او عبداً للتجارة ثم آجره یخرج من ان یکون للتجارة ولو اشتری قدوراً من الصفر یمسکها ویواجرها لا یجب فیها الزکاة کما لا یجب فی بیوت الغلة کذا فی فتاوی قاضی خان.
(مجموعة الفتاوی ۱ :۳۶۳ کتاب الزکاة)

تجارت کی نیت سے خریدی ہوئی زمین ومکان ودکان پرزکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص تجارت کیلئے زمین، دکان اور مکان خریدتا ہے جو ابھی اس کی ملکیت میں ہے کیا ان چیزوں پرزکوٰۃ واجب ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: منصف علی میاں چنوں ملتان.....۲۲/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر یہ دکان مکان زمین وغیرہ تجارت کی نیت سے خریدے گئے ہوں توان پر دیگر اموال تجارت کی طرح زکوٰۃ واجب ہے﴿۱﴾اوراگراپنے حوائج اورضروریات پورے کرنے کی نیت سے خریدے ہوں توان پرزکوٰۃ واجب نہیں ہے﴿۲﴾یہ دیگراجناس خوردونوش کی طرح اموال تجارت کی جنس سے خارج ہیں۔وھوالموفق

ٹرک اوربس کی قیمت سے نہیں بلکہ آمدنی اورحاصلات سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس نقد رقم نہیں ہے ساری رقم سے میں نے ٹرک اورلاری خریدی ہے اب اس ٹرک اوربس کی مالیت پرزکوٰۃ واجب ہوگی یانہیں؟بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم.....۱۹۷۴ء/۸/۲۱

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والاصل ان ما عدا الحجرين والسوائم انما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدى الى الثنى وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة (قوله ما عدا الحجرين) الخ وما عدا ما ذكر كالجواهر والعقارات والمواشى العلوفة والعبيد والثياب والامتعة ونحو ذلك من العروض.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: وليس (الزكاة) فى دور السكنىٰ وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة لانها مشغولة بحاجته الاصلية وليست بنامية ايضاً. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷ كتاب الزكاة)

الجواب: ٹرک اور بس کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے البتہ ان کے حاصلات اور آمدنی میں باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی، کما فی الهندیة ۱: ۱۹۱ ولو اشتریٰ قدوراً من صفر یمسکها ویؤاجرها لا تجب فیها الزکاة ﴿۱﴾. وهو الموفق

قسطوں پر فروخت کئے گئے ٹرک کی اقساط پر زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹرک یا لاری کو جب قسطوں میں بیچا جائے تو ان اقساط کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور بائع پر ہے یا مشتری پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: وزیر محمد جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک..... ۲۹/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: چونکہ غیر مقبوضہ اقساط دین قوی میں داخل ہیں، کما فی شرح التنویر مع الهامش ۲: ۴۷ لہٰذا بائع پر زکوٰۃ قبل القبض واجب ہوگی ﴿۲﴾ بشرطیکہ حولان حول قصداً یا تبعاً ہوا ہو، کما فی ردالمحتار ۲: ۴۷ قوله وحال الحول ای ولو قبل قبضه فی القوی والمتوسط وبعده فی الضعیف ﴿۳﴾. وهو الموفق

گاڑی اور تجارتی گیہوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں!

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: واعلم ان الدیون عند الامام ثلاثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتها اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درهما من الدین القوی کقرض وفی ردالمحتار (قوله وحال الحول) ای ولو قبل قبضه فی القوی. (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۳۸ مطلب فی وجوب الزکاة فی دین المرصد کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۸ مطلب فی وجوب الزکاة فی دین المرصد کتاب الزکاة)

(۱)ایک آدمی گیہوں کی تجارت کررہا ہے لیکن وہ پڑا رہے اور فروخت نہ ہو اس صورت میں زکوٰۃ راٴس المال پر واجب ہوگی یا آمدنی پر؟ (۲)ایک گاڑی (ٹرک) ہے جس کی قیمت اسی نوے ہزار روپیہ ہے اس سے زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی :اسلام ظہور صالح خانہ چراٹ نوشہرہ

الجواب: (۱)اس راٴس المال (تجارتی گیہوں) سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا ہوگا **(ھدایۃ وغیرھا)**﴿۱﴾۔

(۲)ٹرک کی قیمت میں زکوٰۃ نہیں ہے آمدنی سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنا ہے (شامی)﴿۲﴾۔ **وھو الموفق**

تجارتی اور کرایہ کی گاڑیوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بس، ٹرک وغیرہ کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی میں زکوٰۃ ہے اور ذات میں نہیں اور بعض دونوں میں زکوٰۃ کی بات کرتے ہیں اب اگر گاڑی نئی ہو تو اس کی قیمت ایک لاکھ کے لگ بھگ ہوتی ہے اور سیکنڈ ہینڈ گاڑی کی قیمت کم ہوتی ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ اور بعض تاجروں کا یہ طریقہ ہے کہ یہ گاڑیاں اقساط پر خریدتے ہیں کچھ نقد اور کچھ قسطوں پر اس صورت میں زکوٰۃ دینے کا کیا طریقہ ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی :مولوی احمد نور باجوڑ ۲۱/۷/۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ قال العلامة مرغيناني: الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصابا من الورق او الذهب لقوله عليه السلام فيها يقومها فيؤدى من كل مائتى درهم خمسة دراهم ولانها معدة للاستنماء باعداد العبد فاشبه المعد باعداد الشرع وتشترط نية التجارة ليثبت الاعداد. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۶۵ فصل فى العروض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصفكي: ولا فى ثياب البدن واثاث المنزل ودور السكنى ونحوها وكذلك آلات المحترفين. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۹ كتاب الزكاة)

الجواب: جوشخص گاڑیوں کا تاجر ہواور اس کی خرید وفروخت کرتا ہواس پر گاڑیوں کی قیمت سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، لکونها من اموال التجارة وسلعها﴿۱﴾ اور جوشخص لاری خرید کر کرایہ اور اجرت پر چلاتا ہوتو وہ منافع سے زکوٰۃ ادا کرے گا، اور قیمت لاری میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، لانه استغلال كبيوت الكراء كما فى مجمع البركات رجل اشترىٰ اعيانا منقولة يواجرها مياومة ومشاهرة ومسانهة ويحصل له من المنقولات مال عظيم لا يجب الزكاة فيها لانها ليست بمال التجارة الخ﴿۲﴾ (مجموعۃ الفتاویٰ ۱: ۳۶۳) اور اقساط پر خریدنے کی تقدیر پر غیر اداشدہ اقساط دین ہوگا، اس مقدار کو نصاب سے کم کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

کرایہ کیلئے یا ذاتی استعمال کی موٹر میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موٹر وغیرہ جو ذاتی استعمال کیلئے یا کرایہ پر چلائی جاتی ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فدا محمد لوندخوڑ ...... مردان

الجواب: جو موٹر وغیرہ استعمال کیلئے ہو اس کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، لعدم النماء، اور اگر استغلال کیلئے ہو تو اس کمائی ہوئی رقم میں باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی اور قیمت میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، ونظيره ما فى مجموعة الفتاوىٰ ۱: ۳۶۳ رجل اشترىٰ اعيانا منقولة يؤاجرها

﴿۱﴾ وفى الهندية: الزكاة واجبة فى عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصابا. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۹ الفصل الثانى فى العروض)

﴿۲﴾ مجموعة الفتاوىٰ للعلامة عبد الحى اللكهنوى ۱: ۳۶۳ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال المرغينانى: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابا. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۱۷ كتاب الزكاة)

میاومة مشاهرة ومسانهة ویحصل له من المنقولات مال عظیم لا یجب الزکوٰۃ فیها لانها لیست بمال التجارة فانها یمسکها وینتفع بها نوع انتفاع فصار کالاستعمال فلم یجب فی ذلک شیء کذا فی خزانة الروایات ﴿۱﴾ وفی قاضی خان ولو اشتری قدورا من الصفر یمسکها او یواجرها لا تجب فیها الزکاة﴿۲﴾. وهو الموفق

پگڑی کی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک دکان کرایہ پر لی ہے مالک دکان نے مجھ سے پچاس ہزار روپیہ پگڑی بھی لی ہے یہ رقم مجھے دوبارہ ملی گی اب اس رقم کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ مالک مکان ادا کرے گا یا میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل زادہ روٹی پائے مرچنٹ تیمر گرہ ضلع دیر ۱۹۸۹ء۔ ۱۴/۸

الجواب: اگر یہ مالک دکان آپ کی امانت کا اقراری ہو انکاری نہ ہو تو اس رقم کی زکوٰۃ آپ کے ذمہ واجب ہوگی ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

جی پی فنڈ اور سال میں دو دفعہ زکوٰۃ کی کٹائی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سائل مرکزی حکومت کا ملازم ہے جی پی فنڈ جمع ہوگئی تھی متعلقہ دفتر اے جی پی آر حکومت پاکستان اسلام آباد نے حساب مکمل کرکے میری جمع

﴿۱﴾ (مجموعة الفتاوی للکهنوی ۱: ۳۶۳ کتاب الزکوٰۃ)

﴿۲﴾ (فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة ۱: ۲۵۱ فصل فی مال التجارة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام: (تحت قوله ولو کان الدین علی مقر) ففی القوی یجب الزکاة اذا حال الحول ویتراخی الاداء الی ان یقبض اربعین درهما ففیها درهم.

(فتح القدیر ۲: ۱۲۳ کتاب الزکاة)

شدہ رقم میں سے زکوٰۃ وضع کر کے بقیہ رقم کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان اسلام آباد کو ارسال کردی تا کہ میرے کھاتہ نیشنل بینک اسلام آباد کو بھجوادی جائے ،دفتر اے جی پی آر نے سٹیٹ بینک اور نیشنل بینک اسلام آباد کو مطلع کیا تھا کہ مطلوبہ زکوٰۃ منہا کر لی گئی ہے اس کے علاوہ سائل نے بھی ذاتی طور پر بینک منیجر کو مطلع کیا تھا مگر بینک منیجر نے یکم رمضان کو دوبارہ زکوٰۃ کی رقم وصول کر لی اس سلسلہ میں ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ حکومت پاکستان سے بذریعہ مراسلہ رابطہ قائم کیا گیا جواب میں اس عمل کو درست قرار دیا گیا اور زکوٰۃ آرڈیننس کی دفعات کا حوالہ دیا گیا سائل نے دوبارہ رابطہ کیا کہ ایک سال میں چار مہینے کے قلیل عرصہ میں دوبارہ زکوٰۃ وصول کرنا قرآن وسنت کے منافی ہے لیکن انہوں نے دوبارہ آرڈیننس کا حوالہ دے کر رقم واپس نہ کرنے کا جواز پیدا کیا ،شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد اسلام آباد پنجاب......۱۲/ شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ جی پی فنڈ قبل از قبض کاٹی جاتی ہے لہٰذا یہ رقم حکومت پر ملازم کا قرض ہے اور قرض فقہاء کرام کے نزدیک تین قسم کے ہیں ،قوی ،متوسط ،ادنیٰ ،اور بظاہر یہ فنڈ قسم سوم میں داخل ہے، **لانہ عوض خدمة الحر . وفي الدر المختار دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع (ردالمحتار مصطفى البابى ۲ : ۳۰۶)** ﴿۱﴾ ۔پس حکومت اس فنڈ سے زکوٰۃ لینے کا حق نہیں رکھتی اور حکومت کا یہ اقدام یعنی سال میں دودفعہ زکوٰۃ کاٹنا زیادتی بالائے زیادتی اور خلاف شرع فعل ہے ﴿۲﴾ ۔**وھو الموفق**

جی پی فنڈ ظاہر میں دین ضعیف کے حکم میں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جی پی فنڈ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اور

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۹ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: لقوله عليه الصلاة والسلام لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول. (البحر الرائق ۲: ۲۰۳ كتاب الزكاة)

واضح رہے کہ یہ رقم مرنے پرملتی ہے یار یٹائیرڈ ہونے پر، جبکہ یہ رقم اس شخص کے پاس بھی نہیں ہے کیااس کی زکوٰۃ ادا کرے گا؟بینو اتو جروا

المستفتی: فضل رازق سارجنٹ مین پی اے ایف کوہاٹ

الجواب: پراویڈنٹ فنڈ میں وصولی سے پہلے زکوٰۃ دیناواجب نہیں ہے﴿۱﴾البتہ احتیاط زکوٰۃ کے واجب ہونے میں ہے لانه دین ضعیف فی الظاهر ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾چونکہ پراویڈنٹ فنڈ کسی مال تجارت کا معاوضہ نہیں ہے اسلئے دین قوی میں یہ داخل نہیں ہےاور دین متوسط بھی چونکہ مال کا بدلہ ہوتا ہے اسلئے یہ دین متوسط میں بھی داخل نہیں ہے،اور مال ضمار میں بھی داخل نہیں ہے کیونکہ مال ضمار میں حصول کی توقع ہی نہیں ہوتی ،اور یہ فنڈ محض عوض خدمت وملازمت ہے لہٰذا یہ دین ضعیف میں شمار ہوتا ہے اوردین ضعیف میں وصولی سے قبل زکوٰۃ واجب نہیں ،اور یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہےاور مفتیٰ بہ قول بھی ہے،اور باقی ائمہ کے نزدیک تمام قرضے برابر ہیں اس میں کوئی تقسیم نہیں ہے،قال ابن عابدین: (قوله عند الامام) وعندهم الديون كلها سواء تجب زكاتها ويؤدى متىٰ قبض شيئاً قليلا او كثيرا. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۸ قبيل مطلب فى دين المرصد) (وهكذا فى المبسوط للسرخسى ۲: ۱۹۰) لیکن فتویٰ اس پرنہیں ہے البتہ اس پرعمل کرنے میں احتیاط ہے،حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس فنڈ کی رقم پرایام ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں نیز حضرات صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک چونکہ دیون میں قوی،متوسط،ضعیف کی کوئی تفصیل نہیں ہے بلکہ ہرقسم کے دین پرزکوٰۃ ایام ماضیہ کی واجب ہے اسلئے کوئی احتیاط اور تقویٰ پرعمل کرےاور ایام ماضیہ کی زکوٰۃ بھی ادا کرے تو بہتر ہے۔

(امداد الفتاوی ۲: ۴۸ سوال: ۶۷) (ازمرتب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: واعلم ان الديون ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

حکومت کی طرف سے جبراً کاٹی گئی رقم اور تنخواہ میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سرکاری ملازم ہے اس کی تنخواہ میں اضافہ ہوا لیکن اس کو پہلی جیسی تنخواہ ملتی ہے اور جو تنخواہ میں اضافہ ہوا ہے وہ رقم حکومت اپنے ہاں اس ملازم کیلئے جمع کر رہی ہے پھر چار پانچ سال بعد یہ اضافی رقم برآمد کی گئی کیا اس میں زکوٰۃ واجب ہے؟ نیز جو تنخواہ ماہوار ملتی ہے اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ ہم نے سنا ہے کہ شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس ماہوار تنخواہ میں زکوٰۃ ثابت کی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا حفیظ الحق فاضل حقانیہ......۱۹۷۷ء/۷/۵

الجواب: (۱) چونکہ یہ زائد رقم دین ضعیف میں داخل ہے لہٰذا قبض سے پہلے اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی البتہ بعد القبض زکوٰۃ واجب ہوگی یعنی حولان حول قصداً یا تبعاً کے بعد﴿۱﴾۔ (۲) تنخواہ میں زکوٰۃ باقاعدہ واجب ہے یعنی جب حولان حول قصداً یا تبعاً متحقق ہو۔ و هو الموفق

تجارتی اور نقد مال میں حولان حول کے بعد بہر حال زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے تجارت میں ایک لاکھ روپیہ لگا دیئے گھریلو اخراجات کی وجہ سے سال بھر گزرنے کے بعد پچانوے ہزار رہ گئے یعنی نفع بھی نہیں ہوا اور کمی بھی واقع ہوئی یا سال بعد دس ہزار نفع بھی ہوا لیکن پندرہ ہزار خرچ ہوئے یعنی منافع بھی ہوا اور اصل زر میں کمی بھی آ گئی، تو دونوں صورتوں میں زکوٰۃ دینے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عمر خان بلی ٹنگ کوہاٹ..... ۲۲/شعبان ۱۴۱۰ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لافورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: تاجر حولان حول کے وقت مال تجارت اور منافع دونوں سے زکوٰۃ ادا کرے گا، مثلاً یکم رمضان کو تاجر نے ایک لاکھ روپیہ کی ایک ہزار من گندم خرید لی دوسرے یکم رمضان کو اس کے پاس پانچ سو من گندم اور ساٹھ ہزار روپیہ موجود ہے اور دوران سال اس نے دس ہزار گھریلو اخراجات میں صرف کئے تو اس صورت میں تاجر پانچ سو من گندم اور ساٹھ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ ادا کرے گا نہ کہ پانچ سو من گندم اور ستر ہزار کا اور نہ صرف ساٹھ یا ستر ہزار کا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ذاتی کتب میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب کے پاس تقریباً سات سو روپیہ کی کتابیں ہوں گی جو کہ ذاتی طور پر مطالعہ کیلئے ہیں اس کتابوں میں یا اس کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا بالبرھان توجروا عند الرحمن

المستفتی: مولانا غلام حبیب صاحب ہزاروی ویسہ اٹک ۱۱/شعبان ۱۳۹۴ھ

الجواب: جو کتب تجارت کیلئے نہ ہوں تو ان میں اور ان کی قیمت میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے خصوصاً جبکہ مطالعہ اور استعمال کیلئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ تو درکنار فطرانہ اور قربانی بھی واجب نہیں ہوتی، اما الاول فلعدم النماء لان المال ھو الذھب والفضة والسائمة ومال التجارة، وفی الھندیة ۱: ۱۰۲ وان کانت لہ کتب تساوی مأتی درھم الا انہ یحتاج الیھا للتدریس او التحفظ او التصحیح یجوز صرف الزکوٰۃ الیہ کذا فی فتاویٰ قاضیخان ﴿۲﴾ فافھم

(بقیہ حاشیہ) یلزمہ درھم الخ. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زکاة المال)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وشرط افتراض ادائھا حولان الحول وھو فی ملکہ وثمنية المال کالدراھم والدنانیر لتعینھما للتجارة باصل الخلقة او نیة التجارة فی العروض اما صریحاً او دلالة. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۱ کتاب الزکوٰۃ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

واما الثانی فلانهم وان صرحوا بعدم اشتراط النماء ولکن صرحوا بکونه فارغاً من الحاجة الاصلیة ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا تحتاج الی نقل العبارات. وهوالموفق

صرف گائے یا بھینس کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت کے پاس ایک گائے یا بھینس یا دو بکریاں ہیں جس سے وہ اپنا گزر اوقات کرتی ہے کیونکہ اس کے نفقہ کا کوئی اور سبب ظاہری نہیں ہے کیا یہ عورت زکوٰۃ ادا کرے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحسیب مسجد فردوس ہوتی مردان ۱۹۷۲ء/۸/۱۴

الجواب: اس بیوہ پرزکوٰۃ واجب نہیں ہے، لعدم تحقق النصاب الشرعی ﴿۲﴾ اور اگران حیوانات کی قیمت اتنی زائد ہو کہ سال بھر کا خرچہ اس سے پورا ہوتا ہو اور اس کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت باقی رہتی ہو تو اس کیلئے زکوٰۃ لینی جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے، ونظیره ما فی الهندیه ۱: ۲۰۰ ﴿۳﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلیة فلیس فی دورالسکنیٰ وثیاب البدن واثاث المنازل وکذا کتب العلم ان کان من اهله وآلات المحترفین کذا فی السراج الوهاج. (فتاوی عالمگیریة ۱: ۱۷۲ کتاب الزکاة)

وقال الطاهر البخاری: رجل له کتب العلم مایساوی مائتی درهم ان کانت مما یحتاج الیها فی الحفظ والدراسة والتصحیح لایکون نصابا وحل له اخذالصدقة فقها کان او حدیثا او ادباً. (خلاصة الفتاوی ۱: ۲۴۰ الفصل السابع فی الکتب والعروض)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ومنها کون المال نصابا فلا تجب فی اقل منه.

(فتاوی عالمگیریة ۱: ۱۷۲ الباب الاول کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: وکذا لو کان عنده من المصاحف وهو (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

بشرط بقائے نصاب مال تجارت میں نقصان کی صورت میں بھی زکوٰۃ فرض ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کاروبار میں سال گزرنے پر معلوم ہوا کہ نقصان ہوا ہےاور یہ شخص صاحب نصاب بھی ہے تو کس طرح اور کس کس مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد شیخ ۔۔۱۵/محرم۱۳۹۵ھ

الجواب: صاحب نصاب پرزکوٰۃ فرض ہے اگرچہ اس نے نقصان کیا ہولہٰذا وہ سونا، چاندی، زیورات اور سامان تجارت وغیرہ سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرے گا﴿۱﴾۔وھو الموفق

قرضہ رہن میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مثلاً چار ہزار روپیہ قرض لیا اور اپنی زمین عمرو کے پاس رہن کیا اب مبلغ مذکورہ سے سال بھر گزرنے پر زکوٰۃ وجوباً ادا کی جائے گی یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: گل شہزادہ بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی.....۱۹۶۹ء/۱۰/۲۱

(بقیہ حاشیہ) یحتاج الیه وان کان لا یحتاج الیه وهو یساوی مائتی درهم لا یجوز صرف الزکلة ولا یجوز له اخذها، وکذا لو کان له حوانیت او دار غلة تساوی ثلاثة آلاف درهم وغلتها لا تکفی لقوته وقوت عیاله یجوز صرف الزکاة الیه فی قول محمد رحمه الله ولو کان له ضیعة تساوی ثلاثة آلاف ولا تخرج مایکفی له ولعیاله اختلفوا فیه قال محمد بن مقاتل یجوز له اخذ الزکاة الخ. (فتاوی عالمگیریة ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدین: الزکاة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملکا تاما وحال علیه الحول.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۲۰ کتاب الزکاة)

الجواب: چونکہ یہ چار ہزار روپیہ راہن کے ذمہ مرتھن کا قرضہ ہے لہٰذا اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، فی الحال بھی دے سکتا ہے اور فک رہن (آزادی رہن) کے بعد بھی تمام مدت رہن کی دے سکتا ہے ﴿۱﴾ (صرح به فی ردالمحتار والهندية)۔ وهوالموفق

قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو وصول ہونے سے پہلے یا وصول ہونے کے بعد؟ کیونکہ کبھی کبھی قرضہ گم بھی ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غنی اللہ تورڈھیر صوابی......۱۹۶۹ء/۷/۳۰

الجواب: قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن ادا اس وقت واجب ہوگی جس وقت کم از کم چالیس روپیہ شرعی یعنی نصاب کے پانچویں حصہ کو قبض کرے ﴿۲﴾ اور اگر تمام قرضہ کو یک مشت قبض اور وصول کیا تو تمام سالوں کی زکوٰۃ اسی وقت ادا کی جائے گی ﴿۳﴾ اور گم ہونے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو كان الدين على مقر مليئ فوصل الى ملكه لزم زكاة ما مضى. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۰، ۱۱ كتاب الزكاة) وفي الهندية: واما سائر الديون المقربها ... ووسط ... اذا قبض مأتين زكى لما مضى في رواية الاصل وقوى ... اذا قبض اربعين زكى لما مضى. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۱۷۵ كتاب الزكاة باب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال التجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: وافتراضها عمرى اى على التراخي وصححه الباقاني وغيره وقيل فورى اى واجب على الفور وعليه الفتوى.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴ كتاب الزكاة)

نہیں ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

مسجد فنڈ سے تجارت کرنا اور اس میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس مسجد کا فنڈ ہے وہ بوقت ضرورت مسجد میں خرچ کرتا رہتا ہے اب اس رقم سے تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حولان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: احسان طوروی/مولوی نور احمد ٹانک ۱۹۸۴ء/۲/۲۸

الجواب: چندہ دہندگان یا ان کے معتمد علیہ کی اجازت سے اس رقم سے تجارت کرنا جائز ہے اور اگر یہ رقم متولی کو نہ دی گئی ہو تو یہ رقم چندہ دہندگان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی ہے اور چندہ دہندگان کی حیثیت کو دیکھا جائے گا اگر وہ اغنیاء ہوں تو اس مال کے موقوف نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ان کے ذمہ واجب الادا ہوگی ورنہ نہیں ﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی: لا زکاۃ فی مال الضمار وھو مالا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۰ کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ شاہ اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ ۲: ۵۹۵ کتاب الوقف میں لکھا ہے: چندہ اہل چندہ کی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے اس لئے ان لوگوں سے اجازت لینا ضروری ہے البتہ جو دینے والے مجہول یا مفقود ہوں ان کے حصہ کی نسبت کی موافق دوسری مسجد میں صرف کر دینا جائز ہے (سوال: ۷۲۲)

اسی طرح ۲: ۵۷۲ (سوال: ۶۹۵) میں چندہ کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ وقف نہیں معطیین کا مملوک ہے اگر اہل چندہ صراحۃً یا دلالۃً انعام دینے پر رضامند ہوں درست ہے ورنہ درست نہیں۔انتہیٰ

پس اس سے معلوم ہوا کہ مسجد فنڈ خرچ ہونے سے پہلے وقف عرفی ہوتا ہے شرعی نہیں ہوتا، ہدایہ میں ہے:

قال ابو حنیفۃ لا یزول ملک الواقف عن الوقف الا ان یحکم بہ الحاکم او یعلقہ بموتہ فیقول اذا مت فقد وقفت داری علی کذا وقال ابو یوسف یزول ملکہ بمجرد القول وقال محمد لا یزول حتی یجعل للوقف متولیا ویسلمہ الیہ، قال ابن الھمام: بعد ذلک القول وبہ اخذ مشائخ بخاری. (ھدایۃ مع فتح القدیر ۵: ۴۱۸ کتاب الوقف)

باب زکوٰۃ السوائم

بھیڑ بکریوں کا نصاب اور زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی ہیں دو شادی شدہ اور دو غیر شادی شدہ جبکہ ہم سب کی مالیت ایک سو ستر بھیڑ بکریاں ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم پر عید کی قربانی واجب ہے اور کیا ہم سارے مویشی کی زکوٰۃ ادا کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسن خان متعلم بحر العلوم کوئٹہ......۱۴/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ چالیس بکریاں نصاب شرعی ہے اور عارضی تقسیم کے وقت آپ میں سے ہر ایک برادر صاحب نصاب ہے لہٰذا آپ تمام برادران پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

نصاب سے کم بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس بیس بھیڑ بکریاں تھیں، دو سال بعد اس سے بیس حمیال پیدا ہوئے اب جبکہ اس بیس عدد پر سال گزر چکا ہے تو اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: لا يجب على هذا الرجل الزكوٰة لعدم كمال النصاب في الابتداء

﴿۱﴾ وفي الهندية: فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى مائة وعشرين.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۱۷۸ الفصل الرابع في زكاة الغنم الباب الثاني في صدقة السوائم)

نعم اذا كانت اربعين عند الابتداء وصارت مائة وثلثين عند حولان الحول فيجب فيه الشاتان ﴿۱﴾. وهو الموفق

بھیڑ اور بکریوں کے مشترکہ نصاب کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے بیس ضان ہیں اور بیس حملان ہیں لیکن ضان پر سال گزر گیا ہے اور حملان پر صرف پانچ دن گزر گئے ہیں تو اس میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: باران خان طالب علم......۱۹/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: بھیڑ بکریوں کا نصاب چالیس ہیں کما صرحوا به ،اور اس صورت میں نصاب پر حولان حول نہیں ہوا ہے نہ قصداً اور نہ تبعاً پس اس میں زکوٰۃ نہیں ہے، بخلاف ما اذا ولدت الاربعون شاة تسعين حملا في وسط الحول فتجب فيها الشاتان لوجود حولان الحول على الحملان تبعاً ﴿۲﴾. وهو الموفق

گائے اور بھینسوں کی زکوٰۃ پر چراہ گاہ کے کرایہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیوانات گائے بھینس وغیرہ میں

﴿۱﴾ وفي الهندية: ليس في اقل من اربعين من الغنم السائمة صدقة. فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى مائة وعشرين فاذا زادت واحدة ففيها شاتان الى مائتين. (فتاوى عالمگيريه ۱ :۱۷۸ الفصل الرابع في زكاة الغنم الباب الثاني في الصدقة السوائم)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ليس في اقل من اربعين من الغنم السائمة صدقة فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى مائة وعشرين . فاذا زادت واحدة ففيها شاتان الى مائتين فاذا زادت واحدة ففيها ثلاث والضان والمعز سواء لان لفظة الغنم شاملة للكل. (هدايه على صدر فتح القدير ۲ :۱۳۵ فصل في الغنم)

مثلاً سو سے زیادہ گائے بھینس ہیں جو سال کے اکثر حصہ میں دریائے کابل کے کنارے اور درمیانی جنگلات اور میدانوں میں چرتے ہیں لیکن یہ جنگل اور زمین ٹھیکہ پر لئے ہوئے ہیں سالانہ گائے کے سو روپیہ اور بھینس کے دوسو روپیہ دیتے ہیں کیا اس ٹھیکہ شدہ زمین میں چرنے والے حیوانات پر بھی صدقہ وزکواۃ لازم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی زمان خان سرحد ٹیکسٹائل طز نوشہرہ......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۴

الجواب: یہ بھینس سائمہ ہیں ان میں زکوٰۃ باقاعدہ واجب ہے اور ٹھیکہ دار کو اس مخصوص رقم دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کما فی الدرالمختار، وشرعا المكتفية بالرعى المباح ذكره الشمنى فى اكثر العام لقصد الدر والنسل (۲:۲۰) ﴿۱﴾. وهو الموفق

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں معیت فی الرعی شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس چالیس بھیڑ بکریاں ہیں جو کہ ایک نوکر چراتے ہیں اور ان بھیڑوں کے چالیس بچے ہیں جو دوسرا شخص چراتے ہیں اب اس پر سال گزر گیا ہے بعض علماء کا موقف ہے کہ ان بچوں میں جداگانہ زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ اس میں معیت فی الرعی شرط ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اعتبار ملکیت کو ہے لہٰذا دونوں میں زکوٰۃ فرض ہے ان میں کون سا مذہب مفتی بہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملنگ غزنوی ......۲۰/ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: ہمارے ائمہ کے نزدیک جدا جدا چرنا یا ایک جگہ اکھٹے چرنا برابر ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۶ باب السائمة)

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: ان يحول عليها حول كامل فى ملك صاحبها بان يمضى على تملكها عام كامل من بدء الملكية، ويبقى الملك فيها جميع الحول، فلو لم يمض الحول فى ملكه، لم تجب عليه الزكاة الخ. الفقه (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اجارہ پر دی گئی بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بھیڑ بکریاں ایک مزدور کو تین سال کیلئے دی ہیں اسی دوران یہ بھیڑ بکریاں زیادہ ہوگئیں پھر مالک نے مزدور کو کہا کہ چونکہ یہ بھیڑ بکریاں اب ہمارے درمیان نصف پر ہیں اسلئے تقسیم کے بعد ہم اپنے اپنے حصے سے زکوٰۃ ادا کریں گے لیکن مزدور نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا کہ زکوٰۃ آپ ہی ادا کریں اب یہ زکوٰۃ مزدور ادا کرے گا یا مالک؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی سادہ گل بازو ضلع ژوب بلوچستان ۹/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس صورت میں یہ اجارہ فاسدہ ہے یہ مزدور نہ کسی بھیڑ بکری کا مالک ہے اور نہ اس پر زکوٰۃ ہے البتہ مزدور کو اجر مثل دی جائے گی اور مصالحت اس طرح بھی ہوسکتی ہے (ماخوذ از ہدایہ﴿۱﴾ شامی﴿۲﴾)۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الاسلامی وادلتہ ۳: ۱۹۱٦ زكاة الحيوان اوالانعام)

قال العلامة ابن عابدين: (قوله بالرعى) لو اطلق الكلا على المنفصل ولقائل منعه بل ظاهر قول المغرب الكلأ هو كل مارعته الدواب من الرطب واليابس يفيد اختصاصه بالقائم فى معدنه ولم تكن به سائمة لانه ملكه بالحوز فتدبر قلت لكن فى القاموس الكلأكجبل العشب رطبه ويابسه فلم يقيده بالمرعىٰ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱٦ باب السائمة)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ومن دفع الى حائک غزلا لينسجه بالنصف فله اجر مثله وكذا اذا استأجر حمارا يحمل طعاما بقفيز منه فالاجارة فاسدة.

(الهداية على صدر فتح القدير ۸: ۴۹ باب الاجارة الفاسدة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو دفع غزلا لآخر لينسجه له بنصفه اى بنصف الغزل او استأجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه او ثور اليطحن فسدت فى الكل، قال ابن عابدين: (قوله فسدت فى الكل) ويجب اجر المثل لا يجاوز به المسمى.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۵: ۳۹، ۴۰ باب الاجارة الفاسدة)

زکوٰۃ میں جانور دینے کی بجائے قیمت دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے جانوروں کی زکوٰۃ میں ایک جانور کو متعین کیا بعد میں اس میں تاخیر ہوئی اور ابھی اس کی قیمت ساٹھ روپے مقرر ہوئی وہ کونسی چیز زکوٰۃ میں ادا کردے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الدین متعلم دارالعلوم حقانیہ.....۸۷ء/۱۰/۳۱

الجواب: اس شخص پر شاۃ یا قیمت شاہ واجب ہے﴿۱﴾ وہ قیمت جو بعد میں ہو اور اس حکم میں تغیر نہیں ہوتا ہے گویا کہ موجودہ قیمت ساٹھ روپے ادا کرے گا﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: ویجوز دفع القیمة فی الزکاة والکفارة وصدقة الفطر والعشر والنذر. (البحر الرائق ۲: ۲۲۱ فصل فی الغنم کتاب الزکاة)

﴿۲﴾قال الحصکفی: وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء اجماعاً وھو الاصح، قال ابن عابدین: ای کون المعتبر فی السوائم یوم الاداء اجماعاً وھو الاصح فانه ذکر فی البدائع انه قیل ان المعتبر عنده فیها یوم الوجوب وقیل یوم الاداء وفی المحیط یعتبر یوم الاداء بالاجماع وھو الاصح.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

قال اللّٰہ تعالیٰ

یٓایها الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما

کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض.

......(البقرۃ)......

اللہ اللہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب زکوٰۃ الزروع والثمار

باب زکوٰۃ الزروع والثمار (العشر)

عشر کے وجوب کیلئے غنا اور نصاب شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہمارے علاقہ میں دریا بہتے ہیں جن سے لوگوں نے چھوٹے چھوٹے نہریں نکالی ہیں اور مفت میں زمینیں سیراب ہوتی ہیں اس میں عشر ہے یا نصف العشر؟ (۲) ایک آدمی انتہائی قرضدار ہے اور اس کا اتنا غلہ ہوتا ہے جو صرف روزمرہ خرچ کیلئے کافی ہوتا ہے کیا اس کی زمین کے حاصلات میں عشر واجب ہے؟ (۳) ہمارے علاقے میں دھقانی کا رواج ہے اور دھقان پانچواں حصہ لیتا ہے جس سے سالانہ گزارہ مشکل سے ہوتا ہے کیا اس دھقان پر بھی عشر واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر بہادر برشور سوات ۔۔۔ ۱۹۷۵ء/۹/۲۲

الجواب: (۱) ایسی زمین کے حاصلات سے دسواں دینا واجب ہوتا ہے (درمختار) ﴿۱﴾۔

(۲) عشر کے وجوب کیلئے نہ غنا شرط ہے اور نہ کوئی نصاب لہٰذا اس شخص پر عشر واجب ہوگا (شامی) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی. وتجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح کنهر.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۵۳، ۵۴ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله بلا شرط نصاب) وبقاء فیجب فیما دون النصاب بشرط ان یبلغ صاعا وقیل نصفه

(رد المحتار ۲: ۵۴ مطلب مهم فی حکم اراضی مصر والشام باب العشر)

ومثله فی الهندیة: ویجب العشر عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ فی کل ما تخرجه الارض. (فتاوی عالمگیریه ۱: ۱۸۶ الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار کتاب الزکاة)

(۳) مفتیٰ بہ قول کی بنا پر یہ مزارع اپنے حصہ سے عشر ادا کرے گا (درمختار) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسلک حنفی کی رو سے زرعی پیداوار میں نصاب مقرر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر کے وجوب کیلئے زرعی پیداوار میں کوئی نصاب مقرر ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی خاص مقدار یا قسم عشر سے مستثنیٰ ہے یا نہیں؟ نفی کی صورت میں حدیث بخاری عن ابی سعید الخدری کہ تیس من سے کم غلہ یا کھجور میں عشر واجب نہیں اسی طرح روایت علی میں کہ ترکاریوں میں عشر واجب نہیں توضیح طلب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عشر کیلئے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، لعموم قوله تعالىٰ ولعموم الحديث ﴿۲﴾ واما حديث خمسة اوسق فمحمول على حالة التجارة او على ما يأخذه الامام، واما حديث ليس في الخضراوات صدقة فمعناه اى لا يأخذه العاشر ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاساني: ولابى حنيفة عموم قوله تعالىٰ: يا ايها اللذين امنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم ومما اخرجنا لكم من الارض (البقرة: ۲۶۷) وقوله عزوجل: وآتوا حقه يوم حصاده (البقرة ۲۶۷) وقول النبي ﷺ: ما سقته السماء ففيه العشر وما سقى بغرب او دالية ففيه نصف العشر (اخرجه البخارى فى صحيحه ۳: ۳۴۷ فى الزكاة باب العشر فيما يسقى من ماء السماء عن عبد الله بن عمر مرفوعا بلفظ قريب منه) من غير فصل بين القليل والكثير ولان سبب الوجوب وهى الارض النامية بالخارج لا يوجب التفصيل بين القليل والكثير. (بدائع الصنائع ۲: ۱۸۰ باب العشر شرائط المحلية)

﴿۳﴾ قال المرغيناني: قال ابو حنيفة في قليل ما اخرجته (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عشر میوہ جات میں ایک سال ذخیرہ ہونے کی شرط معتبر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ زمین کی پیداوار میں ایسی چیزیں جو ایک سال تک ذخیرہ نہیں ہوتیں مثلاً ٹماٹر، پالک سیب کے بعض اقسام اس میں عشر نہیں ہے بلکہ چالیسواں ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی فضل الرحمٰن راولپنڈی ۲۵/۸/۱۹۷۵ء

(بقیہ حاشیہ) الارض وكثيره العشر ولابى حنيفة قوله عليه السلام ما اخرجت الارض ففيه العشر من غير فصل وتأويل ما روياه زكاة التجارة لانهم كانوا يتبانعون بالاوساق وقيمة الوسق اربعون درهما وله ما روينا ومرويهما محمول على صدقة يأخذها العاشر . وقال ابن الهمام: ما اخرجت الارض ففيه العشر اخرج البخارى عنه عليه السلام فيما سقت السماء والعيون او كان عثريا العشر وفيما سقى بالنضح نصف العشر وروى مسلم عنه عليه السلام فيما سقت الانهار والغيم العشر وفيما سقى بالسانية نصف العشر وفيه من الآثار ايضا ما اخرج عبد الرزاق اخبرنا معمر عن سماك بن الفضل عن عمر بن عبد العزيز قال فيما انبتت من قليل وكثير العشر واخرج نحوه عن مجاهد وعن ابراهيم النخعى واخرجه ابن ابى شيبة ايضا عن عمر بن العزير ومجاهد وعن النخعى وزاد فى حديث النخعى حتى فى كل عشر دستجات بقل دستجة والحاصل انه تعارض عام وخاص فمن يقدم الخاص مطلقا كالشافعى قال بموجب حديث الاوساق ومن يقدم العام او يقول يتعارضان وبطلب الترجيح ان لم يعرف التاريخ وان عرف فالمتأخر ناسخ وان كان العام كقولنا يجب ان يقول بموجب هذا العام هنا لانه لما تعارض مع حديث الاوساق فى الايجاب فيما دون الخمسة الاوسق كان الايجاب اولىٰ للاحتياط فمن تم له المطلوب فى نفس الاصل الخلافى تم له هنا ولو لاخشية الخروج عن الغرض لاظهرنا صحته اى اظهار مستعيناً بالله تعالىٰ واذا كان كذلك فهذا البحث يتم على الصاحبين لا لتزامهما الاصل المذكور وما ذكره المصنف من حمل مرويهما على زكاة التجارة طريقة الجمع بين الحديثين (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تمام سبزیوں وغیرہ میں عشر یا نصف العشر واجب ہے،ان کے نزدیک ایک سال باقی رہنا شرط نہیں ہے، لعموم حدیث البخاری ای فیما سقته السماء الحدیث﴿۱﴾ واما الحدیث لیس فی الخضراوات صدقة فمحمول علی ما یأخذه العامل﴿۲﴾ وفی الدرالمختار: وبلا شرط بقاء وحولان حول. (هامش ردالمحتار ۲:۶۷)﴿۳﴾. وهوالموفق

پاکستانی زمینیں عشری ہیں خراجی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی اور بالخصوص پشاور ومردان کی آبادشدہ اراضی کا اطلاق عشری زمین پر ہوتا ہے یا خراجی زمین پر جواب سے مطمئن فرما کر

(بقیه حاشیه)قیل ولفظ الصدقة یشعر به فان المعروف فی الواجب فیما اخرجت اسم العشر لا الصدقة بخلاف الزکاة.

(فتح القدیر مع الهدایة ۲: ۱۸۷، ۱۸۸ باب زکاة الزروع والثمار)

﴿۱﴾ (الصحیح البخاری ۱: ۲۰۱ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: قوله فقال لیس فیها شیئ: قال ابویوسف ومحمد لا عشر فی الخضراوات ای فیما لا یبقیٰ سنة من غیر معالجة، وقال ابو حنیفة یجب فیها العشر ونصف العشر وحجته عموم قوله تعالیٰ انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض وعموم حدیث الباب الآتی، ویؤیده ما رواه ابن ابی شیبة عن عمر بن عبد العزیز قال فیما انبتت الارض من قلیل او کثیر العشر، والجواب عن حدیث الباب انه علی تقدیر ثبوته محمول علی ما یأخذه العاشر کما فی الهدایة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳: ۱۵۲ باب زکاة الخضراوات)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۴ باب العشر)

مشکور وممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی مولوی عبدالرحمن لوندخوڑ مردان

الجواب: ان علاقوں کی بارانی زمیں نیز وہ نہری زمینیں جن کی نہریں مسلمانوں نے بنائی ہوں یہ بلا شک وشبہ عشری ہیں اور وہ نہریں جو فرنگیوں نے بنائی ہوں تو اس میں بھی عشری ہونے کا حکم صحیح اور راجح ہے کیونکہ انگریز حکومت سے پہلے یہ زمینیں عشری تھیں، اور پھر فرنگیوں نے جو نہریں وغیرہ بنائی تھیں تو یہ انہار وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں علی طریق المس والفیٔ داخل ہوئی ہیں نہ کہ مسلمانوں نے زور اور غلبہ سے لی ہیں لہذا یہ خراجی نہ ہوں گے، **قال العلامہ الشامی ۲۔ ۵۴ والحاصل ان ماء الخراج ما کان للکفرة ید علیه ثم حویناه قهراً وما سواه عشری لعدم ثبوت الید علیه فلم یکن غنیمة﴿۱﴾. وهو الموفق**

زمین وقف کے عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمین موقوفہ کے حاصلات میں عشر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی لعل محمد بلوچستان ۲۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: زمین موقوفہ کے حاصلات سے عشر دیا جائے گا﴿۲﴾۔ **وهو الموفق**

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۷ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي. ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب ومأذون ووقف، قال العلامة ابن عابدین (قوله ووقف) افاد ان ملک الارض لیس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج لانه یجب فی الخارج لافی الارض فکان ملکه لها وعدمه سواء (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۵۴ باب العشر)

ائمہ مساجد کو دی گئی سیری میں عشر واجب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ائمہ مساجد کو قوم نے جو سیری (زمین) دی ہے اس کی پیداوار میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی محمد ابراہیم کنڈو بالا تیمر گرہ دیر ۱۹۸۹/۳/۲۷

الجواب: جو سیری (زمین) ائمہ مساجد کو دی گئی تھی تو ائمہ مساجد اس کے ملاک ہیں باقاعدہ اس کی پیداوار سے عشر دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور یہ زمین نہ وقف ہے اور نہ عاریت بلکہ عمری جیسا ہے۔ وھو الموفق

رہن شدہ زمین کا عشر اور زر رہن میں زکوۃ کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ زمین رہن کرتے ہیں اب اس مرہونہ زمین کی آمدنی کا عشر راہن ادا کرے گا یا مرتہن اور کیا یہ نفع رہن مرتہن کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ روپیہ جو مرہونہ کے عوض لئے گئے ہیں اس کی زکوۃ راہن ادا کرے گا یا مرتہن؟ بینوا توجروا

المستفتی غلام حسن شاہ ۱۹۷۷/۹/۲

الجواب: عشر مرتہن پر ہے، لانہ مالک الغلة ﴿۲﴾ اور زر رہن کی زکوۃ بھی اس پر واجب ہے. لانہ دین قوی ﴿۳﴾ اور مرہونہ سے انتفاع لینا مکروہ تحریمی ہے خواہ معروف ہو یا مشروط

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم وكذا ملك الارض ليس بشرط للوجوب لوجوبه في الارض الموقوفة (البحر الرائق ۲ ــ ۲۳۷ باب العشر)

﴿۲﴾ وفي الهدايه اذا كان الرهن ارضا فاذن له في زرعها او شجرا او كرما فاباح له ثمارها او بهيمة فاباح له شرب البانها فالحيلة فيه ان يبيح له ذلك على انه متى نهاه عن ذلك فهو ماذون له في ذلك ادبا مسائها كذا في خزانة المفتين.

(فتاوی عالمگیریہ ۵ ــ ۴۶۲ تصرف الراهن والمرتهن في المرهون)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي واعلم ان الديون عند الامام (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(شامی)﴿۱﴾۔وھو الموفق

باغات میں عشر کا مسئلہ اور امام ابو یوسف کے قول کی تشریح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے کی نشیبی زمینوں میں سیب، انار، انگور، خرمانی وغیرہ کے باغات ہیں اور بعض زمینوں پر آلو کاشت کیا جاتا ہے مذکورہ میوہ جات اور آلو وغیرہ منتفع ہونے کے بعد اور پختہ ہونے سے قبل فروخت کئے جاتے ہیں اتنی غالی قیمت پر بیچے جاتے ہیں مثلاً ایک باغ دس ہزار پر خریدا تو مشتری کو پانچ سو سے لیکر آٹھ سو تک منافع رہ جاتا ہے اب ایک عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ عشر مشتری پر ہے جس کی وجہ سے اصل مالکان نے عشر دینا چھوڑ دیا ہے اور مشتری کہتے ہیں کہ واہ جناب: جیب تو بائع بھر دے اور میں رأس المال اور نفع دونوں سے عشر ادا کروں؟ گزارش یہ ہے کہ آنجناب تعمق علمی سے تغیر زمان کو مدنظر رکھ کر رہنمائی فرمادیں، نیز امداد الفتاویٰ ۲:۵۰ میں امام ابو یوسف کے مذہب کو اعدل کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عشر دونوں پر ہے لیکن ابو یوسف کے مذہب کی تشریح ناقل نے غلط کی ہے لہٰذا مولانا موصوف کے فتویٰ کی وضاحت کی جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نور محمد وانا جنوبی وزیرستان..... جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: صورت مسئولہ میں عشر بائع پر ہے، لما فی الدرالمختار: ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشترى ولو بعده فعلى البائع انتهىٰ وفی ردالمحتار ۲:۴۷

(بقیہ حاشیہ) ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۳۸ باب زكاة المال)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع. (ردالمحتارهامش الدر المختار ۵:۳۴۳ كتاب الرهن)

وعند ابی یوسف عشر قیمۃ الفصل علی البائع والباقی علی المشتری﴿۱﴾ یعنی خریدتے وقت یہ معلوم کیا جائے گا کہ اس وقت کیا قیمت ہے اور حصاد (کٹائی) کے وقت کتنی قیمت ہے مثلاً خریدتے وقت ایک ہزار روپیہ ہے اور حصاد کے وقت تین ہزار ہے تو ایک ہزار کا عشر بائع ادا کرے گا اور دو ہزار کا مشتری ادا کرے گا۔ وھو الموفق

عشر کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر دوبارا استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عشر کے بارے میں ارسال شدہ فتویٰ ملا، جزاکم اللہ ذیل کے چند جزئیات کے بارے میں رہنمائی فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

(۱) وقت الوجوب متی ھو فعند ابی حنیفۃ عند ظھور الثمرۃ وعند ابی یوسف وقت الادراک وعند محمد وقت القضیۃ وعندہ یجب عشر ما اکل او اطعم . (فتح القدیر ۲: ۴). (۲) وفی البحر ان استھلکہ غیر المالک اخذ الضمان منہ وادی عشرہ. (بحر الرائق ۲: ۲۳۷). (۳) لو غصب ارضا عشریۃ فزرعھا ان نقصتھا الزراعۃ کان العشر علی صاحب الارض لانہ یأخذ ضمان نقصانھا فیکون بمنزلۃ نمائھا عند ابی حنیفۃ. (فتح ۲: ۸). (۴) اما طریق ابی حنیفۃ فھو ان الواجب اداء جزء من النصاب من حیث المعنی وھو المالیۃ واداء القیمۃ مثل اداء الجزء من النصاب من حیث الزمان (بدائع الصنائع ۲: ۲۶) یاد رہے کہ یہ بدائع کا جزئیہ زکوٰۃ کے ساتھ خاص نہیں عشر کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ ہدایہ کے دفع القیم میں اس پر تصریح ہے نیز بدائع ۲: ۶۳ پر تصریح ہے۔ (۵) قاعدہ فقہیہ: للبدل حکم مبدل منہ.

بالا جزئیات سے واضح ہوا کہ سبب وجوب عشر بائع کے حق میں متحقق ہوا خواہ بیع قبل الادراک ہو یا

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

بعدالادراک، خاص کر جزئیہ ۴ جس میں قیمت کو معنی مـا خرج کہا ہے، اب بائع کے بری الذمہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اداء ما وجب کرے۔ (۲) محل وجوب عشر عندالبائع فوت ہو جائے۔ یہی ثانی وجہ ہے کہ مسئلہ بیع القصیل قبل الادراک ثم ترکه باذن البائع الی وقت الادراک میں بائع کو عشر سے بری کیا ہے کہ اس صورت میں محل وجوب عشر بدل گیا اور جب محل فوت ہوا تو ماوجب بھی ساقط ہوا۔

ففی العناية: فـان قيـل ينبغي ان يجب العشر فی التبن لانه كان واجباً وقت كـون الـزرع قـصيـلا والتبـن هـو الـقـصيـل ذاتا الا انـه زادت فيـه اليبوسة وبها لا يتغير الواجب، اجيب: بانه لا يجب العشر في التبن لان العشر كان واجبا قبل ادراک الزرع فی الساق حتی لـو قـصـله وجب العشر فی القصيـل فاذا ادرک تحول من الساق الی الحب كما تحول الخراج من المكنة عند التعطيل الی الخارج. (عناية علی هامش فتح القدير ۲: ۵) عنایہ کے سوال و جواب سے مسئلہ قصیل کا اصل مذہب ابوحنیفہ سے خاص ہونے کی وجہ سے صاف ظاہر ہوا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تبدل ذات محل عشر سے عشر ساقط ہو جاتا ہے تبدل وصف سے نہیں اور مسئلہ شاز مین ذات محل عشر (جو کہ سبب ہے مثلا) نہیں بدلا، بلکہ صفت بدل گئی جو کہ کچا ہونے سے پختہ ہونے کی طرف ہر سبب منتقل ہوا، نیز علامہ شامی نے مدار تحول عشر من ذمة الی ذمة کیلئے ضرر واضح اصل رکھا ہے، قولـه: والعشر علی الموجر عنده وقالا علی المستاجر الخ، آگے لکھتا ہے فان امكن اخذ الاجرة كاملة يفتی بقول الامام والا بقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذی لا يـقـول بـه احـد. (ردالمحتـار ۲: ۲۰) اسی مدار تحول کو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاوی جلد دوم پر زیادہ واضح کیا ہے اب مسئلہ مذکورہ میں الزام ضرر علی المشتری کی وجہ سے اگر ابو یوسف کے مذہب پر فتوی دیا جائے تو کوئی حرج ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی مولانا نور محمد جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان

الجواب: واضح رہے کہ یہاں دو الگ الگ مسائل ہیں، اول یہ کہ عشر کا جوب کس وقت ہوتا ہے؟ تو اس میں ہمارے ائمہ مختلف ہیں، فليراجع الى ردالمحتار ۲: ۷۲﴿۱﴾ والبدائع ۲: ۶۳﴿۲﴾ وفتح القدير ۲: ۴﴿۳﴾، اور دوسرا یہ کہ عشر بائع پر ہے یا مشتری پر؟ تو یہ بھی مختلف فیہا ہے، قاله فى البدائع ۲: ۵۷، ولو باع الارض العشرية وفيها زرع قد ادرك مع زرعها او باع الزرع خاصة فعشره على البائع لانه باعه بعد وجوب العشر وتقرره بالادراك (هو وقت الوجوب عند ابى حنيفة) ولو باعها والزرع بقل فان فصله المشترى للحال فعشره على البائع ايضا لتقرر الوجوب فى البقل بالفصل وان تركه حتى ادرك فعشره على المشترى فى قول ابى حنيفة ومحمد لتحول الوجوب من الساق الى الحب، وروى عن ابى يوسف انه قال عشر قدر البقل على البائع وعشر الزيادة

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ويؤخذ العشر) قال فى الجوهرة واختلفوا فى وقت العشر فى الثمار والزرع فقال ابو حنيفة وزفر يجب عند ظهور الثمرة وقال ابويوسف عند استحقاق الحصاد وقال محمد اذا حصدت وصارت فى الجرين
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۵۸ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاسانى: واما وقت الوجوب فوقته وقت خروج الزرع وظهور الثمر عند ابى حنيفة وعند ابى يوسف وقت الادراك وعند محمد وقت التنقية والجذاذ فانه قال اذا كان الثمر قد حصد فى الحظيرة وذرى البر، وكان خمسة اوسق ثم ذهب بعضه كان فى الذى بقى منه العشر فهذا يدل على ان وقت الوجوب عنده هو وقت التصفية فى الزرع ووقت الجذاذ فى الثمر. (بدائع الصنائع ۲: ۱۸۶ فصل واما وقت الوجوب كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام: فعند ابى حنيفة عند ظهور الثمرة فلا يكون تعجيلا وعند ابى يوسف وقت الادراك وعند محمد عند تصفية وحصوله فى الحظيرة
(فتح القدير ۲: ۱۸۹ باب زكاة الزروع والثمار)

علی المشتری وکذلک حکم الثمار علی هذا التفصیل ﴿۱﴾، لہٰذا صورت مسئولہ میں طرفین کے قول پر فتویٰ دینا اور یا شیخ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دینا کسی بھی قول پر ہمارا اعتراض نہیں ہے باقی آپ کے حوالہ جات جو ہیں تو حوالہ اولیٰ کا صورت مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ الگ الگ مسائل ہیں، اور دوم وسوم وچہارم وپنجم کا جواب یہ ہے کہ باوجود صریح جزئیہ کے استنباط کرنا بے قاعدہ ہے۔ وھو الموفق

عشر میں زمانہ وجوب کی قیمت معتبر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زکوٰۃ کا دس من چنا ہے عشر ادا کرنے سے پہلے بوجہ مہنگا ہونے تمام چنوں کا سودا کیا مثلاً جنوری ۱۹۷۵ء میں اسی روپیہ فی من کے حساب سے تمام چنے فروخت کئے اور عشر ادا نہیں کیا حتی کہ مئی کے مہینہ میں چنوں کی قیمت چالیس روپیہ فی من ہوگیا اب اگر صاحب نصاب اول قیمت کے وقت عشر دیتا تو فقیر کیلئے زیادہ فائدہ ہوتا اب اگر دوسری قیمت کے حساب سے عشر دیتا ہے تو پہلے جیسا فائدہ فقیر کو نہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ از روئے شرع ان دونوں قیمتوں میں کونسی قیمت زکوٰۃ میں دینا معتبر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۸/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اس شخص پر ضروری ہے کہ ایک من چنا دے دیں اور یا زمانہ وجوب کے نرخ کا اعتبار کرے، کما فی الدرالمختار وتعتبر القیمة یوم الوجوب (هامش ردالمحتار ۲: ۳۰)﴿۲﴾ وبمعناه فی سائر الفتاویٰ ﴿۳﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۷۵ فصل فی الخراج والعشر کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

﴿۳﴾ وفی الهندية: وان ادی القیمة تعتبر قیمتها یوم الوجوب .
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)

عشر میں جنس کی قیمت دینے کی صورت میں مقامی نرخ معتبر ہے نہ کہ سرکاری

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملاکنڈ ڈویژن میں حکومت نے عشری نظام حال ہی میں ختم کیا ہے اب بعض لوگ جنس کی صورت میں ادائیگی کرتے ہیں اور بعض قیمت کی صورت میں لیکن قیمت کی صورت میں علماء مختلف ہو چکے ہیں بعض کہتے ہیں کہ سرکاری نرخ معتبر ہے کیونکہ یہ نرخ مستمر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر بڑے گاؤں کی دو دکانوں میں جو نرخ مقرر ہو اس کے حساب سے دیا کریں کیونکہ یہ عرفی نرخ ہے اب مطلوب یہ ہے کہ سرکاری اور عرفی نرخ میں کونسا معتبر ہے، نیز ادائیگی جنس اور قیمت میں کونسی چیز معتبر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ چترالی (شہید) ۱۹۷۲/۱۲/۱۲

الجواب: صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ جنس دی جائے اور قیمت دینے کی صورت میں مقامی نرخ معتبر ہوگا، نہ کہ سرکاری، لان تسعیر الحاکم غیر معتبر ولذا قالوا ان الحاکم لا یسعر وانهم قالوا: ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیه (هامش الرد ۲: ۳۵)(۱). وهو الموفق

عشری زمین سے خراج لینے کی صورت میں ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت لوگوں سے خراج وصول کرتی ہے خواہ زمین خراجی ہو یا عشری، اور بعض لوگ اپنی زمینوں سے عشر اسلئے نہیں دیتے کہ حکومت خراج لیتی ہے حالانکہ ہماری زمینیں عشری ہیں، اور حکومت بھی مسلمانوں کی ہے تو کیا عشر ادا نہیں کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل مرجان کوہاٹ ۱۹۷۴/۸/۹

---

(۱) (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

الجواب. عشری زمین کے حاصلات سے عشر دینا ضروری ہے خراج دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے، کما فی ردالمحتار ۲۶۵:۳ وکذا لو کانت عشریة لا یؤخذ منها خراج ﴿۱﴾ قلت فالاجماع جهل وظلم وهو الموفق

بہن کے حصہ زمین پر غاصب بھائی اس بہن کو عشر دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس بہن کو والد کی جائیداد میں میراث کا حصہ نہیں دیا گیا ہو اور ہمارے ہاں زمانہ قدیم سے عورتوں کو میراث نہیں دی جاتی ساری کی ساری زمیں بھائیوں کے پاس ہوتی ہے تو اس صورت میں یہ بھائی اس زمین کا عشر اس غریب بہن کو دے سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

المستفتی عبداللہ کیملپوری ۳/۷/۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ حاصلات بھائی (غاصب) کے مملوکہ ہیں ﴿۲﴾ لہٰذا یہ بھائی ہمشیرہ کو عشر دے سکتا ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲۸۹:۳ باب العشر والخراج والجزیة کتاب الجهاد)

﴿۲﴾ قال الشيخ محمد امين (قوله والا فالخارج للزارع الخ) ای ان لم یکن عرف فی دفعها مزارعة ولا فی قسم حصة معلومة یکون الزارع غاصباً فیکون الخارج له وقوله وعلیه اجر مثل الارض متکل ولا تفیده النقول المارة لانها حینئذ لیست مما اعد للاستغلال حتی یجب علیه الاجر بل الواجب علیه نقصانها الخ

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱۳۷:۵ مطلب زرع فی ارض الغیر یعتبر عرف القریة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین. (قوله ولا الی من بینهما ولاد) وقید بالولاد لجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة.

(ردالمحتار ۲ ۲۹ باب المصرف)

افغان مجاہدین عشر لے سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ افغان مجاہدین اراضی افغانستان کا عشر بزور یا برضا لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مجاہد فاضل حقانیہ ۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ

الجواب: جاز اخذ العشور للمجاهدين بشرط صرفها فی المصارف الشرعية والوجه فيه انهم ليسوا بالادنی عن البغاة﴿۱﴾. وهو الموفق

شراب، تمباکو، افیون اور بنگ میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حرام اشیاء مثلاً شراب، تمباکو، افیون اور بنگ میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اس کے جنس سے عشر دیا جائے گا یا قیمت میں سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد غنی سنگو لئے دیر ۱۹/۷/۱۹۷۹ء

الجواب: شراب میں عشر واجب نہیں، تمباکو اور افیون میں واجب ہے﴿۲﴾ خواہ جنس دے دیں یا

﴿۱﴾ قال الحصكفی: اخذ البغاة والسلاطين الجائرة زكاة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف الماخوذ فی محله الآتی ذكره والايصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۶ قبيل مطلب فی مالو صادر السلطان رجلا الخ)

﴿۲﴾ وفی الهندية: ويجب العشر عند ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ فی كل ما تخرجه الارض من الحنطة والشعير والدخن والارز واصناف الحبوب والبقول والرياحين والاوراد والرطاب وقصب السكر والذريرة والبطيخ والقثاء والخيار والباذنجان والعصفر واشباه ذلك مماله ثمرة باقية او غير باقية قل او كثر. (فتاوی عالمگيريه ۱: ۱۸۶ الباب السادس فی زكاة الزرع والثمار)

قیمت ﴿۱﴾ تمباکو کی کاشت مطلقا جائز ہے ﴿۲﴾ اور افیون کی کاشت تداوی کیلئے جائز ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

غیر مملوک جنگلات کی آمدنی اور عشر وزکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں جنگلات کی قیمت سے چار اخماس علاقہ کے لوگوں کو دی جاتی ہے اور ایک خمس حکومت وصول کرتی ہے کیا یہ ایک خمس قائم مقام زکوٰۃ وعشر ہے؟ یا اس کے علاوہ عشر ادا کیا جائے گا، نیز ٹھیکہ دار نو روپیہ فی فٹ ان علاقائی لوگوں کو دیتا ہے تو کیا عشر ٹھیکہ دار کے ذمہ واجب ہے یا علاقائی لوگوں پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عنایت الرحمن واشنگ آلائی ۹/رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) مباح اور غیر مملوک زمین کے خودرو درختوں میں عشر واجب نہیں ہے البتہ ان کی قیمت سے حولان حول کے بعد باقاعدہ زکوٰۃ دی جائے گی، **یدل علی الحکم الاول ما فی تنقیح الفتاویٰ ۱:۱۰ وفی محیط السرخسی کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیہ لانہ بمنزلۃ اجزاء الارض، وکل شیئ لا یتبع الارض الا بشرط ففیہ العشر کالحبوب والثمر ﴿۴﴾ وفی الخانیۃ ولا یجب العشر فی القنب والصنوبر والقصب**

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وجاز دفع القیمۃ فی زکاۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۴۲ باب زکاۃ الغنم)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ بل ثبت لہ منافع فھو داخل تحت قاعدۃ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ. (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۵:۳۲۶ کتاب الاشربۃ)

﴿۳﴾ وفی الشامیۃ: (قولہ ویحرم اکل البنج والحشیشۃ والافیون) وھو صریح فی حرمۃ البنج والافیون لا للدواء وفی البزازیۃ والتعلیل ینادی بحرمتہ لا للدواء.
(فتاوی شامیہ ھامش الدر ۵: ۳۲۵ کتاب الاشربۃ)

﴿۴﴾ ہ (تنقیح الفتاوی الحامدیہ ۱: ۱۰ باب الزکاۃ والعشر)

الفارسی ......و لو جعل ارضه مشجرة او مقصبة يقطعها ويبيعها فی كل سنة كان فيه العشر (هامش الهنديه ١ : ٢١٦)﴿١﴾. (٢) چونکہ یہ زمین مباح اور غیر مملوک ہے نیز یہ درخت خودرو ہیں لہٰذا ان کا مالک شرعی کٹائی کرنے والا یعنی مزدور ہے نہ کہ فروخت کنندگان اور ٹھیکہ دار یہ صرف قانونی امور ہیں﴿٢﴾۔وهو الموفق

مملوک اور غیر مملوک پہاڑ کے چلغوزوں میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں جن پر چلغوزی بھی ہیں یہ پہاڑ کسی کے مملوک ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور یہ تقسیم پہاڑ قرعہ اندازی پر درست ہو سکتی ہے یا نہیں، نیز چلغوزہ کا یہ میوہ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو زکوٰۃ و عشر کس کے ذمہ واجب ہوگا، بائع پر یا مشتری پر؟ بينوا توجروا

المستفتی: سید احمد جدرانی ١٩٨٥ء/١٢/١٧

الجواب: پہاڑ دو قسم کے ہوتے ہیں مملوک اور غیر مملوک اور یہ تعین مقامی لوگ کر سکتے ہیں، پس مملوک پہاڑ کے درخت اور میوہ جات بھی مملوک ہوتے ہیں ان کی خرید و فروخت درست ہے اور قواعد کی رو سے ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے ہاں میوہ جات میں واجب ہوگا﴿٣﴾ اور جب بیع و شراء میوہ جات

﴿١﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهنديه ١ : ٢٧٦ فصل فی العشر كتاب الزكاة)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن الهمام: ولا تجوز الشركة فی الاحتطاب والاصطياد وكذا الاحتشاس والتكدی وسؤال الناس وما اصطاده كل واحد منهما او احتطبه او اصابه من التكدی فهو له دون صاحبه وعلى هذا الاشتراک فی كل مباح كاخذ الحطب والثمار من الجبال كالجوز والتين والفستق وغيرها الخ. (فتح القدير ٥ : ٤٠٩ فصل فی الشركة الفاسدة)

﴿٣﴾ قال العلامة برهان الدين: وما يوجد فی الجبال من العسل والثمار ففيه العشر. (هداية على صدر فتح القدير ٢ : ١٩٣ باب زكاة الزروع والثمار)

کی پختگی سے قبل ہوا ہو تو عشر مشتری پر واجب ہوگا، ورنہ بائع پر واجب ہے ﴿۱﴾ اور غیر مملوک پہاڑ سے درخت اور میوہ جات اس شخص کے مملوک ہوں گے جس نے ان کو (کٹائی وغیرہ) سے حاصل کئے ہوں کہ هو الاصل فی المباحات ﴿۲﴾ اور عشر صرف میوہ جات میں صرف قابض پر واجب ہوتا ہے خواہ بائع یا مشتری (ماخوذ از تنقیح الفتاوی ۱۰۱ وشرح التنویر باب العشر) ﴿۳﴾ وهوالموفق

پہاڑی گھنگور میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے بارے میں کہ پہاڑی علاقوں میں گھنگور (پھل) پیدا ہوتا ہے یہ قدرتی پیداوار ہے اس کو کوئی پانی دیتا ہے نہ حفاظت کرتا ہے لیکن لوگ ان پہاڑوں سے لاکر گندم یا روپیہ پر فروخت کرتے ہیں اس گھنگور میں عشر ہے یا نہیں بینوا توجروا

المستفتی نامعلوم ۱۹۷۵ء/۲/۹

الجواب: چونکہ حکومت ان کی حمایت نہیں کرتی لہٰذا ان میں عشر واجب نہ ہوگا۔ کما فی الدرالمختار ویجب العشر فی ثمرة جبل او مفازة ان حماه الامام لانه مال مقصود لا ان لم یحمه لانه کالصید (هامش ردالمحتار ۲: ۶۲) ﴿۴﴾ وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال ابوالبرکات عبد الله بن احمد النسفی: ولا تصح شرکة فی احتطاب واصطیاد واستقاء والکسب للعامل وعلیه اجر مثل ما للآخر الخ.

(کنز الدقائق علی هامش بحر الرائق ۵: ۱۸۴ فصل فی الشرکة الفاسدة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی محیط السرخسی کل شیء یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیه لانه بمنزلة اجزاء الارض وکل شیء لا یتبع الارض الا بشرط ففیه العشر کالحبوب والثمر (تنقیح الفتاوی الحامدیة ۱: ۱۰ باب الزکاة والعشر)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۳ باب العشر)

خشخاش، افیون اور پوست میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر صرف تخم خشخاش میں واجب ہے یا صرف افیون میں یا پوست (ڈوڈے) میں، یا تینوں میں یا صرف دو میں وضاحت فرما کر مطلع فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نسیم قریشی ناوگئی چملہ سوات ۱۹۷۴ء/۷/۲۲

الجواب: چونکہ خشخاش اور افیون دونوں مقصود ہوتے ہیں، لہٰذا ان میں عشر واجب ہوگا، بخلاف ڈوڈہ اور تنا کے، یدل علیه ما فی البدائع ۲: ۵۸ ومنها ان یکون الخارج من الارض مما یقصد بزراعة نماء الارض وتستغل الارض به عادةً فلا عشر فی الحطب ویجب فی قصب السکر وقصب الزریرة لانه یطلب بهما نماء الارض فوجد شرط الوجوب فیجب هذا ولم احده صریحاً ﴿۱﴾. وهو الموفق

افیون کا عشر پختہ ہونے کے بعد مالک زمین پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں افیون کی فصل کاشت کی جاتی ہے جب یہ پختہ ہو جائے تو زمیندار اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اس صورت میں مالک زمین عشر دے گا یا مشتری؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعید اکبر گدون صوابی ۱۷/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر یہ بیع وشراء پختگی کے بعد منعقد ہوئے ہوں تو عشر مالک زمین پر واجب ہے، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۳۳ باب العشر ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲ /۱۷۸ فصل واما شرائط المحلیة فانواع کتاب الزکاة)
﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۰ باب العشر)

پہاڑی درختوں کے میوہ جات میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پہاڑی درختوں میں کسی کو شریک کرے کہ جتنا میوہ آپ ان درختوں سے جمع کرے تو آدھا آپ کا اور آدھا میرا، اب اس کا عشر مالک پر واجب ہے یا مزدور پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی بستی خان برمل شمالی وزیرستان ۱۴/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: اگر یہ درخت اس آمر کی ملکیت ہو تو یہ اجارہ ازقبیل **قفیز الطحان** ہے اور ناجائز ہے البتہ علماء بلخ بعض صورتوں میں جواز کا فتویٰ دیتے ہیں ﴿۱﴾ پس اس صورت میں تمام میوہ جات کا عشر مالک درخت پر ہے اور اگر یہ درخت مباح ہوں تو عشر اس حاصل کنندہ پر ہے کیونکہ یہ اس کا مالک ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهنديه: وهذا بخلاف ما لو اشتر كافي الاحتطاب فاحتطب احدهما و جمعه الآخر فانه يجب الاجر بالغا مابلغ عند محمد رحمه الله تعالىٰ كذا في الكافي دفع غزلا الى حائك لينسجه بالنصف فالثوب لصاحب الغزل ومشائخ بلخ جوزوا هذه الاجارة لمكان الضرورة والتعامل والصحيح جواب الكتاب لانه في معنى قفيز الطحان وللحائك اجر مثله لا يجاوزبه قيمة المسمى. (فتاوى عالمگيريه ۴: ۴۴۵ الفصل الثالث في قفيز الطحان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله ولاتصح شركة في احتطاب واصطياد واستقاء) لان الشركة متضمنة معنى الوكالة والتوكيل في اخذالمباح باطل لان امر الموكل به غير صحيح والوكيل يملكه بدون امره فلا يصلح نائبا عنه اشار بالثلاثة الى ان اخذ كل شئ مباح كالاحتشاش واجتناء الثمار من الجبال والتكدى وسؤال الناس ونقل الطين وبيعه من ارض مباحة او الجص او الملح او الثلج او الكحل او المعدن او الكنوز الجاهلية الخ.

(البحر الرائق ۵: ۱۸۳ فصل في الشركة الفاسدة)

مالٹا کے باغ اور درختوں کے درمیان غلہ وغیرہ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے کھیت میں مالٹے کا باغ لگایا ہے درمیانی زمین میں غلہ بھی پیدا ہوتا ہے پودے اب ان شاء اللہ کامیاب ہو رہے ہیں، کیا ان مالٹوں اور فصل دونوں سے عشر دینا لازمی ہے یا ایک چیز سے اور ہماری زمین نہری ہے جس پر آبیانہ وصول کیا جاتا ہے تو کیا عشر لازم ہوگا یا نصف العشر؟ بینوا توجروا

المستفتی عبدالکریم راولپنڈی ۱۹۶۹.۹.۰

الجواب: آپ میوہ اور غلہ دونوں سے بیسواں یا اس کی قیمت دیا کریں بشرطیکہ زمین آب باران سے کفایت نہ ہوتی ہو ورنہ دسواں دینا ضروری ہے. قال رسول اللہ ﷺ فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر، رواہ البخاری ﴿۱﴾، وفی الدرالمختار وتجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح کنہر ویجب نصفہ فی سقی غرب ای دلو کبیر او دالیۃ ای دولاب انتہی مختصراً ﴿۲﴾ وھو الموفق

اشجار میوہ دار اور غیر میوہ دار میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں درخت اور اشجار ہیں اور یہ اشجار قوموں اور خاص گھرانوں کی ملکیت ہیں ہر ایک کا اپنا حصہ معلوم ہے اور یہ درخت دو قسم کے ہیں میوہ دار جو چلغوزہ رکھتے ہیں ان میں ہم عشر دیتے ہیں اب ان میں یہ شبہ ہے درخت کاٹتے ہیں یا اپنے گھروں میں کام لاتے ہیں تو اس قسم اشجار میں عشر واجب ہوگا یا نہیں اور بغیر میوہ والے درختوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی جہانگیر خان شین مینار مسجد ڈی آئی خان ۲۶/۲/۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ (الصحیح البخاری ۱: ۲۰۱ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۵۳، ۵۵ باب العشر)

الجواب: اشجار کے میوہ جات اور خاص قسم کی شاخوں میں (جو کہ نیزوں اور چارپائیوں کے استعمال میں لائی جاتی ہیں) عشر واجب ہے ﴿۱﴾ البتہ اشجار کے اصول اور تنوں میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۱۰ وفی محیط السرخسی کل شئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیہ لانہ بمنزلۃ الارض ﴿۲﴾. وھو الموفق

سیب کے باغات میں عشر نکالنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ زیارت میں سیب کے باغات ہیں جس کی فروخت دو طریقوں پر ہوتی ہے اول یہ کہ زمیندار اور ٹھیکیدار کا سودا بن کر زمیندار اپنی رقم لے کر اس سے عشر دیتا ہے مگر جو زمیندار باغ کو فروخت نہیں کرتے تو ان کیلئے یہ مسئلہ بن گیا ہے وہ یہ کہ پہلے ہمارے لوگ جب تمام سیب فروخت کرتے تھے اور حساب لگاتے تھے کہ اب اتنی رقم بن گئی ہے پھر کرایہ ٹرک، دلالی، محصول، کریٹ، کیل وغیرہ کا خرچہ منہا کر کے بقیہ سے عشر دیتے تھے اس بارے میں سوال یہ ہے کہ ان صورتوں میں عشر کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمجید قذانی مارکیٹ کوئٹہ ...۲۹/رجب ۱۴۰۴ھ

الجواب: مالکان باغات میوہ جات کاٹتے وقت دسواں حصہ معلوم کرنے کی مشقت برداشت کریں اور اس دسویں حصہ کی قیمت (مقامی قیمت) معلوم کر کے اس قیمت کو حالاً یا بعد البیع ادا کیا کریں

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: (تحت قولہ وقصب) ھو کل نبات یکون ساقہ انا بیب و کعوبا والکعوب العقد والانبوب ما بین الکعبین واحترز بالفارسی عن قصب السکر وقصب الذریرۃ وھو قصب السنبل ففیھما العشر. فلو استنمی ارضہ بقوائم الخلاف وما اشبھہ او بالقصب او الحشیش و کان یقطع ذلک ویبیعہ کان فیہ العشر.

(ردالمحتار ھامش الدر المختار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۲﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱: ۱۰ باب الزکاۃ والعشر)

(ماخوذ از ہندیہ وشامی) ﴿۱﴾ اور یا پنجاب کراچی وغیرہ میں فروخت کرنے کے بعد تمام قیمت سے (بغیر کرایہ خرچ وغیرہ کے وضع کرنے کے) دسواں دیا کریں، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰ ویقوم فی البلد الذی المال فیه وفی ردالمحتار فلو بعث عبداً للتجارة فی بلد آخر یقوم فی البلد الذی فیه العبد بحر ﴿۲﴾ وفیه ایضاص ۶۹ قوله بلا رفع مؤن ای یجب العشر فی الاول ونصفه فی الثانی بلا رفع اجرة العمال ونفقة البقر...... بل یجب العشر فی الکل ﴿۳﴾. وهو الموفق

چارے کیلئے بوئے گئے سرسوں میں عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جو یا گندم میں سرسوں بویا جاتا ہے جو مویشیوں کے چارے کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور مقصود گندم یا جو کی فصل ہوتی ہے تو کیا اس سرسوں میں عشر واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل عظیم دفتر پولیٹیکل ایجنٹ خار باجوڑ ایجنسی ...۶/رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: چونکہ یہ سرسوں مقصود بالاستغلال ہے خودرو چارہ نہیں ہے اسلئے اس میں عشر واجب ہے (ماخوذ از ہندیہ) ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولو باع العنب اخذ العشر من ثمنه وکذلک لو اتخذه عصیرا ثم باعه فعلیه عشر ثمن العصیر کذا فی محیط السرخسی ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وکری الانهار واجرة الحافظ وغیر ذلک فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجته الارض عشرا او نصفا. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ قبیل باب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۵۶ باب العشر)

﴿۴﴾ وفی الهندیة: وان یکون الخارج منها مما یقصد بزراعته (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حکومتی حمایت سے خارج پہاڑوں کے میوہ جات میں عشر کا مسئلہ

سوال: مایقول العلماء فی ھذہ المسئلة الفقھیة ھل یجب العشر فی الجبل الذی لم یحم الامام؟ وقال صاحب الدر المختار یجب العشر فی العسل وان لم یکن فی الارض العشری کالجبال والمفازاۃ ان لم یکن خراجیة، ویجب العشر فی ثمرة الجبل ان حماہ الامام، فالمطلوب ان فی وطننا جبال لا یتصرف الامام فیھا ولا حمایته للامام ولکن الحمایة لاھل القریة، وقد عین نصیب کل من اھل القریة واھلھا یبایعون حصصھم فیما بینھم فھل یصح التملیک والبیع لھم؟ وان صح البیع فالعشر علی البائع او المشتری وان لم یصح البیع فعلی ای منھما العشر؟ وایضا قال الشامی فی عشر الثمار ان باع قبل الادراک فعلی المشتری وان کان بعد الادراک فعلی البائع؟ اطلب منکم تشریح المسائل مفصلا لعموم البلوی وان اجبتم بالادلة فلکم الشکر. بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم متعلم دارالعلوم حقانیہ ۱۹۸۳ء/۵/۱۷

الجواب: صورت مسئولہ میں ان میوہ جات (چلغوزی وغیرہ) میں عشر واجب ہے، البتہ اگر کوئی مالک اپنے حصہ کو قبل از ادراک فروخت کرے تو یہ عشر مشتری کے ذمہ واجب ہوگا، نہ کہ اصل مالک پر، یدل علیه ما فی شرح التنویر کما ذکرہ المستفتی۔[۱] واضح رہے کہ جن بلاد میں تمام پہاڑ اور

(بقیہ حاشیہ) نماء الارض .... حتی لو استنمی بقوائم الخلاف والحشیش والقصب وغصون النخل او فیھا دلب او صنوبر ونحوھا وکان یقطعه ویبیعه یجب فیه العشر
(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۸۶ الباب السادس فی زکاۃ الزرع والثمار)

[۱] قال العلامة الحصکفی ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۰ باب العشر)

جنگلات ملکیت مشترکہ قرار دیئے جاتے ہیں نہ کہ موات یا غیر مملوک، تو ایسے بلاد کے میوہ جات میں وجوب عشر امر واضح ہے اس میں امام کی حفاظت کی شرط کسی کے نزدیک معتبر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پہاڑی درختوں اور لکڑیوں میں عشر کا مسئلہ

سوال: ایک رسالہ ارسال خدمت ہے جس میں درختوں کی لکڑیوں میں عشر کے وجوب کی نفی کی گئی ہے حالانکہ یہ درخت ان پہاڑوں میں مقصودی ہوتے ہیں اور اقوام باقاعدہ ان کی تقسیم کرتے ہیں اور حفاظت کرتے ہیں اور یہ لکڑیاں بہت قیمتی ہوتی ہیں اس کے متعلق آپ صاحبان اپنی رائے سے ہمیں مطلع فرمائیں کہ ان میں عشر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد سردار صاحب مفتی و مدرس دار العلوم ٹل ... ۱۹۸۶ء/۱۱/۲۹

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱: ۱۰ وفی محیط السرخسی کل شیء یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیہ ﴿۲﴾ البتہ ان پہاڑی درختوں کے میوہ جات میں بعض اوقات عشر واجب ہوتا ہے (ھدایۃ) ﴿۳﴾ نیز جس درخت کی شاخ نیزہ وغیرہ کیلئے درکار ہو تو اس کے تنا میں عشر نہیں ہے لیکن ان شاخوں میں

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (ان حماہ الامام) الضمیر عائد الی المذکور وھو العسل والثمرۃ والظاھر ان المراد الحمایۃ من اھل الحرب والبغاۃ وقطاع الطریق لا عن کل احد فان ثمر الجبال مباح لا یجوز منع المسلمین عنہ وقال ابویوسف لا شیء فیما یوجد فی الجبال لان الارض لیست مملوکۃ ولھما ان المقصود من ملکھا النماء وقد حصل.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۵۳ باب العشر)

﴿۲﴾ (تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ۱: ۱۰ باب الزکاۃ والعشر)

﴿۳﴾ قال العلامۃ برھان الدین: وما یوجد فی الجبال من العسل والثمار ففیہ العشر.

(ھدایۃ علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۹۳ باب زکاۃ الزروع والثمار)

عشر واجب ہے،لان قوائمها كالثمرات (بدائع) ﴿۱﴾. وهو الموفق

فصل اور میوہ جات میں عشر کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ:(۱) ثمرات میں ادراک کا مصداق کونسی حالت ہے؟ (۲) ثمرات پر عشر کب واجب ہوتا ہے؟ (۳) یہ عشر مشتری پر واجب ہوتا ہے یا بائع پر؟ (۴) کچھ میوہ جات فروخت کرنا ہلاک ہے یا استہلاک؟ (۵) ثمرات یعنی میوہ جات اور زرع یعنی فصل کے عشر میں فرق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد علی مدرسہ کریمیہ لورالائی بلوچستان......۱۹۸۷ء/ ۷/ ۲۹

الجواب: (۱) جس وقت یہ میوہ جات امراض اور فساد سے محفوظ ہوں تو اس کو وقت ادراک کہا جاتا ہے، كما في ردالمحتار ۴: ۳۸ لكن بدو الصلاح عندنا ان تومن العاهة والفساد ﴿۲﴾. (۲) یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ادراک اور ظہور صلاح کے وقت عشر واجب ہو جاتا ہے، كما في ردالمحتار ۲: ۲۷ قال في الجوهرة واختلفوا في وقت العشر في الثمار والزرع فقال ابو حنيفة وزفر يجب عند ظهور الثمرة والا من

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: ومنها ان يكون الخارج من الارض مما يقصد بزراعته نماء الارض وتستغل الارض به عادة فلا عشر في الحطب، والحشيش والقصب الفارسي لان هذه الاشياء لا تستمى بها الارض ولا تستغل به عادة لان الارض لا تنمو بها بل تفسد فلم تكن نماء الارض حتى قالوا في الارض اذا اتخذها مقصبة وفي شجرة الخلاف التي يقطع في كل ثلاث سنين او اربع سنين انه يجب فيها العشر لان ذلك غلة وافرة.

(بدائع الصنائع ۲: ۱۷۸ فصل واما شرائط المحلية فانواع كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۴: ۴۲ مطلب في بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً كتاب البيوع)

علیها من الفساد﴿۱﴾. (۳) چونکہ یہ مروجہ بیع، بیع فاسد ہے اور بیع فاسد قبل القبض مفید ملک نہیں ہوتا ہے لہٰذا عشر بائع پر واجب ہوگا، البتہ اگر بائع نے مشتری کو قبضہ دیا ہو تو مشتری پر واجب ہوگا، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۴۷ ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع ﴿۲﴾فافهم. (۴) نہیں ﴿۳﴾۔ (۵) ان کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وهو الموفق

نشہ آور اشیا کی کاشت پر عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک زمیندار نے اپنی اراضی پر ایسی چیز کاشت کی ہے جس سے نشہ آور اشیا مثلاً چرس، بھنگ، افیون، اور ہیروئن وغیرہ بنتی ہیں کیا اس حرام مال سے بھی عشر ادا کیا جائے گا؟ بینو اتو جروا

المستفتی: خیال اکبر افریدی پی اے ایف پشاور......۱۹۸۶ء/۱/۱۹

الجواب: چونکہ یہ اشیاء دوائی کیلئے بھی استعمال ہوتی ہیں لہٰذا ان سے عشر یا نصف العشر دینا چاہئے ﴿۴﴾ عشر یا نصف عشر سے مال پاک ہو جائے گا، حلال نہیں ہوتا جیسا کہ چوری کا لباس یا ریشمی لباس صابون سے پاک ہو جاتا ہے حلال نہیں ہوتا۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۵۸ باب العشر)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: واستبدال مال التجارة بمال التجارة لیس استهلاکاً بلا خلاف سواء استبدلها بجنسها او بخلاف جنسها. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۰ مسائل شتیٰ کتاب الزکاة)

﴿۴﴾ قال العلامة برهان الدین: قال ابو حنیفة فی قلیل ما اخرجته الارض و کثیره العشر. (هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۸۶ باب زکاة الزروع والثمن)

تمباکو کا استعمال اور عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم ورجینا تمباکو کی کاشت کرتے ہیں اور کاشت کے وقت سے سنبھالنے تک اس پر کافی خرچ آتا ہے مثلاً مزدور کی مزدوری، کیمیاوی کھاد پھر بھٹی میں پکاتے وقت سوختی لکڑی کا خرچ وغیرہ، اب سوال یہ ہے کہ ہم جب فصل لے لیں اور اس کو مکمل طور پر فروخت کر کے اس کی نقدی وصول کر لیں تو پھر اس میں عشر پہلے ادا کریں گے اور بعد میں اخراجات کے قرضے وغیرہ دیں گے یا پہلے اخراجات منہا کر کے باقی سے عشر ادا کریں؟ نیز تمباکو کا استعمال چونکہ ناجائز ہے تو کیا یہ تجارت اور زراعت جائز ہے؟ اور ہماری زمینیں نہری ہیں جن کا ہم حکومت کو باقاعدہ آبیانہ دیتے ہیں تو اس میں عشر ہے یا نصف عشر؟ بینوا توجروا

المستفتی: ریدی گل تخت بھائی ۱۹۷۵ء/۶/۷

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے، کما فی ردالمحتار ۵: ۴۰۶ فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة ﴿۱﴾ لہٰذا ان میں وجوب عشر کوئی امر مستبعد نہیں ہے نیز اس کے اوراق شجر الخلاف کی شاخوں کی طرح ثمرات کے حکم میں ہوں گے فتامل. مافی ردالمحتار ۲: ۶۸ فلو استنمیٰ ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه او بالقصب او الحشیش وکان یقطع ذلک ویبیعه کان فیه العشر (غایة البیان) ﴿۲﴾ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ادراک کے وقت عشر واجب ہوتا ہے پس جب یہ اوراق کٹائی کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان اوراق سے یا ان کی قیمت سے عشر دینا ہوگا، پس جب ایک کنال خام تمباکو کی قیمت پانچ سو روپیہ ہو اور بھٹی میں پختہ ہونے کے بعد اس کی قیمت دو ہزار روپیہ ہو تو

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۲۶ کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۵ باب العشر)

قاعدہ کی بنا پر پانچ سو روپیہ سے عشر دینا ہوگا، یدل علیہ ما فی الدر المختار ویؤخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا﴿۱﴾ فافہم۔ نیز مزدوری اور کھاد وغیرہ کو وضع نہیں کیا جائے گا صرح بہ فی الہندیۃ، وردالمحتار وغیرہ﴿۲﴾ اور کثرت مؤنت کی وجہ سے نہری زمین کے حاصلات سے بیسواں دینا ہوگا جبکہ اس نہری زمین سے سیراب کیا گیا ہو﴿۳﴾۔وھو الموفق

گڑ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی زمین سے گنا حاصل کیا اور پھر اس سے گڑ بنایا، اور پھر اس گڑ کو فروخت کیا تو اس رقم سے یہ شخص عشر ادا کرے گا یا زکوٰۃ اور زکوٰۃ کی صورت میں حولان حول شرط ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تنگی ملا شریک دورہ حدیث ۱۹۷۳ء/۲/۱۴

الجواب: اس شخص پر اس گڑ سے عشر یا نصف عشر دینا ہوگا، کما یشیر الیہ ما فی الہندیۃ ۱: ۱۹۹ ولوباع العنب اخذ العشر من ثمنہ وکذلک لو اتخذہ عصیرا ثم باعہ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۵۸ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: بلارفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر فی کل الخارج. (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

وفی الہندیۃ: ولا تحسب اجرۃ العمال ونفقۃ البقر وکری الانہار واجرۃ الحافظ وغیر ذلک فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجتہ الارض عشرا او نصفا.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۷ قبیل باب المصارف)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویجب نصفہ فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیۃ ای دولاب لکثرۃ المؤنۃ (قولہ لکثرۃ المؤنۃ) علۃ لوجوب نصف العشر.

(الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

فعلیه عشر ثمن العصیر کذا فی محیط السرخسی ﴿۱﴾. اور واضح رہے کہ عشر یا نصف عشر دینے کے بعد باقی رقم میں حولان حول قصداً یا تبعاً گزرنے کے بعد زکوٰۃ (ربع العشر) دینا ہوگا۔ وهو الموفق

گنے اور گڑ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ گنے اور گڑ میں کتنی زکوٰۃ واجب ہے میں نے کتاب موطا امام محمد میں دیکھا ہے کہ زیتون میں عشر ہے نہ کہ زکوٰۃ اس مسئلہ کو واضح فرماوے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زئی

الجواب: گنا اور گڑ دونوں سے عشر یا نصف عشر دینا درست ہے، ونظیره ما فی الهندیة ۱: ۱۹۹ ولو باع العنب اخذ العشر من ثمنه وکذلک لو اتخذه عصیراً ثم باعه فعلیه عشر ثمن العصیر کذا فی محیط السرخسی ﴿۲﴾ فافهم. وهو الموفق

تمباکو میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تمباکو کا عشر سبز پتوں سے دینا ہوگا یا اس کی قیمت سے جبکہ تمباکو کے پکنے پر بھٹی، لکڑی وغیرہ کے اخراجات بھی آتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نادر خان اوگی مانسہرہ ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

الجواب: تمباکو کے ان پتوں میں عشر یا نصف عشر دینے سے یا اس کی قیمت دینے سے (بھٹی میں خشک کرنے سے قبل) آپ کا ذمہ فارغ ہوگا کیونکہ حاصلات زمین یہی ہیں ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ویؤخذ العشر عند الامام عند ظهور الثمرة وبدو صلاحها. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۸ باب العشر)

مکھیوں کے شہد میں عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے شہد کی مکھیاں قیمتاً لیکر پال رکھی ہیں سال میں ایک بکس سے دو بکس بن جاتے ہیں اس کیلئے بکس، چھتہ اور موم کے تختے قیمتاً حاصل کرتا ہوں سال میں دو سے چار پانچ مرتبہ شہد حاصل کرتا ہوں سال میں موسم کے لحاظ سے پھولوں کیلئے مختلف مقامات پر لے جاتے ہیں جس پر کافی کرایہ خرچ ہوتا ہے بعض مقامات میں جگہ بھی کرایہ پر لینا پڑتی ہے اس شہد میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر عشر میں قیمت دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام نبی......۱۹۹۰ء/۸/۶

الجواب: اگر آپ نے یہ بکس غیر خراجی زمین میں رکھے ہوں تو آپ پر عشر واجب ہے ورنہ نہیں ﴿۱﴾ اور عشر میں قیمت اور شہد دونوں دینا جائز ہے ﴿۲﴾ ماخوذ از شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲ : ۶۶ باب لعشر. وهو الموفق

فصل کے بیج میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ شفتل بطور چارہ کاشت کرتے ہیں آخر میں میں نے کچھ حصہ شفتل بیج کیلئے چھوڑا، کیا اب اس بیج سے بھی عشر نکالا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد منیر ۱۹۷۶ء/۶/۲

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: يجب العشر في عسل وان قل ارض غير الخراج ولو غير عشرية كجبل ومفازة بخلاف الخراجية لئلا يجتمع العشر والخراج.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ : ۵۳ باب العشر)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ : ۲۴ باب زكاة الغنم)

الجواب: جو چیزیں صرف بیج اور دوائی کے طور سے استعمال ہوتی ہیں تو اس میں عشر نہیں ہوگا (ہندیہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بھوسہ میں عشر احوط ہے واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلے بارے میں کہ گندم یا جو کے بھوسہ میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل حنان کوہاٹ

الجواب: بھوسہ میں عشر احوط ہے عملاً علی المروی عن محمد البتہ واجب نہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

خودروگھاس میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھاس میں عشر کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جمعہ خان کندیا کوہستان ۱۴/ ۲/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: خودروگھاس نہ مملوک ہیں اور نہ اس میں عشر واجب ہے، لانہ لا یقصد بہ استغلال الارض ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیۃ ولایجب فی البزور التی لا تصلح الا للزراعة والتداوی کبزر البطیخ والنانخواہ والشونیز۔ (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۸۶ الباب السادس فی زکاۃ الزرع والثمار)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: الا فیما لا یقصد به استغلال الارض نحو حطب وقصب فارسی وحشیش وتبن وسعف حتی لو اشغل ارضه بها یجب العشر. قال ابن عابدین: قوله وتبن: قال فی الفتح غیر انه لو فصله قبل انعقاد الحب وجب العشر فیه لانه صار هو المقصود وعن محمد فی التبن اذا یبس العشر.

(الدر المختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

درخت کے پتوں میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اشجار کے اوراق میں عشر واجب ہے یا نہیں جبکہ یہ اوراق فروخت کئے جاتے ہوں ہمارے علاقوں میں شہتوت کے پتے فروخت کئے جاتے ہیں اور علماء کے مابین اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید اسید اللہ بکاخیل بنوں ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: درختوں کے اوراق میں بہرکیف عشر واجب نہیں ہے خواہ بازار میں فروخت ہوتے ہوں یا فروخت نہیں ہوتے ہوں کیونکہ عشر کے وجوب کا دار و مدار قصد استنماء پر ہے، کما فی البحر ۲: ۲۳۷ واما شرائط المحلية فان تكون عشرية وان يكون الخارج منها مما يقصد بزراعته نماء الارض۔(۱) البتہ اگر توت کے درخت لگانے سے یہ اوراق ہی مقصود ہوں تو اس میں عشر واجب ہوگا، کما فی تنقيح الفتاوىٰ ۱: ۱۱(۲) فليراجع. وهو الموفق

توت کے پتوں، درخت اور ٹہنیوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ توت کے پتوں، درختوں اور شاخوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالخالق دتہ خیل شمالی وزیرستان ۱۹۹۱/۵/۲

(۱) (البحر الرائق ۲: ۲۳۷ باب العشر)

(۲) قال العلامة ابن عابدين قال في صور المسائل نقلا عن الزاهدي ما صورته قلت يمكن ان يلحق به اغصان التوت عندنا واوراقها لانه يقصد بها الاستغلال بخوارزم وخراسان وقد نص عليه في درر الفقه فقال يجب العشر في اوراق التوت واغصان الخلاف التي تقطع في اوان تعليم الكروم وغير ذلك (تنقيح الفتاوى الحامدية ۱: ۱۱ باب الزكاة والعشر)

الجواب: درختوں کے تنا میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱:۱۰ وفی محیط السرخسی کل شئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیہ لانہ بمنزلۃ اجزاء الارض﴿۱﴾ انتہیٰ وبمعناہ فی عشر فتح القدیر شرح الھدایۃ﴿۲﴾، البتہ جب کھیت میں درخت بوئے جائیں اور زمین کی پیداوار بنائے جائیں تو اس میں عشر واجب ہے، کما فی قاضیخان، ولو جعل ارضہ مشجرۃ او مقصبۃ یقطعھا ویبیعھا فی کل سنۃ کان فیہ العشر، ھامش الھندیۃ ۱:۲۷۲ ﴿۳﴾ اور توت کے پتوں میں عشر واجب نہیں ہے کھجور کی شاخوں کی طرح لعدم قصد الاستغلال ﴿۴﴾ یدل علیہ مافی الخانیۃ فی الحوالۃ السابقۃ وکذا صرح بہ الفقہاء باسرھم﴿۵﴾. وھو الموفق

نہر کے کناروں پر بوئے گئے درختوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں نہری نظام ہے ان

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ۱:۱۰ باب الزکاۃ والعشر)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن الھمام: ولا یجب فیما یخرج من الاشجار کالصمغ والقطران ولا فیما ھو تابع للارض کالنخل والاشجار لانھا کالارض ولذا تستتبعھا الارض فی البیع ولا فی کل بزر لا یطلب بالزراعۃ کبزر البطیخ والقثاء لکونھا غیر مقصود فی نفسھا.

(فتح القدیر ۲:۱۸۷ باب زکاۃ الزروع والثمار)

﴿۳﴾ (فتاوی قاضی خان علی ھامش الھندیۃ ۱:۲۷۲ فصل فی العشر)

﴿۴﴾قال العلامۃ فخر الدین الاوزجندی: ولا یجب العشر فی التبن ولا فی الحطب والحشیش والقنب والصنوبر والقصب الفارسی ولا فی سعف النخل ولا فی الطرفاء.

(فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ ۱:۲۷۲ فصل فی العشر)

﴿۵﴾ قال العلامۃالحصکفی: الا فیما لا یقصد بہ استغلال (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ندیوں کے کناروں پر درخت بوئے گئے ہیں ان درختوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق پیر سنگ پشاور......۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۱۰ کل شیئ یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیه لانه بمنزلة اجزاء الارض ﴿۱﴾ البتہ ان زمینوں کے حاصلات سے عشر یا نصف العشر دینا ہوگا۔ وهو الموفق

تھریشر سے کمائے گئے گندم میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تھریشر سے کمائے گئے گندم میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ تو مزدوری ہوتی ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود دوسیرہ پشاور

الجواب: جو گندم اجرت میں دی جائے تو اس کا عشر مؤجر پر واجب ہے نہ کہ مالک تھریشر پر (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

پہاڑی خودرو درختوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں پہاڑوں پر خودرو درخت اگتے ہیں اور لوگ یہ درخت تقسیم کرتے ہیں اس میں عشر کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم متعلم دارالعلوم حقانیہ......۷/۹/۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) الارض نحو حطب وقصب وحشیش وتبن وصمغ وقطران وخطمی واشنان وشجر قطن الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۱۰ باب الزکاة والعشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے (تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ۱: ۱۰۱)۔ [۱] وهو الموفق

گھر کے پھلدار درختوں اور سبزی وغیرہ میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھر کے اندر جو پھلدار درخت ہیں یا سبزی وغیرہ ہے کیا اس میں عشر واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام نبی......۱۴/محرم ۱۴۱۱ھ

الجواب: گھر کے اندر پھلدار درختوں اور سبزی وغیرہ میں عشر واجب نہیں کیونکہ یہ گھر کے تابع شمار ہوں گے، وفی الشامیة ۲: ۶۶ وخرج ثمر شجر فی دار رجل ولو بستانا فی داره لانه تبع للدار كذا فی الخانية۔ [۲] وهو الموفق

کٹائی، خرمن والے، لوہار اور ترکھان کو دینے والے گندم میں عشر زمیندار پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب گندم تیار ہو جاتا ہے تو تھریشر والا کٹائی کا حصہ لیتا ہے لوہار اور ترکھان کو سالانہ اس کا حصہ دیا جاتا ہے امام مسجد اور استاد کا حصہ بھی

---

[۱] قال العلامة ابن عابدين: وفي محيط السرخسي كل شئ يتبع الارض في البيع بغير شرط فلا عشر فيه. (تنقيح الفتاوى الحامدية ۱: ۱۰۱ باب الزكاة والعشر)

وقال ابن نجيم: وكذا لا عشر فيما هو تابع للارض كالنخل والاشجار لانه بمنزلة جزء الارض لانه يتبعها في البيع الخ (البحر الرائق ۲: ۲۳۸ باب العشر)

وفي الهندية: ولا عشر فيما هو تابع للارض كالنخل والاشجار

(فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۸۶ الباب السادس في زكاة الزروع والثمار)

[۲] رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۳ باب العشر)

دیا جاتا ہے کیا ان تمام کو دینے والے گندم میں عشر ہم پر واجب ہے یا ان پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاد محمد اخوروالی کوہاٹ ..... ۲۳/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: جو گندم کٹائی کرنے والے یا خرمن لے جانے والے، لوہار اور ترکھان وغیرہ کو بطور اجرت دیا جاتا ہے ان تمام میں عشر اس زمیندار پر ہے نہ کہ دیگران پر (ہندیہ، شامی، ہدایہ، وغیرہ) ❋۱❋۔

زمین کے حاصلات زمین ہی پر خرچ کرنا اور قرض مانع عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی جائیداد بنجر زمین ہے اس بنجر زمین سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے دوبارہ اس بنجر زمین پر لگا دیتا ہے آیا اس پر عشر واجب ہے یا نہیں؟ دیگر اگر ایک شخص کسی سے قرض رقم لیکر زمین خریدے اس زمین سے حاصل شدہ آمدن پر قبل از ادائیگی قرض عشر لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد جان پیین کوٹ چارسدہ ۱۹۶۹ء ۲/۷

الجواب: زمین کے حاصلات میں عشر یا نصف عشر بہر حال واجب ہے، خواہ یہ مالک ان حاصلات

❋۱❋ وفي الهندية: ولا تحتسب اجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار واجرة الحافظ وغير ذلك فيجب اخراج الواجب من جميع ما اخرجته الارض عشرا.

(فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۸۷ الباب السادس في زكاة الزرع والثمار)

وفي الشامية: بلا رفع مؤن اى كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل خارج. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۵۲ باب العشر)

وقال المرغيناني: وكل شئ اخرجته الارض مما فيه العشر لا يحتسب فيه اجر العمال ونفقة البقر. قال ابن الهمام: وكرى الانهار واجرة الحارس وغير ذلك يعني لا يقال بعدم وجوب العشر في قدر الخارج الذى بمقابلة المؤنة بل يجب العشر في الكل.

(هداية مع فتح القدير ۲: ۱۹۴ باب زكاة الزروع والثمار)

کواس زمین کے احیاء پر خرچ کرے یا دیگر ضروریات پر خرچ کرے، اور خواہ یہ مالک مقروض ہو یا غیر مقروض ہو، کیونکہ عشر کا تعلق خارج اور حاصلات سے ہوتا ہے نہ کہ مالک سے، وفی الدر المختار (یجب) بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیه معنی المؤنة ولذا کان للامام اخذه جبراً ویؤخذ من الترکة ویجب مع الدین﴿۱﴾. وهو الموفق

پیداوار سے اجارہ کی رقم منہا نہیں کی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے تقریباً چھ کنال زمین مبلغ چھ سو روپیہ اجارہ پر لی ہے اس میں تقریباً پینتالیس سو روپیہ گنے کی فصل ہوتی ہے اب میں مذکورہ رقم سے عشر ادا کروں گا یا اس سے چھ سو روپیہ منہا کر کے باقی سے عشر ادا کروں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمشاد نوشہرہ ..... ۲۳/ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ

الجواب: اس میں زکوٰۃ الارض (عشر) لازم ہوگا، جو کہ کل پیداوار پر بلا وضع مصارف لازم ہوگا، کما فی شرح التنویر بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج﴿۲﴾. وهو الموفق

زمینی پیداوار میں ہل وغیرہ کا خرچہ منہا نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے زمین میں کاشت کر کے بیس من فصل حاصل کی لیکن اس میں ہل وغیرہ پر پانچ سو روپے کا خرچہ بھی آیا اب عشر پورے بیس من کا دینا چاہئے یا پانچ سو روپیہ منہا کر کے باقی کا عشر ادا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: امیر نوشاد بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی ۱۹۸۶ء/۶/۲۳

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۵۴ باب العشر)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

الجواب: عشر یا نصف العشر تمام پیداوار سے دیا جائے گا، ہل کاشت وغیرہ پر جو خرچہ ہوا ہو ان کو وضع نہیں کئے جائیں گے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

باغات کا عشر بائع پر ہے یا مشتری پر؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میوہ جات پکنے سے قبل فروخت کئے جاتے ہیں اور پکنے کے بعد انہیں کاٹا جاتا ہے اس صورت میں عشر بائع پر واجب ہے یا مشتری پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن کوئٹہ.....۱۹۷۵ء/۸/۵

الجواب: واضح رہے کہ موجودہ وقت میں باغات کے بیوع باطل ہیں یا فاسد ہیں میوہ جات ظاہر ہونے سے قبل باطل ہے اور میوہ جات پختہ ہونے (ادراک) سے قبل فاسد ہوتے ہیں کیونکہ درختوں پر باقی رہنا معروف عامہ ہے جو کہ مفسد عقد ہے، صرح به الشامی ﴿۲﴾، اور عقد فاسد میں ملک قبض سے حاصل وثابت ہوتا ہے ﴿۳﴾ پس صورت مسئولہ میں اگر مشتری نے پختگی سے قبل قبض کیا ہو تو مشتری پر عشر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: بلا رفع مؤن اى كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فى كل الخارج. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار ۲:۵٦ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله ظهر صلاحها او لا: قال فى الفتح لا خلاف فى عدم جواز بيع الثمار قبل ان تظهر ولا فى عدم جوازه بعد الظهور قبل بدو الصلاح بشرط الترك ولا فى جوازه قبل بدو الصلاح بشرط القطع فيما ينتفع به ولا فى الجواز بعد بدو الصلاح لكن بدو الصلاح عندنا ان تومن العاهة والفساد قال فى الفتح ولو اشتراها مطلقا اى بلا شرط قطع او ترك فاثمرت ثمراً آخر قبل القبض فسد البيع الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴:۴۲ مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً)

﴿۳﴾ وفى الهندية: واما الفاسد فانه ينعقد البيع بقيمة المبيع ويملك عند القبض كذا فى محيط السرحسى. فتاوى عالمگيريه ۳:۱۴۷ الباب الحادى عشر فى احكام البيع الغير الجائز)

واجب ہے ورنہ بائع پر واجب ہوگا۔﴿۱﴾۔وھو الموفق

اجارہ کی صورت میں عشر کس پر واجب ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مالک نے اپنی زمین دس من اجارہ پر بایں شرط دے دی کہ سال گزرنے کے بعد دس من مجھے دیا کریں گے، اب ایک سال بعد اس دس من گندم کا عشر کون ادا کرے گا مالک زمین یا اجارہ دار؟ بینوا توجروا

المستفتی ملت خان متعلم حقانیہ اکوڑہ ۔۔۔ ۱۹۹۰ء/۱/۲۹

الجواب: چونکہ غالباً مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا تمام پیداوار کا عشر یا نصف عشر مستاجر پر واجب ہے، پس اگر یہ دس من اس اجارہ شدہ کھیت کی پیداوار ہو تو اس کا عشر یا نصف عشر اس مستاجر کے ذمہ واجب الادا ہوگا۔﴿۲﴾۔وھو الموفق

مختلف مسائل دربارہ عشر واجارہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب مستاجر موجر کو تقریباً پانچ سو روپیہ پیشگی دے کر یہ مصالحت کریں کہ ایک سال کے برابر پچاس روپیہ سوختہ ہوجائیں گے۔(۱) اول جواب طلب یہ ہے کہ پانچ سو روپیہ کی زکوٰۃ اور قربانی مستاجر پر واجب ہوتی ہے؟ حالانکہ رقم ان کے قبضہ سے نکل گئی ہے یا موجر پر واجب ہوتی ہے؟ اسلئے کہ پیشگی رقم اس کے قبضے میں ہے۔(۲) جب مستاجر کو

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع۔ (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۲۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولہما ناخذ۔

(الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۲۰ باب العشر)

سال میں پچاس روپیہ سوختہ کے علاوہ پچاس روپیہ نفع ملے جبکہ مجموعہ کا حاصل سو روپیہ ہوتا ہے تو عشر سو روپیہ مجموعہ میں واجب ہے یا سوختہ رقم کے بغیر پچاس روپیہ نفع میں؟ (۳) یہ عشر مؤجر پر واجب ہے یا مستاجر پر؟ (۴) مطلق مزارعت جب نصف نصف پر ہو تو عشر صرف مزارع پر واجب الاداء ہے اپنے نصف میں اور مالک پر اپنے نصف میں یا کل حاصل مزارعت میں صرف مزارع پر یا صرف مالک زمین پر؟ (۵) حکومت وقت کو مالیہ دینے سے عشر میں کوئی تخفیف آتی ہے یا نہیں؟ (۶) رہن اور کاشت رہن میں ممانعت یکساں ہے یا کوئی فرق ہے حالانکہ عرفاً دونوں میں فرق یہ ہے کہ رہن میں مرتہن نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا ہے بلکہ نفع کیلئے یہ معاملہ کرتا ہے اور کاشت رہن کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مالک زمین مزارع سے کچھ رقم پیشگی لے کر زمین مزارع کو برائے کاشت سپرد کرے اور حاصل زمین میں مزارع سے نصف لینے پر یہ معاملہ کرے اور جب مالک زمین چاہے کہ اس سے زمین لے کر دوسرے مزارع کو دیتا ہے تو مالک مزارع کو وہ پیشگی رقم پوری واپس کرتا ہے۔ (۷) جب ایک گوالا دوکاندار سے تقریباً دوسو روپیہ پیشگی لے کر یہ مصالحت کرے کہ میں آپ کو روزانہ دو سیر دودھ دیا کروں گا کیا یہ معاملہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالسمیع حقانی ۱۹۷۲/۱/۱۷ء

الجواب: (۱) چونکہ یہ پیشگی رقم حقیقت میں قرض ہے لہٰذا سوختہ شدہ مقدار کے علاوہ رقم کی زکوٰۃ مستاجر پر واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ (۲) عشر مجموعہ حاصلات سے ادا کرنا ضروری ہے اس میں مقدار اجرت (پچاس روپیہ مثلاً) مستثنیٰ نہیں ہے ﴿۲﴾ صرح به في جميع الكتب. (۳) چونکہ مفتیٰ بہ صاحبین کا

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: بلا رفع مؤن اى كلف (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قول ہے (صرح بہ فی الدر المختار) نیز غالباً مستاجر کو بچت، در نفع زیادہ ہوتا ہے لہٰذا عشر مستأجر پر واجب ہوگا ﴿۱﴾۔ (۴) چونکہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے لہٰذا ہر ایک پر اپنے اپنے نصف سے عشر ادا کرنا ہوگا (درمختار) ﴿۲﴾۔ (۵) کوئی تخفیف نہیں ہوتی کیونکہ نہ عشر کی نیت ہوتی ہے اور نہ مصرف کی رعایت کی جاتی ہے۔ (۶) اگر یہ رقم عقد مزارعت میں مشروط نہ ہو تو اس جدید معاملہ میں کوئی نقصان نہیں ہے (صرح به فی البحر ۶: ۱۸۵) ﴿۳﴾. (۷) یہ رقم قرض ہے ودیعت نہیں ہے اور یہ معاملہ جائز ہے ہر روز بیع تعاطی منعقد ہوتا جائے گا ﴿۴﴾ ونظیرہ ما فی ردالمحتار ۴: ۱۳.

ملاحظہ:...... اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو صرف ایک سوال روانہ کریں نہ کہ سات سوالات۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والعشر على المؤجر كخراج موظف وقالا على المستأجر كمستعير مسلم وفي الحاوی وبقولهما ناخذ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: بان قال زارعتک ارضی علی ان تقرضنی كذا او ان قدم فلان لانها اجارة فلا يصح تعليقها بالشرط كالاجارة ثم قال بعد تفريعات كثيرة هذا كله فی الشرط النافع لاحدهما وان شرطا لا ينفع كما لو شرط ان لا يسقى احدهماحصته لا تفسد المزارعة وفيما اذا كان شرطا مفسدا لو ابطلاه ان الشرط فی صلب العقد لا ينقلب جائزا والاعاد جائز الى آخر ما فيها. (البحر الرائق ۶: ۱۸۵ باب المتفرقات)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: ومن بيع التعاطی تسليم المشتری ما اشتراه الى من يطلبه بالشفعة فی موضع لا شفعة فيه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴: ۱۳ مطلب البيع بالتعاطی كتاب البيوع)

اجارہ اور مزارعت کی مختلف صورتوں میں عشر کے وجوب کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریاست سوات میں عشر والی سوات جہانزیب عبدالحق صاحب وصول کیا کرتا تھا اب سٹیٹ کے ختم ہونے سے عشر کا نظام بھی ختم ہوا ہے، اب ہمارے لئے ذیل کے مسائل اجنبی ہیں وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) بعض لوگ اپنی زمین سال بھر کیلئے معلوم روپیہ پر دیتے ہے اب عشر مالک ادا کرے گا یا کسان؟ (۲) بعض لوگوں نے زمین کو فصل پر سال کیلئے دی ہے مثلاً چار من مکئی اور دو من گندم مالک کو دے گا، اس صورت میں عشر کون ادا کرے گا؟ (۳) بعض لوگوں نے زمین کو آدھے فصل پر دی ہے یعنی جو فصل ہو جائے آدھی میری اور آدھی تمہاری، اب عشر کون ادا کرے گا؟ (۴) بعض لوگ زمین کو پانچویں حصہ پر دیتے ہیں ہے مالک بھی کام کرتا ہے اور کسان بھی اب وزن کرانے والا کسان اور مالک پر مجموعی طور سے عشر ہے یا علیحدہ علیحدہ یا صرف مالک پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد ارشاد دیولئی سوات ۱۹۷۴ء/۶/۲۹

الجواب: (۱،۲) یہ دونوں اجارہ کی صورتیں ہیں اور چونکہ مستأجر کو غالباً بچت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا عشر اس پر واجب ہوگا مالک پر نہیں (درمختار مع ردالمحتار)﴿۱﴾. (۳) یہ مزارعت کی صورت

﴿۱﴾قال العلامة الحصكفي: والعشر على المؤجر كخراج موظف وقالا على المستأجر، قال العلامة ابن عابدين قلت: لكن في زماننا عامة الاوقاف من القرىٰ والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومؤنها يستأجرها بدون اجرا لمثل بحيث لاتفي الاجرة ولا اضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغي العدول عن الافتاء بقولهما في ذلك لانهم في زماننا يقدرون اجرة المثل بناء على ان الاجرة سالمة لجهة الوقف ولاشئ عليه من عشر وغيره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر ليس عليه سوى الاجرة فان اجرة المثل تزيد اضعافا كثيرة كما لا يخفىٰ فان امكن اخذ الاجرة كاملة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے اس میں عشر مالک اور مزارع دونوں پر اپنے اپنے حصص سے دینا واجب ہوگا (درمختار) ﴿۱﴾۔

(۴) صورت مذکورہ نہ اجارہ ہے نہ مزارعت بلکہ یہ کسان اجیر اور مزدور ہے لہٰذا یہ تمام حاصلات مالک کے ہوں گے اور تمام کا عشر اس کے ذمہ واجب الاداء ہوگا، اور عقد فاسد کی وجہ سے تمام گنہگار ہوں گے (ہدایہ، درمختار، شامی) اور اس مزدور اور وزان کو اجر مثل دیا جائے گا ﴿۲﴾ لکون الاجارۃ فاسدۃ لجھالۃ الاجرۃ، اور اگر اجر مثل کے عوض اس خاص غلہ پر طرفین راضی ہو جائیں تو یہ بھی جائز ہوگا۔ وھو الموفق

مستاجر پر عشر کا اشتراط مفسد عقد نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں زمین اجارہ پر دی جاتی ہے اس کا عشر مالک زمین پر ہے یا مستاجر پر؟ اگر مالک زمین پر ہے تو پھر مالک زمین مستاجر پر یہ شرط لگائے کہ آپ اس زمین کا عشر ادا کریں گے یا بالعکس شرط لگائی جائے تو اس قسم کی شرط لگانے سے مالک زمین کا ذمہ ماخوذ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع اللہ کالام ضلع سوات ۱۹۷۱ء/۱۲/۲۰

الجواب: چونکہ غالباً مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے اسلئے مفتی بہ قول کی بناء پر عشر کا وجوب مستاجر

(بقیہ حاشیہ) يفتى بقول الامام والا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يقول به احد. (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفى المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفى شرح درر البحار عشر جميع الخارج على رب الارض عنده لان المزارعة فاسدة عنده فالخارج له اما تحقيقا او تقديرا لان البذر ان كان من قبله فجميع الخارج له وللمزارع اجر مثل عمله. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۱ مطلب هل يجب العشر على المزارعين فى الاراضى السلطانية باب العشر)

پر ہوتا ہے ﴿۱﴾ لہٰذا مستاجر پر اس کا اشتراط مفسد عقد نہ ہوگا۔ وھو الموفق

مزارعت کی صورت میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مزارعت کی صورت میں عشر کس پر واجب ہے مزارع پر یا مالک زمین پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم باجوڑ ایجنسی ۲۱/۷/۱۹۷۹ء

الجواب: مزارعت کی صورت میں مالک زمین اور مزارع ہر ایک اپنے اپنے حصہ سے عشر ادا کرے گا، لان الفتویٰ علی قول ابی یوسف ومحمد فی باب المزارعة ﴿۲﴾ اور اجارہ کی صورت میں عشر مستاجر پر واجب ہے نہ کہ موجر پر خصوصاً جبکہ مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے، وتمام الکلام فی شرح التنویر مع ردالمحتار باب العشر ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولهما ناخذ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: والحاصل ان العشر عند الامام علی رب الارض مطلقا وعندهما کذلک لو البذر منه ولو من العامل فعلیهما وبه ظهر ان ما ذکره الشارح هو قولهما اقتصر علیه لما علمت من ان الفتویٰ علی قولهما بصحة المزارعة فافهم ان العشر علی رب الارض عنده علیهما عندهما من غیر ذکر هذا التفصیل وهو الظاهر لما فی البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینهما فیجب العشر علیهما. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: (والعشر علی المؤجر وقالا علی المستاجر) ای لو اجر الارض العشریة فالعشر علیه من الاجرة کما فی التتارخانیة وعندهما علی المستأجر قال فی فتح القدیر لهما ان العشر منوط بالخارج وهو للمستأجر (قوله وفی الحاوی وبقولهما ناخذ) قلت لکن فی زماننا عامة الاوقاف من القری (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مشین کے ذریعے سیراب شدہ فصل میں نصف العشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو زمین بذریعہ بیل وغیرہ سیراب ہوتی ہے اس میں نصف العشر واجب ہے اب اگر اس کنویں پر مشین لگائی جائے کیا اس میں بھی نصف العشر واجب ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: دوست محمد میاں منڈی پشاور ....۲۵/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ مشین میں بھی مؤنت اور مشقت موجود ہے لہٰذا اس سے سیراب شدہ زمین میں بھی نصف العشر واجب ہوگا﴿۱﴾۔ وھو الموفق

کاریز سے سیراب ہونے والی زمین میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں کاریز ہیں جن

(بقیہ حاشیہ) والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومؤنها يستأجرها بدون اجر المثل بحيث لا تفي الاجرة ولا اضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغي العدول عن الافتاء بقولهما في ذلك لانهم في زماننا يقدرون اجرة المثل بناء على ان الاجرة سالمة لجهة الوقف ولا شيء عليه من عشر وغيره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر ليس عليه سوى الاجرة فان اجرة المثل تزيد اضعافا كثيرة كما لا يخفى فان امكن اخذ الاجرة كاملة يفتى بقول الامام والا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يقول به احد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۰ مطلب هل يجب العشر على المزارعين في الاراضي السلطانية)

﴿۱﴾ وفي الهداية: وما سقى بالدولاب والدالية ففيه نصف العشر وان سقى سيحا وبدالية يعتبر اكثر السنة فان استويا يجب نصف العشر.

(فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۸۶ الباب السادس في زكاة الزرع والثمار)

پر لاکھوں روپیہ لاگت آتی ہے اور سالانہ صفائی پر بھی ہزاروں روپیہ لاگت آتی ہے اس پانی سے حاصل شدہ حاصلات میں عشر لازم ہوتا ہے یا نصف عشر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ حبیب الرحمٰن وانا کیمپ......۱۹۷۴ء/۱۲/۹

الجواب: بظاہر کاریز سے سیراب شدہ زمین کے حاصلات میں عشر واجب ہوتا ہے، لحدیث البخاری او کان عثریا﴿۱﴾ وقالوا العاثور شبه نهر یحفر فی الارض یسقی به البقول والنخل والزرع، ولانه لم یشق بآلة کما اشار الیه کلام البحر ۲: ۲۳۸ فلیراجع﴿۲﴾ ویمکن ان یقال ان المدار علی کثرة المؤنة کما اشار الیه صاحب الدرالمختار انتهیٰ﴿۳﴾. وهو الموفق

مالیہ کی نہری زمینوں میں عشر ونصف عشر کے مسئلہ میں مناظرہ اور فیصلہ

سوال: بعد از تسلیمات وآداب مسنونہ کے عارض ہوں کہ بمقام دوپیز علاقہ لوندخوڑ میں ایک

﴿۱﴾ عن عبد الله بن عمر عن النبی ﷺ قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر، رواه البخاری، وعلیٰ هامش المشکوٰة فی حاشیة الغرغشتویة: قوله او کان عثریا: العثری ما سقتها السماء وکذا ذکره التور پشتی وبعض الشراح ولا یخفیٰ انه یلزم منه التکرار وعطف الشیٔ علی نفسه فالحق ما ذکره بعض آخرون من ان العثری ما سقی بالعاثور والعاثور شبه نهر یحفر فی الارض یسقی به البقول والنخل والزرع والعثری یجیٔ بمعنی الفارغ من الدنیا والآخرة، لمعات.

(هامش مشکوٰة المصابیح حاشیة غرغشتویة ۱: ۱۷۴ کتاب الزکاة فیما تجب فیه)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: ای ویجب نصف العشر فیما سقی بآلة للحدیث.

(البحر الرائق ۲: ۲۳۸ باب العشر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیة ای دولاب لکثرة المؤنة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

اجتماع بغرض مسئلہ شرعیہ منعقد ہوا تھا جس میں دو بڑے علماء کے درمیان موجودہ نہری زمینوں جس پر حکومت مالیہ وصول کرتی ہے، کے بارے میں مناظرہ ہوا کہ اس میں عشر ہے یا نصف عشر؟ ایک مولانا صاحب نے جامع الرموز وغیرہ کتب سے معتبر عبارات اور بالخصوص علامہ شامی جلد دوم کی یہ عبارت ''لان المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا یصح'' سے عشر کا ثبوت اور وجوب ثابت کر رہا تھا، اور فریق ثانی کے مولوی صاحب نے اس عبارت کی بنا پر کہ '' وقیل ان تعارفوه صح'' نصف العشر کا وجوب ثابت کر رہا تھا اجتماع مذکورہ میں ثالث اور حکم مولانا شفیع اللہ فاضل حقانیہ مقرر ہوا تھا تو بعد از بحث کے مولانا شفیع اللہ صاحب نے فیصلے کا اعلان کیا کہ '' لان المعتمد عندنا'' سے افضلیت عشر ثابت ہوتی ہے اور '' قیل ان تعارفوه'' سے نصف عشر، بہر حال مسئلہ مجمل رہا آپ صاحبان دفع اختلاف اور دفع شکوک واوہام فرما کر اس مسئلہ کے متعلق اپنی رائے واضح فرمائے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرحمٰن لوند خوڑ مردان

الجواب: یہ مسئلہ چونکہ کتب الفروع میں بالتصریح مذکور نہیں ہے اسی وجہ سے اس میں علماء باہمی اختلاف رکھتے ہیں ہماری قاصر رائے میں نصف العشر کا وجوب راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ آبیانہ ثمن نہیں ہے، **لعدم صحة بیع الماء الغیر المحرز فلیراجع الی باب الشرب**﴿۱﴾ بلکہ یہ آبیانہ مؤنت میں داخل ہے کیونکہ حکومت اس سے نہر کا باقاعدہ انتظام کرتا ہے اور اس کو سیراب کنندگان سے ایک ضابطہ کے طور پر وصول کرتا ہے اور کثرت مؤنت کی علت کی وجہ سے نصف عشر کا وجوب ظاہر ہے **یدل علیه تعلیل الفقهاء قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۹۶ نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیة ای دولاب لکثرة المؤنة انتهی**﴿۲﴾ **قلت ولا فرق بین الاصالة**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ولا یصلح الماء) ای ماء الشرب الغیر المحرز۔ (ردالمحتار هامش الدرالمحتار ۵ ـ ۳۱۲ فصل الشرب)

﴿۲﴾ (الدرالمحتار علی هامش ردالمحتار ۲ ـ ۵۵ باب العشر)

کما فی البیر وبین الوکالة کما فی النہر فافہم﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بارانی اور مالیہ والی نہری زمینوں کے عشر میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے، ماخرج من الارض ففیه العشر، لیکن گنایا تمباکو کی فصل پر بہت زیادہ لاگت آتی ہے مثلاً مالیہ، مصنوعی کھاد وغیرہ، کیا اس خرچہ کی وجہ سے عشر کے حکم میں تغیر آتا ہے حالانکہ یہ زمینیں نہری ہیں اور فقہاء کہتے ہیں کہ نہری زمینوں میں عشر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید گل بادشا کونک تر ناب چارسدہ ۳/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر یہ زمین کنویں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو تو اس میں نصف العشر یعنی بیسواں واجب ہے یعنی تمام خارج من الارض سے۔ لما رواہ البخاری مرفوعا فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر (مشکوٰۃ ۱۷۴)﴿۲﴾ اور تمام فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور اگر یہ زمین نہری ہو تو اس میں دسواں حصہ دینا بہتر ہے اور آبیانہ کی

﴿۱﴾ وفی المنهاج: اعلم ان ما سقته الانهار التی یاخذ الحکومة بالسقی منها الخراج ما یقال له بالفارسیة "آبیانه" قیل یجب فیه العشر لانه سقی بالانهار والعاثور دون النضح وقیل الوجه فی وجوب العشر انه سقاہ بماء اشتراہ وفیه الماء الغیر المحرز لا یصح بیعه وشراء ہ، وقال شیخنا (الغرغشتوی) یکفی فیه اداء نصف العشر لان منشأ وجوب نصف العشر کما فی شرح التنویر کثرة المؤنة وھی ھھنا متحققة بلاریب. وبالجملة ان المأخوذ منهم هی المؤنة دون الثمن لان ارباب الحکومة انما یأخذونها لبقاء هذا النظام لا یخطر بالهم معنی البیع والشراء فافهم

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۱۵۳ باب الصدقة فیما یسقی بالانهار)

﴿۲﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۵۹ باب ما یجب فیه الزکوٰۃ الفصل الاول کتاب الزکاۃ)

صورت میں بیسواں دینا بھی کافی ہے، لما فی الدر المختار: وفی کتب الشافعیة او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لاتاباه ﴿۱﴾ اور واضح رہے کہ نہری زمین میں آبیانہ اگر شرب کا ثمن ہو اور بیع کی شروط موجود ہو تو نصف العشر کے وجوب میں کوئی اشتباہ نہیں ہے اور اگر یہ آبیانہ اصلاح نہر اور حفاظت نہر کی مؤنت ہو تو پھر بھی نصف العشر کا حکم صحیح ہے کیونکہ جس طرح زرخرید پانی سے سیراب شدہ خارج میں نصف العشر کا وجوب منصوص نہیں ہے بلکہ کثرت مؤنت کی وجہ سے ہے تو اس طرح اس میں بھی کثرت مؤنت موجود ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

عشر کو مالیہ میں نہیں دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس عشر کا گندم ہے اور حکومت ان سے کل جائیداد کا مالیہ (ٹیکس) بھی وصول کرتی ہے کیا یہ شخص اس عشر کو حکومتی مالیہ میں دے سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: عشر کو مالیہ میں دینا خلاف احتیاط ہے اور عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا ضروری ہے (وفی الھدایة ۱: ۱۷۲) وقیل اذا نوی بالدفع التصدق علیھم سقط عنه وکذا الدفع الی کل جائر لانھم بما علیھم من التبعات فقراء والاول احوط انتھیٰ ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویجب نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیة ای دولاب لکثرة المؤنة. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۳﴾ (ھدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۵۰ فصل ولیس فی الفصلان والحملان والعجاجیل صدقة کتاب الزکاة)

اجارہ کے عشر میں ائمہ کا اختلاف اور نہری زمینوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مالک زمین اور کاشتکار میں سے کس پر عشر واجب ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ کاشتکار پر ہے دیگر یہ کہ امام صاحب نے اس امر میں صاحبین کے قول کو رجوع کیا ہے یعنی مذہب احناف میں غالباً متفق علیہ مسئلہ یہ ہوا کہ عشر مزارع پر ہے اور لوگوں نے یہ مسئلہ بنایا ہے کہ مالک زمین پر عشر دینا واجب کرتے ہیں دیگر یہ کہ یہ لوگ بیسواں حصہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا خرچہ زیادہ ہے مالیہ اور آبیانہ دیتے ہیں حالانکہ ان اخراجات کا کوئی اعتبار نہیں اسلئے کہ یہ اراضی دراصل دولابی نہیں ہے بلکہ ابتداء بارانی ہے اور اگر نہر آئی ہے تو اس کیلئے **وما کراه العجم فهو کالسیح** کے حکم میں ہونا چاہئے دیگر یہ کہ ان نہری زمینوں میں اگرچہ خرچ زیادہ ہے لیکن آمدن بھی حد سے زیادہ ہے اور رہٹ میں خرچ زیادہ ہے اور آمدن کم تو نہری زمینیں رہٹی زمینوں پر قیاس کرنا بعید از حق ہوگا؟ **بینوا توجروا**

جزاکم الله خیرا لجزا

المستفتی سید غلام جان قیس خطیب مرہٹی طورو مردان ۱۳۹۳/۶/۲۵ھ

الجواب: واضح رہے کہ اجارہ کی صورت میں عشر مستاجر پر واجب ہوگا کیونکہ غالباً اس کو بچت زیادہ ہوتی ہے اور اگر مستاجر کو کم بچت ہوئی تو امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا، **کما فی الدر المختار وردالمحتار ۲:۸۵ والعشر علی الموجر وقالا علی المستاجر وفی الحاوی وبقولهما نأخذ، قلت ولکن افتیٰ بقول الامام جماعة من المتأخرین قلت لکن فی زماننا عامة الاوقاف من القریٰ والمزارع لرضاالمستاجر یتحمل غراماتها ومؤنها یستأجرها بدون اجر المثل فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلک (الی ان قال)**

فان امکن اخذ الاجرۃ کاملۃ یفتی بقول الامام والا فبقولھما (بحذف)﴿۱﴾ اور جو انہار کفار نے کھدوائی ہیں اور بطریق منٔ مسلمانوں کو ملی ہیں تو ان کا پانی عشری ہے، کما یدل علیه ما فی ردالمحتار ۳: ۳۵۹ باب العشر والخراج﴿۲﴾ پس آبیانہ کی صورت میں اس کے حاصلات سے نصف العشر دینا کافی ہے، کما یدل علیه تعلیل درالمختار ونصفه فی مسقی غرب ودالیة لکثرة المؤنة﴿۳﴾ لان ما یاخذه الحکومة لیس بثمن لعدم ارادتھم بیع الماء ولعدم صحة بیع الماء الغیر المحرز بل ھو مؤنة وسبب لبقاء ھذا الماء وھذا النظام نظام الانھار. وھوالموفق

مشترکہ نہر پر ظالمانہ قبضہ اور آبیانہ کی صورت میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک نہر زمانہ قدیم سے مشترک چلی آرہی ہے لیکن ایک قوم نے قومیت، تعصب اور بالادستی کی بنا پر اس نہر پر قبضہ کر رکھا ہے اور دوسری اقوام سے فی جریب دو من یا کم و زیادہ وصول کرتی ہے یعنی پانی کی باقاعدہ قیمت مقرر کر رکھا ہے اب علماء میں اختلاف ہے بعض عشر اور بعض مؤنت کی وجہ سے نصف عشر کا کہتے ہیں اور زمانہ قدیم سے یہ اہل علاقہ عشر دیتے ہیں کیا ہم عشر دیں گے یا نصف عشر؟ (۲) نیز یہ پانی قدرت الٰہی سے چشموں اور پہاڑوں سے آتا ہے اس نہر کو نہ کسی نے بنائی ہے اور نہ حقیقتاً کسی کی ملکیت ہے کیا اس قوم خاص کیلئے اس نہر پر قبضہ

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۰ مطلب ھل یجب العشر علی المزارعین فی الاراضی باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین (قوله بماء العشر) والحاصل انه ما کان علیه ید الکفرة ثم حویناه قھرا وما سواه عشری. ردالمحتار ۳: ۲۱۴ مطلب فی خراج المقاسمة باب العشر والخراج والجزیة کتاب الجھاد)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

اورغریبوں پر یہ پانی فروخت کرنا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد ہاشم چغرزی ۵/۱۲/۱۹۷۵ء

الجواب: اگرچہ کثرتِ مؤنت کی وجہ سے نصف عشر موافق قواعد کتب ہے لیکن صورتِ مسئولہ میں یہ رقم مؤنت نہیں ہے، لانہ لیس سببا لبقاء ھذا النظام بل ھو ظلم او بیع الماء الغیر المحرز﴿۱﴾ والمظلوم لا یظلم بخلاف انھار دیارنا (ای انھار الحکومیة) لان لھا حافرین وقاسمین وحاکمین لا یبقیٰ ھذا النظام الابھم والرقم الماخوذ من اھل المزارع یصرف علیھم. وھو الموفق

سرکاری نہر کے آبیانہ کی صورت میں نصف عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ ورسک نہر سے سیراب ہوتا ہے اس کا آبیانہ بنسبت دیگر انہار کے ذرا زیادہ ہے اس آبیانہ کے پیش نظر ہمارے ہاں ایک عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ ان زمینوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے کیا یہ صحیح ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: سیف الرحمٰن ٹیلہ بند پشاور ۱۶/۱/۱۹۷۰ء

الجواب: بعض علماء کے نزدیک اس میں نصف العشر (بیسواں) واجب ہے کیونکہ یہ پانی زرخرید ہے،والدلیل علیہ ما فی الدرالمختار وفی کتب الشافعیة او سقاہ بماء اشتراہ

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: ان العلة فی العدول عن العشر الی نصفه فی مسقی غرب ودالیة ھی زیادة الکلفة کما علمت وھی موجودة فی شراء الماء ولعلھم لم یذکروا ذلک لان المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا یصح وقیل ان تعارفوه صح وھل یقال عدم شرائه یوجب عدم اعتباره ام لا تأمل نعم لو کان محرز اباناء فانه یملک الخ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۵۵ باب العشر)

وقواعدنا لا تاباہ(ھامش ردالمحتار ۲: ۶۹)﴿۱﴾ لیکن خرید وفروخت "ماء محرز" میں صحیح ہوتا ہے، اورصورت مسئولہ میں" احراز بالحوض" حاصل ہے اگر چہ یہ بیع وشراء فاسد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ آبیانہ درحقیقت ثمن نہیں ہے بلکہ یہ مؤنت ہے سرکار اس کو تجارت کیلئے نہیں لیتی ہے بلکہ نہر کی بقاء اور انتظام کیلئے لیتی ہے اور یہ مؤنت کنویں کی مؤنت سے کم نہیں ہے، لہٰذا اس میں نصف العشر واجب ہوگا، لوجود علة وجوب نصف العشر وهى كثرة المؤنة وزيادة الكلفة يدل عليه ما فى الدرالمختار نصفه فى مسقى غرب ودالية لكثرة المؤنة، وفى ردالمحتار ۲: ۶۹ لان العلة فى العدول عن العشر الى نصفه فى مسقى غرب ودالية هى زيادة الكلفة﴿۲﴾ انتهىٰ فافهم ولا تعجل والاخير هو المختار عندى وهذا ما عندى لعل عند غيرى احسن من هذا ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱، ۲﴾ (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۳﴾ وفى المنهاج: اعلم ان ما سقته الانهار التى يأخذ الحكومة بالسقى منها الخراج ما يقال له بالفارسية" آبيانه" قيل يجب فيه العشر لانه سقى بالانهار والعاثور دون النضح وقيل الوجه فى وجوب العشر انه سقاه بماء اشتراه وفيه ان الماء الغير المحرز لا يصح بيعه وشراءه وقال شيخنا (الغرغشتوى رحمه الله) يكفى فيه اداء نصف العشر، لان منشأ وجوب نصف العشر كما فى شرح التنوير كثرة المؤنة وهى هٰهنا متحققة بلا ريب وبالجملة ان المأخوذ منهم هى المؤنة دون الثمن لان ارباب الحكومة انما يأخذونها لبقاء هذاالنظام لا يخطر بالهم معنى البيع والشراء فافهم

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۳: ۱۵۳ باب الصدقة فيما يسقى بالانهار)

اللّٰہُ

اللّٰہُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب صدقة الفطر

قال رسول اللہ ﷺ

ادوا عن کل حر وعبد صغیر و کبیر

نصف صاع من بر او صاعاً من شعیر

......(ابو داؤد)......

باب صدقة الفطر

صدقۃ الفطر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناپ تول کے حساب سے صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید احمد خان چارسدہ ۱۰/ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

الجواب: صدقہ فطر کی مقدار تقریباً دو سیر انگریزی اور پختہ سیر کے حساب سے ایک سیر اور ایک تہائی مقدار ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ علماء احناف کے نزدیک گندم میں نصف صاع واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صاع سے مراد آٹھ رطل کا صاع عراقی ہے۔ قال الدكتور وحبة الزحلي: الصاع عند ابى حنيفة ومحمد ثمانية ارطال بالعراقى والرطل العراقى مئة وثلاثون درهما ويساوى ۳۸۰۰ غراماً، لانه عليه السلام كان يتوضأ بالمد رطلين ويغتسل بالصاع ثمانية ارطال وهكذا كان صاع عمر وهو اصغر من الهاشمي وكانوا يستعملون الهاشمي (الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۲۰۴۴)

اب ایک رطل کی مقدار نوے مثقال ہے تو ضرب دینے سے سات سو بیس مثقال صاع کا وزن ہو گیا اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے تو پورا صاع تین ہزار دو سو چالیس ماشہ کا ہو گیا، اور بارہ ماشہ کا ایک تولہ ہوتا ہے تو بارہ پر تقسیم کرنے سے حاصل قسمت دو سو ستر تولہ آ گیا تو نصف صاع ایک سو پینتیس تولہ کا ہو گیا اب چونکہ دنیا میں اعشاری نظام جاری ہے تو اسی لحاظ سے اب تولے سے گراموں میں وزن منتقل کیا جاتا ہے اوزان شرعیہ (مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ) کے آخر میں مولانا محمد اشرف قریشی نے ۵.۱۳۶ تولے کے حساب سے نصف صاع کا وزن ۱۳۶ ۵۹۲.۵ لکھا ہے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے پونے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صدقہ فطر میں مقامی نرخ معتبر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر حکومتی نرخ کے مطابق دیا جائے گا یا عوامی نرخ کے مطابق؟ بینوا توجروا

المستفتی: سرفراز خان میانوالی ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۴

الجواب: چونکہ حکومت کا نرخ حاوی نہیں ہے لہٰذا مقامی نرخ معتبر ہوگا﴿۱﴾۔ وھو الموفق

صرف تین تولہ سونے پر صدقۃ الفطر اور قربانی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت کے پاس صرف تین تولہ سونا

(بقیہ حاشیہ) دو سیر کے لحاظ سے ۱،۶۶٦ کلوگرام کا حساب لگایا ہے، مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ نے نصف صاع کو ایک کلو پانچ سو پچھتر گرام لکھا ہے۔

بندہ بھی ایک سنار کے دکان گیا اور ہر پہلو سے یعنی رتی ماشہ تولہ کا حساب اور ہندوستان میں مختلف رائج الوقت اوزان کے بارے میں اطمینان حاصل کیا، اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے سرحدی علاقے کا تولہ ۱۲،۱۵ گرام کا ہوتا ہے، اور دوسرا تولہ جو پنجابی تولہ سے ہمارے دیار میں مشہور ہے وہ ۱۱،٦٦۴ گرام کا ہوتا ہے تو ۱۳۵ تولہ سرحدی کے اعتبار سے ایک کلو ۶۴۰،۲۵ گرام بنتا ہے اور پنجابی تولہ سے ایک کلو ۵۷۴،۶۴ گرام بنتا ہے اور غالباً یہی حساب مولانا لاجپوری صاحب نے لیا ہے کہ پورے پانچ سو پچھتر گرام لئے ہیں۔ بہرحال ایک وطن کے ناپ تول کو جب دوسرے علاقہ کے ناپ وتول میں ڈھالا جاتا ہے تو دونوں کی بنیاد مختلف ہونے کی وجہ سے انطباق مکمل اور صحیح نہیں ہوتا اسلئے برقی مشینوں کے ذریعے خصوصی اوزان کولازم قرار دینا اور اسی پر صحت ادا کو معلق کرنا صحیح نہیں ہے اسلئے بموجب حدیث، نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب، احکام شرع پر آسانی کے ساتھ جس طرح بھی ادا کرے صحیح ہے، اسلئے باوجود ان حسابی تدقیقات کے ادائیگی واجب سب کی صحیح ومعتبر مانی جائے گی۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويقوم في البلد الذي المال فيه.

(الدرالمختار علی صدر ردالمحتار ۲۰۲۴ باب زكاة الغنم) (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہے اس کے علاوہ کوئی اور مال موجود نہیں ہے کیا اس عورت پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نجم الدین صاحب...... ۱۹۸۸ء/۳/۱۴

الجواب: چونکہ اتنی مقدار سونا سے ساڑھے باؤن تولہ چاندی حاصل ہو سکتی ہے لہٰذا اس عورت پر قربانی اور صدقۃ الفطر علامہ مرغینانی اور وہبانیہ کی روایت کی بنا پر واجب ہے، فليراجع الى ردالمحتار ۲ : ۸۹ ﴿۱﴾ واضحية الهندية ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) وفي الهندية: ويقومها المالك في البلد الذي فيه المال حتى لو بعث عبدا للتجارة الى بلد آخر فحال الحول تعتبر قيمته في ذلك البلد ولو كان في مفازة تعتبر قيمته في اقرب الامصار الى ذلك الموضع. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱ : ۱۸۰ الفصل الثاني في العروض)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله لكن اعتمد في الشرنبلالية الخ)...... قال في العناية ولا يجوز دفع الزكاة الى من ملك نصابا سواء كان من النقود او السوائم او العروض...... تقدير النصاب بالقيمة سواء كان من العروض او السوائم لما ان العروض ليس نصابها الا ما يبلغ قيمته مأتي درهم وقد صرح بان المعتبر مقدار النصاب في التبيين وغيره واستدل له في الكافي بقوله ﷺ من سأل وله ما يغنيه فقد سأل الناس الحافا قيل وما الذي يغنيه قال مأتا درهم او عدلها فقد شمل الحديث اعتبار السائمة بالقيمة لاطلاقه وقد نص على اعتبار قيمة السوائم في علمة كتب من غير خلاف في الاشباه والسراج والوهبانية وشرحيها والذخائر الاشرفية وفي الجواهرة قال المرغيناني اذا كان له خمس من الابل قيمتها اقل من مائتي درهم تحل له الزكاة وتجب عليه وبهذا ظهر ان المعتبر نصاب النقد من اى مال كان بلغ نصابا من جنسه اولم يبلغ الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۷ بعيد مطلب في جهاز المرأة هل تصير به غنية)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والموسر في ظاهر الرواية من له مائتادرهم او عشرون ديناراً او شيئ يبلغ ذلك سوى مسكنه ومتاع مسكنه ومركوبه وخادمه في حاجته التي لا يستغني عنها فاما ما عدا ذلك من سائمة او رقيق او خيل او متاع لتجارة او غيرها فانه يعتد به من يساره الخ. (فتاوىٰ عالمگيريه ۵ : ۲۹۲ كتاب الاضحية)

مجنون اور پاگل کی طرف سے باقاعدہ فطرانہ ادا کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تندرست آدمی تھا جو عمر بھر روزہ رکھتا تھا اچانک پاگل ہوگیا اب نہ نماز جانتا ہے نہ روزہ، اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر سرفراز کرد کالا باغ ۸/ شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب: مجنون اور پاگل کی طرف سے باقاعدہ فطرانہ ادا کیا جائے گا (ہندیہ ۱:۲۰۴) ﴿۱﴾ یعنی دو سیر انگریزی سے گندم یا اس کی قیمت، اور روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا نہیں کرے گا۔ وھو الموفق

قیدی کے جرمانہ میں فطرانہ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الخرج میں بڑی جیل ہے جس میں کافی پاکستانی قید ہیں، یہاں ایک پاکستانی قیدی سے حادثہ ہوا تھا جس سے ایک سعودی باشندہ فوت ہو چکا تھا قاضی نے ایک لاکھ ریال جرمانہ ادا کرنے کا فیصلہ سنایا، اس فیصلہ کی نقل ہماری کمپنی کو ارسال کی کہ فطرانہ کی رقم مذکورہ شخص کے جرمانہ میں ادا کی جائے کیا ہم فطرانہ اس مد میں دے سکتے ہیں جبکہ کافی ساتھیوں نے فطرانے جمع کرر کھے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رحمٰن سعودی عرب ۱۹۸۶/۶/۲۶ء

الجواب: اگر یہ قیدی نادار ہو تو اس کو یا اس کے امر سے حکومت کو یہ فطرانہ دینا جائز ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: والمعتوه والمجنون بمنزلة الصغير سواء كان الجنون اصليا او عارضيا وهو الظاهر من المذهب كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگيريه ۱: ۱۹۲ الباب الثامن في صدقة الفطر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وصدقة الفطر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صدقہ فطر متعدد مسکینوں کو دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر ایک سے زیادہ مساکین پر بانٹنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد آیاز یار حسین مردان .... ۳۰/ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

الجواب: ایک صدقۃ الفطر متعدد افراد کو دینا جائز ہے (شرح التنویر هامش ردالمحتار ۲:۱۰۷)﴿۱﴾. وهو الموفق

اجرت میں فطرانہ دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب جائیداد غنی امام ہے کیا اس کو فطرانہ دینا جائز ہے جیسا کہ عام رواج ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ارشاد گڑھی افغانان راولپنڈی ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۴

الجواب: امام کو بطور اجرت فطرانہ دینا جائز نہیں ہے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کا مصرف

(بقیہ حاشیہ) كالزكاة فى المصارف وفى كل حال . (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۸٦ قبيل كتاب الصوم) وفى الهندية: ولو قضى دين الفقير بزكاة ماله ان كان بامره يجوز وان كان بغير امره لا يجوز وسقط الدين.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۱۹۰ باب المصارف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفى: وجاز دفع كل شخص فطرته الى مسكين او مسكين على ماعليه الاكثر وبه جزم فى الولوالجية هو المذهب كتفريق الزكاة والامر فى حديث اغنوهم للندب فيفيد الاولوية.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۸۵ باب صدقة الفطر)

مساکین اور فقراء ہیں ﴿۱﴾ البتہ بطور تصدق یا بطور صلہ فقیر امام کو دینا جائز ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

صدقہ فطر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر کی صحیح مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرقیب تاجک لال قلعہ میدان دیر......۷/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: گندم میں صدقۃ الفطر کی مقدار دو سیر انگریزی ہے احتیاطاً ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

تنخواہ دار امام کا فطرانہ وصول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام اسی روپے ماہوار انجمن سے تنخواہ پاتا ہے یہ تنخواہ ان کو امامت میں ملتی ہے کیا اس امام کیلئے لوگوں سے فطرانہ وصول کرنا اور اپنے آپ پر خرچ کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم سید اختر حسین کیملپور

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف وفي كل حال الا في جواز الدفع الى الذمي. (الدرلمختار على هامش ردالمحتار ۲:۸۶ باب صدقة الفطر)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستأجره ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان ايضا اجزأه والا فلا وكذا ما يدفعه الى الخدم من الرجال والنساء في الاعياد وغيرها بنية الزكاة.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۱۹۰ باب المصارف)

﴿۳﴾ حنفیہ کے نزدیک صاع سے مراد عراقی صاع ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل نوے مثقال کا ہوتا ہے تو ضرب دینے سے سات سو بیس مثقال صاع کا وزن ہو گیا، اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے تو پورا صاع تین ہزار دو سو چالیس ماشہ یعنی دو سو ستر تولہ کا، تو نصف صاع ایک سو پینتیس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: اگر یہ امام مفلس ہو تو اس کو فطرانہ لینا جائز ہے لانہ مصرف من المصارف ﴿۱﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) تولہ کا ہو گیا، اب سیر کی مقدار میں فرق ہے انگریزی سیر اسی تولہ کا ہوتا ہے اور ہمارے سرحدی علاقوں کا سیر ایک سو آٹھ تولہ ہوتا ہے تو اسی تولہ کے انگریزی سیر کے حساب سے تین سیر چھ چھٹانک کا پورا صاع اور ڈیڑھ سیر تین چھٹانک کا نصف صاع ہوا، پس مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بڑی تحقیق وجستجو کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ نصف صاع پونے دو سیر کے برابر ہے اور حضرت تھانوی کی تحقیق ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہے (امداد الفتاویٰ ۲:۸۵)۔ بہر حال برطانوی نظام کے تحت نصف صاع تقریباً ۱۳۶ تولہ کا ہوتا ہے اور اعشاری نظام کے تحت تقریباً ایک کلو ۶۶۶ گرام یا ایک کلو ۵۹۲۱۳۶ گرام یا ایک کلو ۵۷۵ گرام بنتا ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ احتیاط کیلئے پورے دو سیر یا کچھ اور زیادہ دیدینا چاہئے کیونکہ زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے (بہشتی زیور ۲۴۰ صدقہ فطر کا بیان)

اور بعض حسابات میں مذکورہ مقدار سے زیادہ کا حساب بھی لگایا گیا ہے اسلئے ہمارے شیخ دامت برکاتہم عام طور پر سوا دو کلو بھی بتاتے ہیں اور فرمایا کہ اس میں ثواب ہے اسراف نہیں ہے۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف وفي كل حال. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۸٦ قبيل كتاب الصوم)

باب صدقة التطوع

نابالغ کے مال سے تصدق اور تبرع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت نے وصیت بھی نہیں کی ہو اور بالغ اولاد اس کے مال سے خیرات وغیرہ کرتے ہیں جبکہ ورثاء میں نابالغ بھی موجود ہیں اس قسم تصدق کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: وزیر ملا وزیرستان

الجواب: نابالغ کے مال سے تبرع اور تصدق حرام ہے﴿۱﴾ پس اگر ان بالغین نے یہ تبرع اور تصدق (خیرات واسقاط) مشترکہ مال سے کیا ہو تو اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، قال الله تعالیٰ: ان الذين يأكلون اموال اليتمى ظلما(بغير حق) انما يأكلون فى بطونهم نارا وسيصلون سعيرا: الآية﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفى الهندية: وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اذا كانت الورثة بالغين فان كان فى الورثة صغير لم يتخذوا ذلك من التركة كذا فى التتارخانية.
(فتاوىٰ عالمگیریہ ۵: ۳۴۴ باب فى الهدايا والضيافات كتاب الحظر)

﴿۲﴾قال الجلال: (ان الذين يأكلون اموال اليتمى ظلما) بغير حق (انما يأكلون فى بطونهم) اى ملأها (نارا) لانه يؤول اليها (وسيصلون سعيرا) نارا شديدة يحترقون فيها.
(تفسیر جلالین ۱: ۸۷ النساء آیت: ۱۰ پارہ: ۴)

وقال العلامة ابن كثير: (ان الذين يأكلون الخ الآية) اى اذا اكلوا اموال اليتامى بلا سبب فانما يأكلون نارا تأجج فى بطونهم يوم القيامة. (تفسير ابن كثير ۲: ۹۹)

مال حرام کا تصدق کی نیت سے دینا اور معطی لہ کا معطی کیلئے دعاء کرنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بنیت تصدق مال حرام دے دیں اور لینے والا یہ کہدے کہ اللہ تعالی آپ کی خیرات قبول کرے اور دینے والا آمین کہدے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالوہاب متعلم حقانیہ

الجواب: مال حرام (جس کا مستحق معلوم نہ ہو) واجب التصدق ہے لیکن بلاقصد ثواب ﴿۱﴾ اور دیدہ دانستہ قصد ثواب یا دعائے قبول کرنا مکفر ہیں البتہ فقیر کیلئے اس کا لینا جائز ہے، کما فی ردالمحتار عن الظهيرية رجل دفع الى فقير من المال الحرام شيأ يرجو به الثواب يكفر ولو علم الفقير بذلک فدعا له وامّن المعطى كفرا جميعاً ﴿۲﴾ (ردالمحتار ۲:۳۵) وفي الحموى شرح الاشباه ۱۱۲ وينبغى ان يستثنىٰ الاخذ بالربا للمحتاج فانه لا يحرم كما صرح به المصنف في البحرويحرم على الدافع الاعطاء بالرباء ﴿۳﴾. وهو الموفق

صدقہ سے خود کھانا اور رد بلاء وآفات کیلئے ذبح کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ کا جانور ذبح کر کے اس کا گوشت مساکین میں تقسیم کرے کیا اس سے خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور رد بلا کی نیت سے خون بہانے

﴿۱﴾ قال الشيخ محمد كامل: من يملک نصابا من حرام لا تجب عليه فيه الزكاة بل يلزمه التصدق بجميعه على الفقراء لا بنية الثواب ان لم يكن صاحب المال موجوداً.
(فتاوىٰ كاميله ص ۱۵ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۶۸ مطلب في التصدق من المال الحرام كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ (غمز عيون البصائر شرح الاشباه ۱:۴۴۹ القاعدة الرابعة عشرة)

میں ذبح کرنا درست ہے یا دیگر صدقات مثلاً نقد وجنس بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت کلیم اللہ شاہ صاحب مسکین پور شریف مظفر گڑھ ... ۱۵/۳/۷۳

الجواب: صدقات غیر واجبہ سے خود بھی کھا سکتا ہے البتہ یہ مقدار تصدق نہ ہوگا اور رد بلا کیلئے ذبح کرنا ممنوع نہیں ہے البتہ بطور فدیہ ذبح کرنا بے اصل کام ہے، لان الافتداء لایدرک بالعقل والقیاس ، وقال اللہ تعالیٰ وفدیناہ بذبح عظیم﴿۱﴾. وھو الموفق

مشترکہ مال سے صدقات ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چھ سگے بھائی ہیں اور دو چچازاد بھائی، ہمارے والدین وفات پا گئے ہیں ہم میں سے دو بھائی مزدوری کر رہے ہیں جائیداد تمام مشترک ہے چچازاد بھائی بھی گھر پر نہیں ہے اور ان بھائیوں نے ایک بھائی کو سربراہ مقرر کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ مشترکہ جائیداد سے آپ صدقہ کر سکتے ہیں یہاں پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مشترکہ جائیداد سے صدقہ جائز نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل صاحب شاہ صورتی کلے ضلع کرک ... ۳۰/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ یہ مروجہ صدقات غالباً اباحت میں داخل ہوتے ہیں لہٰذا شیوع ان کو ضرر رساں نہیں ہے اور اگر یہ صدقات تملیک میں داخل ہوں تو جامع صغیر کی روایت کی رو سے شیوع ان کو ضرر رساں نہیں ہے، فلیراجع الی ھبة الھدایة﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (سورة الصّٰفّٰت پارہ: ۲۳ رکوع: ۷ آیت: ۱۰۷)

﴿۲﴾ قال المرغینانی: وفی الجامع الصغیر اذا تصدق علی محتاجین بعشرة دراھم او وھبھا لھما جاز ولو تصدق بھا علی غنیین او وھبھا لھما لم یجز وقالا یجوز للغنیین ایضا جعل کل واحد منھما مجازا عن الآخر والصلاحیة ثابتة لان کل واحد منھما تملیک بغیر بدل.

(ھدایة علی صدر فتح القدیر ۷: ۴۹۷ باب الھبة)

دینی طلباء کیلئے گھروں سے روٹی سالن جمع کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں بعض مدارس کے طلباء کیلئے چھوٹے بچے (چنڑیاں) اہل محلّہ سے روٹی اور سالن وغیرہ جمع کرتے ہیں اور دینی طلباء اسے کھاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ کیا یہ سوال اور ذلت نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ چارسدہ.....۱۹۸۲ء

الجواب: طلباء کیلئے یہ وظیفہ جمع کرنا جائز ہے اور لوگ بھی طیب خاطر سے دیتے ہیں دینی طلباء کی کفالت عوام پر لازمی ہے اور یہ سوال اور ذلت بھی نہیں سمجھا جاتا، کما هو المعروف ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلي بن سلطان المعروف بملا علي قاري: واما سوال صدقة التطوع فمن لا يقدر على كسب لكونه زمناً او ذاعلة اخرى جاز له السوال بقدر قوت يومه ولا يدخر وان كان قادراً عليه فتركه لاشتغال العلم جازت له الزكاة وصدقة التطوع فان تركه لاشتغال صلاة التطوع وصيامه لا تجوز له الزكاة ويكره له صدقة التطوع فان جلس واحد او جماعة في بقعة واشتغلوا بالطاعة ورياضة الانفس وتصفية القلوب يستحب لواحد منهم ان يسأل صدقة التطوع وكسرات الخبز لهم واللباس لا جلهم.

(مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۱۷۲ باب من لا تحل له المسئلة ومن تحل له)

قال اللّٰہ تعالیٰ

انما الصدقات للفقراء والمسٰکین
والعٰملین علیها والمؤلفة قلوبهم
وفی الرقاب والغٰرمین وفی سبیل
اللّٰہ وابن السبیل، فریضة من اللّٰہ،
واللّٰہ علیم حکیم.

......(التوبة)......

اللہ اللہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب المصارف

باب مصارف الزکوٰۃ

پرندو چرند مصرف عشر وزکوٰۃ نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں زید پرندو چرندوغیرہ کوگندم وجوار وغیرہ ڈالتا ہے کیا اسے عشر میں محسوب کیا جا سکتا ہے؟ کیاعشر کے گندم وغیرہ پرندوں کو ڈال کرعشر سے سبکدوش ہوسکتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :عبدالودودکوہاٹ ۱۹۷۶ء/۳/۲۳

الجواب: چونکہ پرندے عشروزکوٰۃ کامصرف نہیں ہیں﴿۱﴾لہٰذااس طریق سے ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن فریضہ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شخص نفل نماز پڑھتا ہےاورفرض نماز ادانہیں کرتا۔ وھو الموفق

مال ومتاع میں شریک فقیرکوزکوٰۃ دینا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے ساتھ بعض مال ومتاع میں شریک فقیرکوزکوٰۃ دیناجائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی :فضل الدین متعلم دارالعلوم حقانیہ......۱۹۷۸ء/۱۰/۳۱

﴿۱﴾ قال العلامة ابن رشد: فاما عددهم فهم الثمانية الذين نص الله عليهم فی قوله تعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمساکين الخ، الآية.

(بداية المجتهد ۱: ۲۰۰ الفصل الاول فی عدد الاصناف) وقال الامام علی بن عثمان سراج الدين الاوشی: لا يجوز صرف الزکوٰة الی اهل الذمة ولا الی الکلاب والطيور.

(فتاویٰ سراجية ۲۸ باب مواضع الصدقات)

الجواب: اس شریک فقیر کو استقلال کے طریقہ پر زکوٰۃ دینا جائز ہے ﴿۱﴾ اور اشتراک کی صورت میں ناجائز ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

میت کے قرضہ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید بکر کا بھتیجا تھا اور اس کے ذمے بکر کے تین ہزار روپے تھے اب زید انتہائی مفلسی کی حالت میں فوت ہوا، بکر نے اس کو اپنا قرضہ معاف کیا اور زید پر ایک ہزار روپیہ کسی اور کا بھی قرضہ تھا بکر نے زکوٰۃ کی رقم سے ادا کیا، کیا اس سے بکر کی زکوٰۃ ادا ہوئی؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمن مشین محلہ شہر جہلم ۱۹۷۲/۱۰/۲۵

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کا ذمہ قرضہ سے فارغ ہوا ہے لیکن آپ کا ذمہ زکوٰۃ سے فارغ نہیں ہوا ہے کیونکہ زید نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی تھی، یدل علیه ما فی الهندية ۱: ۲۰۲ ولو قضى دين الفقير بزكوٰة ماله ان كان بامره يجوز وان كان بغير امره لا يجوز وسقط الدين انتهىٰ ﴿۳﴾. وهو الموفق

کیا زکوٰۃ کنویں کے بنانے اور اس پر مشین لگانے میں صرف کی جاسکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں کے بنانے اور اس پر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: اى بينه وبين المدفوع اليه لان منافع الاملاک بينهم متصلة فلا يتحقق التمليک على الكمال هداية.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۹ قبيل مطلب فى الحوائج الاصلية)

﴿۳﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۱۹۰ الباب السابع فى المصارف)

مشین لگانے کیلئے اگر زکوٰۃ کا مال استعمال کیا جائے کیا یہ صرف صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں بہادر شاہ زیارت کا کا صاحب نوشہرہ...... یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: اس مد میں زکوٰۃ صرف نہیں ہوسکتی کیونکہ زکوٰۃ کیلئے تملیک شرط ہے جوکہ صورت مسئولہ میں موجود نہیں ہے ﴿۱﴾ ہاں اس میں شکرانے صرف ہو سکتے ہیں لہٰذا زیارت کا کا صاحب کے شکرانوں سے کچھ رقم باقاعدگی سے مقرر کی جائے کیونکہ مزارات کے معطل ہونے سے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے بخلاف المدارس العربیۃ. وهو الموفق

زکوٰۃ اور مصارف کے بعض مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) کیا زکوٰۃ رشتہ دار فقیر کو دینا جائز ہے؟ اور دینے والے کو زکوٰۃ کا کہنا ضروری ہے؟ (۲) کیا زکوٰۃ کی رقم سے سلائی مشین وغیرہ خرید کر دینا جائز ہے؟ (۳) کیا کسی مقروض کا قرض چکانے کیلئے اس کے قرض خواہ کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے؟ (۴) کیا زکوٰۃ ایک ہی وقت میں ادا کرنا چاہئے یا سال کے مختلف حصوں میں بھی دینا جائز ہے؟ (۵) زکوٰۃ کا بہتر مصرف کونسا ہے رشتہ دار یا فقراء؟ بینوا توجروا

المستفتی: کشمیر خان مردان......۱۲/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: (۱) اصول وفروع اور زوجہ کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ مساکین ہوں ﴿۲﴾۔ (۲) زکوٰۃ میں یہ ضروری نہیں کہ زکوٰۃ کا نام لیا جائے دل میں ارادہ کافی

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا يجوز ان يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے﴿۱﴾۔ (۳) مقروض کی اجازت سے اس قرض خواہ کو مال زکوٰۃ سے دے سکتے ہیں (عالمگیری)﴿۲﴾۔ (۴) آپ درمیان سال میں پیشگی زکوٰۃ دیا کریں اور حولان حول کے وقت زکوٰۃ کی مقدار سے پیشگی اداشدہ زکوٰۃ منفی کریں﴿۳﴾۔ (۵) مصارف میں بہترین مصرف وہ عیال دار عالم دین ہے جس نے اپنی عمر کو خدمت دین کیلئے وقف کیا ہو (عالمگیری)﴿۴﴾۔ وھو الموفق

وہ زمین موجب غنا نہیں جس سے سال بھر کی قوت یا اس سے کم حاصل ہو رہی ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی اتنی زمین ہے کہ اس کی پیداوار سال بھر تک نہیں پہنچتی زمین کی قیمت پچاس ساٹھ ہزار روپیہ ہے کیا مذکورہ شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں اور اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جنید شالفین سوات ..... ۹/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے اور نہ حج کیلئے زمین فروخت کرنا فرض ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۸۸ سئل محمد عمن له الارض یزرعها او حانوت

(بقیہ حاشیہ) قال ابن عابدین: وقید بالولاد لجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ومن اعطی مسکینا دراهم وسماها هبة او قرضا ونوی الزکاة فانها تجزیه وهو الاصح. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۷۱ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولو امر فقیرا بقبض دین له علی آخر ونواه عن زکاة عین عنده جاز. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۷۱ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام: وان قدم الزکاة علی الحول وهو مالک للنصاب جاز. (هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۵۴ فصل ولیس فی الفصلان والحملان والعجاجیل صدقة کتاب الزکاة)

﴿۴﴾ وفی الهندیة: التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاهل. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السابع فی المصارف)

یستغلها او دارغلتها ثلثة آلاف ولا تکفی لنفقته ونفقة عیاله سنة یحل له اخذ الزکوٰۃ وان کانت قیمتها تبلغ الوفا وعلیه الفتویٰ وعندهما لا یحل﴿۱﴾ وفی الهندیة ۱ : ۲۳۱ وان کان صاحب ضیعة ان کان له من الضیاع ما لو باع مقدار ما یکفی الزاد والراحلة ذاهبا وجائیاً ونفقة عیاله واولاده ویبقی له من الضیعة قدر ما یعیش بغلته الباقی یفترض علیه الحج والا فلا﴿۲﴾. وهوالموفق

فقیر مطلقہ عورت کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس عورت کے پاس اس کا بچہ بھی ہے جو زیر تعلیم ہے کیا اس مطلقہ عورت کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: طاہر جواد حضرو اٹک......۲/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر یہ مطلقہ عورت مصرف زکوٰۃ ہو اور محتاج ہو تو آپ اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں ﴿۳﴾۔ وهوالموفق

مالدار مجاہدین پر صرف زکوٰۃ نہیں ہوسکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غنی مجاہدین کو زکوٰۃ دینا جواز رکھتا

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۷ مطلب فی الحوائج الاصلیة کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۱۸ کتاب المناسک)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الله بن احمد النسفی: المصرف هو الفقیر والمسکین وهو اسوء حالاً من الفقیر والعامل والمکاتب والمدیون ومنقطع الغزاه وابن السبیل فیدفع الی کلهم او الی صنف. (کنز الدقائق ۱ : ۶۴ باب المصرف)

ہے یانہیں؟ اگر جواز ہے تو تحریری طور پر ارسال فرما کر مجھے مطمئن کیا جائے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المستفتی: ح، خ ٹریڈنگ ہاؤس فردوس منزل پشاور شہر......۱۹۸۸ء/۱/۲۵

الجواب: فقہاء کے نزدیک اغنیاء پر صرف زکوٰۃ جائز نہیں ہے﴿۱﴾علاوہ عاملین کے البتہ وہ شخص جو اپنے گھر میں غنی تھا، لیکن جہاد کے بعد اس کا مال آئندہ حوائج کیلئے ناکافی ہے تو زکوٰۃ لے سکتا ہے (ماخوذ از بدائع)﴿۲﴾۔وھو الموفق

زکوٰۃ کی رقم سے کچھ پکا کر کھلانے سے فراغت ذمہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زکوٰۃ کی رقم ہے کیا اس پر خیرات کر کے یعنی کچھ کھانا پکا کر کھلانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شادولی خان کیماڑی کراچی ۱۹۹۰ء/۳/۹

الجواب: چونکہ اس عرفی خیراتوں میں تملیک نہیں ہوتی صرف اباحت ہوتی ہے﴿۳﴾لہٰذا

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين: ولا تدفع الى غنى لقوله ﷺ لا تحل الصدقة لغنى.

(الهداية على صدر فتح القدير ۲:۲۰۸ باب مايجوز دفع الزكاة وما لا يجوز)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاساني: واما استثناء الغازى فمحمول على حال الحدوث الحاجة وسماه غنيا على اعتبار ماكان قبل حدوث الحاجة وهو ان يكون غنيا ثم تحدث له الحاجه بان كان له دار يسكنها ومتاع يمتهنه وثياب يلبسها وله مع ذلك فضل مائتى درهم حتى لا تحل له الصدقة ثم يعزم على الخروج فى سفر غزو فيحتاج الى آلات سفره وسلاح يستعمله فى غزوه ومركب يغزو عليه وخادم يستعين بخدمته على مالم يكن محتاجاً اليه فى حال اقامته فيجوز ان يعطى من الصدقات ما يستعين به فى حاجته التى تحدث له فى سفره.

(بدائع الصنائع ۲:۱۵۵ فصل المؤلفة قلوبهم كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال الحصكفى: وهى شرعا تمليك خرج الاباحة (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اس طریقہ سے زکوٰۃ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ وهو الموفق

مقروض اور مکان بنانے والے فقیر کو نصاب سے زائد زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) فقیر کو زیادہ سے زیادہ کتنی رقم دینا جائز ہے؟ (۲) اگر ایک فقیر ہزار روپے کا مقروض ہے کیا اسے ہزار روپے یکمشت دینا جائز ہے؟ (۳) ایک شخص کی آمدنی اتنی ہے کہ بمشکل بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے اس کے پاس رہائشی مکان نہیں ہے کیا اس کو اتنی رقم زکوٰۃ کی دے دینا جس سے وہ مکان تعمیر کرا سکے، دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید دتہ روڈ راولپنڈی

الجواب: (۱) اتنی مقدار زکوٰۃ دینا جس سے وہ غنی شرعی بن جائے مکروہ ہے۔﴿۱﴾۔ (۲) جائز ہے بلکہ اس سے زائد دینا بھی جائز ہے جبکہ یہ زائد مقدار نصاب سے کم ہو۔ (۳) اس شخص کو مکان کیلئے رقم دینا جائز ہے۔ والدلیل علی هذه المسائل ما فی الدر المختار ، و کره اعطاء فقیر نصابا او اکثر الا اذا کان المدفوع الیه مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقه علیهم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینه نصاب انتهیٰ، فیه لف و نشر غیر مرتب (ردالمحتار ۲: ۹۳)﴿۲﴾ وجه الدلالة علی السوال الثالث عدم الفرق بین النفقة والسکنی

(بقیه حاشیه) فلو اطعم یتیما ناویا الزکاة لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم، قال ابن عابدین: لانه بالدفع الیه بنیة الزکاة یملکه فیصیر آکلا من ملکه بخلاف ما اذا اطعمه معه الخ.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۳ کتاب الزکاة) وقال العلی بن عثمان الاوشی: ویشترط التملیک ولا یجوز التغدیة والتعشیة. (فتاویٰ سراجیة ۲۸ باب مواضع الصدقات)

﴿۱﴾ وفی الهندیة : ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درهم فصاعدا وان دفعه جاز.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۹۳ باب المصرف)

فی الوجوب والحاجة نعم الاحتیاط فی الاعطاء بعد البناء ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فقیر کو زکوٰۃ سے غنی بنانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف کونسا ہے؟ نیز قریبی رشتہ داروں میں جو فقیر ہوں ان کو کتنی رقم دی جا سکتی ہے بعض علماء سے سنا ہے کہ زیادہ رقم زکوٰۃ میں نہیں دینی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغفار چیف کمیسٹ منگورہ سوات......۴/شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: زکوٰۃ کا صحیح مصرف فقیر اور محتاج ہے خصوصاً جبکہ عالم یا متعلم یا مجاہد ہو﴿۲﴾ البتہ کسی محتاج کو غنی بنانا مکروہ ہے مثلاً جس فقیر پر پانچ افراد کا نفقہ واجب ہو اور مقروض نہ ہو تو اس کو ساڑھے باؤن تولے چاندی کے حساب سے چھ نفر کا یعنی تین سو پندرہ تولے چاندے (۲/۱۰۵×۶=۳۱۵) دینا مکروہ ہے وراس سے کم جائز ہے﴿۳﴾ (ماخوذ از ہندیہ)۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وجه الدلالة فیه ان السکنیٰ من الحوائج الاصلیة کما یدل علیه ما فی الھندیة ۱: ۱۸۹ والشرط ان یکون فاضلا عن حاجته الاصلیة وھی مسکنه واثاث مسکنه الخ، وقال بعد اسطر، رجل له دار یسکنھا یحل له الصدقة وان لم یسکن الکل ھو الصحیح کذا فی الزاھدی وقال ابن عابدین: فارغ عن حاجته قال فی البدائع قدر الحاجة ھو ما ذکره الکرخی فی مختصره فقال لابأس ان یعطی من الزکاة من له مسکن وما یتأثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم ان کان من اھله فان کان له فضل عن ذلک تبلغ قیمته مائتی درھم حرم علیه اخذ الصدقة.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۷۰ مطلب فی الحوائج الاصلیة) (ازمرتب)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاھل.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السابع فی المصارف)

﴿۳﴾ وفی الھندیة: ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درھم (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

زکوٰۃ سے کتاب کی طباعت کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک دینی کتاب کی طباعت کاارادہ کیا ہے مگر وہ مفلس ہے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے اسی بناپر اس کتاب کو چھپوانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صاحب زادہ باجوڑ عنایت کلے ۔۔۔ ۱۹۸۵ء/۳/۱۶

الجواب: اگر یہ شخص مصرف زکوٰۃ ہواور یا زکوٰۃ دہندہ گان کی اجازت سے طباعت کے بعد مصارف میں ان کتب کو بطور تملیک دیتا ہوتو اس میں حرج نہیں ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

پچیس گائیوں یا پینتیس بکریوں کا مالک زکوٰۃ لے سکتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس پچیس گائیں ہیں یا پینتیس بکریاں ہیں کیا یہ شخص دیگر لوگوں سے زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۔۔۔ ۱۹۷۵ء/۳/۱۰

الجواب: جب دیگر اجناس اس کے پاس نہ ہوں تو یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے (ردالمحتار ۲: ۸۹) ﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)فصاعدا وان دفعه جاز. كذا في الهداية: هذا اذا لم يكن الفقير مديونا فان كان مديونا فدفع اليه مقدار ما لو قضى به دينه لا يبقى له شيء او يبقى دون المائتين لا بأس به وكذا لو كان معيلا جاز ان يعطى له مقدار مالو وزع على عياله يصيب كل واحد منهم دون المائتين كذا في فتاوىٰ قاضي خان.

(فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: يشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة لا يصرف الى بناء مسجد ولا الى كفن ميت وقضاء دينه. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾قال العلامة ابن عابدين: (قوله جزم به في البحر) ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاجت اصلیہ کی اشیاء نہ رکھنے والے صاحب نصاب کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسافر کسی مسجد میں مقیم ہواوران کا اپنا سکونتی مکان نہ ہواور شادی وغیرہ گھر کے دوسری ضروریات بھی نہ ہوں اور نقد کے لحاظ سے صاحب نصاب ہواور پھر یہ مذکور شخص اس نیت سے کہ حج بیت اللہ کیلئے رقم جمع کرتا ہوتو اس کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ نصابِ نقد کچھ مزدوری کر کے کما چکا ہواور کچھ لوگوں نے صدقات وخیرات میں دی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل شیر جمرود خیبر ایجنسی

الجواب: اس شخص کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے﴿۱﴾، البتہ اگر یہ شخص حولان حول سے پہلے ایسا جنس خریدے جو کہ حوائج اصلیہ سے ہو مثلاً مکان، اسلحہ، غلہ تو اس شخص پر غنی کے احکام جاری نہیں ہوں گے، یدل علیہ ما فی ردالمحتار ۲:۸ ان الزکاۃ تجب فی النقد کیفما امسکہ للنماء او للنفقۃ وکذا فی البدائع فی بحث النماء التقدیری﴿۲﴾ قلت وصرح العلامۃ العینی: وھو فاضل عن حوائجہ الاصلیۃ کالدین فی النقود﴿۳﴾ فقط، فافھم وھو الصواب

(بقیہ حاشیہ) حیث قال ودخل تحت النصاب النامی الخمس من الابل فان ملکھا او نصابا من السوائم من ای مال کان لا یجوز دفع الزکاۃ لہ سواء کان یساوی مائتی درھم او لا وقد صرح بہ شراح الھدایۃ عند قولہ من ای مال کان.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۶۷ مطلب فی الحوائج الاصلیۃ)

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر او دراھم او سوائم او عروضا للتجارۃ او لغیر التجارۃ فاضلا عن حاجتہ فی جمیع السنۃ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ باب فی المصارف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۱ کتاب الزکاۃ)

﴿۳﴾(العنایۃ علی ھامش فتح القدیر ۲: ۲۱۵ باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز)

حج کیلئے رقم جمع کرنے والے غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دو ماموں زاد بہنیں ہیں میں ان کو زکوٰۃ دیا کرتا تھا مگر اب وہ کہتی ہے کہ ہم غنی ہیں اب ان میں سے ایک نے کہا کہ مجھے زکوٰۃ دیا کریں تا کہ میں اسے حج کیلئے جمع کروں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بیگم علی حسن پشاور روڈ پنڈی......۱۹۸۱ء/۳/۲۴

الجواب: جب یہ بہنیں حسب اقرار غنی ہیں تو ان کو زکوٰۃ دینا خواہ حج کیلئے ہو یا دوسرے مقصد کیلئے ہو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عیالدار اور مقروض فقیر کو مقدار نصاب زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کی رقم مبلغ ایک ہزار روپیہ ایک ہی مستحق کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل افضل بن مرسلین ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ

الجواب: عیالدار اور مقروض کو (وہ عیالدار جبکہ وہ اپنے نفس اور اپنے عیال پر یہ ایک ہزار روپیہ مثلاً تقسیم کرے تو ہر ایک کا حصہ مقدار نصاب سے کم ہوتا ہے اور وہ مقروض جب وہ مقدار قرض کو دور کرے تو باقی مقدار نصاب سے کم رہتا ہے) دینا بلا کراہت جائز ہے، اور غیر مقروض اور غیر عیالدار کو جائز مع الکراہت ہے۔ وفی الھندیۃ: ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درھم فصاعداً وان دفعہ جاز کذا فی الھدایۃ ھذا اذا لم یکن الفقیر مدیونا فان کان مدیونا فدفع الیہ مقدار مالو

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر او دراھم او سوائم او عروضا للتجارۃ فاضلا عن حاجتہ فی جمیع السنۃ
(فتاوی عالمگیریہ ۱:۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

قضى به دينه لا يبقى له شيء او يبقى دون المأتين لا بأس به وكذا لو كان معيلا جاز ان يعطى له مقدار ما لو وزع على عياله يصيب كل واحد منهم دون المائتين كذا في فتاوىٰ قاضي خان (هنديه ١: ٢٠٠)﴿١﴾. وهو الموفق

سودی کاروبار کرنے والے کی زکوٰۃ نادار طلباء پر صرف کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ان ایام میں اکثر مدارس کے سفیر یا ان کے خطوط برائے حصول زکوٰۃ آتے ہیں فرض کریں کہ ایک آدمی سود کا کاروبار کرتا ہے اور وہ زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے اس کا کیا مسئلہ ہے کیونکہ میرے ہاں جو خطوط آئے ہوئے ہیں ان میں اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اقبال منیر فیصل آباد

الجواب: سودی مال نادار طلباء پر صرف ہوسکتا ہے﴿۲﴾ اکثر اہل مدارس عطیات کے لفظ سے اس کو بھی اشارہ کرتے ہیں۔ وھو الموفق

سودی کاروبار کرنے والے سے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سودی کاروبار کرنے والا شخص ہو اوران کی کمائی کے حرام حلال کا پتہ نہیں لگتا ہو تو ایسے شخص سے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حامد انور اکوڑہ خٹک ۱۹۸۵ء/۱۲/۳۱

﴿١﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ١: ١٨٨ الباب السابع في المصارف)

﴿٢﴾ قال ابن البزاز الكردرى: ولو بلغ المال الخبيث نصابا لا يجب فيه الزكاة لان الكل واجب التصدق والعبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع اليه.

(فتاوىٰ بزازية على هامش الهندية ٤: ٨٦ الثاني في المصرف)

الجواب: مصرف زکوٰۃ شخص سودخور سے زکوٰۃ وخیرات لے سکتا ہے(حموی)﴿۱﴾۔وھو الموفق

نابالغ کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱) نابالغ جس کے والدین غریب ہوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟(۲) اگر باپ مالدار ہو اور بیٹا یا بیٹی بالغ ہو اور والد کے زیر کفالت ہو تو کیا ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ جبکہ یہ بالغ بیٹا بیٹی خود غنی نہ ہو؟(۳) اگر زیر کفالت نابالغ بچے کا والد غریب ہو اور والدہ مالدار ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: فضل عظیم نوشہرہ.....۱۹۷۸ء/۷/۲۷

الجواب: (۱) جس نابالغ کے والدین غریب ہوں اور یہ نابالغ خود بھی غریب ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (هندية)۔

(۲).....بالغ جب مالدار نہ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے اگر چہ ان کے والدین میں صرف والد یا صرف والدہ اغنیاء میں سے ہو﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفي حاشية الحموى عن الذخيرة سئل الفقيه ابو جعفر عمن اكتسب ماله من امراء السلطان و جمع المال من اخذا لغرامات المحرمات وغير ذلك هل يحل لمن عرف ذلك ان يأكل من طعامه قال احب الى ان لا يأكل منه ويسعه حكما ان يأكله ان كان ذلك الطعام لم يكن في يدالمطعم غصباً او رشوة الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸ مطلب التصدق من المال الحرام) وقال ابن البزاز الكردرى: وقوله ارفق بالناس لان مالاً مالا يخلو عن مغصوب لكنه قبل اداء البدل خبيث واجب التصدق فلا يأخذه لا من يجوز له اخذ الصدقة والاخذ والاعطاء اولى اذا كان لا يشوبه العجب.

(فتاوى بزازية على هامش الهندية ۴: ۸۸ الباب الثاني في المصرف كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولا يجوز دفعها الى ولدالغنى الصغير (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(۳)۔۔۔۔ہاں جائز ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

عاقل ومراہق نابالغ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ بچے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟بینواتوجروا

المستفتی:عبدالرحمٰن لکی مروت۔۔۔۔۔۱۹۷۷ء/۷/۳۰

الجواب: صبی جب مراہق یا عاقل ہوتو اس کو زکوٰۃ دینا کافی ہے،کما فی الھندیۃ ۱: ۲۰۲ ولو قبض الصغیر وھو مراھق جاز لو کان یعقل القبض بان کان لا یریٰ ولا یخدع عنہ﴿۲﴾. وھو الموفق

مالدار آدمی کا نادار بالغ بیٹا مصرف زکوٰۃ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایف اے سی کا طالب علم ہوں ایک زمیندار باپ کا بیٹا ہوں آمدنی کا واحد ذریعہ صرف زمین ہے میرے نام پر کوئی جائیداد نہیں ہے اسلئے والد صاحب زمین فروخت کر کے میرے تعلیمی اخراجات کو پورا کرتا ہے اس زمین میں میرے دوسرے بھائی بہنوں کا بھی حصہ ہے جو میں خرچ کرتا ہوں،اس صورت میں اگر میں زکوٰۃ فنڈ سے وظیفہ لینے

(بقیہ حاشیہ)ولو کان کبیرا فقیرا جاز ویدفع الی امرأۃ غنی اذا کانت فقیرۃ وکذا الی البنت الکبیرۃ اذا کان ابوھا غنیا لان قدر النفقۃ لا یغنیھا وبغنی الاب والزوج لا تعد غنیۃ کذا فی الکافی ویجوز صرفھا الی الاب المعسر وان کان ابنہ موسرا.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ باب المصارف)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر وابیہ وامرأتہ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء المانع. (الدرالمختار علیٰ ھامش ردالمحتار ۲: ۲۷ باب المصرف)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ باب المصرف)

کیلئے درخواست دے دوں، تو کیا میرے لئے یہ زکوٰۃ لینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر اکبر خان اسلامیہ کالج پشاور.....۱۵/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: آپ مصرف زکوٰۃ ہیں، زکوٰۃ فنڈ سے وظیفہ حاصل کرسکتا ہے مالدار آدمی کا نادار بالغ بیٹا غنی نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾ البتہ یہ وظیفہ خلاف شرع امور (نشہ تماشہ) میں صرف کرنا قابل اعتراض ہے۔ وھو الموفق

باپ بیٹے کی مشترکہ زکوٰۃ نہ ہوتو بہوکو دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہوکو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہ عورت اس شخص کے ساتھ رہتی ہے البتہ کپڑے اور چائے کا انتظام خود کرتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبیداللہ خان زنگی خیل بنوں ۱۹۷۴/۷/۶ء

الجواب: بہوکو شرعاً زکوٰۃ دینا جائز ہے جبکہ غنیہ نہ ہواور باپ بیٹے (زوج) کی مشترک زکوٰۃ نہ ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

وکیل کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینے اور داماد کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے مگر

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان الطفل يعد غنيا بغنى ابيه بخلاف الكبير فانه لا يعد غنيا بغنى ابيه ولا الاب بغنى ابنه ولا الزوجة بغنى زوجها ولا الطفل بغنى امه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۷۲ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد، قال ابن عابدين: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولى لانه صلة وصدقة وفي الظهيرية ويبدأ في الصدقات بالاقارب ثم الموالي ثم الجيران ويجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته تاترخانية. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

اس کی بیوی فقیر ہے پس اگر شوہر کسی مؤکل کی زکوٰۃ اس بیوی کو دے دیں کیا یہ جائز ہے؟ نیز داماد کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی ۱۹۷۶ء/۳/۲۴

الجواب: دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کا لینا دینا جائز ہے، **لعدم التهمة فی الاولیٰ﴿۱﴾ ولعدم المانع فی الثانية﴿۲﴾. وهو الموفق**

فقیر ماں باپ، بہن بھائی کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماں باپ، بہن بھائی جو مسکین اور فقیر ہوں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۲/شعبان ۱۳۹۴ھ

الجواب: بھائیوں اور بہنوں پر زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے جبکہ مساکین ہوں﴿۳﴾ البتہ والدین پر

﴿۱﴾ وقال ابن البزار الكردری: الوكيل باداء الزكاة اذا صرفه الى ولده الكبير او الصغير او امرأته وهم محاويج جاز ولا يمسك لنفسه شيأ.

(البزازية على هامش الهندية ۴: ۸۶ الثانی فی المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: قيد باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو اولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالاخوة والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء ولهذا قال فی الفتاویٰ الظهيرية ويبدأ فی الصدقات بالاقارب.

(البحر الرائق ۲: ۲۴۳ باب المصرف)

وقال العلامة ابن عابدين: ويجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته تاترخانية.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۳﴾ وفی الهنديه: والافضل فی الزكاة والفطر والنذر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صرف زکوٰۃ نہیں ہوسکتا﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الی نقل العبارات. وهو الموفق

بہوؤں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں ایک شخص نے اپنے بہوؤں پر زکوٰۃ تقسیم کی ہے ان عورتوں میں ان کی بیٹیاں بھی شامل ہیں کیا یہ زکوٰۃ درست طریقہ پر دی گئی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: توکل خان پاڑہ چنار کرم ایجنسی کوہاٹ......۱۹۷۴ء/ ۸/ ۲۷

الجواب: اگر یہ بہوئیں غنیات نہ ہوں اور یہ زکوٰۃ خالص اپنے مال کی ہو بیٹوں کی شرکت سے خالی ہو تو اس زکوٰۃ کی صحت میں کوئی خدشہ نہیں ہے، بخلاف الاصول والفروع، کما لایخفی علی من راجع الی باب المصارف فی کتب الفتاویٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

عزیز یا رشتہ دار کو کتنی رقم تک زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عزیز یا رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے کی کتنی

(بقیہ حاشیہ)الصرف اولا الی الاخوة والاخوات ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادهم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی حرفته ثم الی اهل مصره او قریته کذا فی السراج الوهاج.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولا یدفع الی اصله وان علا وفرعه وان سفل کذا فی الکافی.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: ویجوز دفعها لزوجة ابیه وابنه وزوج ابنته تاترخانیة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۹ باب المصرف)

رقم تک اجازت ہے جبکہ اس کا اپنا مکان بھی نہ ہو اور شادی بھی نہیں کی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ کوہاٹ.....۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: بالفرض اگر آپ کا یہ عزیز تین ہزار روپے کا مکان بنائے اور تین ہزار شادی پر خرچ کرے اور یہ تمام اس نے قرض لیا ہو تو آپ اس کو چھ ہزار روپیہ بلکہ اس سے بھی زائد زکوٰۃ دے سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اگر باپ مالک نہیں صرف تصرف کرتا ہے تو بیٹے بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا بیٹا سعودی عرب گیا اور مزدوری کر کے مال کمایا، بیٹے اور باپ سب مال میں شریک ہیں اور تصرف بیٹوں کا ہے ایک بیٹے نے کچھ زکوٰۃ اپنی بہن کو دی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیق دادصدہ بازار کرم ایجنسی.....۲۴/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر ان بیٹوں نے اپنے والد کو اس مال کا مالک بنایا ہو تو یہ زکوٰۃ درست نہیں ہوئی (شامی، بحر)﴿۲﴾، اور اگر بیٹے خود کو مال کا مالک کہتے ہیں اور والد کو صرف تصرف کا اختیار ہے تو اس صورت میں بہن کو زکوٰۃ دینا درست ہے﴿۳﴾ کیونکہ بھائیوں کے مال کا یہ والد مالک عرفی ہے نہ کہ مالک شرعی۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وكره اعطاء فقير نصابا او اكثر الا اذا كان المدفوع اليه مديونا او كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كلا او لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۷۴ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: لا يجوز الدفع الى ابيه وجده وان علا ولا الى ولده وولد ولده وان سفل. (البحر الرائق ۲: ۲۴۳ باب المصرف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد الخ وقال ابن عابدين: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیٹی اور پوتے پوتیاں مصرف زکوٰۃ نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک لڑکی شادی شدہ ہے جس کی چار اولاد ہیں اور شوہر وفات پا چکا ہے اور میرے پاس مقیم ہیں ان کا ذریعہ آمدنی کوئی نہیں ہے کیا میں ان کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین غلہ ڈھیر مردان ۱۳۹۶/۶/۲۱ھ

الجواب: اپنی بیٹی اور نواسوں پر عشر وزکوٰۃ صرف نہیں ہو سکتے ہیں ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الى نقل العبارات. وهو الموفق

عاقل نابالغ بچے کا اپنے لئے اور نابالغ بھائیوں کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک یتیم لڑکے کو جس کی عمر بارہ تیرہ سال ہے اور اس کے تین چار چھوٹے بھائی بھی ہیں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر آدم خان وانا کیمپ ساؤتھ وزیرستان ۱۹۷۷ء/۹/۳۰

الجواب: جو نابالغ مال کو جانتا اور پہچانتا ہو نہ اس کو پھینکتا ہو اور نہ اس کو کوئی دھوکہ دے سکتا ہو (کہ یہ عبث چیز ہے اس کو پھینکو) تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اپنے لئے بھی لے سکتا ہے اور غیر عاقل بھائیوں کیلئے بھی قبض کر سکتا ہے، کما فی ردالمحتار ۲ : ۴ قوله بشرط ان يعقل القبض قيد في

(بقيه حاشيه) بل هم اولى لانه صلة و صدقة.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲ : ۶۹ باب المصرف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد، قال ابن عابدين: اى اصله وان علا كابويه واجداده وجداته من قبلهما وفرعه وان سفل كاولاد الاولاد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲ : ۶۹ باب المصرف)

الدفع الکسوۃ کلیھما وفسرہ فی الفتح وغیرہ بالذی لا یرمی بہ ولا یخدع عنہ فان لم یکن عاقلا فقبض عنہ ابوہ او وصیہ او من یعولہ قریبا او اجنبیا او ملتقطہ صح ﴿۱﴾ وفی الھندیۃ ۱ : ۲۰۲ ولو قبض الصغیر وھو مراھق جاز ﴿۲﴾. وھو الموفق

والدہ اور غیر شرعی نکاح میں ازدواجی زندگی گزارنے والوں کو زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ سخت بیمار ہے اور مالی امداد کی سخت حاجت رکھتی ہے جبکہ میرے پڑوس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو انتہائی مفلسی کی حالت میں ہیں وہ ایک عورت شرعی شوہر کو چھوڑ کر غیر شرعی شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کر رہی ہے اور اس شوہر سے ناجائز بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں کیا میں ان کو زکوٰۃ کی رقم دیکر بری الذمہ ہو سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر ہمت علی شاہ جمال گڑھی مردان

الجواب: والدہ کو زکوٰۃ دینا صحیح نہیں ہے ﴿۳﴾ باقی ان مذکورین کو زکوۃ وغیرہا دینا صحیح ہے کیونکہ یہ فقراء اور مسلمان ہیں کفر میں داخل نہیں ہوئے ہیں ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲ : ۳ کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ : ۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ولا الی من بینھما ولاد، قال ابن عابدین: والولاد بالکسر مصدر ولدت المرأۃ ولادۃ ولاد مغرب ای اصلہ وان علا کابویہ واجدادہ وجداتہ من قبلھما وفرعہ وان سفل. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲ : ۶۹ باب المصرف)

﴿۴﴾ قال الملا علی قاری: ولا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب ای بارتکاب معصیۃ وان کانت کبیرۃ ای کما یکفر الخوارج مرتکب الکبیرۃ اذا لم یستحلھا ای لکن اذا لم یکن یعتقد حلھا ... ولا نزیل عنہ اسم الایمان.

(شرح فقہ الاکبر للقاری ۷۱ الکبیرۃ لا تخرج المؤمن عن الایمان)

سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنی سوتیلی ماں کو مال زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ خواہ والد زندہ ہو یا نہ ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد مسکین موزہ ساز ٹھٹہ شہرہ پنڈی گیپ

الجواب: سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا بہرحال جائز ہے، فی ردالمحتار ۲: ۶۵ ویجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته (تاترخانية) ﴿۱﴾. وهو الموفق

صاحب نصاب شوہر کی فقیر بیوی کیلئے زکوٰۃ لینے اور مہر غیر معجّل سے غنی نہ بننے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) جس عورت کا شوہر صاحب نصاب ہو اور غنی ہو لیکن اس کی بیوی فقیر و مسکین ہو کیا وہ کسی سے زکوٰۃ لے سکتی ہے؟ (۲) مہر مؤجل ابھی تک بیوی کو ادا نہیں کیا گیا ہے اور شوہر کے پاس ہے کیا اس مہر سے یہ بیوی غنیہ اور صاحب نصاب بن سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فخر الدین ابن شیخ الحدیث واستاذ العلماء مولانا غورغشتوی رحمہ اللہ

الجواب: (۱) غنی کی بیوی (غیر غنیہ) زکوٰۃ لے سکتی ہے، کما فی شرح التنوير ولا الى طفله بخلاف ولده الكبير وابيه وامرأته الفقراء وطفل الغنية (۲: ۹۰) ﴿۲﴾. (۲) بیوی مہر غیر معجّل سے غنیہ نہیں بن سکتی ہے البتہ مہر معجّل سے غنیہ ہوگی اگر شوہر غنی ہو، كمـا فـی ردالمحتار ۵: ۲۷۲ والمرأة مؤسرة بالمعجل لوالزوج مليا وبالمؤجل لا ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۷ باب المصرف)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۱۹ كتاب الاضحية)

عیالدار عالم اور متعلم اقارب پر مقدم کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس میں علماء اور فقیر طلباء کو زکوٰۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے یا اقارب اور رشتہ داروں میں تقسیم کرنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے؟ نیز بعض مدارس میں طلباء کی جانب سے قبض متحقق نہیں ہوتا بلکہ طلباء کے مصارف پر مہتمم یا ارباب مدارس خرچ کرتے ہیں کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی؟ نیز ادا نہ ہونے کی صورت میں صاحب نصاب کو دوبارہ زکوٰۃ دینی پڑے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالغفار چیف کمیسٹ مین بازار منگورہ سوات ..... ۴/ شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: عیالدار عالم اور متعلمین اقارب پر مقدم کئے جائیں گے (ہندیہ) ﴿۱﴾ جن مدارس میں طلباء کو روٹی، صابن وغیرہ دیئے جاتے ہوں تو ان کے مہتممین کو بطور توکیل کے (استبدال اور تملیک میں) دینا جائز اور کافی ہے اس کے علاوہ واجب الاعادہ ہے (جمیع الفتاویٰ) ﴿۲﴾. وهو الموفق

مدرس کیلئے بطور صلہ عشر وزکوٰۃ لینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری دن رات کی گھڑیاں بچوں کو قرآن پاک ناظرہ پڑھانے میں گزرتی ہیں میرے اپنی معاشی ضروریات کی کفالت کیلئے کوئی اور وقت نہیں لوگوں نے میرے لئے کل عشر کا نصف حصہ اور تمام فطرانہ دینے کا بندوبست کیا ہے کیا میرے لئے یہ

﴿۱﴾ وفي الهندية: التصدق على الفقير العالم افضل من التصدق على الجاهل.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۸۷ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: يصرف المزكي الى كلهم او الى بعضهم ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة كما مر.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

چیزیں لینا حلال ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الرحمٰن مانسہرہ ۱۹۷۹ء/۱۱/۱۵

الجواب: اگر آپ مسکین ہیں تو آپ زکوٰۃ وعشر وغیرہ بطور صلہ لے سکتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ: هل جزاء الاحسان الا الاحسان (الآیة)﴿۱﴾ اور بطور اجرت ومعاوضہ کے نہیں لے سکتے ہیں، لفوات الشرط وهو كونها لله تعالیٰ ﴿۲﴾ والمعتبر نية الدافع دون الآخذ كما صرح به في التكملة ۱: ۳۵۹ ﴿۳﴾. وهو الموفق

فقیر امام مسجد کو زکوٰۃ بطور ترحم اور صلہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص امام ہو اور فقیر بھی ہو اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا کیسا ہے؟ اور اگر وہ شخص امامت نہ کرے تو پھر یہ لوگ اسے کوئی چیز نہیں دیتے اور کیا اس صورت میں یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ المعروف بالعرف كالمشروط بالشرط الخ؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گل منان امداد العلوم درویش مسجد پشاور ۱۹۸۵ء/۱۰/۳۰

﴿۱﴾ (سورة الرحمن پارہ: ۲۷ رکوع: ۱۳ آیت: ۶۰)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى قال ابن عابدين: متعلق بتمليك اى لاجل امتثال امره تعالى. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳،۲ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة علاء الدين افندى: القول للدافع لانه اعلم بجهة الدفع.

(تكملة ردالمحتار ۱: ۳۹۱ مطلب واقعة الفتوى)..... وفي ردالمحتار: وفي التعبير ثم اشارة الى انه لو امره اولا لا يجزى لانه يكون وكيلا عنه في ذلك وفيه نظر لان المعتبر نية الدافع الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۹ باب المصرف) وقال ابن البزاز الكردري: والعبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع اليه. (فتاوى بزازية على هامش الهندية ۴: ۸۶ باب المصرف)

الجواب: امام مسجد جب فقیر ہواس کوزکوٰۃ دیناجائز ہے﴿۱﴾ہاں اجرت اورمعاوضہ کی صورت میں نہیں ہے﴿۲﴾ وهذا نادرجداً. والمتعارف هو الاعطاء له على وجه الترحم او الصلة ولذا ينوى المعطون الثواب والتقرب الى الله والاجير لا يكون كذلك وبالجملة ان منع الاعطاء مطلقا خراب نظام اكثر المساجد. وهو الموفق

ائمہ مساجدکوزکوٰۃ وصدقات دینا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں قدیم الایام سے یہ رواج چلا آرہاہے کہ ائمہ مساجدکوزکوٰۃ،عشر،فطرانہ اورصدقات وہ جملہ یااس کا کچھ حصہ مقررطور پردیاجاتا ہے ائمہ مساجداس کواجرت امامت یابلااجرت تصورکرکے لوگوں کے احکام دینیہ مثلاً جماعت کرانا، جنازہ پڑھانا، درس وتدریس کرناوغیرہ امورانجام دیتے ہیں،ابھی تک کوئی مسئلہ نہیں تھالیکن اب اعتراض کیاگیاہے کہ اگرصدقات واجبہ اجرت امامت کیلئے دیئے جائیں تو امام مسجد کالیناصحیح نہیں اوراداکنندگان کاذمہ بھی فارغ نہیں اوربعض علماء نےفتویٰ دیاہے کہ جب ائمہ مساجدوظائف بیت المال سےبھی محروم ہیں اورخوددینی امورمیں مصروف ہیں توان کیلئے صدقات واجبہ لیناحلال طیب ہیں خواہ اجرت تصورکریں یابغیراجرت کے، چونکہ دیہاتوں میں نہ توذرائع آمدورفت ہیں اورنہ ہی تجارتی کاروبار ہےسب دارمدارغلہ پرہےامام کوقریہ والےایک روپیہ نقدی تک دینے سےبھی قاصرہیں اوربعض علماءکرام یہ سب کچھ حرام قراردیتے ہیں کتاب

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي المعراج التصدق على العالم الفقير افضل قال ابن عابدين: قوله افضل اى من الجاهل الفقير. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۷۵ باب المصرف)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستأجره وان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان ايضا اجزاه والا فلا.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۱۹۰ الباب السابع في المصارف)

وسنت سے جوبات بھی صحیح ہو ہمیں لکھ کرارسال فرمائیں تاکہ اظہار حق ہوجائے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: مولوی فضل الرحمٰن امام مسجد غل ایبٹ آباد ہزارہ.....۱۹۶۹ء/۲/۲

الجواب: جوائمہ مساجد اغنیاء ہوں تو ان کو صدقات واجبہ لینا اور دینا حرام ہے، اور جو اغنیاء نہیں ہوں تو ان کو یہ صدقات واجبہ اگر امامت کے عوض دیئے جائیں تو دینے والوں کا ذمہ فارغ نہیں ہوا ہے، اور اگر امامت کی وجہ سے اور امامت کے صلہ میں دیئے جائیں تو بلاشک وشبہ جائز ہے، **قال الله تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء (الآیة)﴿۱﴾ وقال رسول اللهﷺ تؤخذ من اغنیائهم فترد علی فقراءهم ﴿۲﴾** وفی الهندیة ۱: ۱۸۱ اما تفسیرها فهی تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ ﴿۳﴾ وعن انس رضی الله عنه ان رجلاً من کلاب سأل النبیﷺ عن عسب الفحل فنهاه فقال یا رسول الله انا نطرق الفحل فنکرم فرخص له فی الکرامة﴿۴﴾. وهو الموفق

زکوٰۃ وعشر کے مصارف فقراء ومساکین ہیں خواہ ائمۃ المساجد ہوں یا علماء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان کے دیہی علاقوں میں عشر وزکوٰۃ ائمہ مساجد کو دی جاتی ہے اس کے علاوہ یہ عام طور پر علماء کرام کو دی جاتی ہے جو بقول ان کے دین اسلام کی خدمت کرنے والوں کا حق ہے کیا یہ حکم لگانا صحیح ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: ممتاز حسین شاہ ایبٹ آباد مانسہرہ.....۱۹۶۹ء/۹/۳۰

الجواب: عشر اور زکوٰۃ کے مصارف فقراء اور مساکین وغیرہ ہیں خواہ ائمۃ المساجد اور علماء

﴿۱﴾ (سورة التوبة پاره: ۱۰ رکوع: ۱۴ آیت: ۶۰)

﴿۲﴾ متفق علیه. (مشکوٰة المصابیح ۱: ۱۵۵ الفصل الاول کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ (فتاوی عالمگیریه ۱: ۱۷۰ الباب الاول کتاب الزکاة)

﴿۴﴾ (جامع الترمذی ۱: ۱۵۳ باب ماجاء فی کراهیة عسب الفحل)

ہوں یااور کوئی ہو بے شک فقہاء کرام نے یہ لکھا ہے کہ عیالدار علماء جب صاحب نصاب نہ ہوں خدمت دین کو فارغ ہونے کے ارادہ سے ان کو دینا موجب کثرت اجر ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

روافض کے علاقے میں اہل سنت کی اقلیت کی بنا پر زکوٰۃ وعشر سے دینی مدرسہ کا قیام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک ایسا علاقہ ہے جہاں روافض اسماعلیہ اور اثناعشریہ کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت پانچ فیصد ہیں، اور وہ بھی دینی شعور کی معدومیت اور دینی علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے اور ان کے ساتھ میل جول رکھ کر زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ان کی دینی حالت انتہائی کمزور اور مردہ ہو چکی ہے اور تمام سرکاری تعلیمی اداروں میں روافض معلمین کا عملاً قبضہ ہے جہاں تعلیم دین کا کوئی انتظام نہیں ہے اور نہ ان سکولوں میں اہل سنت علماء کا بحیثیت معلم دینیات تقرری ہو سکتی ہو۔ اگر ایسے علاقے میں چند اصحاب علم تنظیم اہل سنت کی بنیاد رکھ کر تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں اور ہر گاؤں میں باقاعدہ امیر مقرر کریں اور کل علاقے کیلئے ایک مرکزی امیر مقرر کیا جائے اور تمام نزاعات فیصلے اس تنظیم کے تحت ہوتے ہوں۔ اس حیثیت سے اگر یہ تنظیم علم دین کی اشاعت اور نونہالان قوم کو احکام الٰہی سے آگاہ کرنے اور رفض وشیعیت سے حفاظت کیلئے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھنے کی کوشش کرے اور اس کیلئے عشر کے غلہ جات جمع کرنے کا انتظام کرے اس طریقہ سے کہ ہر گاؤں میں تنظیم اپنی طرف سے دو تین افراد کو عامل مقرر کرلے اور وہ عشر وزکوٰۃ جمع کرکے بیت المال مدرسہ لایا کرے تو یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جمع شدہ غلہ یا اس کی قیمت مدرسہ میں کن کن مصارف پر خرچ کی جاسکتی ہے اور اس سے مدرسہ کیلئے کتابیں خریدنا اور تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز اسلامی

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل، قال ابن عابدین: (قولہ افضل) ای من الجاھل الفقیر.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۷۵ باب المصرف)

حکومت نہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح ایک علاقے میں مسلمان منظم ہوکر بیت المال قائم کر کے زکوٰۃ وعشر کی تقسیم وجمع کرنے کا اختیار رکھتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید عبد الجلیل پھکورہ گلگت بلتستان

الجواب: واضح رہے کہ عشر اور زکوٰۃ خواہ ملاک بذات خود ادا کرتے ہوں یا بوساطت مسلمان حاکم، ان کے مصارف وہ ہیں جو قرآن مجید میں منصوص ہیں **انما الصدقات للفقراء (الآیة)** ﴿۱﴾ اوران تمام کے تمام میں تملیک حقیقی شرط ہے **کما صرح به صاحب البدائع ۲: ۳۹** ﴿۲﴾ **وسائر الفقهاء فلیراجع**، نیز واضح رہے کہ عامل ہر محصل زکوٰۃ کو نہیں کہا جاتا بلکہ عامل اس محصل زکوٰۃ کو کہا جاتا ہے جس کو باقاعدہ حکومت نے مقرر کیا ہو، **کما فی الهندیة ۱: ۱۹۹** ﴿۳﴾ **وهکذا فی غیر واحد من الکتب**، پس اس تفصیل کی بنا پر آپ مد زکوٰۃ وعشر سے نہ تعمیر کر سکتے ہیں اور نہ اس پر کتب خرید سکتے ہیں اور نہ اس مد سے تنخواہ دے سکتے ہیں اور نہ آپ کا سفیر عامل شرعی ہوسکتا ہے ﴿۴﴾ **نعم جاز اعطاء الرزق للمدرس الفقیر قدر مایکفی له ولعیاله اکلاً وشربا ولبساً من غیر تعین الاجرة وجاز ان یعطی ذلک العشر والزکاة للطلبة المساکین الذین وضع علیهم الاجرة**

﴿۱﴾ (سورة التوبة پارہ: ۱۰ رکوع: ۱۴ آیت: ۶۰)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: وتسلیم ذلک الیه یقطع المالک یده عنه بتملیکه من الفقیر وتسلیمه الیه. (بدائع الصنائع ۲: ۱۴۲ فصل واما رکن الزکاة کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ومنها العامل وهو من نصبه الامام لا ستیفاء الصدقات والعشور کذا فی الکافی. (فتاوی عالمگیریه ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصکفی: یصرف المزکی الی کلهم او الی بعضهم تملیکا لا اباحة لا یصرف الی بناء نحو مسجد وفی هامشه کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکل مالا تملیک فیه. (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

المخصوصة للمعلم ثم يعطونها على وجه الاجرة وايضا جازت الحيلة عند الضرورة الشرعية ولا بد من التمليک جداً دون الهزل مثلا اذا اعطى القيم الى الطالب المسكين مأة على وجه القرض اى من ملک القيم فيعطيها الطالب الى القيم على وجه العطية يشترى بها الكتب ثم يعطيه القيم مأة من الزكاة والعشر فيعطيه الطالب الى القيم لاداء القرض فافهم ولا تعجل فى العمل ﴿۱﴾. وهو الموفق

دینی مدارس کوزکوٰۃ وغیرہادینے کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس کی ضروریات پوری کرنے کیلئے عوام الناس سے زکوٰۃ نذر،فطرانہ اورقربانی کی کھالیں وصول کی جاتی ہیں پھر یہ رقومات طلبہ یا اساتذہ کوتملیکاً دے کر دوبارہ ان رقومات کواپنی مرضی سے مہتمم یاناظم کوادارہ چلانے کیلئے دیتے ہیں بعد میں ان رقومات کو مدرسین کی تنخواہوں،تعمیراورکتب وغیرہ پرخرچ کی جاتی ہیں کیایہ طریقہ جائز ہے اور کیا اس طریقہ سےلوگوں کی زکوٰۃ اداہوسکتی ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی اللہ داد......۱۹۷۸ء/۹/۱

الجواب: اگرملاک کاغریب طلباءکوبطورذاتی ملکیت دینامسلم اورمحقق ہوتواس طریقہ سے ملاک کے ذمے زکوٰۃ وغیرہا سے فارغ ہوں گے﴿۲﴾لیکن عرف پرنظرکرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طلب اورادادونوں مدرسہ کے نام پر ہوتے ہیں۔وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم ، قال ابن عابدين: قوله ثم يأمره ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

کسی فقیر مسکین کو مال زکوٰۃ ملا تو معلمین کو اجرت میں دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک فقیر مسکین کو مال زکوٰۃ مل گیا اس نے مدرسہ کے معلمین کی تنخواہوں کا چندہ اس مال زکوٰۃ سے دیا کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عتیق الرحمٰن سیالکوٹ......۶/ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر یہ فقیر اور مسکین طیب خاطر سے اس تمام یا بعض مال زکوٰۃ کو معلمین وغیرہم کی اجرت میں دے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، وھذا ھو المراد من التملیک حقیقۃً عند الحیلۃ لتبدل الملک ﴿۱﴾ یدل علیه حدیث بریرۃ رضی الله عنها هو لها صدقة ولنا هدية ﴿۲﴾ وکذا وقعت الاشارۃ الیه فی حدیث رواه مالک وابوداؤد، لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة لغاز فی سبیل الله او العامل علیها او الغارم او لرجل اشتراها بما له او لرجل کان له جار مسکین فتصدق علی المسکین فاهدی المسکین للغنی ﴿۳﴾. وهو الموفق

تملیک بالذات یا بواسطت مہتمم مدارس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس کو عشر و زکوٰۃ دینا جائز ہے یا

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع الصرۃ للفقیر الهزل اوالحیلة بل یجب ان یدفعها عازما علی تملیکها منه حقیقة لا تحیلا ملاحظا ان الفقیر اذا ابی عن هبتها الی الوصی کان له ذلک ولا یجبر علی الهبة.

(رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منة الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمة الخ)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۲۴۱ باب الفقیر یهدی للغنی من الصدقة کتاب الزکوٰۃ)

﴿۳﴾رواه ابوداؤد ۱: ۲۳۸ باب من یجوز له اخذ الصدقة وهو غنی، واحمد ۳: ۵۶ وابن ماجة ۱۸۳۹ والحاکم ۱: ۴۰۷، ۴۰۸ وقال هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه لارسال مالک بن انس ایاه عن زید بن اسلم.

نہیں؟اگر جائز ہےتو اس کا طریقہ کیا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:عبداللہ مقام نادان شہید پشاور......۱۹۷۴ء/۷/۷

الجواب: مدارس دینیہ کوعشروزکوٰۃ اس طور پر جائز ہے کہ بالذات یا بواسطت مہتمم اس رقم کی بعینہ یا اجناس کی صورت میں تملیک کی جائے ﴿۱﴾مختصر یہ کہ مہتمم پر اعتماد کرکے دیا جائے۔وھو الموفق

حکومتی زکوٰۃ کمیٹی سے دینی مدارس کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومتی زکوٰۃ کمیٹی کی جانب سے جو امداد دینی مدارس کیلئے دی جاتی ہے یہ امداد لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک سو پچاس روپیہ فی کس رہائش پذیر طالب علموں کو دی جاتی ہے اور پچھتر روپیہ غیر رہائش پذیر طالب علموں کو دی جاتی ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:قاری محمد عمر مدرسہ تعلیم القرآن بیرون گنج گیٹ پشاور

الجواب: طالب علموں کیلئے اس امداد کا لینا تو جائز ہے البتہ مہتمم کیلئے لینے کے بعد مصرف کو نہ پہنچانا جائز نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله هي تمليك المال من فقير مسلم بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ) لقوله تعالىٰ واتوا الزكاة والايتاء هو التمليك ومراده تمليك جزء من ماله وهو ربع العشر او ما يقوم مقامه لان الزكاة يجب فيها تمليك المال.

(بحر الرائق ۲:۱۰۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والواجب على الائمة ان يوصلوا الحقوق الى اربابها ولا يحبسونها عنهم ولا يحل للامام واعوانه من هذه الاموال الا ما يكفيهم وعائلتهم ولا يجعلونها كنوزا فان قصر الائمة في ذلك فوباله عليهم.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۱۹۱ فصل ما يوضع في بيت المال اربعة انواع)

مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کی مد میں باقاعدہ حیلہ کی صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کے فنڈ میں زکوٰۃ، فطرانہ، جلود الاضحیہ وغیرہ کی رقم ہوتی ہے تنخواہوں میں یہ رقم زکوٰۃ ادا کرنا شرعاً درست نہیں لیکن دوسری مدات سے یہ خرچ پورا نہیں ہوتا تو اس کیلئے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالرشید مسجد بازار ایبٹ آباد......۱۹۹۰ء/۱۰/۲۳

الجواب: عندالضرورت باقاعدہ حیلہ کرنا جائز ہے یعنی اولاً کسی عاقل، بالغ اور علم دین کے خیرخواہ مسکین کو سمجھایا جائے کہ ہماری طرف سے جو رقم زکوٰۃ آپ کو دی جائے تو آپ اس کا بلا خوف وخطر مالک ہوں گے آپ اپنی ذات پر خرچ کرنے اور مدرسہ کو واپس کرنے کے مجاز ہوں گے اگر تم یہ رقم مدرسہ کو واپس کردے تو یہ تمام ثواب آپ کا ہوگا ﴿۱﴾ اس کے بعد اس کو قلیل رقم دی جائے اور واپسی کی صورت میں دوبارہ تھوڑا تھوڑا کر کے رقم دی جائے۔ وھو الموفق

حیلہ زکوٰۃ میں تملیک حقیقی ضروری ہے ہزل سے نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء جو یہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ میں باقاعدہ حیلہ برائے معلمین واساتذہ جائز ہے اور بعض لوگ یہ نہیں مانتے تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عتیق الرحمٰن کچہری روڈ سیالکوٹ......۱۹۶۹ء/۵/۲۰

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره، قال ابن عابدين: (قوله ثم يأمره) ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

الجواب: جب یہ حیلہ با قاعدہ ہو یعنی تملیک حقیقی کے طریقہ پر شخص متوسط کو دی گئی ہو اور ہزل کے طریقہ پر نہ ہو تو بلاشک وشبہ جائز ہے، صرح بہ الفقہاء مثل العلامۃ الشامی فی ردالمحتار ۲: ۸٦ ﴿۱﴾ وصاحب البحر فی ۲: ۲۴۳ ﴿۲﴾ وذکرت فی الھندیہ ٦: ۳۹۲ ﴿۳﴾ وغیرھم واما عدم صحۃ الھزل فصرح بہ العلامۃ التھانوی فی امداد الفتاویٰ ﴿۴﴾ والعلامۃ الشامی فی رسائل ابن عابدین فی مسئلۃ حیلۃ الاسقاط ﴿۵﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم، قال ابن عابدین: (قولہ ثم یأمرہ) ویکون لہ ثواب الزکاۃ وللفقیر ثواب ھذہ القرب. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ٦۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن نجیم: ان یتصدق بمقدار زکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلک بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکاۃ وللفقیر ثواب ھذہ القرب.
(البحر الرائق ۲: ۲۴۳ باب المصرف)

﴿۳﴾ وفی الھندیۃ: والحیلۃ لہ ان یتصدق بمقدار زکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلک بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقہ ولذلک الفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ. (فتاویٰ عالمگیریہ ٦: ۳۹۲ کتاب الحیل الفصل الثالث)

﴿۴﴾قال الشاہ اشرف علی التھانوی: قطع نظر ورع سے میرے نزدیک قاعدہ فقہیہ کی رو سے بھی یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ تملیک رکن زکوٰۃ ہے اور تملیک میں جب عاقدین ہازل ہوں تملیک نہیں ہوتی اور صورت متعارفہ میں دونوں بشہادت قرائن قویہ معترف ہیں کہ تملیک مقصود نہیں الخ۔
(امداد الفتاویٰ ۲: ۱۳ کتاب الزکاۃ والصدقات مسئلہ: ۲۷)

﴿۵﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع الصرۃ للفقیر الھزل او الحیلۃ بل یجب ان یدفعھا عازما علی تملیکھا منہ حقیقۃ لا تحیلا.
(رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منۃ الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمۃ من کثیر وقلیل)

حکومت سے مدارس کیلئے حیلہ پر رقم لینادرست ہے

سوال: حکومت پاکستان کی زکوٰۃ کمیٹی مدارس اسلامیہ کے طلباء کیلئے جورقم بھیجتی ہے وہ رہائش پذیر طلباء کیلئے ہوتی ہے اورخرچ کا ششماہی گوشوارہ بھی مانگتا ہے بعض مدارس میں بیرونی طلباء رہائش پذیر نہیں ہوتے مقامی طلباء کثیر تعداد میں آکراور پڑھ کرواپس جاتے ہیں مدرسہ کے مصارف زیادہ ہوتے ہیں تنخواہیں، تعمیرات وغیرہ پس اگرزکوٰۃ کمیٹی کو سچ بات لکھی جاتی ہے تو وہ رقم نہیں بھیجتی اوراگر غیررہائش پذیر طلباء کالسٹ بناکررہائش پذیر فرض کیا جائے حالانکہ یہ جھوٹ ہے اب مدرسہ کی آمدنی کا کوئی اورذریعہ نہیں جس سے اخراجات پورے ہوں، اب اگراس مقصود محمود کی تحصیل کیلئے جھوٹ کا سہارالیا جائے تو شائد اس پر مواخذہ نہ ہوگا جیسا کہ تفسیر روح البیان میں سورۃ الصافات کی آیت: **فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم ،** کے ذیل میں عزالدین بن سلام کا قول منقول ہے: **قال عز الدین بن سلام الکلام وسیلۃ الی المقاصد فکل مقصود محمود یمکن التوصل الیہ بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیہ حرام فان امکن التوصل الیہ بالکذب دون الصدق فالکذب فیہ مباح ان کان تحصیل ذلک المقصود مباحاً وواجب ان کان ذلک المقصود واجباً فھذاہ ضابطۃ انتھیٰ.** آپ صاحبان کی اس بارے میں کیارائے ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: عبدالجلیل ہنڈوہ ضلع کرک.....۱۹۷۰ء/۷/۲۸

الجواب: حکومت پر دنیوی اوردینی علوم دونوں کاانتظام واجب ہے پس حکومت جس طرح دنیاوی علوم کیلئے تعمیر اورمتعلقہ اساتذہ کیلئے مشاہرات کاانتظام اپنافرض منصبی سمجھتی ہے تو اسی طرح دینی علوم کیلئے بھی تعمیر اورمشاہرات کا انتظام اس کا فرض منصبی ہے پس اگران حقوق کے حصول کیلئے حیلہ کیا جائے تو ناجائز نہ ہوگا۔ **وھو الموفق**

زکوٰۃ میں باقاعدہ حیلہ کے بغیر فراغت ذمہ نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو کسی نے دس ہزار روپے دیئے کہ اس کو فقراء پر تقسیم کرے اب وہ خود غنی ہے لیکن فقیر کو کہتا ہے کہ میں تجھے پچاس روپیہ زکوٰۃ کا دوں گا آپ اسے قبول کر کے مجھے واپس کردے کیا یہ حیلہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد نگین مدرسہ نصیریہ غورغشتی　۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

الجواب: چونکہ یہ حیلہ باقاعدہ حیلہ نہیں ہے لہٰذا اس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہو سکتی، یجب ان یدفعها الی الفقیر عازما علی تملیکها منه حقیقة لا تحیلا کما فی رسائل ابن عابدین ﴿۱﴾. وهو الموفق

مدرسہ کے مطبخ میں زکوٰۃ خرچ کرنے اور تنخواہ میں زکوٰۃ کیلئے عجیب حیلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی صاحب نے مدرسہ بنایا اور طالب علموں میں ایک کو وکیل بنایا اور جب آٹا وغیرہ آتا ہے تو وکیل کو قبض کرنے کیلئے کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی حاجی کی پانڈی لاکر مطبخ میں ڈال دیتا ہے اس میں صرف اخذ تعاطی ہوتا ہے باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوتا، اور کبھی نقد رقم میرے ہاتھوں کو پہنچا دیتا ہے میں وکیل کو بلاتا ہوں تو وہ وکیل اس کو لے لیتا ہے اب اس میں حاجی صاحب کی جانب سے حالاً وقالاً تقاضیٰ ہے کہ یہ رقم وآٹا مہینہ بھر تک ختم نہ ہو جائے اگر مہینہ سے پہلے ختم ہو جائے تو شکایت کرتا ہے پس حاجی صاحب کا یہ رویہ عدم تملیک حقیقی کی علامت ہے، کیا اس طریقہ سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ (۲) میں اس مدرسہ میں مدرس ہوں زکوٰۃ کیلئے یہ حیلہ بنایا کہ میں تنخواہ ووظیفہ نہیں لیتا بس فی سبیل اللہ درس دیتا ہوں اس نفی سے چونکہ اجارہ منتفی ہوا، تو کیا اس صورت میں حاجی

﴿۱﴾ (رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منة الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمة من کثیر وقلیل)

صاحب کی زکوٰۃ کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبید اللہ......۱۹۷۵ء/۷/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ جو طلباء مصرف زکوٰۃ ہوں تو وہ کسی ایک کو وکیل مقرر کریں اور آپ حاجی صاحب کی جانب سے وکیل ہو کر تملیک کیا کریں اس تقدیر پر زکوٰۃ کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ نہیں اور حاجی صاحب کی شکایت انتظام پر محمول ہوگی نہ کہ عدم تملیک پر اور آپ کی تصریح کے باوجود آپ کا معاملہ اجارہ ہوگا، لان الدلالة لا تعارض بالعبارة والاشارة، والمعروف من قبیل الدلالة صرح به فی کتب الاصول. وهو الموفق

بیت المال اور حیلہ زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) ہمارے گاؤں میں بیت المال کے نام پر زکوٰۃ وصدقہ فطر وعشر وغیرہ اس غرض سے جمع کیا جاتا ہے کہ اس رقم سے امام مسجد کی تنخواہ کی کمی پوری کی جائے اس بیت المال کا شرعی حکم کیا ہے؟ (۲) اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ حقداروں کو ان کا حق بروقت اس سے ملنا مشکل ہے اور اس طرح امام مسجد کی تنخواہ اس مال سے دینا جائز نہیں ہے تو کیا حیلہ کے بعد بھی یہ حکم ہے؟ (۳) اگر حیلہ کرتے وقت بار بار ایک ہی شخص کو یہ رقم دی جائے کیا ایک ہی شخص سے حیلہ کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد تاج بازار گے اوگی مانسہرہ

الجواب: (۱) یہ بیت المال بذات خود نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، لیکن عوام نہ مصارف جانتے ہیں اور نہ طریقہ صرف، لہٰذا یہ بیت المال خطرات سے خالی نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) اگرچہ

﴿۱﴾ قال الدکتور وهبة الزحیلی: العاملون وهم السعاة لجباية الصدقة ويشترط فيهم العدالة والمعرفة بفقه الزکوٰة. (الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۱۹۵۳ مبحث مصارف الزکاة)

حیلہ عند الضرورت جائز ہے لیکن حیلہ کرنا ہر آدمی کا کام نہیں، حیلہ میں یہ ضروری ہے کہ متوسط شخص کو مالک حقیقی بنایا جائے، ہزل اور زبانی تملیک کافی نہیں ہے۔ (۳) باقاعدہ حیلہ کرنے کے بعد ایک ہی شخص کو رقم دینا اور حیلہ بار بار ایک ہی شخص سے کرانا جائز ہے البتہ تملیک حقیقی کے بغیر یہ حیلہ حیلہ نہیں ہے دھوکہ دہی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

غنی عالم اور متعلم کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس میں بعض طلباء صاحب نصاب اور اغنیاء ہوتے ہیں اور لوگ ان کو زکوٰۃ کی رقم بھی دیتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ عالم اور متعلم خواہ فقیر ہو یا امیر، ان کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے اس کے متعلق واضح فرمائیں کہ کیا یہ مسئلہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شریف اشرف خیل وانا ڈی آئی خان ۱۹۸۸ء/۶/۷

الجواب: بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ جو عالم اور متعلم اپنی عمر کو تعلیم اور تعلم کیلئے وقف کردے تو وہ زیادتی حاجات کی وجہ سے اور عاملین کے عدم تعاون کی وجہ سے مصرف زکوٰۃ ہے لیکن فقہاء نے اس پر اعتماد ظاہر نہیں کیا ہے، فلیراجع الی ردالمحتار ۲: ۸۱ باب المصرف ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع الصرة للفقیر الهزل اوالحیلة بل یجب ان یدفعها عازما علی تملیکها منه حقیقة لا تحیلا ملاحظا ان الفقیر اذا ابی عن هبتها الی الوصی کان له ذلک ولایجبر علی الهبة.

(رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منة الجلیل لبیان اسقاط ماعلی الذمة من کثیر وقلیل)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ان طالب العلم یجوز له اخذ الزکاة ولو غنیا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته لعجزه عن الکسب والحاجة داعیة الی مالابد منه، قال ابن عابدین: وهذا الفرع مخالف لاطلاقهم الحرمة فی الغنی ولم یعتمده احد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۶۵ باب المصرف)

مدارس کے اساتذہ وغیرہ "والعاملین علیھا" میں داخل نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے آٹھ بتائے ہیں کیا مدارس کے اساتذہ والعاملین علیھا میں داخل ہیں؟ ایک عالم دین نے فرمایا کہ عربی طالب علموں کے اساتذہ اس میں داخل ہیں اور انہیں مدزکوٰۃ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے اب میرے لئے باعث اشکال تعلیم الاسلام جلد چہارم مؤلفہ مولانا کفایت اللہ صاحب مرحوم دہلوی ہوئی آپ فرماتے ہیں: جس قدر زکوٰۃ واجب ...... کسی خدمت یا کسی کام کی اجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے مگر عامل زکوٰۃ کو اس کی تنخواہ مال زکوٰۃ میں سے دینا جائز ہے، اور طالب علموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور مہتممین کو اسلئے کہ وہ طالب علموں پر خرچ کریں تو جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر مہتمم طالب علموں پر خرچ کریں تو جائز ہے لیکن اگر یہ اساتذہ کرام پر خرچ کریں جوان طلباء کے اساتذہ ہیں تو جائز ہوگا یا نہیں، ہماری مسجد میں ایک قاری کیلئے چندہ ناکافی ہوجاتا ہے تو پھر مدزکوٰۃ سے تنخواہ پوری کی جاتی ہے بعض حضرات نے کہا کہ زکوٰۃ تنخواہ میں دینا جائز نہیں بہر حال ہمیں تفصیلی مسئلہ لکھ کر مشکور فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ابوالخیر امام مسجد مدنی نظام آباد گوجرانوالہ ۱۹۶۹ء/۴/ ۲۸

الجواب: (الف) علماء کرام والعاملین علیھا میں داخل نہیں ہیں ان میں صرف عامل اور ان کے معین داخل ہیں، صرح بہ فی الھدایۃ (۱) پس چونکہ علماء نہ ساعی ہیں اور نہ عاشر ہیں اور نہ حاشر ہیں اور نہ کاتب ہیں لہٰذا ان کو عمل کی حیثیت سے دینا قابل اعتماد نہیں ہے۔ (ب) اجرت میں زکوٰۃ

---

(۱) قال العلامۃ برھان الدین: والعامل یدفع الامام الیہ ان عمل بقدر عملہ فیعطیہ ما یسعہ واعوانہ غیر مقدر بالثمن.

(ھدایۃ ۱ :۱۸۷ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لایجوز کتاب الزکوٰۃ)

دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس میں للّٰہیت موجود نہیں ہے﴿۱﴾۔(ج) پس اساتذہ کو اجرت اور تنخواہ میں مال زکوٰۃ دینا غیر صحیح اور ناکافی ہے﴿۲﴾۔(د) ضرورت کے وقت حیلہ کرنے سے اجرت اور تنخواہ میں زکوٰۃ دینے کو محتاط علماء نے جائز کہا ہے جبکہ باقاعدہ ہو پس اگر ماسوائے زکوٰۃ کے چندہ کافی نہیں ہو تو حیلہ کیا جائے﴿۳﴾۔وھو الموفق

زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء پر خرچ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی اب حاصل شدہ زکوٰۃ کی رقم استادوں اور طلباء پر خرچ کرنا کیسا ہے؟ نیز مدرسہ میں فقیر اور امیر طالب علموں پر زکوٰۃ کی رقم کس طرح خرچ کی جائے؟ نیز مثلاً استاذ کی تنخواہ فنڈ سے دی جاتی ہے، کیا یہ استاد طلباء کے ساتھ زکوٰۃ فنڈ سے کھانا کھا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عجب نور روانا کیمپ وزیرستان ۱۹۸۵ء/۷/۱۰

﴿۱﴾قال العلامة ابن نجيم: (قوله: بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ) بيان لشرط آخر وهو النية وهي شرط بالاجماع في العبادات كلها المقاصد.
(بحر الرائق ۲: ۲۰۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة سيد احمد الطحطاوي: (قوله لشخص مخصوص) هو ان يكون فقيراً، ونحوه من بقية المصارف غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ. (الطحطاوي على مراقي الفلاح ۴۱۷ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾قال العلامة الحصكفي: الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم آره والظاهر نعم،قال ابن عابدين: (قوله ثم يأمره) ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

الجواب: زکوٰۃ کے فنڈ سے بغیر باقاعدہ حیلہ کے ان حوائج کا پورا کرنا مشکل ہے﴿۱﴾ باقاعدہ حیلہ سے یہ مراد ہے کہ ایک فقیر طالب علم کو اولاً سمجھایا جائے کہ میں تجھے پانچ سو روپے زکوٰۃ دوں گا اور تم اس کے مالک ہوں گے اور مختار ہوں گے اپنے لئے لیتے ہو یا دارالعلوم کو واپس کرتے ہو اور یہ دینے والا یہ ارادہ کرے کہ اگر یہ طالب علم یہ رقم اپنے لئے لے لیں تو میں اس سے کوئی اثر نہیں لوں گا البتہ دوسری قسط نہیں دوں گا﴿۲﴾۔ وھو الموفق

صاحب نصاب طالب علم بسا اوقات مصرف زکوٰۃ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم صاحب نصاب ہے لیکن ان کی ضروریات بھی کثیر ہیں اس نے اپنے اخراجات کیلئے یہ نصاب محفوظ کر لیا ہے ورنہ ان کیلئے کتب لینے کی بھی ضرورت ہے کیا یہ شخص مال زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ریاض احمد وزیرستانی......۱۹۹۰ء/۵/۹

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: مذھب علمائنا رحمھم اللہ تعالیٰ ان کل حیلۃ یحتال بھا الرجل لا بطال حق الغیر او لادخال شبھۃ فیہ اولتمویہ باطل فھی مکروھۃ وکل حیلۃ یحتال بھا الرجل لیتخلص بھا عن حرام اولیتوصل بھا الی حلال فھی حسنۃ والاصل فی جواز ھذا النوع من الحیل قول اللہ تعالیٰ وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث، وھذا تعلیم المخرج لا یوب علیہ وعلی نبینا الصلاۃ والسلام عن یمینہ التی حلف لیضربن امرأتہ مائۃ عود وعامۃ المشائخ علی ان حکمھا لیس بمنسوخ وھو الصحیح من المذھب کذا فی الذخیرۃ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۶: ۳۹۰ کتاب الحیل الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ، قال ابن عابدین: (قولہ ان الخیلۃ) ای فی الدفع الی ھذہ الاشیاء مع صحۃ الزکاۃ (قولہ ثم یامرہ) ویکون لہ ثواب الزکاۃ وللفقیر ثواب ھذہ القرب

(الدر المختار مع ھامش ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

الجواب: جب غنی شخص طلب علم یا جہاد کا ارادہ کرے تو اس کی ضروریات زیادہ ہو جاتی ہیں اور بسا اوقات غنی مصرف زکوٰۃ بن جاتا ہے اشار الیه الکاسانی ﴿۱﴾. وهو الموفق

طالب علم اور احوج کیلئے دوسرے شہر کو زکوٰۃ بھیجنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوسرے شہر میں کسی مستحق یا ادارہ کو زکوٰۃ بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ حدیث میں ہے، الحق للقریب ثم للبعید. بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود قصہ خوانی پشاور.....۱۹۷۴ء/۸/۲۷

الجواب: طالب علم اور احوج کیلئے دوسرے شہر کو زکوٰۃ کا بھیجنا جائز ہے ﴿۲﴾ اور الحق

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: واما استثناء الغازی فمحمول علی حال حدوث الحاجة وسماه غنیا علی اعتبار ماکان قبل حدوث الحاجة، وهو ان یکون غنیا ثم تحدث له الحاجة بان کان له دار یسکنها ومتاع یمتهنه وثیاب یلبسها وله مع ذلک فضل مائتی درهم حتی لا تحل له الصدقة ثم یعزم علی الخروج فی سفر غزو فیحتاج الی آلات سفره وسلاح یستعمله فی غزوه ومرکب یغزو علیه وخادم یستعین بخدمته علی ما لم یکن محتاجا الیه فی حال اقامته فیجوز ان یعطی من الصدقات ما یستعین به فی حاجته التی تحدث له فی سفره.

(بدائع الصنائع ۲:۱۵۵ فصل المؤلفة قلوبهم کتاب الزکاة) قال الدکتور وهبة الزحیلی: الصنف السابع فی سبیل الله وهم الغزاة المجاهدون الذین لاحق لهم فی دیوان الجند لان السبیل عند الاطلاق هو الغزو فیدفع الیهم لا نجاز مهمتهم وعونهم ولو کانوا عند الجمهور اغنیاء لانه مصلحة عامة، واما من له شیئ مقدر فی الدیوان فلا یعطی لان من له رزق راتب یکفیه فهو مستغن به. (الفقه الاسلامی وادلته ۳:۱۹۵۷ مبحث مصارف الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وکره نقلها الا الی قرابة بل فی الظهیریة لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاویج حتی یبدأ بهم فیسد حاجتهم او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲:۷۵ باب المصرف)

للقریب الخ حدیث نہیں ہے البتہ معنی درست ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

غنی معلم اور متعلم کو زکوٰۃ دینا اور علامہ شامی کا قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک معلم غنی ہے تو علامہ شامی کے جزیہ کے حوالے سے کہ معلم، مدرس اگر غنی بھی ہو اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا اس کو کتابوں کی ضرورت ہو تو لوگ اس کو کتابیں بہ نیت زکوٰۃ خرید کر دیتے ہیں اب یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کیلئے زکوٰۃ لینا اور اس کو دینا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل فراز ..... یکم فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: غنی معلم اور متعلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے، کما صرحوا بہ و اما مانسب الی الواقعات فروی الشامی عن الطحطاوی انہ لم یعتمد علیہ احد وما قیل انھم من العاملین فممنوع لان الامام لم ینصبھم ﴿۲﴾ ولان المصرف ھو العامل علیھا لا مطلق العامل ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: والافضل فی الزکاۃ والفطر والنذور الصرف اولا الی الاخوۃ والاخوات ثم الی اولادھم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادھم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادھم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اھل حرفتہ ثم الی اھل مصرہ او قریتہ، کذا فی السراج الوھاج. (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ باب المصارف)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: العاشر ھو حر مسلم غیر ھاشمی قادر علی الحمایۃ نصبہ الامام علی الطریق. (الدرالمختار ۲: ۴۲ باب العاشر)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وھذا الفرع مخالف لا طلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد. قلت وھو کذلک والاوجہ تقییدہ بالفقیر ثم قال الاتفاق علی ان الاصناف کلھم سوی العامل یعطون بشرط الفقر. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۶۵ باب المصرف)

زکوٰۃ کی رقم سے طلباء کی ضروریات پوری کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے حفظ وناظرہ کا ایک دینی مدرسہ بنایا ہے مدرسہ کے چندہ میں دو فنڈ قائم کئے ہیں (۱) عطیات (۲) زکوٰۃ۔ عطیات میں سے ہم قاری کو تنخواہ دیتے ہیں اور صدقات واجبات اور زکوٰۃ سے طلبہ کے اخراجات پوری کرتے ہیں مثلاً کپڑے جوتے وغیرہ کیونکہ بعض طلباء کے والدین کافی غریب ہوتے ہیں اگر ہم غریب طلباء کو کپڑے وغیرہ زکوٰۃ سے فراہم کرتے ہیں تو کیا غنی لوگوں کی اولاد کو دے سکتے ہیں تاکہ مساوات قائم ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسلم پی او ایف واہ کینٹ......۱۷/ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

الجواب: عطیات کا مصرف وسیع ہے البتہ نقد یا کپڑوں وغیرہ کی شکل میں زکوٰۃ ہر نادار طالب علم کو دے سکتے ہیں ﴿۱﴾ جو کہ مسکین اور بالغ ہو یا مسکین کا بیٹا اور نابالغ ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کالج کا مسکین طالب علم زکوٰۃ سے وظیفہ لے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک کالج سٹوڈنٹ ہوں حکومت کی جانب سے طلباء کیلئے جو سکالرشپ مقرر ہوتا ہے وہ عشر وزکوٰۃ وغیرہ سے دیا جاتا ہے میں صاحب نصاب نہیں ہوں صرف ایک کنال زمین کا مالک ہوں میرے لئے اس وظیفہ کا لینا کیسا ہے اگر میں یہ وظیفہ نہ لوں تو دفتر کلرک وغیرہ خود یہ نکال کر لیتا ہے اب اگر میں یہ کسی غریب کو دے دوں یا اس سے اپنی فیس ادا کیا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال فی التاتر خانیة عن المحیط اذا کان یعول یتیما ویجعل مایکسوه ویطعمه من زکاة ماله ففی الکسوة لاشک فی الجواز لوجود الرکن وھو التملیک. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۳ کتاب الزکوٰۃ)

﴿۲﴾ ولا یجوز دفعھا الی ولد الغنی الصغیر ولو کان کبیراً فقیرا جاز الخ. (فتاوی عالمگیریه ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

کروں تو یہ کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد عمران ڈیرہ اسماعیل خان.....۱۹۷۴ء/۶/۷

الجواب: آپ بظاہر مسکین ہیں آپ مدز کوٰۃ سے وظیفہ لے سکتے ہیں اور اپنے حوائج میں صرف کر سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سادات کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: سادات کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا رحیم اللہ باچا اضاخیل نوشہرہ.....۲۳/ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: سادات کو ہدایا دیئے جائیں نہ کہ زکوٰۃ اور عشر، البتہ موجودہ دور میں اگر زکوٰۃ وعشر دیئے جائیں تو لینا اور دینا قابل اعتراض نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ویجوز دفعھا الی من یملک اقل من النصاب.
(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ ظاھر الروایت کے مطابق بنوہاشم اور سادات کو زکوٰۃ یا دیگر صدقات واجبہ دینا جائز نہیں. البتہ بعض غیر ظاھر الروایت میں جواز کا قول بھی منقول ہے پیغمبر علیہ السلام اور خلفاء راشدین کے بعد جب خمس الخمس جو بنوہاشم کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ کے عوض ملتا تھا منقطع ہوا اور ہدایا وغیرہ میں بھی لوگوں نے ان سے صرف نظر کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جواز کا قول فرمایا جو نادرالروایت ہے، والفتوی بنادرالروایۃ عند الضرورۃ لم یکن بعیداً عن الاصول لان اخذ الزکاۃ اھون من ذل السوال، اور اس ضرورت وحاجت کو مدنظر رکھتے ہوئے امام طحاوی اور دوسرے فقہائے احناف نے اس نادرالروایت کو ترجیح دی اور بعض فقہا شوافع، حنابلہ اور مالکیہ نے بھی حالات اور ضرورت کے تحت جواز کا فتویٰ دے دیا، ہمارے شیخ دامت برکاتہم منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی (۳: ۱۶۹) میں فرماتے ہیں: اعلم ان ما مر من حرمۃ الصدقۃ الواجبۃ علی بن ھاشم ھذا ظاھر الروایۃ.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب جو ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور مسجد میں اسی روپے ماہوار تنخواہ پر امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے صاحب جائیداد بھی ہے کیا مذکورہ سید ہاشمی امام کو زکوٰۃ، فطرانہ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ سلطان محمد اینڈ کمپنی گندم راولپنڈی ۲۲/۱۰/۱۹۶۹ء

(بقیہ حاشیہ) وروی ابو عصمة عن ابی حنیفة انه یجوز فی هذا الزمان وان کان ممتنعا فی ذلک الزمان لان عوضها وهو خمس الخمس لم یصل الیهم لاهمال الناس امر الغنائم وایصالها مستحقیها، واذا لم یصل الیهم العوض عادوا الی المعوض کما فی البحر، قالوا والمعمول به هو ظاهر الروایة ورد ابن الهمام علی روایة ابی عصمة بما ملخصه ان حدیث عوضکم منها خمس الخمس لم یثبت وان سلمنا علی التنزل حمل الکلام علی ان ذلک حکمة لا علة فان العلة هی کون الزکوٰة من اوساخ الناس، وان سلمنا علی التنزل کونه علة ایضا لا یثبت المطلوب فانها علة لاصل التشریع لالبقاء ه کما فی الرمل، فزوال العوض لا یستلزم عود المعوض انتهیٰ قلت لو اضطروا الی السوال لکان ذل اخذ الزکوٰة اهون من ذل السوال علی ان الاوساخ لیست بانجاس فلو افتی المفتی بنادر الروایة عند الضرورة لم یکن بعیداً عن الاصول.

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فیض الباری شرح صحیح البخاری ۳:۵۲ میں فرماتے ہیں: ونقل الطحاوی عن امالی ابی یوسف انه جاز دفع الزکوٰة الی آل النبی ﷺ عند فقد ان الخمس فان فی الخمس حقهم فاذا لم یوجد صح صرفها الیهم وفی البحر عن محمد بن شجاع الثلجی عن ابی حنیفة ایضا جوازه وفی عقد الجید ان الرازی ایضا افتی بجوازه قلت واخذ الزکوٰة عندی اسهل من السوال فافتی به ایضا.

علامه وهبة الزحیلی الفقه الاسلامی وادلته ۳:۱۹۶۸ میں فرماتے ہیں: هذا وقد نقل عن ابی حنیفة وعن المالکیة وبعض الشافعیة جواز اعطاء الهاشمیین من الزکوة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: اگر باوجود اس تنخواہ وجائیداد کے یہ صاحب، صاحب نصاب نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا اور دینا جائز نہیں ہے یہی ظاهر الروایت ہے، اور بعض غیر ظاهر الروایت میں جواز کا فتویٰ بھی منقول ہے لہٰذا احتیاط نہ دینے اور نہ لینے میں ہے، لما فی الدر المختار: ولا الی بن هاشم ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع، وفی ردالمحتار ۲: ۹۱ وروی ابوعصمة عن الامام انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی زمانه لان عوضها وهو خمس الخمس لم یصل الیهم لاهمال الناس امر الغنائم وایصالها الی مستحقیها واذا لم یصل الیهم العوض عادوا الی المعوض کذا فی البحر ﴿۱﴾ انتهی ما فی ردالمحتار، قلت والحرمة معللة بوجهین الاول ما مر والثانی کونها اوساخ الناس ومزیلها کما فی الحدیث الصحیح ﴿۲﴾ وهو باق کما کان فالراجح هو المنع والضرورة تبیح المحظورات ﴿۳﴾. فافهم. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لانهم حرموا من بیت المال سهم ذوی القربیٰ منعاً لتضییعهم ولحاجتهم واعطاء هم کما قال الدسوقی المالکی حینئذ افضل من اعطاء غیرهم.

امام طحاوی فرماتے ہیں: وقد اختلف عن ابی حنیفة فی ذلک فروی عنه انه قال لاباس بالصدقات کلها علی بنی هاشم. (طحاوی ۱: ۳۵۲ کتاب الزکاة) لیکن اسی صفحے کے آخر میں آپ یہ بھی فرماتے ہیں، قال ابو جعفر فهذه الآثار کلها قد جاء ت بتحریم الصدقة علی بنی هاشم ولا نعلم شیئاً نسخها ولا عارضها. اور علامہ سید احمد الحموی فرماتے ہیں: وفی شرح الاثار عن ابی حنیفة: ان الصدقات کلها جائزة علی بنی هاشم والحرمة کانت فی عهد رسول الله ﷺ لوصول خمس الخمس الیهم فلما سقط ذلک بموته ﷺ حلت لهم الصدقة قال الطحاوی رحمه الله وبالجواز نأخذ. (حموی علی الاشباه والنظائر ۲: ۵۳ کتاب الزکاة)

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۷۲ مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیة باب المصرف)

﴿۲﴾ عن عبد المطلب بن ربیعة قال قال رسول الله ﷺ ان هذه الصدقات انما هی اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد رواه مسلم.

(مشکوٰة المصابیح ۱: ۱۶۱ باب من لاتحل له الصدقة الفصل الاول)

﴿۳﴾ قال العلامة الآتاسی: الضرورات تبیح المحظورات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سادات کو زکوٰۃ دینے اور لینے کا حکم

سوال: (۱) سادات کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟ (۲) سادات کی زکوٰۃ سادات کیلئے لینا کیسا ہے؟

(۳) سادات کیلئے فدیہ اسقاط، صدقۃ الفطر اور جلود الاضحیۃ کا روپیہ لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض اللہ بندر روڈ کوئٹہ ......۱۳/ شوال ۱۳۹۷ھ

الجواب: محترم مولوی فیض اللہ صاحب! اتاہ اللہ فی الدارین حسنۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد: واضح رہے کہ ظاہر الروایت کی بنا پر سادات کو زکوٰۃ دینا ممنوع ہے البتہ اس زمانہ میں جبکہ نہ ان کو ہدایا دیئے جاتے ہیں اور نہ ان کو خمس الخمس دیا جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ ان کو ذلت سوال میں مبتلا کیا جائے یہ اہون ہے کہ ابوعصمۃ کی روایت پر عمل کیا جائے، کما فی ردالمحتار ۱: ۹۱ وروی ابوعصمۃ عن الامام انہ یجوز الدفع الی بنی ہاشم فی زمانہ الخ﴿۱﴾ قلت وکونہا من (مزیل) اوساخ الناس یقتضی الخباثۃ کالماء المستعمل دون الحرمۃ فافہم، پس جب زکوٰۃ کا صرف ان پر جائز ہوا تو دیگر واجبات کا صرف بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ وھو الموفق

سوائے بنی ہاشم کے دیگر قریشیوں پر صرف زکوٰۃ میں اختلاف نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قریشی قوم پر صرف زکوٰۃ جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز کیلئے بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں جو نبی علیہ السلام سے بہت پہلے تھے لہٰذا یہ عام ہے اور زکوٰۃ صرف بنی ہاشم کی اولاد پر ممنوع ہے جو بعد میں بنے ہیں لہٰذا ہر سید

(بقیہ حاشیہ) ھذہ قاعدۃ اصولیۃ ماخوذۃ من النص وھو قولہ تعالیٰ: الا ما اضطررتم الیہ، والاضطرار الحاجۃ الشدیدۃ والمحظور المنہی عن فعلہ یعنی ان الممنوع شرعا یباح عند الضرورۃ. (شرح المجلۃ ۱: ۵۵ المادۃ: ۲۱)

﴿۱﴾ (ردالمحتار ۲: ۷۲ مطلب فی جہاز المرأۃ ہل تصیر بہ غنیۃ باب المصرف)

(بنی ہاشم) قریشی ہے لیکن ہر قریشی بنی ہاشم نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: امین الحق متعلم حقانیہ......۲۹/۴/۱۹۷۵ء

الجواب: سوائے بنی ہاشم کے باقی تمام قوم قریش پر زکوٰۃ کا صرف ہوسکتا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الى نقل العبارات. وهو الموفق

سادات کے مسئلہ میں حضرت تھانوی اور مفتی شفیع رحمهما الله کی رائے بالکل درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح قول نقل کیا ہے اور فرمایا ہے: ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع قال الشامی سواء فی ذلک کل الزمان، آپ حضرات سے اس کی تصدیق مطلوب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: احقر العباد عبد العلی مدرسہ تعلیم القرآن زیارت بلوچستان......۱۳/۱۰/۱۹۸۴ء

الجواب: یہ مسائل درست ہیں ظاہر الروایت بلا شک وشبہ حرمت ہے لیکن ضرورت (حالت اضطرار) کے وقت نادر الروایت وغیرہ پر فتویٰ دینا ان مسائل سے متصادم نہیں ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: ولا يدفع الى بنی هاشم وهم آل علی وعباس وجعفر وعقيل وحارث بن عبد المطلب ويجوز الدفع الى من عداهم من بنی هاشم كذرية ابی لهب.

(فتاویٰ عالمگریہ ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقد ذكر صاحب البحر فی الحيض فی بحث الوان الدماء اقوالا ضعيفة ثم قال وفی المعراج عن فخر الائمة لو افتی مفت بشئ من هذه الاقوال فی مواضع الضرورة طلبا للتيسير كان حسناً وبه علم ان المضطر له العمل بذلک لنفسه كما قلنا وان المفتی له الافتاء به للمضطر فما مر من انه ليس له العمل بالضعيف ولا الافتاء به محمول علی غير موضع الضرورة كما علمته من مجموع ما قررناه والله اعلم.

(شرح عقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدين ۱: ۵۰ شعر آخر)

عیسائی اور تمام غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائی عورت کو زکوٰۃ کی رقم ادا کرنے سے ذمہ فارغ ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: چوہدری عبدالستار لائل پور ۱۹۷۲ء/۹/۱۹

الجواب: عیسائی اور غیر عیسائی تمام کافروں کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا (فتاوی ہندیۃ ۱: ۲۰۰ وردالمحتار ۲: ۹۲) ﴿۱﴾. وهو الموفق

شیعہ کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے فریضہ ادا نہیں ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاکستانی ڈاکٹر ہوں اور ایران میں اس جگہ کام کر رہا ہوں جہاں تمام تر شیعہ لوگ ہیں کیا شیعہ مسلمانوں پر ہماری زکوٰۃ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر میں مستحق شیعوں پر بانٹ لوں یا ان کے امام امام خمینی کو دوں پھر میرا فریضہ ادا ہوگا یا نہیں؟ اور ان کو یہ بتا دوں کہ میں اہل تسنن ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر جوہر شاہ ادارہ بہداری شہر کرد ایران ۱۹۷۹ء/۷/۱۹

الجواب: زکوٰۃ اور عشر کا مصرف مسلمان ہیں ﴿۲﴾ کافر پر اس کا صرف کرنا کافی نہیں ہے البتہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: واما الحربي ولو مستأمنا فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۷۳ باب المصرف) وفي الهندية: واما الحربي المستأمن فلا يجوز دفع الزكاة والصدقة الواجبة اليه بالاجماع.

(فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

﴿۲﴾ وفي الهندية: فهي تمليك المال من فقير مسلم.

(فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۷۰ كتاب الزكاة الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها)

صدقہ فطر، نذر خیرات وغیرہ کفار پر بھی صرف ہو سکتے ہیں (ھدایۃ﴿۱﴾ شرح التنویر﴿۲﴾) ایرانی شیعہ اکثری طور سے ضروریات دین سے منکر ہیں اس بنا پر وہ اسلام سے خارج ہیں ﴿۳﴾ پس ان قواعد کی بنا پر آپ مال زکوٰۃ شیعہ اور ان کے امام کو نہیں دے سکتے۔ وھو الموفق

سلطان جائر کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ کا فراغ اور یہ اموال ٹھیکا پر لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس ریاست میں سلطان جائز لوگوں سے زکوٰۃ سوائم اور حاصلات کا عشر لیتے ہیں اور مصارف شرعیہ میں خرچ نہیں کرتے اور اسی طرح بعض سرمایہ دار یہ زکوٰۃ اور عشر سلطان جائر سے ٹھیکا پر لیتے یں اور اپنے لئے جمع کر لیتے ہیں اور سلطان کو مخصوص رقم جو طے ہوتی ہے دیتے ہیں ان صورتوں میں مالک کا ذمہ فارغ ہوتا ہے یا نہیں؟ افتونا بالتفصیل مع حوالۃ الکتب

المستفتی مولانا (شیخ الحدیث) رحیم اللہ محکمہ قضا ریاست سوات.....۱۹۶۹ء/۱۲/۱۰

﴿۱﴾ قال المرغینانی: ولا یجوز ان یدفع الزکاۃ الی ذمی لقوله علیه الصلاۃ والسلام لمعاذ رضی الله عنه خذها من اغنیائهم وردها فی فقرائهم قال ویدفع ماسوی ذلک من الصدقۃ.

(ھدایۃ علی صدر فتح القدیر ۲:۲۰۷ باب من یجوز دفع الصدقۃ الیه ومن لا یجوز)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ولا تدفع الی ذمی لحدیث معاذ وجاز دفع غیرها وغیر العشر والخراج الیه ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافاً للثانی.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۷۳ باب المصرف)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی الله عنها او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوهیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳:۳۲۱ مطلب فی حکم سب الشیخین)

الجواب: (۱)روز روشن کی طرح یہ امر معلوم ہے کہ ریاستوں میں عشر اور زکوٰۃ مصارف کو نہیں پہنچائی جاتی بلکہ ریاست کے ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، لہٰذا مالک کا ذمہ حتماً فارغ نہیں ہوتا الا فی صورۃ واحدۃ وھی ما اذا نوی الصدقۃ علیھم عند الدفع، (فی الدرالمختار علی ھامش ردالمختار ۲: ۲۵) اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوٰۃ الاموال الظاھرۃ کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابھا ان صرف الماخوذ فی محلہ الآتی ذکرہ والایصرف فیہ فعلیھم فیما بینھم وبین اللہ اعادۃ غیر الخراج انتھی ﴿۱﴾. اور بعض فقہاء کے نزدیک جب ان پر تصدق کی نیت کرے تو ذمہ فارغ ہوجاتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً فارغ ہوجاتا ہے۔ فی ردالمحتار ۲: ۲۵ قال فی التجنیس والولوالجیۃ السلطان الجائر اذا اخذ الصدقات قیل ان نوی بادائھا الیہ الصدقۃ علیہ لا یومر بالاداء ثانیا لانہ فقیر حقیقۃ..... واذا لم ینو منھم من قال یؤمر بالاداء ثانیا وقال ابوجعفر لا یکون لہ سلطان لہ ولایۃ الاخذ فیسقط عن ارباب الصدقۃ فان لم یضعھا موضعھا لا یبطل اخذہ وبہ یفتی وھذا فی صدقات الاموال الظاھرۃ ﴿۲﴾.

(۲) یہ ٹھیکا حرام ہے کیونکہ یہ درحقیقت شراء الصدقات اور مبادلۃ المال بالصدقات ہے اور غالباً ٹھیکدار بعد میں زرِ ٹھیکا حکومت کو دیتا ہے پس اس میں عدم وصول الی المصارف کے علاوہ بیع الکالی بالکالی موجود ہے جو ناجائز ہے۔ وھو الموفق

عشر وزکوٰۃ میں ٹھیکداری نظام اور مشاہرات ملازمین میں دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں!

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۶ باب زکاۃ الغنم)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۲۶ باب زکاۃ الغنم)

(۱) ریاست سوات میں ارباب اقتدار عشر وزکوٰۃ وصول کر کے فوج اور پولیس کی تنخواہوں میں صرف کرتے ہیں کیا ریاست کو یہ ولایت حاصل ہے یا یہ ظلم ہے؟

(۲) طریقہ وصولی عشر وزکوٰۃ یہ ہے کہ ایک آدمی حکومت کا ٹھیکدار ہوتا ہے نفع اور نقصان اس کے ذمے ہوتا ہے حکومت صرف مقرر کردہ رقم ٹھیکدار سے وصول کرتی ہے آیا اس سے ذمہ زکوٰۃ فارغ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ردالمحتار ۲: ۴۲ کو اس مسئلہ میں ملاحظہ فرماویں۔

(۳) اس بارے میں حکومت نے علماء سے فتویٰ مانگا ہے کہ آیا حکومت شرعاً اس کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟ اور فتویٰ صحیح ہونے کے بعد حکومت قوم پر جبر کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر جبر ثابت نہ ہو تو حکومت کو قوم کے ذمہ فراغت پر فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم صاحب موضع پٹن کوہستان سوات ۲۰/۱۲/۱۹۶۹ء

الجواب: (۱) حقیقت یہ ہے کہ ریاستوں میں عشر اور زکوٰۃ مصارف شرعیہ کو نہیں پہنچائی جاتی بلکہ مشاہرات وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے لہٰذا املاک پر باب احتیاط میں ضروری ہے کہ عشر اور زکوٰۃ کو دوبارہ ادا کرے اور حکومت کیلئے ضروری ہے کہ یا عشر اور زکوٰۃ وصول نہ کرے اور یا مصارف شرعیہ میں صرف کرے۔[۱] واضح رہے کہ عشر اور زکوٰۃ میں مالک کا فعل اور ادا ضروری ہے لہٰذا بغیر ملاک کی رضا اور اجازت سے اخذ کا حق حکومت کو حاصل نہیں ہے۔

(۲) ٹھیکدار در حقیقت اجارہ دار نہیں ہے بلکہ مشتری ہے یعنی اس عشر اور زکوٰۃ کو حکومت سے خریدتا ہے اور غالباً وصولی کے بعد حکومت کو زر ٹھیکہ پہنچاتا ہے لہٰذا ٹھیکدار عاشر نہیں ہے بلکہ مشتری ہے پس اس کو زکوٰۃ

---

[۱] وفی الهندية: زكاة السوائم والعشور وما اخذه العاشر من تجار المسلمين الذين يمرون عليه ومحله ما ذكرنا من المصارف والواجب على الائمة ان يوصلوا الحقوق الى اربابها ولا يحبسونها عنهم فان قصر الائمة في ذلك فوباله عليهم.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰، ۱۹۱ فصل ما يوضع في بيت المال)

وغیرہ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے اور یہ بیع بھی فاسد ہے کیونکہ جہالت کے علاوہ مبیع اور ثمن دونوں موجل ہیں، صرح بهذه المسائل ردالمحتار والهداية. وهو الموفق

سیلاب زدگان کیلئے چندہ میں زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حکومت کے آفیسر سیلاب زدگان کیلئے چندہ اکٹھا کر رہے ہیں کیا اس میں ہم لوگ زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ...... ۱۹۷۷ء/۹/۱

الجواب: چونکہ صحت زکوٰۃ کیلئے تملیک شرط ہے [۱] لہٰذا اگر آپ کو ظن غالب یا جزوی طور سے معلوم ہو کہ محصلین چندہ اس رقم کو باقاعدہ مصارف تک تملیکاً پہنچاتے ہیں تو آپ اس چندہ میں زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں اور اگر یہ امید نہ ہو تو ماسوائے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے دیگر اموال سے اعانت کیا کریں۔ وهو الموفق

مال زکوٰۃ کو دفاعی آلات واسلحہ پر خرچ نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اساتذہ ٹریننگ کے پرچے میں ہم سے ایک سوال کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف لکھئے نیز بتایئے کہ کیا موصول شدہ زکوٰۃ سے دفاعی آلات واسلحہ خریدے جاسکتے ہیں؟ کافی حضرات نے آیت انما الصدقات الخ میں فی سبیل اللہ کے لفظ سے دلیل جواز لکھ دیا ہے لیکن ہم چند احباب نے عدم جواز کا لکھا ہے دلائل بھی ساتھ لکھے ہیں لیکن اب مزید دلائل کی ضرورت ہے لہٰذا اس مسئلہ کی وضاحت مع حوالہ جات لکھ کر ارسال فرما دیجئے مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی اشرف الدین فاضل حقانیہ اکوڑہ خٹک ۱۳۹۰ھ

[۱] قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ٦۸ باب المصرف)

الجواب: زکوٰۃ میں قبض اور تملیک شرط ہے لہٰذا اس مال سے آلات دفاع نہیں خرید ے جا سکتے، یہی احناف کا مذہب اور من حیث الدلائل مضبوط ہے، قال صاحب الهداية وفی سبیل الله منقطع الغزاة عند ابی یوسف لانه المتفاهم عند الاطلاق وعند محمد منقطع الحاج لماروی ان رجلا جعل بعیرا له فی سبیل الله فامره رسول الله ﷺ ان یحمل علیه الحاج ﴿۱﴾ (رواه ابوداؤد والنسائی وغیرهما بهذا المعنی) ﴿۲﴾ ولا یبنی بها مسجد ولا یکفن بها میت لانعدام التملیک وهو الرکن ۱:۱۸۵ ﴿۳﴾. وفی الاموال لابی عبید۲۰۸ عن ابراهیم قال لا یعطی من الزکوٰۃ دین میت ولا فی کفنه وفیه ایضاً ص ۶۱۰ فاما قضاء الدین عن المیت والعطیة فی کفنه وبنیان المساجد واحتفار الانهار وما اشبه ذلک من انواع البر فان سفیان واهل العراق وغیرهم من العلماء مجمعون علی ان ذلک لا یجزی من الزکوٰۃ لانه لیس من الاصناف الثمانیة انتهی.

وقال ابن حزم فی المحلی ۵:۲۷۴ قلنا نعم وکل فعل خیر فهو من سبیل الله تعالیٰ الا انه لا خلاف فی انه تعالی لم یرد کل وجهه من وجوه البر فی قسمة الصدقات فلم یجز ان توضع الا حیث بین النص وهو الذی ذکرنا (یعنی الجهاد والخمسة والحج) فافهم. وفی العینی شرح الهدایة ۱:۱۲۲۶ وکذا لا تبنی بها القناطر والسقایات ولایحفر بها الآبار ولا تصرف فی اصلاح الطرق وسد الثغور والحج والجهاد مما لا یملک فیه فان قلت روی عن انس والحسن ما اعطیت من الجسور

﴿۱﴾ (هدایة ۱:۱۸۷ باب من یجوز دفع الصدقات الیه ومن لا یجوز کتاب الزکوٰۃ)
﴿۲﴾ (نصب الرایة لاحادیث الهدایة ۲:۳۹۵،۳۹۶ باب من یجوز دفع الصدقات)
﴿۳﴾ (هدایة ۱:۱۸۸ باب من یجوز دفع الصدقات الیه ومن لا یجوز کتاب الزکوٰۃ)

والطریق صدقة ماضیة ، قلت هذا وهم علیهما ولیس مرادهما عمارة الجسور والطریق بلا معناه اعطاء الزکوٰۃ لمن یبنی الجسور والطریق الخ، وما فی القرطبی ۸:۱۸٦ وقال محمد بن عبد الحکیم ویعطی من الصدقة فی الکراع والسلاح وما یحتاج الیه من الآلات لحرب وکف العدو عن الحوزة فلیس المراد به وقف هذه الاشیاء لعدم مساعدة اللفظ لغة وعرفا بل المراد اعطاء الصدقة للغازی یشتری بها الآلات او المراد شراء هذه الآلات بالصدقة ثم صرفها الی الغزاة کما لا یخفی علی من راجع الی اللفظ وتعامل هذا القرن. وکذا یحمل ما رواه البیضاوی وغیره علی ماذکرنا، وکذا فی البدائع ۲:۴۵ واما قوله تعالیٰ وفی سبیل الله عبارة عن جمیع القرب فیدخل فیه کل من سعیٰ فی طاعة الله وسبیل الخیرات اذا کان محتاجاً ظاهر فی التملیک ﴿۱﴾ وقد صرح به قبل ۲:۳۹ واما رکن الزکوٰۃ فرکن الزکوٰۃ هو اخراج جزء من النصاب الی الله تعالیٰ وتسلیم ذلک الیه یقطع المالک یده عنه بتملیکه من الفقیر وتسلیمه الیه او الی ید من هو نائب عنه وهو المصدق الی ان قال بعد اسطر وعلی هذا یخرج صرف الزکوٰۃ الی وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات واصلاح القناطیر وتکفین الموتی ودفنهم انه لا یجوز لانه لم یوجد التملیک اصلا﴿۲﴾ انتهی باختصار یسیر. وهو الموفق

زکوٰۃ کی رقم سے فری ہسپتال چلانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کی رقم سے فری ہسپتال چلانا

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲:۱۵۴ فصل المؤلفة قلوبهم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲:۱۴۲ فصل واما رکن الزکاة)

یا اس میں زکوٰۃ جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوتوجروا

المستفتی: نامعلوم.....۱۹۷۸ء/ ۸/ ۲۳

الجواب: ان ہسپتالوں میں عشر وزکوٰۃ دینا اضاعت عشر وزکوٰۃ ہے کیونکہ اس میں شرائط زکوٰۃ پوری نہیں ہوتیں ۞(۱)۞۔ وھو الموفق

زکوٰۃ فنڈ اور تعلیمی فنڈ تعمیر مسجد میں لگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک درسگاہ جامع مسجد میں قائم کی گئی تعلیمی فنڈ میں چندہ اور زکوٰۃ فنڈ میں مال زکوٰۃ جمع کیا گیا کم از کم دس ہزار روپے اکٹھا کر کے کام شروع ہوا مگر طلباء پر صرف پچیس روپے خرچ کر کے مدرسہ کے نظام کو درہم برہم کر دیا گیا اور زکوٰۃ فنڈ سے مسجد کی

۞(۱)۞ چونکہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے مخصوص مصارف بصراحت موجود ہیں اور زکوٰۃ صرف ان مخصوص مصارف پر خرچ کی جا سکتی ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ موجودہ خیراتی اداروں اور ہسپتالوں میں ان مصارف کی کوئی رعایت نہیں کی جاتی بلکہ دوسرے عطیات کی طرح زکوٰۃ بھی خرچ کی جاتی ہے کیونکہ یہ لوگ نہ احکام زکوٰۃ سے واقف ہوتے ہیں اور نہ مصارف جانتے ہیں۔ قال الدکتور وھبۃ الزحیلی: ولا یبعث الامام الاساعیا حراً عدلاً ثقۃ لان ھذا ولایۃ وامانۃ والعبد والفاسق لیسا من اھل الامانۃ والولایۃ ولا یبعث الا فقیھاً لانہ یحتاج الی معرفۃ ما یؤخذ وما لا یؤخذ ویحتاج الی الاجتھاد فیما یعرض لہ من مسائل الزکاۃ واحکامھا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳: ۱۹۷۲) حالانکہ زکوٰۃ میں یہ ضروری ہے کہ مصرف کو تملیکاً دی جائے، ہسپتال بلڈنگ یا عملہ کی تنخواہوں بجلی بل وغیرہ میں یہ خرچ نہیں ہو سکتی، وفی الھندیۃ ولا یجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالا تملیک فیہ۔ (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۹۷) ہاں اگر عملہ ہسپتال احکام زکوٰۃ کی پوری رعایت کرتی ہو اور زکوٰۃ فنڈ سے باقاعدہ دوائی وغیرہ خرید کر فقراء کو تملیکاً دیتے ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں وھذا نادر جداً۔ (از مرتب)

توسیع شروع کی اور تعلیمی فنڈ سے بھی، کیا یہ دونوں فنڈ تعمیر مسجد میں لگانا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خطیب جامع مسجد مین بازار جنڈ پنڈی گھیپ

الجواب: واضح رہے کہ مال زکوٰۃ سے تعمیر مسجد درست نہیں ہے، کما فی البدائع ۲: ۳۹

وعلی هذا یخرج صرف الزکوة الی وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات واصلاح القناطر وتکفین الموتی ودفنهم انه لا یجوز لانه لم یوجد التملیک ﴿۱﴾ اور تعلیمی فنڈ میں چندہ دہندہ گان کی اجازت سے تعمیر مسجد درست ہے، لبقاء ملکهم الآن کما کان فلا بد من اذنهم صریحاً او دلالةً ﴿۲﴾ فافهم. وهو الموفق

ہائی سکول بنانے کے قومی چندے میں عشر وزکوٰۃ دینا درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے مڈل سکول کو ہائی کا درجہ دیا گیا ہے سکول کی تعمیر کیلئے لوگ اپنی مدد آپ کے تحت چندہ اکٹھا کرتے ہیں کیا اس قومی چندے میں زکوٰۃ، عشر، صدقہ اور خیرات کی رقم دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحنان دکاندار

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۴۲ فصل واما رکن الزکاة کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: الوقف فی الشرع عند ابی حنیفة حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعة علی الفقراء فلایکون لازما وله ان یرجع ویبیع ولا یلزم الا بطریقین احدهما قضاء القاضی بلزومه والثانی ان یخرج مخرج الوصیة وقال محمد لا یزول حتی یجعل للوقف ولیاویسلم الیه وعلیه الفتوی کذا فی السراجیة وبقول محمد یفتی کذا فی الخلاصة، وفی الصفحة ۳۶۲ واما وقف مالاینتفع به الابا لا تلاف کالذهب والفضة والمأکول والمشروب فغیر جائز فی قول عامة الفقهاء والمراد بالذهب والفضة الدراهم والدنانیر ومالیس بحلی کذا فی فتح القدیر الخ.(فتاوی عالمگیریه ۲: ۳۵۰، ۳۶۲ کتاب الوقف)

الجواب: محترم المقام دام عزکم السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ عشر و زکوٰۃ اور نذر و فطرانہ کو اس مد میں صرف نہ کریں ﴿۱﴾ اور خیرات وغیرہ کو اس میں صرف کر سکتے ہے اس میں تملیک شرط نہیں ہے بخلاف الاول۔ وھو الموفق

زکوٰۃ کی رقم سے ٹرسٹ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زکوٰۃ کی رقم سے ٹرسٹ قائم کیا جا سکتا ہے اور اس ٹرسٹ کی حیثیت و نوعیت کیا ہونی چاہئے اور کیا ٹرسٹ کے اخراجات میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ارشد صدیقی راولپنڈی ... ۱۹۸۶ء/۷/۱

الجواب: بغیر علم و تقویٰ کے یہ ٹرسٹ اور ادارے قائم کرنا اضاعت زکوٰۃ کے مترادف ہے علم دین اور تقویٰ کے بغیر نہ حقیقۃً تملیک مقدور ہوتی ہے اور نہ حیلۃً ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

زکوٰۃ فنڈ اور بینک کے سودی یا غیر سودی کھاتے میں رکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کمیٹی کے پاس زکوٰۃ کی رقم جمع ہے جو سال بھر مصارف میں ایک طریقہ کار کے تحت صرف کی جاتی ہے اب ظاہر ہے کہ یہ رقم بینک میں جمع رہے گی اور اس کی چار شکلیں ہیں۔ (۱) سیونگ اکاؤنٹ جس پر سود دیا جاتا ہے۔ (۲) سیونگ

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولا یجوز ان یبنی بالزکاة المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۱۸۸ باب المصارف)

﴿۲﴾ کیونکہ جاہل مصرف زکوٰۃ جانتا ہے نہ شرائط زکوٰۃ، اور غیر متقی مصرف کا اعتبار کرتا ہے نہ شرائط کا، لہٰذا ایسے ٹرسٹوں میں صدقات واجبہ دینے سے احتراز کرنا چاہئے جس کو جہال یا غیر متقی لوگ چلا رہے ہوں۔ (سیف اللہ حقانی)

اکاؤنٹ جس میں بینک کولکھ کر دیا جائے کے اس پرسود جمع نہ کیا جائے۔(۳) کرنٹ اکاؤنٹ جس پرسود نہیں دیا جاتا۔(۴) پی ایل ایس یعنی نفع نقصان یعنی دونوں احتمالوں کے ساتھ کاروبار میں جمع کیا جائے۔

اب شکل دوم اور سوم بظاہر بے ضرر ہیں مگر بینک یقیناً اسے سودی کاروبار میں استعمال کرتے ہیں اور شکل چہارم میں نقصان کا احتمال ہے اگر چہ احتمال برائے نام ہے اگر اس برائے نام احتمال کوختم کرنے کیلئے کوئی تیسرا شخص یا خود حکومت یہ ذمہ داری لے لیں کہ نقصان کی صورت میں تلافی کر لی جائے گی تو کیا یہ صورت جائز ہوسکتی ہے؟ خواہش ہے کہ اگر اسی چوتھی صورت کے جواز کی صورت نکل آئے تو مزید مستحقین کی مدد ہوسکے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالقدوس کاکاخیل پلوسی روڈ پشاور ۷/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: صورت چہارم میں اگر یہ معاملہ شرکت ہو تو نفع کے شرح کے عدم تعین کی صورت میں اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے نیز حکومت وغیرہ کی جانب سے تلافی کا ذمہ لینا بھی موجب حرج نہیں ہے جبکہ بطور اشتراط کے نہ ہو، کما فی شرح المجلہ ۷۱۳ مادہ: ۱۳۳۷ لیشترط ان تکون حصص الربح التی تنقسم بین الشرکاء جزءً شائعا کالنصف والثلث والربع فاذا اتفق الشرکاء علی اعطاء احدهم قدراً معینا کانت الشرکة باطلة انتهی، وقال بعد سطر وعلة الفساد ماذکر من قطع الشرکة﴿۱﴾ فافهم، وفیه ۷۲۷ مادہ: ۱۳۶۹ الضرر والخسارة الواقع بلا تعد ولاتقصیر ینقسم فی کل حال علی قدر رأس المال واذا شرط علی وجه آخر فلا یعتبر الشرط انتهی﴿۲﴾، قلت فالمفسد هو الاشتراط دون التبرع. وهوالموفق

﴿۱﴾(شرح المجلة لسلیم رستم باز ۷۱۳ قبیل الفصل الثالث فی شرائط المختصة بشرکة الاموال)
﴿۲﴾ (شرح المجلة لرستم باز ۷۲۷ الفصل السادس فی شرکة العنان البحث الاول)

زکوٰۃ کی رقم سے دینی کتب کی اجرت کتابت اور کاغذ خریداری کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مصارف صدقات عند الشرع واضح ہیں ان میں دینی مدارس اور ادارے بھی شامل ہیں جو اعلاء کلمۃ الحق کیلئے مفت لٹریچر تقسیم کرتے ہیں کیا زکوٰۃ، صدقات، چرم ہائے قربانی، نذر، عقیقہ وغیرہ کی رقم سے کاتبوں کی اجرت، کاغذ کی قیمت اور چھپائی کے اخراجات وغیرہ ادا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد اسلم ایمپائر انڈسٹری کراچی ۳ ....۲۸/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ صدقات واجبہ زکوٰۃ، نذر، صدقۃ الفطر میں تملیک شرط ہے﴿۱﴾ (تملیک بلا معاوضہ) اور صورت مسئولہ میں یا تملیک موجود نہیں ہے، کما عند الایتاء لاھل الادارۃ، اور یا تملیک بلا معاوضہ موجود نہیں ہے، کما عند الایتاء الی الکاتب وبائع الکاغذ وغیرھما، لہٰذا ایسے اداروں کو زکوٰۃ دینا فراغت ذمہ کیلئے کافی نہیں ہے۔ وھو الموفق

زکوٰۃ کی ادویات وصول کرنے والے مریضوں سے دو روپیہ پرچی کی بجائے پانچ روپیہ وصول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سول ہسپتال میں ڈاکٹر ہونے کے ناطے زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال کے مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہوں اس کیلئے یہ طریقہ اپناتا ہوں کہ گورنمنٹ ہسپتال میں ہر مریض سے دو روپیہ معائنہ فیس وصول کی جاتی ہے لیکن ایسا مریض جو زکوٰۃ کی ادویات حاصل کرنا چاہتا ہے ان کی پرچی فیس پانچ روپیہ رکھنا چاہتا ہوں اس میں بعض لوگ جو انتہائی

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ.
(الدر المختار علی ھامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

غریب ہوتے ہیں مستثنٰی بھی ہوسکتے ہیں، یہ پانچ روپیہ فیس یا توزکوٰۃ کی ادویات دینے والے آدمی کے تنخواہ میں استعمال ہوں گے یا ہسپتال کے دوسرے اخراجات مثلاً وارڈوں میں صابون، تولیہ، کاغذات وغیرہ میں استعمال ہوں گے اوراس زیادہ فیس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بطورفیشن چیک کرانے والے مریض نہ آجائیں اورغیر مستحق مریض زکوٰۃ کی ادویات لینے سے دوررہیں گے کیا یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد نعیم چلڈرن سپیشلسٹ سول ہسپتال ہری پور......۱۹۹۰ء/۱۱/۲۰

الجواب: آپ زکوٰۃ کی رقم سے ادویات خرید کرمساکین کودیا کریں ﴿۱﴾ تاکہ وہ ان کو باقاعدہ استعمال کرتے رہیں ﴿۲﴾ یا آپ زکوٰۃ کی رقم سے ادویات لے کران پر استعمال کریں اور پرچی والی فیس کی کمی بیشی یا ملازم وغیرہ کودینا نہ دینا آپ کے صوابدید پرموقوف ہے یہ زکوٰۃ کونقصان دہ نہیں ہے۔ وھو الموفق

میت کے ورثاءاورمصیبت زدہ اشخاص کیلئے زکوٰۃ وغیرہ فنڈ کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک محلّہ والے یانودس خاندان ملکرایک دوسرے کی مصیبت پریامیت پرمشترکہ رقم سے مال خرچ کرتے ہیں وہ رقم زکوٰۃ، صدقات، خیرات، نذرومنت اورعام امدادی فنڈ ہوتی ہے ان مدات میں سے کس کس مدکی رقم مذکورہ صدرلائحہ عمل کے تحت استعمال کی جاسکتی ہے اورنگران وخزانچی کیلئے کن کن باتوں کاخیال رکھنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۶۹ء/۵/۶

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وجاز دفع القیمة فی زکاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

الجواب: میت کے ورثاء یا مصیبت زدہ اشخاص اگر مساکین اور فقراء ہوں تو ان تمام مدات سے ان کی امداد جائز ہے خواہ نقد ہو یا جنس ہو جبکہ بطور تملیک ہو ﴿۱﴾ اور اگر یہ لوگ مساکین نہ ہوں تو ان کی زکوٰۃ، نذر اور دیگر واجبات کی مدات سے امداد نہ کی جائے گی ﴿۲﴾ دیگر مدات مثلاً امدادی فنڈ وغیرہ سے دینا جائز ہے اور ایسی کمیٹیوں میں ایک عالم دین کے مشورہ کے بعد کوئی عمل اور اقدام کرنا انتہائی ضروری ہے۔ وهو الموفق

مال زکوٰۃ کا دوسری جگہ انتقال اور مال زکوٰۃ سے دوائی خرید کر دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مال زکوٰۃ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال جائز ہے یا نہیں؟ اور مال زکوٰۃ سے دوائیاں خرید کر دے دینا جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۲۱/۱/۱۹۷۶ء

الجواب: (۱) بہتر یہ ہے کہ جہاں مال ہو تو اس کی زکوٰۃ وہاں صرف کی جائے، کما فی الهندية ۱: ۲۰۲ ﴿۳﴾. (۲) چونکہ زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے، کما صرحوا به ﴿۴﴾ لہٰذا زکوٰۃ میں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: مصرف الزكاة والعشر واما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم هو فقير وهو من له ادنى شيئ اى دون نصاب او قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لااباحة.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۶۴: ۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلية.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۰۷ باب المصرف)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ثم المعتبر في الزكاة مكان المال حتى لو كان هو في بلد وماله في بلد آخر يفرق في موضع المال. (فتاوى عالمگيريه ۱: ۱۹۰ الباب السابع في المصارف)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصكفي: وجاز دفع القيمة في (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

دوائی بطور تملیک دینا جائز ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی تعمیر پر جبکہ قوم غریب ہے زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نصر اللہ جان شریف آباد گڑھی کپورہ مردان......۱۹۷۹ء/۱۱/۱۶

الجواب: مسجد کی تعمیر پر زکوٰۃ صرف کرنے سے مزکی کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا، لعدم التملیک والتملک﴿۲﴾ اور خلاف سنت حیلہ کرنے سے موافق سنت خا کی مسجد بنانا دارین میں افضل ہے۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)زکاۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاۃ الغنم)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لااباحۃ کما مر لا یصرف الی بناء نحو مسجد ولاالی کفن میت وقضاء دینہ.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

مسائل شتیٰ

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے لکھے اور سہ ماہی الفرید میں شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد:۶ شمارہ:۱ سے جلد:۶ شمارہ:۴ تک کے مسائل کو جمع کر کے مسائل شتیٰ کے عنوان سے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

مسافر کا مقیم امام کے پیچھے فساد نماز کی وجہ سے اعادہ رکعات کا مسئلہ:

سوال: اگر مقیم امام کے پیچھے مسافر مقتدی اقتدا کرے اور دوران امامت نماز کو فاسد کرے تو یہ مسافر کتنی رکعات کا اعادہ کرے گا؟

الجواب: یہ مسافر فساد اقتدا کی وجہ سے دو رکعت کا اعادہ کرے گا، کما فی الشرح الکبیر ص: ۵۴۲ اما لو افسد صلاته بعد ما اقتدى بالمقيم في الوقت فانه يصلي ركعتين لزوال الاقتداء.[۱]

صدقۃ الفطر کو دو مسکینوں پر تقسیم کرنا جائز ہے:

سوال: کیا صدقۃ الفطر دو مسکینوں پر تقسیم کر کے دینا جائز ہے؟

الجواب: جائز ہے، کما فی شرح التنویر علی ردالمحتار ص:۳۶۷ جاز دفع

---

[۱] (غنية المستملي المعروف بالكبيري ۵۰۰ فصل في صلاة المسافر)

کل شخص فطرته الی مسکین او مسکینین﴿۱﴾ وکذا فی البحر ص: ۲۵۶ ﴿۲﴾.

موجودہ کرنسی کے اعتبار سے مہر فاطمی کی مقدار:

سوال: مہر فاطمی کی مقدار کتنی ہے؟

الجواب: مہر بی بی فاطمہ ساڑھے بارہ اوقیہ ہے،(ابو داؤد)﴿۳﴾ جو ایک سو اکتیس (۱۳۱) تولہ اور تین ماشہ چاندی ہے﴿۴﴾ اور ایک سو بیس روپے فی تولہ کے حساب سے پندرہ ہزار سات سو پچاس روپے تقریباً بنتے ہیں۔

﴿۱﴾(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۸۵ باب صدقة الفطر).

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: قال في الفتاوىٰ الظهيرية ولا يكره التأخير ولم يتعرض في الكتاب لجواز تفريق صدقة شخص على مساكين وظاهر مافي التبيين وفتح القدير ان المذهب المنع وان القائل بالجواز انما هو الكرخي وصرح الولوالجي وقاضي خان وصاحب المحيط والبدائع بالجواز من غير ذكر خلاف فكان هو المذهب كجواز تفريق الزكاة واما الحديث المأمور فيه بالاغنياء فيفيد الاولوية وقد نقل في التبيين الجواز من غير ذكر خلاف. (البحر الرائق ۲: ۲۵۶ قبيل كتاب الصوم)

﴿۳﴾ عن ابي سلمة قال سألت عائشة عن صداق رسول الله ﷺ فقالت ثنتا عشرة اوقية ونش فقلت وما نش قالت نصف اوقية. (سنن ابي داؤد ۱: ۲۹۴ باب الصداق) وعن ابي سلمة بن عبد الرحمن رضي الله عنه انه قال سألت عائشة رضي الله عنها: كم كان صداق رسول الله ﷺ؟ قالت كان صداقه لا زواجه اثنتي عشرة اوقية ونشاً، قالت: اتدري ما النش؟ قال: قلت: لا، قالت: نصف اوقية، فتلك خمس مأة درهم، فهذا صداق رسول الله ﷺ لازواجه. (الصحيح لمسلم ۱: ۴۵۸ باب الصداق كتاب النكاح)

﴿۴﴾ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جو مہر مقرر کیا تھا اسے مہر فاطمی کہتے ہیں عہد رسالت کے اوزان کے مطابق یہ ساڑھے بارہ اوقیہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شریکین میں سے ایک کو میراث یا ہدیہ وہبہ سے ملی ہوئی رقم میں دوسرا شریک نہیں ہوگا

سوال: زید اور عمرو دونوں شریک تھے، اچانک زید کو میراث میں کچھ مال مل گیا یا سلطانی جائزہ یا ہبہ یا ہدیہ سے کچھ اموال مل گئے، اب یہ اموال صرف زید کے ہوں گے یا اس میں عمرو بھی شریک ہوگا؟

الجواب: یہ اموال صرف زید کے ہوں گے اس میں دونوں شریک نہیں ہوں گے، **کما فی المبسوط ص: ۱۸۹ جلد ۱۱ ﴿۱﴾ ولا یشارک احدهما صاحبه فیما یرث من میراث ولا جائزة یجیزها السلطان له او هبة او هدیة﴿۲﴾.**

(بقیہ حاشیہ) چاندی پر ہوا تھا، اور ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے، اسی طرح ساڑھے بارہ اوقیہ کے پانچ سو درہم ہوئے، ایک اوقیہ ۵،۱۰ تولہ کا ہوتا ہے تو ساڑھے بارہ اوقیہ ۲۵،۱۳۱ تولہ کے برابر ہوئے یعنی ایک سو اکتیس تولہ اور تین ماشہ، اب پنجابی تولہ ۱۱،۶۶۴ گرام کا ہوتا ہے تو اسی حساب سے مہر فاطمی تقریباً ۱۵۳۱ گرام چاندی بنتا ہے اور ہمارے سرحدی تولہ جو ۱۲،۱۵ گرام کا ہوتا ہے کے حساب سے تقریباً ۱۵۹۵ گرام چاندی بنتا ہے اور یہ احوط ہے، اس کے علاوہ مہر فاطمی میں دیگر اقوال بھی ہیں مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کی تحقیق کے مطابق مہر فاطمی ۴۰۰ مثقال جو ڈیڑھ سو تولہ چاندی کے برابر ہے (ماہنامہ نظام جولائی ۱۹۶۵ء) یہ قول مولانا سید احمد رضا بجنوری کا بھی ہے (انوار الباری شرح بخاری ۴:۶۱) اور بعض محققین کے نزدیک مہر فاطمی (۱۴۰) تولہ چاندی کے برابر ہے (نظام الفتاویٰ ۲:۲۰۸) اور ۱۳۱ تولہ تین ماشہ کا قول حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا ہے اور یہی ہمارے نزدیک ماخوذ بہ ہے پس اتنی چاندی جس زمانہ میں جتنے کاغذی روپوں میں ملے گی اتنے روپے مہر فاطمی میں دینے ہوں گے۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ (المبسوط للسرخسی ۱۱: ۱۸۹ باب خصومة المفاوضین فیما بینهما)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولا یشارکه فیما یرث من میراث ولا جائزة یجیزها السلطان ولا الهبة ولا الصدقة کذا فی فتاویٰ قاضی خان ولا الهدیة هکذا فی المبسوط.

(فتاویٰ عالمگیریة ۲: ۳۰۹ الفصل الثانی فی احکام المفاوضة)

قرض مؤجل پر مصالحت کر کے معجّل کی صورت میں کم رقم لینے کا مسئلہ:

سوال: زید کا عمر پر ہزار روپے قرض مؤجل تھا، زید نے اس پر مصالحت کی کہ عمرو مجھے پانچ سو روپے فی الحال دے دیں تو عمرو بری ہوگا، کیا یہ مصالحت جائز ہے؟

الجواب: یہ مصالحت امام ابو یوسف کے قول کی بنا پر جائز ہے، کما فی تکملة ردالمحتار ص ۱۷۹ جلد۲ ذکر فی شرح الکافی للاسبیجابی جواز هذا الصلح مطلقا علی قیاس قول ابی یوسف لانه احسان من المدیون فی القضاء بالتعجیل واحسان من صاحب الدین فی الاقتضاء بحط بعض حقه﴿۱﴾.

تعلیقِ طلاق کی ایک صورت اور اس سے نجات کا طریقہ

سوال: اگر بیٹا اپنے باپ کو کہدے کہ اگر میں آپ کے گھر آیا تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے طلاق ہوگی، فما المخلص منه؟

الجواب: اگر والد اس مکان کو فروخت کرے تو بیٹا اس گھر میں داخل ہوسکتا ہے، کما فی الهندیة ص ۱۷ جلد۲ لو حلف لا یدخل دار فلان هذه فباع فلان الدار فدخل الحالف لا یحنث عند ابی حنیفة وابی یوسف﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (تکملة ردالمحتار ۲: ۱۹۹ فصل فی دعوی الدین)

﴿۲﴾(فتاویٰ عالمگیریة ۲: ۱۷ الباب الثالث فی الیمین علی الدخول)

قال ابن عابدین: وفی الخانیة حلف لا یدخل دار زید ثم حلف لا یدخل دار عمر وفباعها زید من عمرو وسلمها الیه فدخلها الحالف حنث فی الیمین الثانیة عنده لان عنده المستحدث بعد الیمین یدخل فیها لو مات مالک الدار فدخل لا یحنث لانتقالها للورثة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۹۱ مطلب لا یدخل دار فلان کتاب الایمان)

''طلاق، طلاق طلاق، ماں بہن'' کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص بیوی کو کہدے ''طلاق طلاق طلاق ماں بہن'' اس سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: ''طلاق، طلاق، طلاق'' میں حکم '' ہے'' یا ''نہیں'' ذکر نہیں ہے اسلئے اس سے طلاق کا واقع ہونا بے قاعدہ امر ہے اور اگر عرف میں حکم ''ہے'' مراد ہو تو یہ معلوم نہیں کہ تکرار سے تاکید مراد ہے یا استیناف اور تکثیر۔ تو تکرار کی تقدیر پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور تکثیر کی تقدیر پر تین طلاق واقع ہوں گے اور بیوی کو ماں یا بہن کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، **کما فی ردالمحتار ۳: ۴۷۰ او حذف الکاف لغابان قال انت امی﴿۱﴾**۔

بیوی کا شوہر کو یا اپنے آپ کو طلاق دینے کا مسئلہ:

سوال: بیوی اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی یا نہیں اور اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: طلاق کا مختار صرف شوہر ہے، **لحدیث ابن ماجة والدارقطنی، الطلاق لمن اخذ بالساق﴿۲﴾** البتہ اگر شوہر بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دے دیں تو اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے﴿۳﴾۔

﴿۱﴾قال ابن عابدین: قوله: او حذف الکاف لغا: بان قل انت امی ومن بعض الظن جعله من باب زید اسد درمنتقی عن القهستانی قلت ویدل علیه ماذکره عن الفتح من انه لا بد من التصریح بالاداة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۲۲ باب الظهار)

﴿۲﴾عن ابن عباس قال اتی النبیﷺ رجل فقال یا رسول الله سیدی زوجنی امته وهو یرید ان یفرق بینی وبینها قال فصعد رسول اللهﷺ المنبر فقال یا ایها الناس ما بال احدکم یزوج عبده امته ثم یرید ان یفرق بینهما انما الطلاق لمن اخذ بالساق.

(سنن ابن ماجة ۱: ۱۵۲ باب طلاق العبد)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: قال لها اختاری او امرک بیدک (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں، بہن یا عمہ کہنا:

سوال: اگر شوہر بیوی کو طلاق کے ارادہ سے ماں، بہن یا عمہ بولے تو یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ الفاظ بیوی کو کہنا مکروہ ہے لیکن طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، وفی ردالمحتار ۳: ۴۷۰ وينبغي ان يكون مكروها﴿۱﴾.

بیوی کے ساتھ لواطت موجب حرمت مصاہرت نہیں ہے:

سوال: بیوی کے ساتھ لواطت موجب حرمت مصاہرت ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ موجب حرمت مصاہرت نہیں ہے، وكذا لو وطي في دبرها لا تثبت به الحرمة كذا في التبيين ، هنديه ۱ :۲۷۵﴿۲﴾.

(بقيه حاشيه) ينوى تفويض الطلاق او طلقي نفسك فلها ان تطلق، قال ابن عابدين: قوله او طلقي نفسك، هذا تفويض بالصريح ولا يحتاج الى نية والواقع به رجعي وتصح فيه نية الثلاث. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۵۱۵ باب تفويض الطلاق)

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: (قوله يكره) جزم بالكراهة تبعا للبحر والنهر والذى فى الفتح وفى انت امى لا يكون مظاهراً وينبغي ان يكون مكروها فقد صرحوا بان قوله لزوجته يا اخية مكروه وفيه حديث رواه ابوداؤدان رسول اللهﷺ سمع رجلا يقول لامرأته يا اخية فكره ذلك ونهى عنه ومعنى النهى قربه من لفظ التشبيه ولو لاهذا الحديث لامكن ان يقال هو ظهار لان التشبيه فى انت امى اقوىٰ منه مع ذكر الاداة ولفظ يا اخية استعارة بلا شك وهى مبنية على التشبيه لكن الحديث افاد كونه ليس ظهاراً حيث لم يبين فيه حكما سوى الكراهة والنهى فعلم انه لا بد فى كونه ظهارا من التصريح باداة التشبيه شرعا ومثله ان يقول لها يا بنتى او يا اختى ونحوه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۶۲۲ باب الظهار)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۱ :۲۷۵ الباب الثالث القسم الثانى المحرمات بالصهرية)

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی:

سوال: اپنی بیوی کی بہن کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: اپنی بیوی حرام نہیں ہوتی، کما فی محرمات الدر المختار ۲۳ وطئ اخت امرئته لا تحرم علیه امرئته﴿۱﴾.

بغیر ہاتھ پاؤں والے اور منہ پر زخمی آدمی کی نماز کا حکم:

مسئلہ: جس شخص کے ہاتھ پاؤں بریدہ ہوں اور منہ پر زخم موجود ہوں تو ایسا شخص بغیر وضو اور بلا تیمم نماز پڑھے گا اور اعادہ نماز نہیں کرے گا (ہندیہ ۱: ۳۱ هذا اصح ظهیریة)﴿۲﴾.

فاقد الطهورین قیدی کی نماز کا حکم:

مسئلہ: جو قیدی پانی اور پاک مٹی نہ پائے تو طرفین کے نزدیک نماز نہیں پڑھے گا (ہندیہ ۱:۳۱)﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۵ فصل فی المحرمات) (وهكذا فی خلاصة الفتاویٰ ۲: ۱۷ الفصل الثانی فیمن یکون محلا للنكاح)

﴿۲﴾وفی الهندية: قال الشيخ الامام محمد بن الفضل رحمه الله رأيت فی الجامع الصغير للكرخی ان مقطوع اليدين والرجلين اذا كان بوجهه جراحة يصلی بغير طهارة ولا تيمم ولا يعيد وهذا هو الاصح كذا فی الظهيرية. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۳۱ الفصل الثالث فی المتفرقات)

﴿۳﴾ وفی الهندية: ولو ان المحبوس لم يجد ماء ولا ترابا نظيفا لا يصلی فی قول ابی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ كذا فی فتاویٰ قاضی خان، وهذا اذا لم يمكنه ان ينقر الارض اوالحائط بشیٔ فان امكنه يستخرج التراب ويتيمم كذا فی الخلاصة.

(فتاوی عالمگیریة ۱: ۳۱ الفصل الثالث فی المتفرقات)

وضو کی وجہ سے مرض سلس البول جاری ہونے والے آدمی تیمم کرے گا:

مسئلہ : ایک شخص جب وضو کرتا ہے تو سلس البول کی بیماری شروع ہو جاتی ہے لیکن تیمم کی صورت میں صحیح ہوتا ہے تو ایسا شخص تیمم سے نماز پڑھے گا (سراج وھاج) ﴿۱﴾۔

نکاح فاسد کی صورت میں مطلقہ مغلظہ کے ساتھ دوبارہ نکاح بلا تحلیل جائز ہے:

مسئلہ : جب نکاح فاسد کرے اور اس منکوحہ کو طلاق ثلاثہ دے دیں تو اس کے ساتھ دوبارہ نکاح بلا تحلیل جائز ہے (هندية ۱ : ۴۷۴) ﴿۲﴾۔

قراءت میں فحش غلطی کرنے والا دوبارہ صحیح پڑھے تو نماز درست ہے:

مسئلہ : جو شخص قراءت نماز میں غلط فاحش کرے اور دوبارہ صحیح پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔(هندية ۱ : ۸۲) ﴿۳﴾۔

حرام کمائی کرنے والے شخص کی دعوت طعام میں شرکت:

سوال: ایک تبلیغی آدمی بینک منیجر کے پاس مہمان ہوا اور منیجر نے اس مہمان کیلئے بازار سے

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: وفي الايضاح اذا كان لو توضأ سلس بوله وان تيمم لا يسلس جاز له التيمم كذا في السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۳۱ الفصل الثالث في المتفرقات)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو تزوج امرأة نكاحاً فاسداً وطلقها ثلاثا جاز له ان يتزوجها ولو لم تنكح زوجاً غيره كذا في السراج الوهاج.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۴۷۴ فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ذكر في الفوائد لو قرأ في الصلاة بخطاء فاحش ثم رجع وقرأ صحيحا قال عندي صلاته جائزة وكذلك الاعراب الخ.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱ : ۸۲ قبيل الباب الخامس في الامامة)

طعام وخوراک خریدا اور تبلیغی کوکھلایا، کیا تبلیغی کیلئے یہ کھانا جائز ہے؟

الجواب: فقہاءکرام نے امام کرخی کے قول پر جواز کا فتویٰ دیا ہے :کما فی ردالمحتار (۵:۲۳۵) قولہ اکتسب حراماً، توضیح المسئلة ما فی التتارخانية حيث قال رجل اكتسب مالاً من حرام ثم اشترىٰ فهذا على خمسة اوجه اما ان دفع تلك الدراهم الى البائع اولاً ثم اشترى منه بها او اشترى قبل الدفع بها ودفعها،او اشترىٰ قبل الدفع بها ودفع غيرها او اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم او اشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم وقال الكرخي في الوجه الاول والثاني لا يطيب وفي الثلاث الاخيرة يطيب وقال ابوبكر لا يطيب في الكل لكن الفتوىٰ الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج على الناس وههنا تحقق الشق الرابع ﴿۱﴾.

فصل سے عشر علیحدہ کئے بغیر کھانے کا حکم:

مسئلہ: جس غلہ اور فصل سے عشر نہیں دیا گیا ہو اس سے خوراک نہیں کھائی جائے گی اور جب عشر غلہ سے جدا کرے تو باقی غلہ سے خوراک کھائی جا سکتی ہے (عالمگیری وغیرہ) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدر المختار ۴: ۲۴۴ مطلب اذا اكتسب حراما ثم اشترىٰ فهو على خمسة اوجه باب المتفرقات)

﴿۲﴾وفي الهندية: ولا يأكل شيأ من طعام العشر حتى يؤدى عشره كذافي الظهيرية وان افرز العشر يحل له اكل الباقي وقال ابوحنيفة رحمه الله تعالىٰ ما اكل من الثمرة اواطعم غيره ضمن عشره كذا في محيط السرخسي في باب ما يحتسب لصاحب الارض.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱ :۱۸۷ قبيل الباب السابع في المصارف)

پیداوار سے عشر دیتے وقت کرایہ مزدوری چوکیداری وغیرہ کی رقم کا حکم:

مسئلہ: عشر تمام پیداوار سے دیا جائے گا مزدوری، چوکیداری، کرایہ اور تخم وغیرہ عشر سے منہا نہیں کیا جائے گا بلکہ اول سب سے عشر نکالے گا ﴿۱﴾۔

اجارہ کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: اجارہ کی صورت میں عشر مستأجر (کسان) پر ہے مؤجر (مالک زمین) پر نہیں ہے اور یہ مفتیٰ بہ قول ہے (ردالمحتار) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ وفی الهندية: ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار واجرة الحافظ وغير ذلك فيجب اخراج الواجب من جميع ما اخرجته الارض عشراً. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۸۷ زکلة الزروع والثمار) وقال العلامة ابن عابدين: بلا رفع مؤن ای كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فی كل خارج.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

وقال المرغيناني: وكل شئ اخرجته الارض مما فيه العشر لا يحتسب فيه اجر العمال ونفقة البقر، قال ابن الهمام: وكرى الانهار واجرة الحارس وغير ذلك يعني لا يقال بعدم وجوب العشر فی قدر الخارج الذی بمقابلة المؤنة بل يجب العشر فی الكل.

(هداية مع فتح القدير ۲: ۱۹۴ باب زكاة الزروع والثمار)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: والعشر على الموجر وقالا على المستأجر وفي الحاوی وبقولهما نأخذ. وقال ابن عابدين: قلت لكن فی زماننا عامة الاوقاف من القرىٰ والمزارع لرضا المستاجر بتحمل غراماتها ومؤنها يستأجرها بدون اجر المثل بحيث لا تفی الاجرة ولا اضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغی العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلک لانهم فی زماننا يقدرون اجرة المثل بناء على ان الاجرة سالمة لجهة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مزارعت کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: مزارعت کی صورت میں مالک اور مزارع ہر ایک اپنے اپنے حصہ سے عشر ادا کرے گا جبکہ تخم مزارع کی طرف سے ہو (الدر المختار) ﴿۱﴾۔

عاریت کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: مسلمان کو اعارہ کی صورت میں عشر مستعیر پر ہوگا ﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) الوقف ولا شیٔ علیہ من عشر وغیرہ اما لو اعتبر دفع العشر من جھة الوقف وان المستأجر لیس علیہ سوی الاجرة فان اجرة المثل تزید اضعافا کثیرة کما لا یخفیٰ فان امکن اخذالاجرة کاملة یفتی بقول الامام والافبقولھما یلزم علیہ من الضرر الواضح الذی لا یقول بہ احد. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۶۰ مطلب ھل یجب العشر علی الزارعین فی الاراضی السلطانیة)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیھما بالحصة، قال ابن عابدین: ولو دفع الارض العشریة مزارعة ان البذر من قبل العامل فعلی رب الارض فی قیاس قولہ لفسادھا وقالا فی الزرع لصحتھا وقد اشتھر ان الفتویٰ علی الصحة وان من قبل رب الارض کان علیہ اجماعاً وفی البدائع من ان المزارعة جائزة عندھما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینھما فیجب العشر علیھما. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۱: ۶۱ مطلب ھل یجب العشر علی المزارعین فی الاراضی السلطانیة)

﴿۲﴾قال الحصکفی: وقالا (العشر) علی المستاجر کمستعیر مسلم، قال ابن عابدین: واوجبہ زفر علی المعیر لانہ لما اقام المستعیر مقامہ لزمہ کالمؤجر قلنا حصل للمؤجر الاجر الذی ھو کالخارج معنی بخلاف المعیر وقید بالمسلم لانہ لو استعارھا ذمی فالعشر علی المعیر اتفاقا لتفویتہ حق الفقراء بالاعارة من الکافر کذا فی شرح درر البحار ای لکونہ لیس اھلا للعشر لکن فی البدئع لو استعارھا کافر فعندھما (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فصل فروخت کرنے کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: اگر فصل کو پختگی کے بعد فروخت کرے تو عشر بائع پر ہوگا اور اگر پختگی سے قبل فروخت کرے تو عشر مشتری پر ہوگا (الدر المختار) ﴿۱﴾۔

اہل حرب کیلئے معاون اور جاسوسی کرنے والے منافق مسلمانوں کا حکم

سوال: اگر منافق مسلمان مال وجاہ کے حصول کیلئے اہل علم اور اہل اسلام کے خلاف کفار کیلئے جاسوسی کرتا ہو اور اہل اسلام کو ضرر اور نقصان پہنچانے پر راضی ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب: یہ اہل حرب کے حکم میں ہے اور مباح الدم اور مباح الاموال ہے، کما فی فتاویٰ الکاملیة ۱۶۵ ﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) العشر علیه وعن الامام روایتان فی روایة کذلک وفی روایة علی المالک. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۰ مطلب هل یجب العشر علی الزارعین فی الاراضی الخ)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۰ مطلب هل یجب العشر علی الزارعین الخ)

﴿۲﴾ قال الشیخ محمد کامل ابن مصطفی: فی فتح الثغر الوهر انی لمادعی الناس سلطان الجزائر الی جهاد الکفار الذین استولوا علی ثغر وهران جاؤا الیه من کل فج عمیق وکان هذا غیر حال القبائل العامریة واما بنو عامر فانهم کانوا فی ذلک علی فرق منهم من لجأ لحصون العدو مدافعا عن نفسه ومعیناً للعدو بسیفه وفلسه فکانوا یقاتلون المسلمین مع عدوهم ویدفعون عنه ویغزون علی الحجلة المنصورة بالله تعالیٰ حتی انهم کانوا علی المسلمین اشد ضرراً من الکافرین وهکذا کان بعض القبائل، والظاهر ان حکم هؤلاء حکم اهل دارالحرب فی قتلهم واخذ مالهم واما اولادهم فلا یقتلون ولا یکونون فیئا وانما ابیح قتل البالغین منهم لکونهم رداً للعدو الحرب ومعینون له بانفسهم. (الفتاویٰ الکاملیة فی الحوادث الطرابلسیة ۲۵۱ کتاب الجنایات)

جہاد مقدس عبادت اور انسداد فساد ہے

سوال: کفار حکمران اور ان کے زیر اثر امراء جہاد کو دہشت گردی کہتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

الجواب: جہاد ایک مقدس عبادت ہے جو کہ انسداد فساد کیلئے اکسیر ہے **بخلاف الکفار** کہ یہ فساد کے انتشار میں مبتلا ہیں ﴿۱﴾۔

﴿۱﴾قال الامام ولی الله الدهلوی: اعلم ان اتم الشرائع و اكمل النواميس هو الشرع الذی يؤمر فيه بالجهاد و ذلک لان تكليف الله عباده بما امر و نهى مثله كمثل رجل مرض عبيده فأمر رجلا من خاصته ان يسقيهم دواءً، فلو انه قهرهم على شرب الدواء وأوجره في افواههم لكان حقا لكن الرحمة اقتضت ان يبين لهم فوائد الدواء يشربوه على رغبة فيه، وان يخلط معه العسل ليتعاضد فيه الرغبة الطبيعية و العقلية ثم ان كثيراً من الناس يغلب عليهم الشهوات الدنية و الاخلاق السبعية و وساوس الشيطان في حب الرياسات و يلصق بقلوبهم رسوم آبائهم فلا يسمعون تلک الفوائد ولا يذعنون لما يأمر به النبی ﷺ ولا يتاملون في حسنه فليست الرحمة في حق اولئک ان يقتصر على اثبات الحجة عليهم بل الرحمة في حقهم ان يقهروا ليدخل الايمان عليهم على رغم انفهم بمنزلة ايجاد الدواء المر ولا قهر الا بقتل من له منهم نكاية شديدة و تمنع قوى او تفريق منعتهم و سلب اموالهم حتى يصيروا لا يقدرون على شيئ فالرحمة التامة الكاملة بالنسبة الى البشر ان يهديهم الله الى الاحسان وان يكبح ظالمهم عن الظلم وان يصلح ارتفاقا تهم و تدبير منزلهم و سياسة مدينتهم ، فالمدن الفاسدة التي يغلب عليها نفوس سبعية و يكون لهم تمنع شديد انما هو بمنزلة الاكلة (هو مرض معروف) في بدن الانسان لا يصح الانسان الا بقطعه، والذی يتوجه الى اصلاح مزاجه و اقامة طبيعته لا بد له من القطع و الشر القليل اذا كان مفضيا الى الخير الكثير واجب فعله.

(حجة الله البالغة ۲: ۱۷۰ مبحث الجهاد)

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منهاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی

پانچ جلد

لفضیلة الشیخ محدث کبیر فقیه العصر مفتی اعظم عارف بالله
مولانا مفتی محمد فرید الزروبوی المجددی النقشبندی
المفتی والشیخ بدار العلوم حقانیه اکوڑہ خٹک

کل صفحات/۱۴۸۰

ناشر

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

واما بنعمة ربك فحدث

الفرائد البهية الى احاديث خير البرية

من افاضات

المحدث الشهير والفقيه النبيل

الشيخ المفتی **محمد فرید** المجددی الزروبوی

جامعة دار العلوم الحقانیة اکوره ختك باكستان

ويليه

المقدمة فی مصطلحات علم الحدیث

للشیخ عبد الحق الدهلوی رحمه الله

اعداد وتقديم

مفتی محمد وهاب المنجلوری

خادم العلم والافتاء بدار العلوم صديقيه

......: الناشر :......

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی مدیر دار العلوم صدیقیہ زروبی (صوابی)

العقائد الاسلامیه باللغة السلیمانیه

چالیس عقائد اور چالیس مہم احکام پر پشتو زبان میں شائع کی گئی ہیں۔
اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے، بہت جلد شائع کیا جائے گا۔

مسائلِ حج

حج کے اہم مسائل واحکام اور جدید دور میں پیش آنے والے
واقعات کو قدیم کتب کے حوالوں سے مزین کر کے لکھا گیا ہے۔

رسالہ قبریہ

میت کے موت سے کفن دفن تک تمام اہم مسائل اس میں جمع کیے گئے ہیں۔
بہت سے اختلافی مسائل واضح اور مدلل انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

مؤلفات حضرت مفتی اعظم محدث کبیر مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم